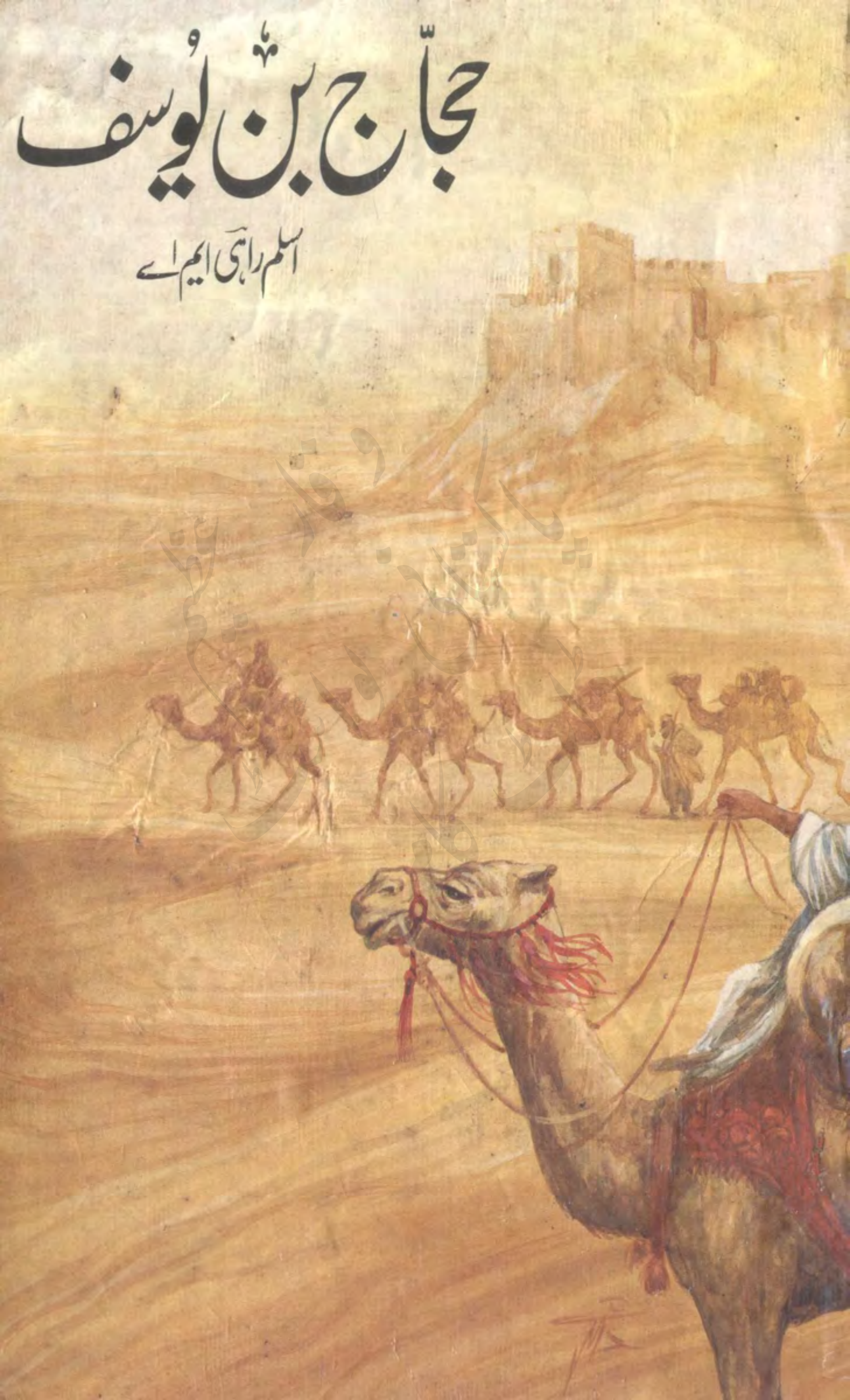
حجاج بن یوسف

اسلم راہی ایم اے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریائے فرات کے متوازی ایک کاروانی شاہراہ پر دو سوار درمیانہ روی سے اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے شمال کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایک چوراہے کے قریب آ کر دونوں سوار رک گئے کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک ساتھ دونوں کی نگاہیں دریائے فرات پر جم گئی تھیں۔

دریائے فرات جو کوہ ارارات سے نکل کر شام سے گزرتا ہوا شمال اور مشرق کی سمت سے عراق میں داخل ہونے کے بعد سترہ سو اسی میل کا طویل سفر طے کرنے کے بعد خلیج فارس میں گرتا ہے خاموش تھا۔ دونوں کچھ دیر عجیب سے انداز میں دریا کی لہروں کی طرف دیکھتے رہے۔ دریائے فرات جو اپنے سینے میں سمیریوں اور عکاریوں کے شرف' کلدانیوں کی عظمت' آشوریوں کے جلال' اسرائیلیوں کی توقیر' جتیوں کے وقار' عیلامیوں کی برتری' ماریوں کی بڑائی' مصریوں کی بزرگی' یونانیوں کے وقار' رومنوں کی بڑائی' بابلیوں کی شان و شوکت اور عربوں کی سطوت اور جلال کو اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا چپ چاپ خلیج فارس کی طرف بھاگ رہا تھا۔ دریا کی موجیں دریا کے ساحل اور اس کے کنارے جو بڑے بڑے جابروں کے ظلم و ستم کو دیکھ چکی تھی بالکل سکوت میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دور مغرب میں سنسان اندھیروں کی زنجیریں کاٹتا زمین کی عریانی کو جھانکتا سورج سرخ الاؤ کی صورت میں دشت عراق کی وادیوں میں غروب ہو رہا تھا دریا کے دونوں طرف پھیلے دشت کے اندر ریت کے بگولے آندھیوں کے طوفانوں کا پیش خیمہ بن رہے تھے۔ مسافر ابابیلیں جو دن بھر دریائے فرات کے اوپر پرواز کرتی رہی تھیں اپنے مسکنوں کو لوٹنے لگیں تھیں۔ رزق کے تلاش میں نکلے ہوئے طیور دن بھر کی جد وجہد کے بعد واپسی کے سفر پر رواں دواں تھے۔

دونوں سوار کچھ دیر تک اس چوراہے پر کھڑے رہے پھر ایک نے دوسرے کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز بھائی یہ جو بائیں جانب بستی دکھائی دے رہی ہے میرا خیال ہے اس بستی کا نام کرخ ہے اور یہی ہماری منزل ہے۔ دیکھ عزیز بھائی سورج غروب ہو رہا ہے تھوڑی دیر تک مغرب کی اذانیں گونج اٹھیں گی۔ آؤ اس بستی کا رخ کریں بستی کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے کام کی ابتدا کریں۔"

دوسرے ساتھی نے اپنے رفیق کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کا رخ موڑا پھر وہ دائیں طرف جو نزدیک ہی بستی دکھائی دے رہی تھی اس کا رخ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو وہاں مغرب کی اذانیں سنائی دیں اس پر ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آؤ مسجد کا رخ کریں پہلے نماز ادا کریں پھر جو کام کرنا ہے اسے کر گزریں گے۔" دوسرے نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا پھر وہ اس سمت ہو لئے جس سمت سے مغرب کی اذان سنائی دے رہی تھی۔

مسجد کے سامنے آ کر دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے۔ گھوڑوں کو انہوں نے مسجد سے باہر باندھ دیا پھر مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے وہ مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔

مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد جب نمازی اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تب وہ دونوں بھی اٹھے پھر ایک شخص کے قریب آئے اور ان دو میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز اس بستی میں ہم دونوں اجنبی ہیں۔ ہمارے گھوڑے باہر بندھے ہوئے ہیں پہلے ہم اس بستی میں کبھی نہیں آئے ہم دور کی سرزمینوں کے رہنے والے نہیں ہیں نزدیک ہی سے آئے ہیں پر یہ بستی ضرور ہمارے لئے اجنبی ہے۔ ہم اس بستی کے سردار محمد بن ہارون نمری اور اس بستی کے نامور کھوجی خریم بن عمر سے ملنا چاہتے ہیں۔"

وہ شخص تیزی کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا اور باہر نکلتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم دونوں یہاں رکو خریم بن عمر ابھی باہر نکلا ہے۔ میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔ جہاں تک ہماری بستی کے سردار کا تعلق ہے تو وہ ابھی مسجد کے اندر ہی ہے میں واپس آ کر تم دونوں سے اس کی ملاقات کرواتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ شخص جوتے پہن کر مسجد سے باہر بھاگ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ شخص ایک نو عمر نوجوان کو اپنے ساتھ لایا دونوں جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوئے پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے وہی شخص کہنے لگا۔ "یہ خریم بن عمر ہے جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ تم یہیں رکو میں بستی کے سردار کو بھی بلا لاتا ہوں۔"

وہ شخص اندر گیا تھوڑی دیر بعد درمیانی عمر کے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لایا پھر ان دونوں کے پاس آ کر کہنے لگا۔ "یہ ہماری بستی کے سردار محمد بن ہارون نمری ہیں۔"

اس پر آنے والے ان دو میں سے ایک بول پڑا۔

"سردار ابن ہارون! میرا نام زیاد بن ایوب اور میرے ساتھی کا نام بلال بن بشر ہے۔ ہم دونوں آپ سے اور اس نو عمر کھوجی خریم بن عمر سے کچھ کہنا چاہتے ہیں آپ دونوں ہمیں کچھ وقت دیں۔"

جواب میں بستی کے سردار محمد بن ہارون نے اس جوان کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا "تم دونوں میرے ساتھ آؤ خریم بن عمر میرے لئے میرے بیٹوں جیسا ہے۔ میرے دیوان خانے میں چلو جو کچھ کہنا ہے وہیں بیٹھ کر کہو۔"

آنے والے سردار محمد بن ہارون کی اس گفتگو سے خوش ہو گئے تھے مسجد سے وہ نکلے دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامیں۔ پھر وہ محمد بن ہارون اور خریم بن عمر کے ساتھ ہو لئے تھے۔

راستے میں ایک شخص نے اچانک خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ابن عمر تھوڑی دیر کے لئے میری بات سنو۔"

اس پر خریم بن عمر علیحدگی میں اس شخص کے پاس کھڑا ہوا تھوڑی دیر بعد وہ

لوٹا اور سردار محمد بن ہاروں نمری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سردار ! آپ دونوں مہمانوں کو لے کر دیوان خانے میں چلیں میں ایک چھوٹا سا کام نبٹا کر آتا ہوں۔" جواب میں سردار ابن ہارون نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی اور آنے والے دونوں کو لے کر وہ چلا گیا تھا جبکہ خریم بن عمر راستے میں ملنے والے شخص کے ساتھ ہو لیا تھا۔

بستی کا سردار محمد بن ہارون اپنی حویلی میں داخل ہوا اور ان دونوں کو لے کر دیوان خانے میں آیا دونوں کو نشستوں پر بٹھایا پھر ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"قبل اس کے کہ میں تم دونوں کے کھانے کا اہتمام کروں بتاؤ تم کس غرض سے میری اور خریم بن عمر کی طرف آئے ہو" اس پر ان دونوں میں سے ایک بول پڑا۔

اے ابن ہارون ہمیں بتایا گیا ہے کہ خریم بن عمر ایک بہترین کھوجی ہے جس کام کے لئے ہم دونوں آئے ہیں اس کا انکشاف کرنے سے پہلے آپ یہ بتایئے کہ یہ اپنے فن میں کیسا ہے۔"

اس سوال پر عمر بن ہارون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دیوان خانے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

"آنے والو! جہاں تک کھوجی کی حیثیت سے خریم بن عمر کا تعلق ہے تو یوں جانو اس کے عقل و شعور کا افق بڑا وسیع ہے صحراؤں' پہاڑوں اور گھاس کے جنگل میں چلتے بگولوں کے شور سے اندازہ لگا کر وہ بتا سکتا ہے کہ طوفان کب اٹھیں گے' ندیوں کی روانی کو دیکھتے ہوئے وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آندھیوں کے جھکڑ کس سمت سے اٹھنے والے ہیں اگر کوئی اس کے تعاقب میں ہو تو زمین کے ساتھ کان لگا کر بتا سکتا ہے کہ غضب ناک اور وحشت ناک فضاؤں کے اندر تعاقب کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ خوفناک سیاہ رات میں اس پار گاتے چاند ہنستے ستاروں کی طرف دیکھ کر وہ بتا سکتا ہے کہ منزل کا اصل رخ کس طرف ہے۔ جرس کی صدائیں سن کر بتا سکتا ہے کہ کارواں کا اندر کتنے نفوس ہیں۔ جہاں تک اس کی شجاعت اور اس کی تیغ زنی کا تعلق ہے تو اپنی جرات مندی کا وہ ایسا شاہکار کہ جب کسی پر حملہ آور ہوتا ہے

تو طوفانوں کی طرح گزرتا چلا جاتا ہے۔"

"اپنے گھر کا واحد فرد ہے اس کے ماں باپ مر چکے ہیں۔ بہن بھائی اس کا کوئی ہے ہی نہیں غریب ہے چھوٹا سا ایک ریوڑ ہے جسے دریائے فرات کے آس پاس اونچے نیچے ٹیلوں پر چرا کر اپنی گزر بسر کرتا ہے۔ میں اسے اپنا بیٹا خیال کرتا ہوں' اسے اپنے بیٹوں ہی کی طرح چاہتا ہوں' اب تم بتاؤ تمہیں اس کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔" اس پر آنے والوں میں سے ایک بول پڑا۔

"سردار ابن ہارون ہم دونوں کوفہ کے نواح میں **قبین** نام کی بستی کے رہنے والے ہیں۔ وہ بستی آپ نے دیکھ رکھی ہو گی اس لئے کہ وہ بستی یہاں سے قریب ہی ہے۔ ہماری بستی کا ایک شخص ہے' گذشتہ دن اس کے پانچ اونٹ اور کچھ گھوڑے چوری ہو گئے ہیں ان کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ ہم نے اونٹوں اور گھوڑوں کا کھرا محفوظ کر دیا ہے اگر آپ اس خریم بن عمر کو ہمارے ساتھ بھیجیں تو پتا چلے کہ چوری کس نے کی ہے۔ اس طرح ہم اس شخص کے اونٹ اور گھوڑے اسے واپس دلا سکتے ہیں۔"

"اس چوری کی اطلاع دینے کے لئے پہلے ہم کوفہ جا کر حجاج بن یوسف سے شکایت کرنے والے تھے لیکن کسی نے ہمیں بتایا کہ وہ بڑا سخت گیر ہے اگر ہم ثابت نہ کر سکے کہ اونٹ اور گھوڑے چوری ہوئے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ ہمارے ہی خلاف کاروائی کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ لہٰذا حجاج بن یوسف کی طرف جانے کے بجائے ہم آپ کی بستی کی طرف آئے ہیں تاکہ اس سلسلے میں کھوجی خریم بن عمر سے مدد حاصل کریں۔"

اس نوجوان کی اس گفتگو پر ابن ہارون نے ایک قہقہہ لگایا پھر بول اٹھا۔

"حجاج بن یوسف اتنا برا بھی نہیں ہے جتنا تم خیال کر رہے ہو اگر تم دونوں اس کے پاس جاتے تو وہ یقیناً" تمہارے ساتھ انصاف کرتا وہ میرے مصاحبوں میں سے ہے۔"

ابن ہارون کے خاموش ہونے پر آنے والوں میں سے ایک پھر بول پڑا۔

"ہم حجاج بن یوسف کی اصلیت نہیں جانتے جب تک آپ کی بستی کا کھوجی خریم بن عمر نہیں لوٹتا کیا آپ ہمیں حجاج بن یوسف کے اب تک کے حالات نہ بتائیں

گے اس طرح وقت بھی گزر جائے گا اور ہم حجاج بن یوسف کے متعلق معلومات بھی حاصل کر لیں گے۔"

سردار محمد بن ہارون اس پر تیار ہو گیا اس نے اپنا گلا صاف کیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"صاحبو حجاج بن یوسف کا تعلق قبیلہ بنو ثقیف کی شاخ احلاف سے ہے۔ یہ شخص طائف کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا جس کا ذریعہ معاش سنگ برداری اور معماری تھا اور اس کی والدہ قبیلہ بنو ثقیف سے تھیں اور صغیر بن شعبہ کی مطلقہ بیوی تھیں جسے حضرت امیر معاویہؓ نے کوفے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے ابتدائی حالات مجھے اتنے معلوم نہیں تاہم جوانی کے زمانے میں وہ طائف کے ایک مدرسے میں مدرس تھا۔"

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے ابتدائی عہد میں حجاج بن یوسف طائف سے دمشق آیا۔ اس نے خلیفہ کی نگاہوں میں کیسے عزت حاصل کی، بڑا دلچسپ واقع ہے۔ واقعہ میں تمہیں سناتا ہوں۔

"حجاج بن یوسف کے حالات بتانے سے پہلے میں تمہیں یہ بتاتا چلوں کہ میرے بہترین مربیوں اور بہترین چاہنے والوں میں سے ہے میری بڑی عزت کرتا ہے ملاقات پر بڑے احترام سے پیش آتا ہے۔ جن دنوں حجاج بن یوسف دمشق میں وارد ہوا ان دنوں عبدالملک کو اپنے لشکر کے نظم و ضبط کو درست کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو بہترین منتظم ہو۔"

ایک دن اس نے اپنے وزیر میرروح بن زنباع سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو لشکر کی بدنظمی کو درست کر سکے اس پر میرروح نے کہا حال ہی میں میرے لشکری عملے میں ایک سپاہی بھرتی ہوا ہے اس کی صلاحیتوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر لشکر کا نظم ضبط اس کے سپرد کر دیا جائے تو وہ لشکر کے نظم ضبط کو یقیناً" درست کر دے گا عبدالملک سے میرروح بن زنباع نے جس سپاہی کی طرف اشارہ کیا تھا وہ حجاج بن یوسف تھا۔"

"جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ حجاج بن یوسف پہلے طائف میں لڑکوں

پڑھایا کرتا تھا پھر یہ پیشہ ترک کر کے سپاہی بھرتی ہو گیا اور کسی طرح وزیر کے عملے کے سپاہیوں میں پہنچ گیا۔ اپنے وزیر کی یہ بات سن کر عبدلملک نے حجاج کو بلایا اور فوج کا انتظام اس کے سپرد کیا۔"

"عبدلملک نے حجاج کو حکم دیا کہ جیسے ہی ہماری سواری روانہ ہوا کرے ہمارے ساتھ فوراً" ہی تمام فوج کو کوچ کرنا چاہئے۔ حجاج نے کہا امیرالمومنین حکم کی تعمیل کی جائے گی۔"

"اتفاق سے اسی دن عبدلملک کی سواری روانہ ہوئی حجاج تمام لشکر میں کہتا پھرتا تھا کہ امیرالمومنین کی سواری کے ساتھ ہر لشکری کو سوار ہونا چاہئے وہ اسی طرح گھومتے ہوئے خود وزیر کے عملے میں پہنچا تو دیکھا کہ عملے کے کچھ لشکری سوئے ہوئے ہیں کچھ کھانا پکانے میں مصروف ہیں۔"

"انہیں مخاطب کرتے ہوئے حجاج بن یوسف نے گرج دار آواز میں کہا کہ تم ابھی تک سوار نہیں ہوئے حالانکہ امیرالمومنین کی سواری روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔ کیونکہ حجاج بن یوسف ان میں رہا تھا اس لئے ان لوگوں نے مذاق میں کہا کہ کیا "تم نے ٹرٹر لگا رکھی ہے آؤ بیٹھ کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"ابھی یہ لوگ پوری بات کہہ بھی نہ پائے تھے کہ حجاج نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ہر ایک کی پیٹھ پر کوڑے برسانا شروع کر دیئے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی حجاج نے اس پر بس نہیں کی بلکہ وزیر اور اس کے رفیقوں کے خیموں کو آگ لگا دی جب وزیر اپنے عملے میں واپس آیا تو رونے لگا اور عبدلملک سے جا کر حجاج کی شکایت کی عبدلملک نے حجاج بن یوسف کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا۔"

"حجاج نے صاف انکار کر دیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا" عبد الملک نے کہا "تو نے لوگوں کو کوڑے نہیں مارے، کیا تو نے خیموں کو آگ نہیں لگائی۔ عبدا لمک نے پوچھا کہ پھر وزیر کے آدمیوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔"

"حجاج بن یوسف نے برجستہ کہا امیرالمومنین نے۔"

"عبد الملک نے تعجب سے کہا میں نے۔"

"حجاج کہنے لگا جی ہاں آپ" پھر اس نے کہا اے امیرالمومنین میری کیا مجال

تھی کہ میں ایسا کرتا لیکن یہ جو کچھ ہوا آپ کے حکم سے ہوا میرا کوڑا اب میرا کوڑا نہیں بلکہ آپ کا کوڑا ہے اس طرح میرا ہاتھ نہیں بلکہ امیرالمومنین کا ہے۔"

کہتے ہیں عبدالملک بن مروان یہ باتیں سن کر فرط مسرت سے اچھل پڑا اور کہنے لگا بخدا مجھے اس قسم کے آدمی کی ضرورت تھی اس کے بعد حجاج بڑی تیزی سے ترقی کرتا چلا گیا۔

آخر کار عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو اپنے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا حجاج کی قیادت میں سب سے پہلے لشکر کشی عبداللہ بن زبیر کے خلاف ہوئی جو خلافت کے دعوئے دار تھے۔ حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے عبد اللہ بن زبیر کے بھائی مصعب کے خلاف فتح حاصل کی اس کے بعد وہ دو ہزار سپاہیوں کو لے کر عبداللہ بن زبیر کے مقابلے کے لئے کوفے سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

اس نے طائف پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا اور بعد میں اسے اپنے مسکن کے طور پر استعمال کیا۔ کوفہ سے روانگی کے وقت عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا تھا کہ سب سے پہلے وہ عبداللہ بن زبیر سے گفت و شنید کرے لیکن اگر مخالفت جاری رہے تو محاصرہ کر کے اس کی رسد بند کر دیں لیکن مکہ جیسے مقدس شہر میں کسی بھی صورت خونریزی نہ کی جائے۔

جب گفت و شنید ناکام ہو گئی تو حجاج نے خلیفہ سے مکہ مکرمہ کو بزور شمشیر فتح کرنے کی اجازت مانگی اور کمک طلب کی۔ جب اسے ان دونوں باتوں کی اجازت مل گئی تو اس نے جبل ابوقبیس پر پتھر برسائے چونکہ عبداللہ بن زبیر نے اسے طواف اور سعی کی اجازت نہ دی اس لئے اس نے ناراض ہو کر خانہ کعبہ اور حاجیوں پر بھی پتھر برسانے سے دریغ نہ کیا چنانچہ محاصرے کے سات مہینے گزر جانے کے بعد جب ابن زبیر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے قریب شہید ہو گئے اور مکہ پر بھی حجاج کا قبضہ ہو گیا تو عبد الملک نے اس کو حجاز یمن اور یمامہ کی گورنری عطا کر دی تھی۔

حجاج یوسف کی مزید خوش قسمتی کہ ان ہی دنوں خارجیوں نے خلیفہ عبدالملک کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی اور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے عبدالملک نے

اپنے ایک جرنیل مہلب کو ان کے خلاف لشکر کشی کا حکم دے رکھا تھا۔ لیکن خارجی مہلب کے قابو میں نہ آ رہے تھے اس لئے کہ خارجیوں کے خلاف اہل کوفہ اور اہل بصرہ ساتھ نہ دے رہے تھے۔ ان حالات پر قابو پانے کے لئے خلیفہ عبدالملک کی نگاہ ایک بار پھر حجاج بن یوسف پر پڑی اس نے اسے مکہ سے واپس بلایا عراق کا گورنر مقرر کیا اور خارجیوں کی سازشوں سے نبٹنے کا حکم دیا۔

خارجی دراصل اسلام کے قدیم ترین فرقے کے پیرو ہیں اسلام کی سیاسی تاریخ میں ان کا کردار یہ تھا کہ انہوں نے متواتر بغاوتیں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر پورے کے پورے صوبے عارضی طور پر ان کے قبضے میں آ گئے۔ امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کی شہادت سے متعلق تجویز جنگ صفین میں پیش کی تھی اس سے خارجیوں کا ایک علیحدہ فرقہ پیدا ہوا۔

خوارج نے جلد ہی تعصب اور تنگ نظری کا اظہار' اپنے انتہا پسند اعلانات اور وہشت ناک افعال کی صورت میں کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت علیؓ کا دعویٰ خلافت باطل ہے ساتھ ہی انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مسلک کی بھی مذمت کی اور ان کی شہادت کے انتقام سے بریت کا اظہار کیا۔ جو شخص ان کے نظریے کو تسلیم نہ کرتا اسے کافر اور دین سے خارج قرار دے کر قتل کر دیتے۔

رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی گئی بہت سے غیر عرب بھی ان میں شامل ہو گئے جب خوارج سے حضرت علیؓ کی ابتدائی گفت و شنید ناکام رہی تو مجبوراً" اس بڑھتے ہوئے خطرے کو دور کرنے کے لئے کارروائی کرنی پڑی جس کے نتیجے میں جنگ نہروان لڑی گئی اور خارجیوں کو اس جنگ میں بری طرح شکست ہوئی آئندہ دو برسوں میں بھی مقامی بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت علیؓ ایک خارجی عبدالرحمان بن ملجم المرادی کے خنجر سے شہید ہوئے ابن ملجم کی سسرال میں سے چونکہ بہت سے لوگ جنگ نہروان میں قتل ہو چکے تھے لہٰذا اس نے حضرت علیؓ سے یہ انتقام لیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ خارجیوں کی سازش کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ اور مصر کے گورنر حضرت عمر بن العاص کو بیک وقت قتل کر دیا جائے حملے کے لئے ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت مقرر ہوا امیر معاویہؓ پر

حملہ ہوا تو وہ زخمی ہو گئے۔ عمر بن العاص اس رات بیمار تھے ان کی جگہ ایک اور شخص نے امامت کروائی جبکہ حضرت علیؓ کو ان ظالموں نے شہید کر ڈالا۔

امیر معاویہؓ کے بیس سالہ دور میں کوفے اور بصرے میں خارجیوں نے کئی بغاوتیں کیں لیکن امیر معاویہؓ کے حسن تدبر اور سیاسی بصیرت کے باعث سازشیوں کو پھیلنے کا موقع نہ مل سکا لیکن وہ بھی خوارج کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خارجیوں کی ہلاکت میں اضافہ ہوتا گیا تو خوارج کے حملے اب گوریلا طرز جنگ اختیار کر گئے تھے۔

یزید اول کے مرنے کے بعد جو خانہ جنگی ہوئی۔ اس کے خلفشار میں خارجی تحریک نے زور پکڑا اور ملک کی صورت حال نازک ہو گئی۔ خارجیوں کی سب تحریکوں میں اسلامی سلطنت کے استحکام کے لئے جو تحریک سب سے زیادہ خطرناک اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید اور غیر مصالحانہ تھی وہ فاقع بن ازرق کی سرکردگی میں ابھری جس کی وجہ سے خوارج کا کچھ عرصہ کے لئے کرمان فارس اور دوسرے مشرقی صوبوں پر تسلط ہو گیا۔

اسی بغاوت کو کچلنے کے لئے عبدالملک نے اپنے جرنیل مہلب بن صفرا کو مقرر کیا لیکن جب خوارج مہلب بن ابی صفرا کے قابو میں نہ آئے تو عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو مکہ سے کوفہ طلب کر لیا تاکہ خارجیوں سے نبٹ سکے اس طرح مکہ کے بجائے حجاج بن یوسف عراق کا گورنر مقرر ہوا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کا حکم ملتے ہی حجاج بن یوسف "آنا" فانا" مکہ سے کوفہ پہنچا جس وقت وہ کوفہ میں داخل ہوا اس وقت دن اچھی طرح چڑھ آیا تھا کوفہ کے کسی شخص کو حجاج بن یوسف کے آنے کی اطلاع نہ تھی کوفہ کے لوگ اس بات کے عادی تھے کہ جب بھی کوئی نیا حکمران مقرر ہوتا اور وہ تقریر کرنے آتا تو اس پر پتھر برسائے جاتے پتھر برسانے میں ایک شخص پیش پیش ہوتا اور اس شخص کا نام محمد بن عمیر تھا۔

کوفہ میں داخل ہوتے ہی حجاج بن یوسف نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اس وقت حجاج بن یوسف نے اپنا چہرہ سرخ رنگ کے نقاب سے ڈھانپ رکھا

تھا جب تقریر کرنے کے لئے وہ مسجد میں آیا تو اسے پتھر مارنے کے لئے لوگوں نے ہاتھوں میں کنکر پکڑ رکھے تھے۔ ان کا سرکردہ محمد بن عمیر جو پتھر مارنے میں پیش پیش ہوا کرتا تھا وہ حجاج بن یوسف پر پتھر برسانا ہی چاہتا تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور عربی کا اس نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"میں وہ آفتاب ہوں جو پردہ ظلمت کو چاک کر دیتا ہے اور گھاٹیوں پر چڑھنے والا ہے جب میں اپنا عمامہ اتاروں گا تب تم مجھے پہچان لو گے۔"

لوگوں کو جب پتہ چلا کہ آنے والا حجاج بن یوسف ہے تو ان پر ایسی دہشت اور خوف طاری ہوا کہ ہاتھوں سے پتھر گر گئے۔ محمد بن عمیر جو پتھر برسانے والا تھا اس کے ہاتھوں سے بھی پتھر گر گئے اس کے بعد حجاج بن یوسف نے کوفہ والوں کو مخاطب کیا۔

"اہل کوفہ بخدا میں شر کو اس کے کجاوہ میں لاد دیتا ہوں اور جو جیسا کرتا ہے ویسے ہی اس کا بدلا دیتا ہوں۔ میں بہت سے سروں کو دیکھ رہا ہوں جن کو توڑ دینے کا وقت آگیا ہے۔

"اے اہل عراق جان لو کہ میں انجیر کی طرح دبایا نہیں جا سکتا۔ میرا تقرر نہایت دانائی سے کیا گیا ہے اور مجھے بڑے اہم فرائض انجام دینا ہیں امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش سے تیر نکالے اور ان سب کی لکڑیوں کو دانتوں سے کاٹا اور مجھے سب سے زیادہ مضبوط اور سخت پایا۔"

"اس لئے اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے دنگا فساد تمہارا شیوہ ہو گیا ہے اور بغاوت تمہارا دستور اور عمل ہے۔ میں اس طرح تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا جس طرح لکڑی سے چھال اتار دی جاتی ہے اور اس طرح تمہیں قطع کر ڈالوں گا جس طرح خشک خاردار درخت کاٹا جاتا ہے اور اس طرح تمہیں ماروں گا جس طرح اجنبی اونٹ کو پیٹا جاتا ہے۔"

"بخدا میں جو وعدہ کرتا ہوں تو اسے وفا کرتا ہوں جب میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے پورا کرتا ہوں مجھ سے ڈرو اور قتل و قتال سے بچو جس حالت

میں تم اب ہو اس سے اپنے آپ کو نکالو۔"

"یا تو تم راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ مہلب کی فوج سے جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں وہ اگر آج سے تین دن کے اندر خارجیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مہلب کے لشکر میں جا کر شامل نہ ہوئے تو میں انہیں قتل کر ڈالوں گا اور ان کی جائیداد کو ضبط کر لوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد حجاج بن یوسف ذرا رکا پھر کہتا چلا گیا۔

"اے اہل کوفہ اللہ تعالیٰ نے تم جیسے لوگوں کی مثال قرآن مقدس میں اس قریہ سے دی ہے جو نہایت امن و سکون میں تھا اور ہر جگہ سے نہایت اطمینان اور صبر کے ساتھ ماکولات اسے پہنچا کرتی تھی لیکن انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی پس اللہ تعالیٰ نے اس قریہ اور بستی کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ ایسا ان کے اعمال کی وجہ سے تھا۔"

"اہل کوفہ تم لوگ بھی اس بستی کے باشندوں کی طرح ہو بہتر ہے کہ تم لوگ اپنی حالت درست کر لو اور راہ راست پر آ جاؤ ورنہ یاد رکھو میں تمہیں ایسی اذیت کا مزہ چکھاؤں گا کہ تم باز آ جاؤ گے اور تمہیں خشک خاردار ببول کے درخت کی طرح قطع کروں گا پھر تم مطیع اور منقاد ہو جاؤ گے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں یا تو تم میرے ہاتھوں انصاف قبول کرو فتنہ فساد اور جھوٹی افواہوں سے باز آ جاؤ ورنہ معمولی قطع و برید کیا شے ہے میں تلوار سے تمہاری ایسی قطع و برید کروں گا کہ تمہاری عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں گے۔ اور جب تک تم ان غیر آئینی باتوں کو ترک نہ کرو گے اور ان باتوں سے باز نہ رہو گے تمہاری بیخ کنی کرتا رہوں گا۔ تم میں سے کوئی شخص سوار نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو اگر باغیوں کو ان کی بغاوت اور سرکشی راس آ گئی اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے تو نہ خراج وصول ہو گا اور نہ دشمنوں سے کوئی لڑنے والا رہے گا۔"

"مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ تم لوگ ہمارے جرنیل مہلب کے لشکر سے بھاگ کر واپس کوفہ اور بصرہ آ گئے ہو حکم عدولی کر کے اپنے شہروں میں آرام کر رہے ہو میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے تین دن بعد جس شخص کو میں یہاں

دیکھوں گا اس کی گردن کاٹ دوں گا۔"

اس تقریر کے بعد ایک شخص کو جس کا نام ابن سعید تھا حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کیا گیا اور حجاج سے پوچھا گیا کہ آپ اس شخص کو جانتے ہیں حجاج نے جب انکار کیا تو بتانے والے نے بتایا کہ یہ شخص حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ یہ خبر سن کر حجاج بن یوسف کا رنگ غصے سے سرخ ہو گیا آنکھیں آگ برسانے لگیں۔ اس نے ابن سعید کو مخاطب کیا اے دشمن کیا تو امیر المومنین کے قاتلوں میں شامل تھا جب اس شخص نے حامی بھر لی تب غصے میں حجاج بن یوسف نے اپنی تلوار کھینچی اور اس شخص کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

جس وقت حجاج بن یوسف اہل کوفہ سے مخاطب ہو رہا تھا تب اس کو ایک خط پیش کیا گیا جو امیر المومنین عبدالملک کی طرف سے تھا خط میں دراصل اہل کوفہ کو مخاطب کیا گیا تھا حجاج بن یوسف نے خط پڑھنے کے لئے کہا۔

پڑھنے والا پڑھنے لگا اور بول اٹھا۔

"امابعد اسلام علیکم میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔"

پڑھنے والا یہیں تک کہہ پایا تھا کہ حجاج بن یوسف نے اسے وہیں روک دیا اور اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غصے اور غضب میں کہنا شروع کیا۔

"اے نافرمانو تم اتنے باغی اور سرکش ہو چکے ہو کہ امیر المومنین نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور تم میں سے کسی کو یہ توفیق تک نہیں کہ تم امیر المومنین کے سلام کا جواب دو۔ یہ اخلاق اموی عورت کے لونڈوں کا ہے ٹھہرو بخدا اب میں تمہیں کچھ اور اخلاق سکھاؤں گا اور جو شخص یہ خط پڑھ رہا تھا اسے حکم دیا کے پھر ابتداء سے پڑھے چنانچہ جب خط شروع سے پڑھا جانے لگا اور اسلام علیکم پڑھا گیا تو سارے لوگوں نے بلند آواز میں سلام کا جواب دیا۔

حجاج بن یوسف کی تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ لوگ جو جنگ کرنے کے قابل تھے دھڑا دھڑ اپنے گھروں سے نکل کر دریائے فرات کو عبور کر کے مہلب کے لشکر میں شامل ہونے لگے لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ دریا کو عبور کرنے کے لئے حجاج بن

یوسف کو ایک پل تعمیر کرانا پڑا۔

کوفہ کے بعد حجاج بن یوسف نے بصرہ میں بھی ایسی تقریر کی اور وہاں سے بھی لوگ دھڑا دھڑ گروہ در گروہ خوارج سے جنگ کرنے کے لئے مہلب کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح حجاج بن یوسف کی دلیری اور دانشمندی اور جرات مندی کی وجہ سے مہلب کے لشکر میں اضافہ ہوا اور وہ خوارج کو قابو کرنے میں کامیاب ہوا۔

خلیفہ عبدالملک حجاج بن یوسف کی اس کاروائی اور کارگزاری سے ایسا خوش ہوا کہ اس نے عراق کے علاوہ خراسان اور سندھ اور ایران کا جس قدر علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا اس کا اسے والی اور گورنر مقرر کر دیا۔ حجاج بن یوسف چونکہ خارجیوں کے خلاف کی کارگزاری سے بڑا خوش تھا لہٰذا اپنی طرف سے اس نے مہلب کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا تھا" یہاں تک کہنے کے بعد سردار محمد بن ہلدون تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"آنے والے مہمانوں' کوفہ کے لوگ چونکہ بنیادی طور پر شرپسند ہیں لہٰذا ان کے شر سے بچنے کے لئے کوفہ اور بصرہ کے درمیان حجاج بن یوسف نے ایک نیا شہر آباد کیا ہے اس شہر کا نام اس نے واسط رکھا ہے یہ شہر تعمیر ہو چکا ہے بس اس کی مسجد کی تعمیر زور شور سے جاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ چند یوم تک حجاج بن یوسف کوفے سے نکل کر واسط میں چلا جائے گا اور اس کو اپنا صدر مقام بنائے گا۔ واسط کے اندر اس نے ایک بہترین شامی لشکر مقیم کیا ہے اس لئے کہ وہ کوفہ اور بصرہ کے لوگوں پر یقین نہیں رکھتا لہٰذا وہ سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھ رہا ہے تاکہ کہیں بغاوت اٹھ کھڑی ہو تو اسے ان کی مدد سے کچلا جا سکے۔

شروع شروع میں کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب اور محیرالعقول بستی نظر آتی تھی۔ عبداللہ بن صباح اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ ہی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اہل کوفہ ہی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں پیش پیش تھے۔ اہل کوفہ حضرت علیؓ کے سب سے زیادہ شیدائی اور فدائی نظر آتے تھے۔ اہل کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا اور وہی ان کی بہت سی ناکامیوں کا باعث بنے۔

اہل کوفہ ہی نے حضرت امام حسینؓ کو آزار پہنچایا پھر اہل کوفہ ہی خون علی کا

مطالبہ اور خلافت حسینؓ کے لئے آمادہ ہوئے۔ اہل کوفہ ہی حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا باعث بنے اور انہوں نے ہی بڑی بے دردی سے کربلا کے میدان میں ان کو شہید کرایا۔

اس کے بعد اہل کوفہ ہی نے خون حسینؓ کا معاوضہ لینے پر سب سے بڑھ کر آمادگی اور استادگی اختیار کی اور پھر حیرت انگیز طور پر اپنی محبت کا ثبوت پیش کیا اہل کوفہ ہی تھے جنہوں نے اہل بیت کے سب سے بڑے حامی مختار بن عبیدہ کے خلاف کوشش کی اور مصعب بن زبیر کو کوفہ پر حملہ آور کروا کر مختار کو قتل کروا دیا۔

اس کے بعد اہل کوفہ ہی تھے جو مصعب بن زبیرؓ کے قتل کا باعث بنے اہل کوفہ ہی نے اپنی شجاعت اور جرات کے نمونے بھی دکھائے لیکن ساتھ ہی ان کی بزدلی کے واقعات بھی ملتے ہیں کبھی انہوں نے اپنے آپ کو نہایت بے جگری کے ساتھ قتل کروایا اور کوفہ کے حاکموں کی علی الاعلان مخالفت کی۔ لیکن کبھی اس طرح مرعوب اور خوف زدہ ہوئے کہ عبیداللہ بن زیاد وغیرہ امراء کوفہ کے ہر ایک جابرانہ حکم کی تعمیل کرتے رہے۔

اس قسم کی متضاد کیفیت کا سبب دریافت کرنے کے لئے ہم کوفہ کے باشندوں کی حالت اور حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ ان لوگوں کی چھاؤنی بنائی گئی تھی جو ایرانی سلطنت کے مقابلے میں برسرپیکار تھے اس لشکر میں ایک حصہ ان لوگوں کا تھا جو حجاز' یمن اور حضرت وغیرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ فاروق اعظمؓ کے اعلان عام پر مدینہ منورہ میں آ کر جمع ہوئے اور پھر ان کے حکم کے مطابق عراق کی طرف بھیج دیئے گئے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو عرب کے ان صوبوں کے باشندے تھے جو عراق کی سرحد پر واقع تھے اور مدینہ کی نسبت کوفہ یا بصرہ سے قریب تر تھے یہ لوگ صحابہ کرام کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے تھے۔

مدینہ منورہ سے کوئی خصوصی تعلق ان کو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ نہ انہوں نے کبھی مدینہ دیکھا تھا کچھ لوگ ایسے تھے جن کی زبان تو عربی تھی لیکن وہ مجوسی سلطنت کی رعایا تھے اور اب مسلمان ہو کر اور مسلمانوں کے طرز حکومت کو بہتر پا کر دل سے

مسلمانوں کے حامی ہو گئے تھے اور مسلمانوں سے مل کر ایرانیوں سے لڑتے تھے۔ کچھ سردار تھے جو مدینہ میں رہنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تھے جب اس لشکر کی چھاؤنی کوفہ قرار پائی اور خلیفہ وقت کا نائب اور عراق لشکر کا سپہ سالار کوفہ میں رہنے لگا تو ایرانی شہروں کے بہت سے شہریوں کو ان کی ضرورت نے کوفہ سے تعلقات قائم کرنے پر مجبور کیا اور ایرانیوں کی بھی ایک جماعت کوفہ میں رہنے لگی۔

عرب کے ریگستانوں کی زاہدانہ زندگی کے مقابلے میں نوشیروان کیکاؤس کے خسرو کے ملکوں کو فتح کرنے والے لشکروں کی فاتحانہ اور حاکمانہ زندگی جو کوفہ میں بسر ہوئی تھی یقیناً" بہت خوشگوار ہو گی۔ مال غنیمت کی فراوانی بھی ضرور محرک ہوئی ہو گی لہٰذا اس مجموعہ تضاد لشکر کا اکثر و بیشتر حصہ کوفہ ہی میں زمین گیر ہو کر رہ گیا اور کوفہ نہ صرف ایک فوجی چھاؤنی اور عارضی قرار گاہ رہا بلکہ بہت جلد ایک عظیم الشان شہر بن گیا۔

بالآخر اس نے دارالسلطنت اور دارالخلافہ کی صورت اختیار کر لی شہر کی آبادی میں چونکہ لشکریوں کا بڑا عنصر شامل تھا اور علم و تعلیم' درس و تدریس اور تہذیب و اخلاق کے سامان بہت ہی کم تھے لہٰذا مجموعی طور پر شہر کا مزاج متلون اور اخلاقی حالت متغیر رہی۔ ظاہر ہے ایسی بستی میں علوم اور معقولات اور فہم و تدبر کو تلاش نہیں کیا جا سکتا لیکن جذبات سے خوب کام لیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اہل کوہ ہمیشہ جذبات کے محکوم اور مغلوب رہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا جذبات سے مغلوب اور متاثر ہو کر ہی کیا' یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے ان کو مشتعل کرنا چاہا مشتعل کر دیا جس شخص نے ان کو رضا مند کرنا چاہا وہ رضامند ہو گئے جب ان کو ڈرایا گیا تو وہ ڈر گئے جب ان کو کسی کا مخالف بنایا گیا تو وہ فوراً" مخالفت پر آمادہ ہو گئے جب ان کو بہادر بنایا گیا وہ بہادر ہو گئے جب ان کو بے وفائی پر آمادہ کیا گیا وہ بے وفا بن گئے اور جب وفاداری یاد دلائی گئی تو وہ وفاداری کی شرائط پوری کرنے لگے۔

اس دور میں کوفہ میں جذبات تھے دماغ نہ تھا۔ جوش تھا مگر عقل نہ تھی خروش تھا مگر غور و فکر نہ تھا ایسی حالت میں کوفہ سے انہی باتوں کی توقع ہو سکتی تھی جو ظہور

میں آئیں جب چند نسلیں گزر گئیں اور زمانے کے خوارج نے اس مختلف اجزائے مجموعے کو کیمیائی امتزاج سے ایک خاص مزاج دے دیا تو پھر کوفہ کی یہ متلون مزاجی بھی آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی تھی۔"

○

سردار محمد بن ہارون نمری زیاد بن ایوب اور بلال بن بشر شاید گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھاتے کہ عین اسی لمحہ خیمے میں خریم بن عمر داخل ہوا ہاتھ کے اشارے سے ہارون نمری نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا خریم جب وہاں بیٹھ گیا' تب آنے والوں نے جو حالات کہے تھے وہ تفصیل کے ساتھ اس نے خریم بن عمر سے کہہ دیئے تھے سارے حالات سننے کے بعد خریم بن عمر کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی اس کے بعد اس نے ہارون نمری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"میرا اندازہ ہے کہ میرے آنے تک آپ نے ان دونوں کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کر لی ہو گی اب آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"میرے بیٹے' میں نے ابھی تک ان کے ساتھ کوئی فیصلہ کن گفتگو نہیں کی مجھے تمہارا انتظار تھا جو کچھ میں نے کہا ہے بس اتنی ہی ان کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے خالی وقت میں انہیں حجاج بن یوسف کے ماضی کے حالات سناتا رہا ہوں اب بتاؤ کیا کرنا چاہئے۔"

خریم بن عمر نے پھر کچھ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے بیٹھے آنے والے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"پہلے یہ بتاؤ تمہاری بستی کے کس شخص کے جانور چوری ہوئے ہیں" ان دونوں میں سے ایک جھٹ سے بول پڑا۔

"ہماری بستی کا ایک شخص ہے جو بڑا شریف انسان ہے نام اس کا ابو فضہ ہے۔ اس کے جانور چوری ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے جانور اسے واپس ملیں کیونکہ ان ہی سے اس کی گزر بسر ہوتی ہے ورنہ بیچارہ فاقوں مر جائے گا بکریوں کا دودھ بیچ کر گزر بسر کرنے والا انسان ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو میں یہ کام کروں گا پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے جانوروں کا کھرا محفوظ کیا ہوا ہے" بڑے غور سے انہیں دیکھتے ہوئے خریم بن عمر نے ان سے پوچھا تھا۔

"بالکل کھرا ہم نے ابو فضہ کے گھر کے اندر اور اس کے گھر کے باہر گلی کے اندر بھی محفوظ کیا ہوا ہے اس کے علاوہ اس کھرے کو ہماری بستی کا ایک کھوجی جو اس کام میں اتنا ماہر نہیں ہے وہ دریا تک لے گیا تھا دریا کے پاس بھی ہم نے کھرا محفوظ کیا ہوا ہے وہاں ہم نے کچھ محافظ بٹھائے ہوئے ہیں اب بولیں کیا کہتے ہیں۔"

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد خریم بن عمر اور محمد بن ہارون نمری تھوڑی دیر تک آپس میں بڑی رازدارانہ گفتگو کرتے رہے اس کے بعد سردار ہارون نمری نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"تم آج کی رات میرے مہمان خانے میں بسر کرو کل صبح خریم بن عمر تمہارے ساتھ جائے گا' میری بستی کے کچھ مسلح جوان بھی ہوں گے تاکہ جانور چرانے والوں کو اگر خبر ہو تو وہ خریم بن عمر پر حملہ آور نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ خریم بن عمر تمہارا یہ کام بڑی آسانی سے کر دے گا" ہارون نمری کا یہ جواب سن کر آنے والے دونوں نوجوان مطمئن ہو گئے تھے اس پر خریم بن عمر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سردار اب میں جاتا ہوں کل صبح ہی صبح میں آپ کی حویلی میں پہنچ جاؤں گا اور ان دونوں کے ساتھ ہو آؤں گا" ہارون نمری نے خریم بن عمر کا ہاتھ پکڑ کر پھر نشست پر بٹھا دیا اور کہنے لگا۔

"نہیں بیٹے شام کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ اس کے بعد اپنے گھر چلے جانا" خریم بن عمر مان گیا تھا ہارون نمری دیوان خانے سے نکل گیا تھا تاکہ اپنے اہل خانہ کو کھانا تیار کرنے کے لئے کہے۔

○

اگلے روز فجر کی نماز کے فوراً بعد خریم بن عمر اپنی بستی کے کچھ مسلح جوانوں کو لیکر آنے والوں کے ساتھ ہو لیا تھا سورج جب چڑھ کر تھوڑا سا اوپر آیا وہ ان دونوں جوانوں کی بستی میں داخل ہوئے ابو فضہ نام کے جس شخص کے جانور چوری ہوئے تھے خریم بن عمر نے جانوروں کا کھرا اس کے گھر میں دیکھا پھر گلی میں آکر اس کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد اس بستی کے کچھ لوگوں کے ساتھ وہ دریا کی طرف ہو لیا۔ کھرے کو وہ بڑے غور سے دیکھتا جا رہا تھا جس جگہ دریا کے کنارے کھرے کو محفوظ کیا گیا تھا وہاں بھی اس نے کھرے کا جائزہ لیا۔ پھر اس جگہ کے چاروں طرف گھومتا رہا کچھ دیر تک وہ چوری ہونے والے جانوروں کے پاؤں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے کھرا ڈھونڈ لیا اور دریا کے کنارے کنارے ہو لیا۔ باقی سب لوگ بھی اس کے ساتھ چلنے لگے تھے یہاں تک کہ وہ چلتے چلتے وادی تبل میں داخل ہوئے اب خریم بن عمر کے آگے بڑھنے کی رفتار تیز ہو گئی تھی اس لئے کہ اس نے جانوروں کے کھروں کو خوب پہچان لیا تھا یہاں تک کہ وہ وادی تبل کے ایک ایسے مکان کے سامنے آئے جو بستی سے باہر الگ تھلگ تھا اس مکان کے قریب خریم بن عمر رک گیا پھر جس قدر لوگ اس کے ساتھ تھے ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خدا جھوٹ نہ بلوائے چوری ہونے والے جانور اس مکان کے اندر ہیں ہم مکان کے دروازے پر دستک دیں چوری ہونے والے جانوروں کا مالک ابو فضہ ساتھ ہے یہ اپنے جانوروں کو پہچان لے گا۔"

کچھ لوگوں نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی جب دروازہ کھلا تو لوگ بڑی بیباکی سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی ابو فضہ چلا پڑا اس لئے کہ اس

کے جانور اس کے دائیں جانب بندھے ہوئے تھے زور زور سے وہ پکارنے لگا "یہی میرے جانور ہیں۔"

اتنے میں کچھ مسلح جوان اندر سے نکل آئے اور ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"تم سب اپنی موت کو آواز مت دو یہ جانور کس کے ہیں ہم نہیں جانتے یہ مکان یہ حویلی بنو علاف کے سردار سلیمان کی ہے جانور بھی اسی کے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے جانوروں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا سردار سلیمان کے آدمی تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ شاید تمہارے لئے یہ انکشاف مزید حیرت و پریشانی کا باعث ہو کہ بنو علاف کے سردار سلیمان کے تعلقات حجاج بن یوسف کے ساتھ بردارانہ ہیں اس لئے میں تم لوگوں کو مشورہ دوں گا کہ جس طرف سے آئے ہو اسی طرف چلے جاؤ یہ جانور اب سردار سلیمان کے ہیں چوری کے ہیں یا اس کی ذاتی ملکیت ہیں یہ ہم نہیں جانتے ہم ان جانوروں کے محافظ ہیں۔"

یہ گفتگو سن کر خریم بن عمر کا چہرہ غصے سے غضبناک ہو گیا تھا اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ جانور چوری کے ہیں جیسا کہ جانور کا مالک پہچان چکا ہے تو تم میں سے کسی کی جرات ہو تو روک کر دکھائے یہ جانور ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے" پھر اپنے قریب کھڑے مسلح جوانوں کو خریم بن عمر نے حکم دیا "کہ جس قدر مسلح جوان وہاں ہیں انہیں پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ دی جائیں" اس پر سارے مسلح جوان آگے بڑھے اور آن کی آن میں مسلح جوانوں کی مشکیں باندھ دی گئیں جب ایسا ہو چکا تو خریم بن عمر گویا ہوا۔

"یہ جانور کھول لو جس قدر محافظ ہیں انہیں اونٹوں پر بٹھاؤ انہیں اپنے ساتھ لے چلو پھر دیکھتے ہیں کہ بنو علاف کا سردار سلیمان کیسے ہمارے خلاف حرکت میں آتا ہے۔"

لوگ بڑی تیزی سے حرکت میں آئے جس قدر مسلح جوان تھے جن کی مشکیں

باندھی گئی تھیں انہیں اونٹوں پر سوار کیا گیا اور چوری کے جانوروں کو لے کر وہ واپس چلے گئے تھے۔

جب وہ لوگ ابو فضہ کی بستی کے قریب آئے تو خریم بن عمر رک گیا اور ابو فضہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابو فضہ تم اپنے جانوروں کے علاوہ بستی کے لوگوں کو لے کر اپنے گھر چلے جاؤ۔ جانور اب تمہارے ہیں جن لوگوں کو وہاں سے گرفتار کیا گیا ہے انہیں اپنے اونٹوں سے اتار دو۔ میری بستی کے جو مسلح جوان میرے ساتھ ہیں یہ ان لوگوں کو اپنے آگے اپنے گھوڑوں پر بیٹھا لیتے ہیں ان سے ہم بعد میں خود ہی نمٹیں گے۔"

ابو فضہ اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ فوراً" حرکت میں آئے ابو فضہ کے اونٹوں سے ان کو اتار کر خریم بن عمر کے لوگوں نے اپنے سامنے گھوڑوں پر بٹھا لیا پھر ابو فضہ خریم بن عمر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے لوگوں کے ساتھ اپنی بستی کی طرف چلا گیا تھا۔ خریم بن عمر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اپنی بستی کا رخ کر رہا تھا۔

جن لوگوں کو خریم بن عمر کے کہنے پر وادی تبل کے اس مکان سے گرفتار کیا گیا تھا انہیں کرخ نام کی بستی میں سردار ہارون نمری کی نگرانی میں قیدی بنا کر رکھا گیا۔ دو روز بعد جس وقت ہارون نمری اپنے دیوان خانے میں اپنی بستی کے کچھ لوگوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا بستی کا ایک چرواہا بھاگا بھاگا دیوان خانے میں داخل ہوا اور ہارون نمری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سردار ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہو گیا ہے کوفہ سے کچھ مسلح جوان آئے تھے وہ حجاج بن یوسف کے سپاہی تھے وہ خریم بن عمر کو گرفتار کر کے کوفہ لے گئے ہیں۔"

ہارون نمری کا یہ سننا تھا کہ وہ زخمی سانپ کی طرح اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ نشست اس نے برخاست کر دی اور اپنے قریب بیٹھے ایک جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں اصطبل میں جا کر اپنے گھوڑے پر زین کستا ہوں تم کچھ مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ جن جوانوں کو ہم نے اپنی بستی میں اسیر بنا کر رکھا ہوا ہے انہیں بھی اپنے ساتھ لے کر ہم کوفہ کی طرف جائیں گے اس کے ساتھ ہی ہارون نمری دیوان خانے سے تقریباً" بھاگتا ہوا نکلا اور اصطبل کی طرف چلا گیا تھوڑی ہی دیر بعد وہ کوفہ کا رخ کر رہا

تھا۔

○

کوفہ شہر میں ایک بڑے کمرے کے اندر حجاج بن یوسف بیٹھا ہوا تھا ار
کے ایک طرف بنو علاف کا سردار سلیمان تھا جبکہ دوسری جانب عالم اسلام کا بہتر
جرنیل قتیبہ بن مسلم حجاج بن یوسف کا بیٹا عبد اللہ اور بنو تمیم کا ایک سردار مجاعہ
سعر بیٹھے ہوئے تھے ایسے میں ایک مسلح جوان خریم بن عمر کو اندر لایا اور حجاج
یوسف کے سامنے پیش کیا۔ خریم بن عمر کو دیکھتے ہی بنو علاف کا سردار سلیمان کرخت
سی آواز میں بول اٹھا اس کا اشارہ خریم بن عمر کی طرف تھا لیکن مخاطب وہ حجاج
یوسف سے ہوا تھا۔

"امیر محترم یہی وہ نوجوان ہے جس کے خلاف میں نے آپ سے نالش کی
اس کا نام خریم بن عمر ہے' کھوجی ہے' جس بستی میں رہتا ہے اس بستی میں اس
خاص اہمیت نہیں اس لئے کہ یہ ایک معمولی سا چرواہا اور گڈریا ہے۔"

بنو علاف کا سردار سلیمان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی اس گفتگو کا جوا
دیتے ہوئے خریم بن عمر بول پڑا۔

"بنو علاف کے سردار سلیمان میں تمہاری فطرت سے واقف ہوں یاد رکھنا
چرانا بری بات نہیں ہے نہ ہی یہ توہین آمیز کام ہے اس لئے کہ خداوند کے
بڑے برگزیدہ پیغمبر پہلے گلہ بانی ہی کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد خداوند قدوس
انہیں جہاں بانی کے کام پر مقرر کیا اگر اللہ کے برگزیدہ پیغمبر یہ کام کرتے رہے ہیں
میں تو ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں اگر چرواہا اور گڈریا ہوں تو یہ
ذلت اور توہین کی بات نہیں ہے۔"

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے حجاج بن یوسف کی آنکھوں میں عجیب د
چمک پیدا ہوئی وہ بولنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی خریم بن عمر پھر بول پڑا
نے بنو علاف کے سردار سلیمان کو پھر مخاطب کیا تھا۔

"سن سلیمان جب میں اس کمرے میں داخل ہوا تھا تو تمہارے دو مسلح جوا

اس کمرے میں باہر کھڑے تھے انہوں نے میرے ساتھ دھمکی آمیز گفتگو کی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ بھی تنبیہہ کی کہ اگر میں نے اس کمرے میں تمہارے خلاف آواز اٹھائی تو میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔ سلیمان ایک بات یاد رکھنا تمہارے ضمیر کی خون اتری' تمہاری چمکتی خونی آنکھیں' تمہارا خوفزدہ چہرہ' تمہاری خشمناک فطرت مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ سلیمان میں جانتا ہوں کہ تو زہر میں بجھے ہوئے خنجر کی سی خراشوں اور وحشی جذبوں جیسی سازشیں کرنے میں بڑا ماہر ہے لیکن تیرے اندر نہ زندگی کی تڑپ ہے نہ قوم و ملت کے لئے سرفروشی اور صنف شکنی کے جذبے۔ یاد رکھنا قوم و ملت کی خدمت تیرے جیسے سازشی نہیں کر سکتے۔ ملت کی خدمت وہی لوگ کرتے ہیں جو فاتح بدر و حنین کی طرح' کوندتی شمشیروں کے سایوں میں بھی ملت کی تقدیر سنوارنے اور قوم کی توقیر بڑھانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ قسم خدا واحدہ لاشریک کی اگر امیر حجاج بن یوسف کا ادب و لحاظ میرے سامنے نہ ہوتا تو جو گفتگو تو نے میرے ساتھ کی ہے اور کمرے سے باہر کھڑے تمہارے دو محافظوں نے جو مجھے دھمکی دی ہے تو میں ایک جھٹکے سے اپنی تلوار بے نیام کرتا اور ان محافظوں سے صاف کہتا کہ تم دونوں بھی آؤ اور اپنے سردار سلیمان کو بھی اپنے ساتھ لے آؤ تینوں مل کر میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرو پھر دیکھو کہ قوم کی خدمت کرنے کا جذبہ تم میں زیادہ ہے یا مجھ میں سلیمان ایک بات یاد رکھنا میرے خلاف زیادہ دیر تک تیری سازشیں کام نہ دیں گی۔ اگر میرے ساتھ داد رسی کی گئی انصاف کیا گیا تو میں تیرے فخر و تکبر کے الاؤ لو بجھا دوں گا اگر تو واقعی جواں مرد ہے تو سازشی طور طریقوں کو چھوڑ میرے سامنے آ پھر وقت بتائے گا کہ کیسے میں تیرے ذہن کے سیاہ تخیل کے نقش و نگار کو مٹاتا ہوں۔ اگر تجھے کوئی شک و شبہ ہے تو اپنے دونوں محافظوں کو بلا خود بھی اٹھ کھڑا ہو تینوں اپنی تلواروں کو بے نیام کرو میرے ساتھ مقابلہ کرو میں اس مقابلے کے لئے اپنے امیر حجاج بن یوسف کو منصف مقرر کرتا ہوں۔ میں نہیں جانتا تو نے امیر سے میرے خلاف کیا سازش کی ہے لیکن اگر امیر مجھے اجازت دیں تو میں ان کے سامنے تمہارے سیاہ کارناموں سے پردہ اٹھاؤں۔ سلیمان تو نے ایک سازش کے تحت امیر سے میری شکایت کی ہو گی جبکہ شکایت تو مجھے تمہارے خلاف کرنی چاہئے تھی بلکہ میرے علاوہ

بہت سے لوگوں کو جن میں ابو فضہ سرفہرست ہے جس کے تم گناہ گار اور مجرم ہو اسے امیر کے پاس آکر شکایت کرنی چاہئے تھی۔"

خریم بن عمر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے حجاج بن یوسف نے اسے چپ رہنے کو کہا اس موقع پر غصے میں حجاج بن یوسف کی آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں اشارہ پا کر خریم بن عمر خاموش ہو گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم اور اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنے قریب بلایا پھر بڑی رازداری سے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو یہ نوجوان مجھے کوئی جواں مرد لگتا ہے میں اس کے متعلق کوئی بہت بڑا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں پر اس فیصلے سے قبل میں اسے جانچنا چاہتا ہوں۔ میں سلیمان کے خلاف اس کی سازش بھی سنوں گا سلیمان کے جو دو محافظ اس کمرے سے باہر کھڑے ہیں انہیں اندر لے کر آؤ میں ان دونوں سے اس کا تیغ زنی کا مقابلہ کرواؤں گا اسے جانچوں گا پھر اپنا فیصلہ دوں گا۔"

قتیبہ بن مسلم اور حجاج کا بیٹا عبد اللہ دونوں پیچھے ہٹے پھر عبداللہ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سردار سلیمان کے دونوں مسلح محافظوں کو اندر لے کر آیا دونوں کو خریم بن عمر کے قریب ہی حجاج بن یوسف کے سامنے لا کھڑا کیا گیا حجاج بن یوسف نے ان دونوں کو کڑکتی ہوئی آواز میں مخاطب کیا۔

"یہ نوجوان جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے تھوڑی دیر پہلے میرے کمرے میں داخل ہوا تھا میرے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے کیا تم لوگوں نے اسے کوئی دھمکی دی تھی۔"

ان دونوں جوانوں نے اس موقع پر سردار سلیمان کی طرف دیکھا۔ ان کا ایسا کرنا تھا کہ حجاج بن یوسف غصے میں دھاڑ اٹھا۔

"سلیمان کی طرف مت دیکھو میری بات کا صحیح جواب دو اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اس کمرے میں تم دونوں کی گردن کٹوا دوں گا۔"

حجاج بن یوسف کے ان الفاظ سے وہ دونوں سر سے پاؤں تک کانپ گئے تھے پسینہ آ گیا تھا۔ وہ دونوں نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ حجاج بن یوسف کے چہرے

پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کمرے میں اس کی آواز گونج گئی۔

"دونوں اپنی تلواریں بے نیام کرو تمہارا اس شخص سے مقابلہ ہو گا جسے تم نے کمرے سے باہر دھمکی دی تھی۔ اس کا نام مجھے خریم بن عمر بتایا گیا ہے۔ اس مقابلے کے بعد میں اس جھگڑے کا فیصلہ کروں گا" پھر حجاج بن یوسف نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"کیا تم بیک وقت سلیمان کے ان دونوں محافظوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو۔"

اس پر خریم بن عمر اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا اور اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

"یا امیر یہ تو صرف دو ہیں ان جیسے اگر دو محافظ اور یہ سلیمان آئے تو میں بیک وقت چاروں سے بھی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

اس بار حجاج بن یوسف نے فیصلہ کن انداز میں سلیمان کے محافظوں کو مخاطب کیا "تم دونوں اس جوان کے ساتھ مقابلہ کرو' مقابلے کا میں خود منصف ہوں گا' فیصلہ بھی خود ہی کروں گا" اس پر ان دونوں محافظوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں تھیں ایک جھٹکے کے ساتھ خریم بن عمر نے بھی اپنی تلوار بے نیام کی پھر جونہی حجاج بن یوسف نے اشارہ دیا تینوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلیمان کے دونوں محافظ بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تھے جبکہ خریم بن عمر شروع میں اپنے دفاع تک محدود رہا لیکن ساتھ ساتھ جارحیت بھی اختیار کر رہا تھا اور وہ حق حق بھی پکارنے لگا تھا۔

خریم بن عمر کی اس تیغ زنی اور اس کے ان جذبوں کو دیکھتے ہوئے حجاج بن یوسف کی آنکھوں میں ایک تلویدہ سی شفقت کی چمک نمودار ہوئی پھر وہ ہلکے سے لہجے میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"اے اجنبی نوجوان تیرے حملوں میں یقیناً" ولولہ انگیزی اور آندھی کی شدت ہے تو اپنے دشمن کی طرف ایسے بڑھتا ہے جیسے سمندری طوفان۔ تو پتھروں میں پڑا ہوا ایک موتی ہے میں تیری قدر کروں گا۔"

سلیمان کے دونوں محافظ پہلے کی نسبت کچھ ماند پڑ رہے تھے پھر اچانک ان دونوں نے اپنی تلواریں ایک ساتھ خریم بن عمر پر برسائیں تھیں۔ دونوں کی تلواروں کو خریم نے اپنی تلوار پر روکا پھر اپنا بایاں ہاتھ وہ ایک کی چھاتی پر لے گیا اور اس تیزی سے اسے پیچھے دھکیلا کہ وہ زمین پر گر گیا تھا دوسرے کو تلوار کا ایک جھٹکا دیا اور وہ ایک دیوار سے جا لگا تھا' طوفانی انداز میں خریم بن عمر آگے بڑھا جو دیوار سے ٹکرایا تھا' اس کے پیٹ میں گھٹنا مارا ساتھ ہی تلوار کا دستہ اس کے چہرے پر مارا' اس کے منہ سے خون بہہ نکلا تھا اور وہ بے بس سا ہو کر دیوار کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر پھر عجیب سے انداز میں حجاج بن یوسف نے اس کی طرف دیکھا اور اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نوجوان تو یقیناً" اندھے ستم کے سامنے موت کے رقص جیسا ہے تیرے حملوں میں طوفانوں کی سی شدت ہے۔ تو شمشیر زنی کا ماہر ہے۔ میں تجھے دشمنوں کے سامنے ضائع نہ ہونے دوں گا تیری حفاظت کروں گا۔

ایک کے منہ سے جب خون بہہ نکلا تو اس وقت تک دوسرا اٹھ کھڑا ہوا تھا خریم بن عمر آندھی کی طرح لپکا اور اس پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ہر بار تلوار برساتے ہوئے حق حق پکار رہا تھا اور حجاج بن یوسف کو اس کی یہ ادا بہت پسند آ رہی تھی۔ اس وقت اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی دو چار وار کرنے کے بعد خریم بن عمر اسے الٹے پاؤں بھگانے لگا تھا اب وہ تیزی کے ساتھ حق حق پکارنے لگا تھا کبھی کبھی وہ بیچ میں اللہ اکبر کی صدا بھی بلند کرتا تھا۔ پھر اچانک وہ پینترا بدل کر دائیں جانب ہوا اور اس زور سے اس نے وار کیا کہ مدمقابل کی تلوار کو اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا اس موقع پر حجاج بن یوسف نے ایک بار پھر اپنے آپ کو مخاطب کیا۔

نوجوان تو یقیناً" دلیر جنگجو ہے۔ تو ان نوجوانوں میں سے ہے جو دشمن کے لئے عتابوں کا سمندر بن جاتے ہیں جن سے دریدہ دہن وحشی امان طلب کریں تو نے یقیناً" اپنی کارگزاری سے میرے جذبات کو پگھلا دیا ہے میری روح کو جگمگا دیا ہے اے نیک خو اجنبی میں تجھے اپنا بیٹا اور فرزند بناتا ہوں۔

تلوار کٹ جانے کے بعد وہ جوان خوف کے مارے پیچھے ہٹ گیا تھا اور اپنے

دوسرے ساتھی کے پاس جا کھڑا ہو اتھا جس کے منہ سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے بڑی بے بسی کے عالم میں پڑا ہوا تھا۔ خریم بن عمران دونوں کے پاس آیا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں میں ابھی میرے ساتھ مقابلہ کرنے کی سکت ہے تو اٹھو میں ایک بار پھر تم دونوں کو مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اگر نہیں تو اپنی شکست تسلیم کرو۔"

ان دونوں میں سے کوئی نہیں بولا اور ندامت اور شرمندگی سے دونوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں تھیں۔ اس موقع پر دھیمے سے لہجے میں ایک بار پھر حجاج بن یوسف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے مہربان فرزند تو کہکشاؤں کی پرچھائیوں جیسا سربلند ہے تیری شجاعت اور جرات مندی زیست سے عزیز تر ہے۔ لاریب تو ایک ایسا بے مثال نوجوان ہے جو ڈھونڈے سے نہیں ملتا میں تجھے مکران کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔

ان دونوں جوانوں کو شکست خوردہ کرنے کے بعد خریم بن عمر بنو علاف کے سردار سلیمان کی طرف مڑا جس کی آنکھوں میں عناد کی آگ چہرے پر ایک نفرت کا طوفان تھا۔ اس نے سلیمان کو مخاطب کیا۔

"سن بنو علاف کے سردار تیرے دونوں محافظوں کو میں نے اپنے سامنے زیر کر دیا ہے میں کامیاب رہا ہوں یا ناکام اس کا فیصلہ امیر حجاج بن یوسف کریں گے۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں اب بھی کوئی شک ہو تو آؤ میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرو۔ کیا تم اس کیلئے تیار ہو؟

اس موقع پر سردار سلیمان کے چہرے پر عجیب سے جذبے تھے وہ خجل اور شرمندہ تھا مدد طلب انداز میں حجاج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حجاج کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ آنکھوں میں خوبصورت شرارت تھی پھر حجاج بن یوسف نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"سن میری ملت کے درویش صفت مجاہد پہلے تو اپنے حالات کہہ پھر سردار سلیمان نے جو تیرے خلاف شکایت کی ہے اس کی وضاحت کر۔ اس کے بعد میں اپنا فیصلہ دوں گا۔ تیرے کچھ حالات تو سلیمان مجھے بتا چکا ہے کہ تو محمد بن ہارون نمری کی

بستی کا رہنے والا ہے اور انتہائی عمدہ قسم کا کھوجی ہے ریوڑ چرا کر اپنی گزر بسر کرتا ہے۔"

خریم بن عمر اس موقع پر چند قدم آگے بڑھا اور حجاج بن یوسف کو اس نے مخاطب کیا۔

"یا امیر میری روداد کوئی لمبی اور طویل نہیں ہے۔ میں یہ بات کہتے ہوئے شرمندگی محسوس نہیں کرتا کہ میرا تعلق ایک انتہائی غریب اور پسے ہوئے خاندان سے ہے۔ میرے پاس ایک چھوٹا سا ریوڑ ہے اسی سے گزر بسر کرتا ہوں میرا باپ آس پاس کی بستیوں کا عمدہ کھوجی تھا اسی سے میں نے یہ فن سیکھا۔ ضرورت مندوں سے میں اس فن کی قیمت وصول نہیں کرتا۔ ہاں کوئی صاحب ثروت اپنی مرضی سے دے دے تو اس کی رضا مندی پر منحصر ہے ورنہ میرا گزر اپنے ریوڑ سے ہی ہوتا ہے جہاں تک میری تیغ زنی اور شمشیر زنی کا تعلق ہے تو میرے باپ نے مجھے بچپن میں بصرہ کے ایک سکول میں داخل کروایا تھا جہاں میں نے دوسری تعلیمات کے علاوہ حربی تعلیم میں بھی مہارت حاصل کی۔"

"امیر محترم جہاں تک اس سردار سلیمان کا تعلق ہے تو اس پر چوری کا الزام ہے۔" اس کے بعد خریم بن عمر نے ابو فضہ کے جانور چوری ہونے اور دو آدمیوں کے اس کے پاس آنے اور پھر جانوروں کو تلاش کرنے کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو انتہائی غصے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے سلیمان نے اسے مخاطب کیا۔

"تو نے مجھ پر الزام لگایا ہے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں نے جانور چرائے ہیں۔ کیا تیرے پاس مجھ پر چوری کا الزام لگانے کے لئے کوئی گواہ ہے۔"

"اس موقع پر حجاج بن یوسف نے جواب طلب نگاہوں سے پہلے سلیمان پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھا تھا عین اسی موقع پر اس کمرے میں محمد بن ہارون نمری داخل ہوا اس نے شاید سلیمان کی باتیں سن لیں تھیں اندر داخل ہوتے ہی وہ بول پڑا۔

"سلیمان تمہیں چور اور قزاق ثابت کرنے کے لئے ہی ہمارے پاس گواہ موجود ہیں۔"

حجاج بن یوسف کیونکہ بنو نمری کے سردار ابن ہارون کا خوب جاننے والا تھا لہٰذا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اس سے پر جوش مصافحہ کیا اور ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا اس پر ابن ہارون بول پڑا۔

"امیر میں پہلے گواہ پیش کر لوں اس کے بعد میں نشست پر بیٹھوں گا۔ ایک بار پھر ابن ہارون باہر نکلا سردار سلیمان کے جن آدمیوں کو گرفتار کیا گیا تھا انہیں وہ اندر لے کر آیا پھر حجاج بن یوسف کو مخاطب کیا۔

"امیر محترم یہ جو لوگ ہیں ان ہی سے جانور برآمد کئے گئے ہیں اور انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سلیمان کے کہنے پر جانور چرائے تھے اور اپنی حفاظت میں رکھے تھے۔"

اس موقع پر کھا جانے والے انداز میں حجاج بن یوسف نے سلیمان کی طرف دیکھا اس کے بعد آنے والوں سے پوچھا "کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے یہ جانور سلیمان کے کہنے پر چرائے تھے" جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو حجاج بن یوسف ایک بار غصے اور غضبناکی میں اپنی جگہ پر اچھل پڑا تھا پھر اس نے بنو علاف کے سردار سلیمان کو مخاطب کیا۔

"سلیمان جس وقت یہ خریم بن عمر مجھے تمہاری سیاہ کاروائیاں بتا رہا تھا اس وقت تم صرف ایک ملزم تھے اور میں نے تمہیں برداشت کیا تھا۔ اب جبکہ خود تمہارے آدمیوں نے تمہارے خلاف گواہی دے دی ہے کہ یہ کالا دھندا تم کرتے ہو۔ لہٰذا اب تم مجرم ثابت ہو چکے ہو۔ اب ایک مجرم کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو تاکہ میں تمہارے لئے سزا تجویز کروں۔"

حجاج بن یوسف کے ان الفاظ پر سلیمان مزید کانپ گیا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور خریم بن عمر کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر چونکہ کمرے کی فضا خوفناک حد تک پریشان کن ہو گئی تھی لہٰذا خریم بن عمر کی گردن بھی جھکی ہوئی تھی کہ دیکھیں حجاج بن یوسف کیا فیصلہ دیتا ہے حجاج بن یوسف نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"سن ابن عمر اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کر اپنی چھاتی تان‘ جس وقت تو نے سلیمان کے دو جوانوں کے ساتھ مقابلہ کیا تھا تو مقابلے کے دوران تیرے تیور دیکھ کر میں نے تجھے اپنا فرزند بنانے کا فیصلہ کیا تھا بلکہ تیرے لئے ایک عہدے کا بھی انتخاب کیا تھا میں نے اپنے دل میں یہ بھی ٹھانی تھی کہ تیری قدر دانی کروں گا۔ جس نشست سے سلیمان اٹھا ہے اس نشست پر بیٹھ‘ میری نگاہ میں تو اب ایک سردار سے اور سلیمان ایک گندے چور اور اجڈ گڈریے سے بھی بدتر ہے۔"

خریم بن عمر آگے بڑھا جس نشست سے سلیمان اٹھا تھا اسی پر وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اگلی نشست پر بنو نمری کا سردار محمد بن ہارون بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بعد اس کمرے میں حجاج بن یوسف کی بلند آواز گونجی تھی۔ اس نے سلیمان کو مخاطب کیا تھا۔

سلیمان یہ تیری دوسری غلطی ہے جس وقت میں نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا حاکم مقرر کیا تھا اس وقت بھی تو نے اس کے خلاف ایک سازش کی تھی لیکن میں نے تجھے معاف کر دیا تھا وہ تیری پہلی غلطی تھی اب یہ دوسری غلطی ہے کہ تو نے ایک غریب انسان کے جانور چوری کروائے اور اپنی چوری کو تسلیم نہیں کیا سلیمان قسم مجھے اپنے اسے رب کی جس کی ساری صفات ہی لاریب ہیں آئندہ تجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا تو وہ تیری تیسری غلطی ہو گی۔ جونہی تو نے تیسری غلطی کی میں تیری گردن کاٹ دوں گا۔ اب تجھے جانے کی اجازت ہے۔ سلیمان نے اسے غنیمت جانا فی الفور پلٹا اور اس کمرے سے نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حجاج بن یوسف نے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سن عمر کے بیٹے جس وقت تم سلیمان کے دونوں محافظوں کا مقابلہ کر رہے تھے تو تمہاری کارگزاری سے خوش اور مطمئن ہوتے ہوئے میں نے تمہارے متعلق آپ ہی آپ بہت سے فیصلے کیے کبھی میں نے تمہیں پتھروں میں پڑا ایک موتی جانا تمہاری قدر کرنے کا ارادہ کیا پھر میں نے تمہیں ایک نایاب مجاہد سمجھا اس کے بعد جب تمہاری کارگزاری مزید بڑھی تو میں نے تمہیں اپنا فرزند بھی کہہ کر پکارا اور آخر میں جب تم نے دونوں محافظوں کو مکمل طور پر اپنے سامنے زیر کر لیا تو میں نے تمہیں

مکران کے مسلمان لشکروں کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا۔"

لگتا ہے قدرت اس سلسلے میں مکمل طور پر میری راہنمائی کر رہی ہے تمہاری آمد سے پہلے میرے پاس بنو علاف کے سردار سلیمان کے علاوہ بن مسلم میرا بیٹا عبد اللہ اور بنو تمیم کے سردار مجاعہ بن سعو تمیمی بیٹھے تھے اور میں نے ان سب کو ایک خاص مقصد کے لئے بلایا تھا۔ میں سمجھتا ہوں شاید خداوند قدوس نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے تمہیں میری طرف روانہ کر دیا ہے۔ سن میں مجاعہ بن سعو تمیمی کو مکران کی طرف روانہ کرنے والا تھا تاکہ وہاں یہ سعید بن اسلم کلابی کا نائب بن کر رہے۔ مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو مجاعہ بن سعو کے ساتھ جائے اور وہاں لشکریوں کی نمائندگی کے فرائض انجام دے خداوند قدوس کا شکر ہے کہ تمہاری صورت میں میری یہ مشکل بھی حل ہو گئی اب چونکہ میں تمہیں مکران میں اپنے لشکریوں کا سالار مقرر کر چکا ہوں تو کیا تم اس عہدہ کو قبول کرتے ہو۔"

خریم بن عمر نے جب اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا تب تھوڑی دیر کے لئے حجاج بن یوسف مسکراتا رہا پھر دوبارہ بول پڑا۔

"میں تمہیں کرمان اور مکران کے تھوڑے سے حالات بتاتا ہوں تاکہ یہ حالات وہاں جا کر تمہارے لئے راہنما ثابت ہوں۔"

میں تم پر واضح کر دوں کہ مکران بلوچستان سندھ اور کرمان کے ممالک نسبتاً عراق سے نزدیک ہیں اور ایران سرحد سندھ سے بھی ملتی ہے۔ اس لئے اس زمانے میں جب ایرانیوں اور مسلمانوں کی جنگیں ہو رہی تھیں اسلامی فتوحات ایران میں بڑھ رہی تھیں اس وقت کے فتنہ پرور ایرانی سندھ میں جا کر پناہ لیتے تھے اور سندھ ان فتنہ پردازوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔"

"پھر جب وقت مزید آگے بڑھا تب خود سندھ کا راجہ داہر بھی اس کوشش میں تھا کہ ایرانی سلطنت کسی طرح قائم رہے۔ وہ مسلمانوں اور ایرانیوں کے مختلف معرکوں میں ایرانیوں کو فوجی مدد بھی دیتا رہا‘ لیکن جب ایران کی سلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو راجہ نے سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی حکومت میں داخل کر لیا اور ایرانیوں نے بھی کرمان اور بلوچستان کے صوبوں کو سندھ کے راجہ کے سپرد کر دیا تاکہ

مسلمان ان پر قبضہ نہ کر سکیں۔"

"اب ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم ایرانی جو مسلمانوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کر چکے ہیں انہوں نے کرمان کو اپنا مرکز بنا رکھا ہے زرمیش نام کا ایک شخص ان کا سرکردہ ہے۔"

اس وقت مکران اور کرمان میں تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں ایک باغی ایرانی جن کا سربراہ زرمیش ہے جس کا مرکز کرمان ہے دوسرے بحری قزاق ہیں یہ مکران سے لے کر کاٹھیاوار کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے ہیں اور مید کہلاتے ہیں یہ ساحل سمندر کی قدیم قوم ہیں ان کی ایک شاخ کا نام نکامرہ ہے اور یہ لوگ خصوصیت کے ساتھ مکران کے ساحل پر مسلمانوں کو اکثر و بیشتر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچاتے ہیں یہ مید کون ہیں اور ان کی شاخ نکامرہ کیا ہے اس کی تفصیل تمہیں مکران پہنچ کر مل جائے گی۔

تیسری بڑی قوت جو مکران اور کرمان میں مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہے وہ سندھ کا راجہ داہر ہے۔ اس نے بے شمار مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ مسلمان اس کے ساتھ کیوں ملے اس کی ایک وجہ ہے اس کی تفصیل میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔

میں نے جب سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا حاکم بنا کر بھیجا تو وہاں ایک مسلمان شخص الہامی نامی نے خوب قوت اور طاقت پکڑی ہوئی تھی سعید بن اسلم کو میں نے اس کے نام ایک خط دیا جس میں میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ غیر مسلم قوتوں کے خلاف سعید کی مدد کرے۔

سعید بن اسلم کلابی نے مکران پہنچ کر الہامی نام کے اس شخص سے رابطہ قائم کیا اور میرا خط جو ایک طرح سے خلیفہ ہی کی طرف سے حکم نامہ تھا پیش کیا لیکن وہ ایسا سرکش اور ایسا باغی تھا کہ اس نے سعید بن اسلم سے کسی بھی طور تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

سعید نے اسے سمجھایا کہ تمہارے نام یہ خط امیرالمومنین کی طرف سے ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم دشمن قوتوں کو زیر کرنے میں میری مدد کرو' لیکن وہ ایسا

باغی تھا کہ سعید بن اسلم سے کہنے لگا خدا کی قسم میں تمہارا حکم نہیں مانوں گا کیونکہ میں تمہارا حکم ماننا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔

سعید نے جب دیکھا کہ وہ اس کی بات نہیں مانتا امیرالمومنین کے حکم کو بھی اہمیت نہیں دیتا تب سعید نے پہلے اس شخص کو قید کیا اور سمجھانے کی کوشش کی۔ جب وہ باز نہ آیا تو اس نے اسے قتل کر دیا اور سر کاٹ کر میری طرف روانہ کر دیا۔

مرنے والا یہ شخص سلیمان کے قبیلے علاف کا رشتہ دار یا جاننے والا تھا۔ مکران میں ان دنوں قبیلہ علاف کے ہزاروں افراد آباد تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ ان کے آدمی کو سعید بن اسلم کلابی نے قتل کر دیا ہے تب علافیوں کا جو وہاں سردار تھا وہ بغاوت پر آمادہ ہوا اس کا نام حارث علافی ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں معاویہ اور محمد' یہ تینوں اب زندہ ہیں انہوں نے سعید بن اسلم کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنے ہزاروں ساتھیوں کو لے کر راجہ داہر کی طرف چلے گئے تاکہ راجہ داہر سے مدد حاصل کر کے سعید بن اسلم کلابی کے خلاف حرکت میں آئیں اور مکران اور کرمان کی حاکمیت اپنے قبضے میں کر لیں۔

راجہ داہر نے ان باغی علافیوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا انہیں اپنی اور مسلمانوں کی سرحد پر آباد کیا اور ان کی مالی اور انفرادی طور پر مدد کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کے خلاف وہ چھاپہ مار جنگ کو جاری رکھیں اور مسلمان اپنی سرحدوں کو آگے نہ بڑھانے پائیں۔ ان دنوں حارث علافی اپنے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کے ساتھ مکران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کے خلاف حرکت میں آیا ہوا ہے اور میں ان سب کی سرکوبی کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد حجاج بن یوسف تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنے بائیں جانب ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"ابن عمر یہ جو شخص بیٹھا ہے اس کا نام مجاعہ بن مسعر تمیمی ہے اس کا تعلق بنو تمیم سے ہے میں اسے مکران کا نائب گورنر مقرر کر چکا ہوں تم دونوں یہاں سے مکران کا رخ کرو گے وہاں سعید بن اسلم کلابی سے ملو گے اور اس کے ساتھ ساتھ دشمن قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہو گے۔ میں نے مجاعہ بن مسعر تمیمی کو یہ بھی سمجھا

دیا ہے کہ اگر ان جنگوں میں سعید بن اسلم کلابی مارا جائے تو اس کے بعد یہی مکران کا والی ہو گا اور وہاں جس قدر اسلامی لشکر ہے اس کے سالار اعلیٰ خریم بن عمر تم ہو گے اب تم بتاؤ کہ تم کب تک اپنی اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہو سکتے ہو۔"

خریم بن عمر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی بستی کا سردار محمد بن ہارون نمری بول پڑا۔

"ابن عمر تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ملت کی خدمت کے فرائض سونپے جا رہے ہیں دیر مت کرنا امیر کی خواہش کے مطابق مکران کی طرف کوچ کر جانا۔ جہاں تک تمہارے چھوٹے سے ریوڑ کا تعلق اس کے متعلق فکر مند مت ہونا اس کی دیکھ بھال میں اپنی بستی کے لوگوں کے ذمے کروں گا اور جب تم وہاں سے لوٹو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے ریوڑ کے جانوروں کی تعداد کئی گناہ بڑھ چکی ہو گی۔ جہاں تک تمہارے مکان کا تعلق ہے اس کی بھی میں خوب دیکھ بھال کروں گا اب بولو تم کب تک یہاں سے کوچ کر سکتے ہو۔"

محمد بن ہارون نمری کی اس گفتگو سے خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ حجاج بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

"امیر محترم میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرنے کے لئے تیار ہوں آپ جب بھی حکم دیں گے میں اپنے محترم مجاعہ بن سعو تمیمی کے ساتھ مکران کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔"

خریم بن عمر کا جواب سن کر حجاج بن یوسف مطمئن اور خوش ہو گیا تھا اس کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

"تم مجاعہ کے ساتھ دو دن یہاں قیام کرو تمہاری روانگی کی تیاریاں مکمل کر دی جائیں گی اس کے بعد تم یہاں سے کوچ کر جانا اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں۔"

○

میرے عزیزو تم جانتے ہو کہ ماضی میں ترکستان کا غیر مسلمان حکمران رتبیل

ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتا رہا ہے بدخشاں' کافرستان' افغانستان اور تبت کے علاوہ وسیع علاقوں پر اس کا قبضہ تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے میں نے عبداللہ بن ابی بکر کو مقرر کیا لیکن عبد اللہ اپنی نا سمجھی کی وجہ سے اپنے لشکر کو ایک درے تک لے گیا جہاں مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔ رتبیل کی سرکوبی کے لئے میں نے ابن اشعث کو نہ صرف بجستان کا گورنر مقرر کیا بلکہ اس کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ ہر صورت میں رتبیل پر حملہ آور ہو' مسلمانوں کے جن علاقوں کو اس نے برباد کیا ہے ان کی بحالی کا کام کرے اور رتبیل پر حملہ آور ہو کر اسے قرار واقعی سزا دے۔

اس مقصد کے لئے میں نے ابن اشعث کو ایک خاصا بڑا لشکر بھی مہیا کیا تھا۔ رتبیل کو معلوم ہوا کہ اب میرے ملک پر حملہ ہونے والا ہے تو وہ بہت گھبرایا مگر وہ کچھ کر نہ سکا ابن ا ' نے اس کے علاقوں پر حملہ آور ہونا شروع کیا اور اس بات کا بھی لحاظ رکھا کہ جوں جوں وہ آگے بڑھے پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں پر چوکی پہرے قائم کرتا جائے۔

غرض ابن اشعث جلد ہی رتبیل کے کافی علاقوں کو فتح کر کے ان پر قبضہ کرتا چلا گیا پھر نہ جانے اسے کیا ہوا کہ وہ رک گیا اور اپنی پیش قدمی کو روک دیا۔ مجھے جب اس بات کی خبر ہوئی تو میں نے اسے پے در پے خط لکھے کہ وہ اپنی پیش قدمی کو جاری رکھے۔ اس وقت رتبیل ہمارے سامنے بے بس ہو رہا تھا۔ پے در پے شکستوں کی وجہ سے اس کے لشکری بدظن ہو گئے تھے اگر ابن اشعث اپنی پیش قدمی جاری رکھتا تو مکمل طور پر رتبیل کا خاتمہ کر سکتا تھا لیکن ابن اشعث نے ایسا نہیں کیا۔

پے در پے خط لکھ کر جب میں نے اپنی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کیا تب ابن اشعث میرے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اب اس نے میرے خلاف اعلان بغاوت کر دیا ہے۔ اس بغاوت کو مزید مستحکم کرنے کے لئے اس نے ایک انتہائی قدم یہ اٹھایا ہے کہ شعبانی قبیلے کے سردار بسطام کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ بسطام کے ساتھ اس وقت کافی بڑی جمعیت ہے اگر بسطام ابن اشعث کے ساتھ جا ملا تو ہمارے لئے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔

میرے بیٹے تم ایک دو دن تک یہاں سے کوچ کر جاؤ شعبانی قبیلے کے سردار

بسطلم سے ملو وہ ان دنوں رے شہر کا رخ کیے ہوئے ہے اسے سمجھاؤ کہ وہ ابن اشعث کی بغاوت میں شامل نہ ہو ابھی میں تمہارے ذمہ یہی کام لگانا چاہتا ہوں۔

حجاج بن یوسف یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک مسلح جوان اندر آیا اور ایک قاصد کے آنے کی خبر دی۔ حجاج بن یوسف نے مسلح جوان سے قاصد کو اندر لانے کے لئے کہا جب وہ اندر آیا تو حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر محترم میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں خراسان کا والی مہلب انتقال کر گیا ہے۔ یہ خبر سن کر حجاج بن یوسف کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھی۔ اس لئے کہ خراسان کا والی مہلب ایک انتہائی بہادر نیک اور وفاداری میں خاص طور پر مشہور تھا۔ مہلب کبھی بد عہدی' بے وفائی' نافرمانی یا بغاوت میں ملوث نہیں ہوا اس نے ہمیشہ خلیفہ وقت کی اطاعت کی اس کے ہر حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھا تھوڑی دیر تک حجاج بن یوسف کی گردن جھکی رہی پھر آنے والے اس قاصد کو اس نے مخاطب کیا۔

"اس کی موت کے حالات تفصیل کے ساتھ مجھے بتاؤ اور کیا مرنے سے پہلے اس نے کوئی وصیت بھی کی تھی اگر کی تھی تو اس کی وصیت پر میں عمل کرنا پسند کروں گا۔"

قاصد نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر محترم آپ جانتے ہیں کہ اس کا بیٹا مغیری مرو کی ایک مہم میں مارا گیا تھا وہ اپنے بیٹے مغیری سے بڑا پیار اور بڑی محبت کرتا تھا بس اس کی موت ہی مہلب کی موت کا سبب بنی وہ اس غم کو برداشت نہ کر سکا۔ اپنی موت سے پہلے اس نے اپنے بیٹے یزید بن مہلب حبیب بن مہلب دونوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں ایک بہترین نصیحت کی انہیں مخاطب کرتے ہوئے مہلب نے کہا تھا۔

"میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عمر کی درازی مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے خوف خدا اور صلہ رحم کے ترک کرنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں کیونکہ ان کے ترک کرنے سے دوزخ میں جانے کا سامان ہوتا ہے ذلت حاصل ہوتی ہے اور نفوس کی کمی ہو جاتی ہے۔

تم پر امیر کی اطاعت اور جماعت المسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارے افعال تمہارے اقوال سے بہتر ہوں جلد جواب دینے سے پرہیز کرو زبان کو فحاشی سے بچاؤ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے پر زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے حقوق تم پر ہوں ان کو ادا کرو لوگوں کے حقوق ادا کرنا صبح و شام بیٹھ کر باتیں بنانا اور فضول لکھنے سے بہتر ہے خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آنا سخاوت کو کنجوسی پر ترجیح دینا نیکی کو زندہ رکھنا ہمیشہ نیک کام کرنے کی کوشش کرنا۔

لڑائی میں چوکس اور ہوشیار رہنے کا زیادہ خیال رکھنا کیونکہ یہ شجاعت میں زیادہ مفید ہے جس وقت مقابلہ ہوتا ہے اس وقت آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے اگر آدمی نے ہمت باندھ کر ہوشیاری سے کام لیا تو کامیاب ہو گیا اور اگر بدحواسی چھا گئی تو ناکام رہا لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے قرآت قرآن تعلیم سننا اور آداب صالحین اپنے اوپر فرض کر لو اپنی مجلسوں میں زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرو مزید میں تمہیں خراساں کا امیر اور حبیب کو نمازوں کا امام مقرر کرتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد تھوڑی دیر خاموش رہا پھر حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر محترم یہی وہ الفاظ ہیں جو مرنے سے پہلے مہلب نے اپنے بیٹوں کی وصیت کے طور پر کہے تھے۔"

جواب میں حجاج بن یوسف نے کچھ سوچا پھر قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم چند دن یہاں آرام کرو پھر واپس جاؤ یزید بن مہلب کو جا کر کہو کہ خراسان کا والی اسے مقرر کرتا ہوں وہ مہلب کے بیٹوں میں ایک قابل اور سمجھ دار انسان ہے۔ مہلب کی موت کی خبر سن کر حجاج بن یوسف کیونکہ پریشان ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اس نشست کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر وہ اپنی آرام گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دوسرے لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ خریم بن عمر کو حجاج بن یوسف کا بیٹا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

خریم بن عمر اور مجاعہ بن سعو تمیمی ایک روز اپنے چند محافظوں کے ساتھ مکران میں داخل ہوئے تھے مکران کے والی سعید بن اسلم کلابی کو جب ان کے آنے کی خبر ہوئی تو اپنی حویلی سے باہر نکل کر اس نے اپنے سرکردہ لوگوں کے ساتھ بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ اس حویلی میں لے گیا تھا۔

ایک خاصے بڑے کمرے میں نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں سعید بن اسلم کے علاوہ مقامی زعماء خریم بن عمر مجاعہ بن سعو تمیمی اور ان کے ساتھ آنے والے محافظ بھی اس کمرے میں بیٹھ گئے تھے پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے سعید بن اسلم نے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز تمہارے اور مجاعہ بن سعو کے آنے کی اطلاع مجھے حجاج بن یوسف نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے پہنچا دی تھی حجاج بن یوسف نے مکران اور کوفہ کے درمیان ڈاک کا ایسا عمدہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر یہاں سے کوئی مکتوب روانہ کیا جائے تو چھ دن میں کوفہ پہنچ جاتا ہے کوفہ سے جو خط چلتا ہے وہ بھی چھ دن میں مکران پہنچ جاتا ہے۔ حجاج بن یوسف نے تمہاری شجاعت تمہاری دلیری تمہاری سرفروشی کی بے حد تعریف کی تھی لہٰذا میں تم سے ملنے کے لئے بہت زیادہ بے چین تھا جہاں تک میرے بھائی مجاعہ بن سعو تمیمی کا تعلق ہے تو میں اسے پہلے ہی جانتا ہوں اس کی وفاداری اور جان نثاری شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

خریم بن عمر کیونکہ حجاج بن یوسف نے تمہیں یہاں کے لشکریوں کا سالار اور مجاعہ بن سعو کو میرا نائب مقرر کیا ہے لہٰذا یہاں کے پورے حالات سے تمہیں آگاہ کرنا میرا فرض بنتا ہے اس لئے کہ یہاں کے نظم و نسق میں اب تم دونوں پوری طرح میرے شریک کار ہو گے۔

یہاں اس وقت چار بڑی قوتیں کارفرما ہیں پہلی تو قوت خود راجہ داہر ہے دوسری قوت ایران کے باغی غیر مسلم اور مجوسی ہیں جنہوں نے کرمان کے ایک شہر کو اپنا مرکز بنا رکھا ہے وسیع علاقہ ان کے زیر تسلط ہے اور وہاں سے نکل کر وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تیسری بڑی قوت بحری قزاق ہیں جو نہ صرف سمندر میں اپنی من مانی کرتے ہیں بلکہ ساحل کے ساتھ ساتھ بھی انہوں نے اپنی کاروائیاں شروع

کر رکھی ہیں چوتھی بڑی قوت نیرون کا حاکم سندر داس ہے۔"

سعید بن اسلم کلابی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خریم بن عمر بول پڑا۔

"محترم سعید راستے میں کچھ لوگوں نے ہمارے ساتھ سفر کیا تھا وہ ان علاقوں کے رہنے والے تھے اور انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ نیرون کا حاکم راجہ داہر کا ماتحت ہے اور اسے راجہ داہر ہی نے نیرون کا والی مقرر کر رکھا ہے اور نیرون شہر راجہ داہر کی عملداری میں شامل ہے پھر یہ ایک علیحدہ قوت کیسے ہو سکتی ہے۔"

خریم بن عمر کے اس استفسار پر سعید بن اسلم کلابی تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر بول اٹھا۔

"میرے عزیز تیرا کہنا درست ہے میں جب ان چاروں قوتوں کی تمہیں تفصیل بتاؤں گا تو تم مان جاؤ گے کہ نیرون کا حاکم سندر داس واقعی ایک علیحدہ قوت ہے اور یہ قوت ہمارے ساتھ ہے ہمارے مخالف نہیں۔ یوں سندر داس ہمارے دوستوں میں سے ایک ہے میں تمہیں ان چاروں قوتوں کی تھوڑی تھوڑی تفصیل بتاتا ہوں تاکہ یہاں رہتے ہوئے ان سب سے متعلق تم کو آگاہی ہو اور جب تم ان کے خلاف کاروائی کرو تو تمہیں کسی دوسرے کی راہنمائی کی ضرورت نہ رہے۔

جہاں تک راجہ داہر کا تعلق ہے تو یہ اپنے باپ چندر کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا چندر اپنے باپ چچ کے بعد حکمران بنا تھا چندر کے مرنے کے بعد سندھ کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک حصے کا حکمران داہر بنا جس کا مرکزی شہر اروڑھ ہے دوسرے حصے کا حاکم چندر کا دوسرا بیٹا راج حکمران بنا تھا۔

اتفاق سے ایک سال بعد یہ راج مر گیا اس کی جگہ داہر کے چھوٹے بھائی جے سینہ کو دوسرے علاقے کا حکمران مقرر کیا گیا اور اس علاقے کا مرکزی شہر برہمن آباد ہے۔

کہتے ہیں داہر نے تخت نشین ہوتے ہی بظاہر اپنی رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا اور فوج کو مالامال کیا تاکہ وہ اس کے احسان مند رہیں جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے لئے غیر معمولی جذبہ اطاعت اور فرمابرداری رکھتے ہیں۔ تخت نشین ہونے کے ایک سال بعد تک وہ اپنے مرکزی شہر اروڑ میں مقیم رہا

اور ملک کے نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لئے تدبیریں سوچتا رہا اس کے بعد اس نے اپنی سلطنت کا دورہ کیا۔

اپنی ساری سلطنت کا دورہ کرنے کے بعد جب وہ اپنے مرکزی شہر اروڑ پہنچا تو برہمنوں اور نجومیوں کا ایک وفد اس سے ملنے کے لئے حاضر ہوا اور نجومیوں نے اس سے کہا کہ مہاراج کو بھگوان سلامت رکھے ہم نے آپ کا اور آپ کے بھائی بہن کا زائچہ بنایا ہے۔ آپ دونوں بھائیوں کے زائچے میں کسی قسم کی خرابی نظر نہیں آتی لیکن آپ کی بہن مائین رانی کے زائچے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اس سے شادی کرے گا وہ سندھ کے تاج و تخت کا مالک ہو گا اور ہمیں اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مائین رانی سندھ سے باہر نہیں جائے گی۔

مائین رانی داہر کی بہن تھی جو اپنے بھائی جے سینہ کے پاس برہمن آباد میں رہتی تھی جب وہ جوان ہوئی تو جے سینہ کو اس کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی تھی جس زمانے میں وہ اس فکر میں تھا اسی زمانے میں بھاٹیہ کے راجہ سوہن رائے نے مائین کو اپنا پیغام بھجوایا جے سینہ نے یہ پیغام منظور کر لیا اور سامان جہیز تیار کیا اور اپنے بھائی راجہ داہر کے پاس مائین کو سات سو گھوڑوں اور پانچ سو ٹھاکروں کے ساتھ بھجوایا ساتھ ہی داہر کو لکھا کہ مائین کو بھاٹیہ کے راجہ کی طرف روانہ کرے اور ایک قلعہ بھی اس کے حوالے کرے جس کا دینا شادی کے موقع پر طے پایا گیا ہے۔

نجومیوں کی پیش گوئی کے وقت مائین رانی اروڑ میں موجود تھی داہر نجومیوں کی پیش گوئی سے پریشان ہو گیا۔ اس نے ایک روز اپنے وزیر بدھیمن کو بلا کر مشورہ کیا کہ نجومیوں کی پیش گوئی کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کی سلطنت کا مالک وہ شخص ہو گا جو میری بہن مائین سے شادی کرے گا۔ تم مجھے بتاؤ کہ اتنی بڑی سلطنت کیسے چھوڑی جا سکتی ہے اور میں کسی دوسرے کو اس ملک کا راجہ بنتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا ہوں اس صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

داہر کے مشورہ طلب کرنے پر اس کے وزیر بدھیمن نے کہا کہ "مہاراج انتظام مملکت بھگوان کی ایک عظیم و الشان نعمت ہے کسی بادشاہ کا اپنی مملکت رعایا اور فوج سے جدا ہونا اس بادشاہ کے لئے بہت برا ہے چنانچہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جو اپنے مقام

سے جدا ہو کر بری لگتی ہیں اول بادشاہ اپنے تخت سے دوئم وزیر اپنی وزارت سے سوئم پیر اپنے مرید سے چہارم دانت اور بال اپنی جگہ سے پنجم نوجوان عورت کے پستان اپنی جگہ سے۔

یہ وہ پانچ چیزیں ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ کر بری معلوم ہوتی ہیں اس لئے آپ کو مملکت سے علیحدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنی بہن سے شادی کر کے اس کو اپنے ساتھ تخت نشین کر لیں لیکن ازواجی تعلقات سے کنارہ کش رہیں اس طرح وہ آپ کی بیوی بھی رہے گی اور سندھ کا تاج و تخت بھی آپ کے پاس رہے گا۔"

بدھیمن وزیر سے رائے لینے کے بعد داہر نے اپنے امراء اور سرداروں سے جس کی تعداد لگ بھگ پانچ سو کے قریب تھی مشورہ کیا اور کہا "کہ مجھے تمہاری بہادری شجاعت اور دلیری پر پورا اعتماد ہے میں کوئی کام تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرنا چاہتا لہٰذا اس نے نجومیوں کی پیش گوئی کو بیان کر کے بدھیمن کی رائے کو ان کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ بدھیمن نے جو رائے دی ہے اس میں بدنامی کا بڑا اندیشہ ہے اور ہمارے مذہب میں بھی اس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے" سب نے کہا "کہ مہاراجہ یہ پاپ ہے اس سے سارے ملک میں بڑی بدنامی ہو گی۔"

سرداروں کی اس گفتگو سے راجہ داہر پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا پھر وزیر بدھیمن بھی اپنی جگہ پر اڑ گیا تھا بدھیمن نے اب راجہ کو ایک اور طرح سے سمجھانے کی کوشش کی وہ دربار سے اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اس نے ایک بھیڑ منگا کر اس کے بالوں میں مٹی ڈال کر رائی ڈالی اور اس پر دو تین روز تک پانی چھڑکتا رہا یہاں تک کہ اس رائی کی کونپلیں پھوٹ آئیں۔

پھر اس نے اس بھیڑ کو شہر کے بازار میں چھوڑ دیا جدھر سے وہ بھیڑ گزرتی تھی لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کو دیکھنے کے لئے جمع ہوتے تھے تین روز تک وہ بھیڑ بازاروں میں ماری ماری پھرتی رہی پھر کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا نہ تھا سب لوگ اس واقعہ کو غیر معمولی سمجھ کر بھول چکے تھے۔

اس کے بعد بدھیمن نے داہر سے کہا۔

"مہاراج آپ نے دیکھا تین روز تک اس بھیڑ کے متعلق شہر میں کس قدر چرچے رہے لیکن اب اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ بس یہی حال ہر واقعہ کا ہے خواہ وہ واقعہ کتنا ہی اچھا یا برا ہو دو تین روز تک لوگوں میں اس کے متعلق چرچے رہتے ہیں پھر لوگ اسے بھول جاتے ہیں انہیں یاد نہیں رہتا کہ کوئی ایسی بات ہوئی تھی یا نہیں۔ بہرحال سلطنت کو کسی بھی حالت میں چھوڑا نہیں جا سکتا آپ انہی پانچ سو سرداروں کو بلایئے اور اس رسم کو خاموشی سے ادا کیجئے۔ داہر نے پھر ان پانچ سو سرداروں کو بلایا اور انہیں سمجھا بجھا کر کہا کہ میرے اور مائین کے درمیان بندھن کی رسم ادا کر دی جائے۔ یعنی میری دھوتی کے کونے سے اس کی اوڑھنی کا پلو باندھ دیا جائے اس طرح وہ میری رانی اور میں اس کا راجہ ہوں گا لیکن ہم میں میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ ہوں گے اس طرح نجومیوں کی بات بھی پوری ہو جائے گی اور میں بھی پاپ سے بچ جاؤں گا۔ سب نے راجہ کی اس بات کو پسند کیا شادی کی رسم باقاعدہ برہمنوں نے ادا کی اور دونوں کی شادی ہو گئی۔

شادی کی رسم اگرچہ خاموشی سے ادا کی گئی اس کے باوجود کہ دونوں میں ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوئے لیکن پھر بھی اس شادی کا سارے ملک میں چرچا ہوا۔ بھائی بہن کی اس شادی پر ہر ایک کو حیرت ہوئی۔ جب یہ خبر برہمن آباد پہنچی تو اس خبر کو سن کر راجہ داہر کے بھائی جے سینہ کو بہت افسوس ہوا اس نے فوراً ہی داہر کو ایک خط میں لکھا کہ تم نے یہ کام اتنا برا کیا ہے کہ ہمارے خاندان کی عزت خاک میں مل گئی ہے یہ تمہارے لئے ہرگز مناسب نہ تھا۔

داہر نے بھائی کو جواب میں اظہار ندامت کرتے ہوئے لکھا کہ میں خود بھی اس کام کو برا سمجھتا ہوں یہ شادی میں نے رسمی طور پر نجومیوں کے کہنے پر کر لی ہے میں اور مائین آج بھی بہن بھائی ہیں۔ جے سینہ نے جواب میں لکھا کہ شاید تم اس تدبیر سے تقدیر کو بدلنا چاہتے ہو لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا اب بھی وقت ہے تم اس کام سے توبہ کر کے اس بدنامی کو دور کرو جو سارے ملک میں ہو رہی ہے لیکن داہر کا اس خط پر کوئی اثر نہ ہوا جے سینہ کو اور بھی غصہ آیا اور وہ فوج لے کر داہر کے مقابلے کے لئے اروڑ روانہ ہوا راجہ داہر نے بھی

اس کے مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور بھائی کا انتظار کرنے لگا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دونوں بھائیوں میں چپقلش رہی لیکن جلد ہی دونوں کی ملاقات ہوئی اور دونوں نے آپس میں صلح کر لی پر اس واقعہ کے بعد جلد ہی راجہ داہر کا بھائی جے سینہ فوت ہو گیا اور اب ساری سلطنت کا حاکم یہ راجہ داہر ہے جو مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے۔ ایرانیوں کا ساتھ دیتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ مغرب کی طرف سے کسی بھی صورت مسلمان آگے بڑھنے نہ پائیں یہ تو ایک طاقت ہے۔"

○

"دوسری بڑی قوت ان علاقوں میں بحری قزاق ہیں جو سمندر کے علاوہ خشکی میں بھی کاروائیاں کرتے ہیں۔ یہ لوگ ساحل مکران کے علاوہ سندھ اور کاٹھیاوار جیسے ساحلوں تک پھیلے ہوئے ہیں ان کا کام ہی لوٹ مار کرنا ہے اور قزاقی ان کا پسندیدہ پیشہ ہے ان کا ایک قبیلہ ہے اس کا نام نکامرہ ہے۔ یہ سب سے طاقتور قبیلہ ہے ہمارے مکران کے ساحل پر مید قوم کی شاخ نکامرہ حملہ آور ہوتی ہے ہم نے جو اس کے متعلق تحقیق کی ہے تو نکامرہ قبیلے کے دو حصے ہیں ایک ہندو ہیں دوسرے بدھ مت۔ اب ہم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ نیرون کے حاکم سندر داس کے حوالے سے ان نکامرہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں جو بدھ مت کے پیرو کار ہیں اور یہ کام ہم بڑی خوبی اور آسانی سے سرانجام دے سکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ عنقریب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

○

تیسری بڑی قوت وہ غیر مسلم اور مجوسی ایرانی ہیں جو مسلمانوں کے خلاف نفرت رکھتے ہیں اور گاہے گاہے ان علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ کرمان کے شہر مکی کو انہوں نے اپنا مرکز بنا رکھا ہے اور نرمیش نام کا ایک شخص ان کا سرکردہ ہے۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا تربیت یافتہ لشکر ہے جسے لے کر وہ کبھی کبھی نکلتا ہے اور مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ہمیں اس

کے حملوں کا سدباب بھی کرنا ہو گا۔

چوتھی بڑی قوت نیرون کا حاکم سندر داس ہے ہندومت کے بجائے بدھ مت کا پیروکار ہے یوں جانو یہ ہمارا دوست ہمارا رفیق ہے اندر ہی اندر یہ میرے ساتھ خط و کتابت کر چکا ہے۔ ہمارا ہمدرد ہے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک قاصد میری طرف روانہ کیا تھا اور اپنی بیٹی کے حوالے سے مجھ سے مدد طلب کی تھی۔"

یہاں تک کہتے کہتے سعید بن اسلم کلابی تھوڑی دیر کے لئے رکا دم لیا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"دراصل نیرون کے حاکم سندر داس کی ایک بیٹی ہے نام اس کا سانکرہ ہے۔ کہتے ہیں ان علاقوں میں اس جیسی کوئی خوبصورت حسین اور سندر لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ چونکہ اس لڑکی کی خوبصورتی اس کے حسن کے چرچے ہر شہر پر قصبے پر بستی میں ہیں لہٰذا بڑے بڑے حکمران اور راجہ اسے دیکھنے کے لئے آئے۔ دو اشخاص اس لڑکی کو جنون کی حد تک پیار کرتے ہیں ایک راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ دوسرا نکامرہ قزاقوں کا وہ سردار جو ہندومت کا پیروکار ہے اور جس کا نام مول ہے۔ کہتے ہیں مول اس سانکرہ نام کی دوشیزہ کو جنون کی حد تک پیار کرتا ہے اور ہر صورت میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

نیرون (موجودہ حیدر آباد) کے حاکم سندر داس نے جو قاصد میری طرف بھجوایا تھا اس کے ذریعے اس نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی نہ راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ سے بیاہنا چاہتا ہے نہ اس کا بیاہ نکامرہ قبیلے کے سردار مول سے کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ سانکرہ اپنے ایک عزیز اور رشتہ دار کو پسند کرتی ہے اور اس کے ساتھ پھیرے کرانا چاہتی ہے۔ سندر داس نے مجھے لکھا تھا کہ وہ عنقریب اپنی بیٹی کے پھیرے اسی نوجوان سے کرا دے گا پھر دونوں میاں بیوی کو میری طرف بھجوا دے گا' اس کا کہنا تھا کہ اس کی بیٹی سانکرہ اپنے شوہر کے ساتھ بحفاظت میرے ساتھ رہے تاکہ جے سینہ اور مول اسے اغوا کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

سعید بن اسلم کلابی کہتے کہتے رکا دم لیا کچھ سوچا پھر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیزو گفتگو کے شروع میں ایک موضوع کو میں بھول گیا تھا یہاں ایک

پانچویں قوت بھی ہے جو ہماری مخالفت پر کمربستہ ہے اور یہ حارث علافی ہے جو اپنے بیٹوں معاویہ اور محمد کے ساتھ لگ بھگ پانچ سو علافی سرداروں کے ساتھ راجہ داہر سے مل چکا ہے اور مسلمانوں کے خلاف اس نے بغاوت کھڑی کر رکھی ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی قوت ہے جو ہمارے لئے خطرے کا باعث ہے۔"

سعید بن اسلم جب خاموش ہوا تب خریم بن عمر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ جو پانچویں قوت حارث علافی اور اس کے بیٹوں معاویہ اور محمد کی صورت میں ہے اس کے متعلق امیر حجاج بن یوسف بھی تفصیل کے ساتھ بتا چکے ہیں۔ خداوندقدوس کو منظور ہوا تو ان سب سے ہم خوب نبٹیں گے ان پانچ قوتوں میں سے ایک نیرون کا راجہ سندر داس تو ہمارے حق میں ہے باقی چار قوتیں ہیں۔ آنے والا وقت انشاء اللہ ثابت کرے گا کہ ان چاروں قوتوں سے ہم خوب نبٹیں گے۔"

خریم بن عمر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اس موقع پر ایک مسلح جوان اندر آیا اور سعید بن اسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یا امیر نیرون کے حاکم سندر داس کا وہی قاصد آیا ہے جو ایک بار پہلے بھی یہاں آیا تھا وہ پریشان ہے آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

یہ خبر سن کر سعید بن اسلم کلابی چونکا تھا فوراً" اس مسلح نوجوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا قاصد کو فوراً" اندر لاؤ تاکہ میں جانوں وہ کیا کہنا چاہتا ہے" وہ مسلح جوان باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد نیرون کے حاکم سندر داس کے قاصد کو اندر لے کر آیا قاصد نے اندر آ کر سعید بن اسلم کو تعظیم دی پھر بدحواسی اور پریشانی میں وہ سعید بن اسلم کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"اے مسلمانوں کے امیر میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں اور مجھے میرے آقا سندر داس نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ دراصل ہم لوگ سندر داس کی بیٹی سانکرہ کی وجہ سے اذیت اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان علاقوں میں سانکرہ جیسی خوبصورت اور حسین لڑکی نہیں ہے۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ اور نکامرہ قبیلے کا ایک سردار مول دونوں ہی بیک وقت اسے پسند کرتے تھے۔

لیکن سانکرہ کے علاوہ سندر داس بھی دونوں کو ناپسند کرتا تھا دونوں میں سے کسی کے ساتھ اپنی بیٹی کے پھیرے نہیں کروانا چاہتا تھا مزید یہ کہ سانکرہ اپنے ایک عزیز جوان کو پسند کرتی تھی جس کا نام دھرم داس ہے۔ چند روز پہلے سندر داس نے اپنی بیٹی سانکرہ کے پھیرے دھرم داس سے طے کر دیئے تھے جس روز دھرم داس کے ساتھ سانکرہ کے پھیرے ہوئے تھے اس سے ایک رات پہلے کسی نے سانکرہ کو گھر سے اٹھا لیا۔

سندر داس کو جب خبر ہوئی تو اس نے اپنے مخبر چاروں طرف پھیلا دیئے۔ میں مکران کی طرف آیا میرے ساتھ دو مزید ساتھی بھی تھے ہم نے بھیس بدلا ہوا تھا اور نکامرہ جوانوں کی صورت میں ہم نے مکران کے دریائے دشت کا رخ کیا۔ یہاں ہمیں مومل کے مسلح جوان ملے وہ تعداد میں بیس پچیس کے لگ بھگ ہیں ان کے ساتھ ایک دو گھوڑوں کی بگھی بھی ہے۔ ہمیں شک ہوا کہ ضرور انہیں لوگوں نے مومل کے لئے سانکرہ کو اغوا کیا ہے لہٰذا ہم ان کے تعاقب میں لگ گئے۔

دریائے دشت کے کنارے ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا ہم نے اپنے گھوڑوں کو تو دور کھڑا کر دیا جھاڑیوں کے اندر بیٹھ کر ان کی کارگزاری کا جائزہ لینے لگے انہوں نے کافی دیر وہاں پڑاؤ کیے رکھا بگھی کے اندر کچھ لڑکیاں ہیں ان لڑکیوں میں سے کوئی بھی سانکرہ نہیں ہے۔ جب بگھی میں بیٹھی لڑکیاں باہر نکلیں تو پہلے ہمیں شک ہوا کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی سانکرہ ہو گی لیکن وہ اور ہی لڑکیاں تھیں۔ پھر بگھی کے نچلے حصے میں ایک تہہ خانہ بنا ہوا تھا اس کو کھولا گیا اور اس میں سے ایک لڑکی کو نکالا گیا جس کے پاؤں اور ہاتھ بندھے ہوئے تھے ہم نے پہچان لیا وہ نیرون کے حاکم سندر داس کی بیٹی سانکرہ تھی۔

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے سانکرہ کے ہاتھ پاؤں کھولے' اسے کھانے کو کچھ دیا کچھ دیر وہ وہاں ستائے پھر پہلے کی طرح سانکرہ کے ہاتھ پاؤں کو باندھا اور بگھی کے نیچے جو تہہ خانہ بنا ہوا تھا اس میں اسے لٹا دیا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

میرے جو دو ساتھی تھے میں نے تو انہیں ان کے تعاقب میں لگا دیا خود میں

بھاگ کر آپ کی طرف آیا۔ میری آپ سے التماس ہے کہ سانکرہ کی مدد کی جائے اگر سانکرہ ایک بار نکامرہ قبیلے کے سردار مومل کے پاس پہنچ گئی تو یاد رکھئے گا دنیا کی کوئی طاقت اس سمندری قزاق سے سانکرہ کو چھڑا نہ پائے گی۔"

یہ خبر سن کر سعید بن اسلم کلابی تقریباً" چونکتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑا۔

"اے ابن عمر جو یہ بری خبر سنائی گئی ہے اسے تم نے بھی سنا اسے میں نے بھی سنا یہاں بیٹھے سب لوگوں کے کانوں تک یہ خبر پہنچی۔ نیرون کا حاکم سندر داس ہمارا حلیف ہے اس کی اور اس کی بیٹی کی ہر طرح سے مدد کرنا ہمارا فرض عین ہے۔ خریم بن عمر میرے بیٹے ان علاقوں میں جس قدر لشکر ہے اس کے سالار اعلیٰ اب تم ہو لہٰذا میں تم سے کہوں گا کہ سندر داس کی بیٹی سانکرہ کی مدد کی جائے اور اسے نکامرہ قبائل کے باغیوں کی اسیری سے نجات دلائی جائے" خریم بن عمر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سندر داس کے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم نے اپنی باتوں میں مومل کے مسلح جوان کا ذکر تو کیا ہے ایک بار پھر کہو وہ تعداد میں کتنے ہیں" اس پر قاصد بول پڑا۔

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ پچیس کے لگ بھگ ہوں گے سب پوری طرح مسلح ہیں" قبل اس کے خریم بن عمر اس قاصد کی بات کا جواب دیتا سعید بن اسلم کلابی بول پڑا اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"بیٹے میں اتنے میں مسلح جوانوں کا انتظام کرتا ہوں تم تیار ہو اور انہیں لے کر فوراً" سانکرہ کی مدد کو پہنچو" اس پر خریم بن عمر فوراً" بول پڑا۔

"اے ابن اسلم ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو دس مسلح جوان ہمارے ساتھ آئے ہیں خداوند قدوس کو منظور ہوا تو نکامرہ قبائل کے ان باغیوں سے نبٹنے کے لئے میرے یہ دس ساتھی ہی کافی ہیں میں ان کے ساتھ گیارھواں ہوں مجھے امید ہے ان پچیس پر ہم غالب رہیں گے جب تک آپ مزید مسلح جوانوں کا بندوبست کرتے ہیں اس وقت تک میں اس قاصد کے ساتھ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوں گا" اپنے ساتھ آنے والے مسلح جوانوں کو اس نے کھڑا ہونے کے لئے کہا اور وہ فوراً" اٹھ کھڑے

ہوئے پھر خریم بن عمر نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

"تم فوراً" میری رہنمائی کرو تاکہ نکامرہ قبائل کے وہ باغی دور نہ بھاگنے پائیں"

قاصد فوراً" باہر نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے خریم بن عمر اور اس کے مسلح جوان بھی نکلے سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر وہ سعید بن اسلم کلابی کی حویلی سے نکل گئے تھے۔

حویلی کے باہر خریم بن عمر رک گیا اپنے مسلح جوانوں کو بھی اس نے رکنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر تک وہ آنے والے قاصد کے ساتھ گفتگو کرتا رہا پھر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اس نے کچھ دیر تک راز دارانہ گفتگو کی۔ پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سرپٹ دوڑا دیا تھا قاصد کے علاوہ دس مسلح جوان بھی پیچھے پیچھے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

آنے والا قاصد اپنے گھوڑے کو خریم بن عمر کے پہلو بہ پہلو دوڑا رہا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے راستوں کی راہنمائی بھی کرتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے صحرائے مکران کے دریائے دشت کے کنارے آن پہنچے۔ اب وہ دریائے دشت کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کی سمت اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر انہیں دریا کے بائے کنارے اپنے سامنے دھندلے دھندلے ہیولے دکھائی دیئے ان ہیولوں کو دیکھتے ہی قاصد بول پڑا۔

"اے ابن عمر دریائے دشت کے بائیں کنارے پر جو وہ سامنے ہیولے نظر آ رہے ہیں وہ نکامرہ قبیلے کے لوگ ہیں جو سندر داس کی بیٹی کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

قاصد کے اس انکشاف پر خریم بن عمر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی گھوڑے کو بھگاتے ہی بھگاتے اس نے کوئی فیصلہ کیا پھر ہاتھ کے اشارے سے ان مسلح جوانوں کو دریا کے مزید دائیں جانب ہٹ جانے کے لئے اشارہ کیا خود بھی اپنے گھوڑے کو دائیں جانب لے گیا تھا اس طرح وہ دریا کا ساحل چھوڑ کر ذرا دائیں طرف ہٹ کر آگے بڑھنے لگے تھے۔

دریا کے کنارے سے دور رہتے ہوئے وہ بڑی تیزی کے ساتھ فاصلوں کو سمیٹتے

رہے یہاں تک کہ وہ دریا کے بائیں کنارے جو نکامرہ قبیلے کے لوگ سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو اٹھا لے جا رہے تھے ان سے بھی آگے نکل گئے۔ آگے جانے کے بعد جب نکامرہ قبیلے کے لوگ درمیان میں جھاڑ ہونے کے باعث ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک بار پھر خریم بن عمر دریائے دشت کے کنارے آیا۔

دریا اس وقت خشک پڑا ہوا تھا پانی کی ایک پتلی سی لکیر بیچ میں تھی جو دشت کی معمولی سی پیاس بجھاتی ہوئی دور جنوب کی طرف چلی گئی تھی۔

اس جگہ سے خریم بن عمر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا کو عبور کیا پھر وہ دائیں کنارے سے بائیں کنارے کی طرف چلا گیا۔ اب وہ بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ واپس شمال کی طرف سفر کر رہا تھا یہاں تک کہ انہیں اپنے سامنے نکامرہ قبیلے کے مسلح جوان دکھائی دیئے جن کے پیچھے پیچھے دو گھوڑوں کی ایک بگھی بھی تھی۔

نکامرہ قبیلے کے لوگوں نے بھی خریم بن عمر اور اس کے مسلح جوانوں کو دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ دریا کے کنارے رک گئے یہاں تک کہ خریم بن عمر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا اور ان کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ نکامرہ قبیلے کے لوگ تھوڑی دیر تک انہیں بڑے غور سے دیکھتے رہے پھر ان کا جو سرخیل تھا وہ اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے بڑھاتے ہوئے خریم بن عمر کے قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آنے والے سوار تم ہمارے لئے اجنبی ہو کیا میں یہ سمجھوں کہ تم لوگوں نے ہماری راہ روکی ہے اگر ایسا ہے تو کیا تم لوگ اس کی وجہ بتانا پسند کرو گے۔"

نکامرہ قبیلے کے اس سرخیل کی گفتگو کے جواب میں خریم بن عمر نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی ڈھال سنبھال لی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ان دس مسلح جوانوں کے علاوہ قاصد نے بھی اپنی تلوار اور ڈھال پر گرفت مضبوط کر لی تھی۔ اسی موقع پر دائیں جانب سے دو اور سوار نمودار ہوئے وہ بھی اس قاصد کے قریب آن کھڑے ہوئے جس نے خریم بن عمر کی راہنمائی کی تھی۔ شاید وہ قاصد کے دوسرے دو ساتھی تھے جن کا ذکر اس نے سعید بن اسلم کلابی سے کیا تھا دونوں قاصدوں نے بھی

آتے ہی اپنی تلواروں اور ڈھالوں پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی۔

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک ان کا جائزہ لیتا رہا پھر انہیں مخاطب کر کے بول پڑا۔

"کاروان والو' ہمارا تم سے تصادم کرنے کا ارادہ نہیں نہ ہم تم سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں نیرون کے حاکم سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو ہمارے حوالے کردو جسے تم اٹھا کرلا رہے ہو یاد رکھنا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے لئے بہت برا ہوگا۔"

نکامرہ قبیلے کا اس سرخیل نے کھا جانے والے انداز میں خریم بن عمر کو دیکھا پھر بول اٹھا۔

"اجنبی تم ہم پر الزام تراشی کر رہے ہو نہ ہم نیرون کے حاکم سندر داس کو جانتے ہیں نہ اس کی بیٹی سے واقف ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی نیرون کے حاکم سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو شکل سے جانتا ہے تو وہ بگھی کا پردہ اٹھا کر اندر دیکھ لے اندر ہماری دو بیٹیاں سوار ہیں انہیں ہم لے کر اپنے قبیلے کی طرف جا رہے ہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔"

اس سرخیل کی اس گفتگو سے خریم بن عمر کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد وہ بول پڑا۔

"ہمیں دھوکہ یا فریب دینے کی کوشش مت کرو اس میں کوئی شک نہیں کہ بگھی میں اس وقت جو دو لڑکیاں ہیں وہ تمہاری ہی ہیں لیکن بگھی کے نیچے جو تہہ خانہ ہے اس کے اندر یقیناً" سندر داس کی بیٹی سانکرہ ہے۔ جس کے ہاتھ اور پاؤں تم لوگوں نے باندھ رکھے ہیں اور جسے تم اپنے سردار مومل کے لئے لے جا رہے ہو۔ اس لئے کہ مومل سانکرہ کو پسند کرتا ہے اور اس سے بیاہ رچانا چاہتا ہے کہو میں نے جھوٹ کہا ہے؟"

غصے اور غضبناکی میں اس سرخیل کا چہرہ تانبا آنکھیں انگارہ ہو گئی تھیں اپنی تلوار اس نے بھی بے نیام کرلی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے سارے ساتھی بھی تلواریں بے نیام کرنے کے علاوہ اپنی ڈھالوں پر اپنی گرفت مضبوط کر گئے تھے پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"اجنبی کسی غلط فہمی میں نہ رہنا ہم لوگوں کا تعلق ایک وحشی قبیلے سے ہے ہم لوگ جذبات سے عاری کڑے اصول پرست لوگ ہیں بدترین ناانصافیوں میں بھی نسلوں کے امین بن کر اپنے دشمنوں کے سامنے آتے ہیں۔ یاد رکھنا انسان کے اندر جو حیوانی جبلتوں کا تقاضا ہے وہ تم جیسے شخصوں کے خلاف ہمیں اصولی کاروائی کرنے پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔"

خریم بن عمر نے بھی اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھا پھر اپنے سامنے اپنی تلوار لہراتے ہوئے وہ بھی بول اٹھا۔

"تم بھی کسی دھوکے کسی غلط فہمی میں مت رہنا اس پیاسے صحرا میں ہمارے ساتھ آگ و خون کا وحشت بدوش کھیل کھیلنے کی کوشش مت کرنا۔ یاد رکھنا جو کچھ میں نے تم سے طلب کیا ہے اگر تم نے دینے سے انکار کر دیا تو اس دشت کے اندر میں تم سب کے لئے ظلم و جور کی سیاہی کے وہ باب کھولوں گا جو اس سے پہلے تم نے دیکھے نہ ہوں گے' سمجھے! اور میرے ساتھیوں کو صبر و تحمل کی ردا اتارنے پر مجبور مت کرو اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا دشت مکران کی اس تپش اور لو میں ہم تم لوگوں پر خون کی گھٹا بن کر برسیں گے اور تمہیں تمہاری زندگی کے سارے خمار سے محروم کرتے چلے جائیں گے۔"

نکامرہ قبیلے کے اس سرخیل نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اس کے بعد اس نے بھی اپنی تلوار لہرائی پھر دھمکی آمیز لہجے میں اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تم ہمیں کس محتسب کے سے انداز میں دھمکی دیتے ہو۔ کیا تم آکاش کے ان بگڑتے تیور تلے دشت اخوت میں اپنی زیست کے نغموں کو زخموں کے پیوند میں تبدیل کرنا چاہتے ہو۔ کیوں تم اپنی آنکھوں میں منزلوں کے غبار اپنے پاؤں میں نا امیدیوں کے سراب باندھنا چاہتے ہو۔" خریم بن عمر تھوڑی دیر تک اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھتا رہا پھر پہلے سے بھی زیادہ زور دار آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"تم بھول رہے ہو ہم انوکھا و مستحکم یقین اور عظیم اعتماد رکھنے والے لوگ ہیں۔ وقت آنے پر آئینوں پر عکس ڈالتے پانی میں چراغ جلانے اور موت کے

اندھیرے میں روشنی کا پیغام پہنچانے کا فن بھی جانتے ہیں۔ یاد رکھنا تاریخ کے آئینے میں کبھی بھی پتھروں کی طویل دیواریں اور آہنی بیڑیوں کی جھنکار ہماری رکاوٹ نہیں بنی۔ میں اور میرے ساتھی جب خوفزدہ آوازوں' زہریلی سزاؤ اور لہراتی تاریکیوں کی طرح تم پر وارد ہوں گے یاد رکھنا تم لوگوں کے لہو کی گردش اور زبان کی حرکت بند ہو جائے گی۔"

نکامرہ قبیلے کے اس سرخیل نے اس بار خریم بن عمر کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اپنا کوئی مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ ملنا تھا کہ وہ خود اور اس کے ساتھی قہر جیسے خاموش صحرائے مکران میں خریم بن عمر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو گئے تھے جواب میں خریم بن عمر بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہولناک اور طاقتور امواج کی طرح آگے بڑھا پھر وہ بھی اپنے درویش صفت ساتھیوں کے ساتھ فطرت کے جلال کی طرح ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ ان کے حملوں سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ فضاؤں کو تلپٹ کر دینے والی آندھیوں اور ہر شے کو سانسوں سے عاری کر دینے والی انسانی مہارت کے جوہر کی طرح اپنے سامنے آنے والوں کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہوں دونوں گروہوں کے ٹکرانے سے دشت مکران کے ذرے ذرے سے ایک طرح سے شعلے لپک اٹھے تھے۔

نکامرہ قبیلے کے وہ مسلح جوان پچیس کے لگ بھگ تھے جبکہ خریم بن عمر کے ساتھ دس مسلح جوان۔ گیارہواں وہ خود اور تین قاصد سب ملا کر وہ چودہ بنتے تھے لیکن نکامرہ قبیلے کے وہ پچیس جوان زیادہ دیر تک خریم بن عمر کے سامنے ٹھہر نہ سکے بگھی کے اندر جو دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں وہ بھی پھلانگ کر باہر آ گئیں وہ بھی پوری طرح مسلح تھیں۔ وہ بھی جنگ میں حصہ لینے لگیں۔ خریم بن عمر کا حملہ آور ہونے اور چھا جانے کا انداز ایسا تھا کہ نکامرہ قبیلے کے وہ پچیس جوان زیادہ دیر تک اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہونے لگی پھر صحرائے مکران میں دریائے دشت کے کنارے خریم بن عمر نے ان سب کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔

دشمن کا خاتمہ کرنے کے بعد جس قاصد نے سندر داس کی بیٹی سانکرہ کے اغوا ہونے کی خبر دی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو تہہ خانے سے نکالو اتنی دیر تک میں مرنے والوں کی لاشیں ٹھکانے لگاتا ہوں اس لئے کہ یہاں مرنے والوں کا کوئی نشان نہیں چھوڑنا چاہئے تاکہ نکامرہ والوں کو ہمارے متعلق کوئی شک و شبہ ہی نہ ہو اور وہ ادھر ادھر اپنے ساتھیوں کی تلاش میں سرگرداں رہیں۔"

وہ قاصد آگے بڑھ کر بگھی کا تہہ خانہ کھولنے لگا تھا اتنی دیر تک اپنے ساتھیوں کے ساتھ خریم بن عمر حرکت میں آیا جس قدر لاشیں تھیں وہ اٹھا کر انہوں نے دریائے دشت کی ایک گہری کھڈ میں ڈال دیں اور پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ اس پر مٹی اور ریت ڈالنے لگے تھے۔

سندر داس کے قاصد نے بگھی کا تہہ خانہ کھولا اور اس میں سے سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو نکالا اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ وہ قاصد نے کھول دیئے تھوڑی دیر تک سانکرہ کے ساتھ وہ قاصد رازدارانہ سی گفتگو کرتا رہا۔ اتنی دیر تک خریم بن عمر مرنے والوں کو گڑھے میں دبا چکا تھا پھر وہ دریا سے نکل کر کنارے پر آیا۔ سانکرہ اور قاصد نے بھی اپنی گفتگو ختم کر دی سانکرہ اب آہستہ آہستہ خریم بن عمر کی طرف بڑھی تھی تو اس نے دیکھا کہ سانکرہ کے بچپن کی جگہ جوانی لے رہی تھی۔ خریم بن عمر نے یہ بھی دیکھا کہ سانکرہ کی نرگسی آنکھوں میں شراب کی مستی اور خمار تھا۔ اس کا سراپا اس کا جسم اس کا شباب نئی رتوں کے گلابوں کی مانند تھا۔ خریم بن عمر نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ شباب اور حسن میں ایک بے مثال اور لاجواب لڑکی تھی قریب آکر اس نے عجیب سے انداز میں خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری جان اور عصمت دونوں کی حفاظت کی۔"

اس موقع پر خریم بن عمر نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور دنگ رہ گیا بولتے وقت اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش اور چہرے پر شبنم کی سی آسودگی تھی بس اس کی یہ جھلک دیکھنے کے بعد خریم بن عمر کی نگاہیں جھک گئی تھیں اس کی طرف دیکھنے کے بجائے وہ زمین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ سانکرہ کو اس کی یہ ادا بڑی بھلی لگی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ مسکراتی رہی پھر دوبارہ اس نے خریم بن عمر کو

مخاطب کیا۔

"یہ جو قاصد میرے باپ کی طرف سے آیا ہے اس کا نام رام رتن ہے اس نے تفصیل کے ساتھ مجھے آپ کے حالات بتائے ہیں وہ کہہ رہا تھا کہ وہ خود بھی آپ کے متعلق نہیں جانتا لیکن ادھر آتے ہوئے راستے میں آپ نے اپنے حالات اسے بتائے اور یہ کہ آپ بھی ان سرزمینوں میں اجنبی ہیں۔ یہ جو کارنامہ آپ نے میرے لئے سر انجام دیا ہے اسے میں زندگی بھر بھول نہ سکوں گی ایک بار پھر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے میری عزت میری عصمت اور میری جان کی حفاظت کی۔"

سانکرہ جب خاموش ہوئی تو خریم بن عمر تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور سندر داس کے قاصد رام رتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رام رتن تم اپنی مالک کو بگھی میں سوار کرواؤ بگھی کا رخ موڑو اتنی دیر تک میں ایک کام کرتا ہوں اس کے بعد یہاں سے کوچ کرتے ہیں" اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

رام رتن کے کہنے پر سانکرہ بگھی میں سوار ہو گئی تھی۔ رام رتن نے اپنے گھوڑے کو بگھی کے ساتھ باندھ دیا پھر اس نے بگھی کے گھوڑوں کو ہانکا اور بگھی کا رخ تبدیل کیا۔ اتنی دیر تک خریم بن عمر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں جو خون کے دھبے تھے مٹا دیئے تھے۔ دریائے دشت کے کنارے جو بڑی بڑی جھاڑیاں تھیں انہوں کاٹ کر بگھی کے پچھلے حصے میں باندھ دیا تھا۔

یہ ساری کاروائی رام رتن اور سانکرہ بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے خریم بن عمر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے وہ بگھی کے قریب آیا اور رام رتن کو اس نے مخاطب کیا۔

"رام رتن میں اور میرے ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار بگھی سے آگے آگے رہیں گے تم بگھی کو ہانک کر ہمارے پیچھے لاؤ بگھی کے پیچھے میں نے بڑے جھاڑ جھنکا باندھ دیئے ہیں۔ تاکہ صرف بگھی ہی نہیں ہمارے گھوڑوں کے نشانات بھی مٹتے جائیں۔ اس وقت صحرا کے اندر تیز ہوائیں چل رہی ہیں تھوڑی بہت کسر رہ جائے

وہ یہ صحرائی ہوائیں پوری کر دیں گی۔ اس طرح اگر کوئی سانکرہ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے گا تو انہیں بگھی کے علاوہ ہمارے گھوڑوں کا کھوج نہیں ملے گا۔"

بگھی کے اندر سانکرہ بھی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ رام رتن نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"آپ یقیناً" ایک عظیم جوان ہیں۔ آپ نے نہ صرف ہمارے لئے ایک بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے بلکہ یہ جو آپ نے بگھی کے پیچھے جھاڑیاں باندھی ہیں یہ کام تو میرے خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا" خریم بن عمر نے اس کی گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ آگے بڑھا گیا تھا پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے واپس جا رہا تھا۔ بگھی کو ہانکتے ہوئے رام رتن بھی ان کے پیچھے ہو لیا تھا۔

دریا کے کنارے کی ریت میں کیونکہ بگھی کے پہیے دھنسے جاتے تھے لہٰذا سفر کرنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اس طرح رات بھر سفر جاری رہا یہاں تک اگلے روز صبح ہی صبح وہ مکران میں داخل ہوئے۔ جب وہ مکران کے والی سعید بن اسلم کلابی کی حویلی کے سامنے آ کر رکے تب سعید بن اسلم کلابی کے علاوہ مجاعہ بن سعر اور دیگر لوگوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ ان میں ایک ایسا نوجوان بھی تھا جو بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھا اور اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا۔

سعید بن اسلم کلابی کی حویلی کے سامنے خریم بن عمر جب اپنے گھوڑے سے اترا تو باری باری سعید بن اسلم کلابی اور مجاعہ بن سعر آگے بڑھے اسے گلے لگا کر ملے اور اس کی شاندار کامیابی پر اسے مبارک باد دی۔

خریم بن عمر سے بغلگیر ہونے کے بعد سعید بن اسلم کلابی تھوڑی دیر تک اسے عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"اے ابن عمر کیا تو بصرہ کے حربی مکتب میں زیر تعلیم رہا ہے" سعید بن اسلم کلابی کے اس اچانک سوال پر خریم بن عمر چونکا تھا پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اس پر سعید بن اسلم دوبارہ بول پڑا۔

"ابن عمر میرے ہاں ایک ایسا جوان ہے جو تمہارا جاننے والا ہے اور اس کا

تعلق میرے ہی قبیلے سے ہے۔ وہ تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا وہ تمہارا ہم مکتب رہا ہے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ مکتب میں تم جیسا کوئی تیغ زن اور حربی فنون میں ماہر نہ تھا۔ کیا تم کسی ایسے جوان کو جانتے ہو جس کا نام بنانہ بن **حنظلہ** کلابی ہو جس وقت تم آئے وہ مستقر میں تھا۔ تمہارے جانے کے بعد میرے پاس آیا۔"

سعید بن اسلم کی اس گفتگو پر خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ بول پڑا۔

"میں بنانہ بن **حنظلہ** کلابی کو خوب جانتا ہوں وہ میرا ہم مکتب تھا بہت اچھا نوجوان تھا کیا آپ اسے جانتے ہیں وہ میرا ہم عمر ہی ہے۔ یوں کہہ لیں کے وہ مجھ سے ایک دو سال بڑا ہو گا کیا وہ آپ کا عزیز ہے یا قریبی رشتہ دار ہے" اس پر واپس مڑتے ہوئے سعید بن اسلم کلابی نے اس جوان کی طرف دیکھا جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ سعید بن اسلم کلابی کا دیکھنا تھا کہ اس نوجوان نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ پھر اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے خریم بن عمر پہچان گیا اس کی طرف بھاگا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "اے ابن **حنظلہ** تم یہاں کیسے" دونوں بھاگ کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے تھے۔

خریم بن عمر کے اس سوال کا بنانہ بن **حنظلہ** جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ سعید بن اسلم بول پڑا۔

ابن عمر--- یہ ابن **حنظلہ** پہلے سے میرے پاس ہے اس کا تعلق بھی میرے قبیلے سے ہے حجاج بن یوسف نے اسے یہاں کے لشکروں کا نائب سالار مقرر کیا تھا۔ تمہاری یہاں آمد سے پہلے یہاں لشکروں کا سالار بھی یہی تھا اب چونکہ حجاج بن یوسف نے یہاں کے لشکروں کا سالار اعلیٰ تمہیں مقرر کیا ہے تو بنانہ کی حیثیت اب تمہارے نائب کی سی ہو گی۔ مجھے امید ہے تم دونوں یہاں رہتے ہوئے یہاں کے حالات بڑی تیزی سے درست کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

سعید بن اسلم کلابی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خریم بن عمر بول پڑا۔

"ابن اسلم میرے خیال میں ہمیں اب اپنی گفتگو ختم کرنی چاہئے۔ سندر داس کی بیٹی سانکرہ اس وقت بگھی کے اندر موجود ہے میرے خیال میں ہمیں اسے آپ کی

حویلی میں یا کسی اور جگہ منتقل کرنا چاہئے۔"

سعید بن اسلم کلابی کو شاید اس کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ ابن عمر کے یاد دلانے پر وہ چونکا آگے بڑھا بگھی کا پردہ ہٹایا۔ اندر حسین و خوبصورت سانکرہ سہمی سہمی بیٹھی تھی سعید بن اسلم نے اس مخاطب کیا۔

"سانکرہ میری بیٹی میں مکران کا والی سعید بن اسلم ہوں شاید تمہارے باپ سندر داس نے میرے متعلق بتایا ہو گا' بیٹی نیچے آؤ' تمہاری حیثیت ہمارے ہاں ایک بیٹی کی سی ہے تم یہاں محفوظ رہو گی کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے" سانکرہ آہستہ آہستہ نیچے اتری۔

اس موقع پر سعید بن اسلم کلابی کے اہل خانہ جن میں اس کی بیوی اور دو بیٹیاں تھیں وہ بھی حویلی کے صدر دروازے کے پیچھے آن کھڑی ہوئیں تھیں۔ سعید بن اسلم اندر گیا اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا "سانکرہ پہنچ گئی ہے میں اسے اندر لاتا ہوں تم تینوں اس کا بہترین استقبال کرو اور اسے حویلی کے سکونتی حصے کی طرف لے جاؤ اب وہ یہیں قیام کرے گی۔"

پھر سعید بن اسلم باہر آیا سانکرہ کو لے کر وہ اندر گیا جونہی سانکرہ اندر داخل ہوئی سعید بن اسلم کی بیوی اور دونوں بیٹیاں باری باری اس سے لپٹ گئیں تھیں۔ اس سے اپنا تعارف کروایا پھر وہ تینوں سانکرہ کو حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے گئیں تھیں۔

سعید بن اسلم کلابی ایک بار پھر خریم بن عمر کے پاس آیا اور اسے مخاطب کیا۔

"ابن عمر تمہاری غیر موجودگی میں مجاعہ بن **معو** اور بنانہ بن **حنظلہ** کے ساتھ صلاح مشورہ کر کے تمہاری اور مجاعہ بن **معو** کی بہترین رہائش کا انتظام کیا ہے۔ میری حویلی کے ساتھ ہی جو حویلی ہے یہ تقریباً" چار حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک حصے میں پہلے سے ابن حنظلہ رہائش رکھتا ہے تین حصے خالی پڑے ہیں۔ ان تین حصوں میں سے ایک حصہ مجاعہ بن **معو** کے لئے ہے دوسرے حصے میں تمہاری رہائش ہو گی اور تیسرے حصے میں سندر داس کے یہ قاصد رہیں گے۔ تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے ایک مشورہ کیا ہے یہ قاصد یہاں قیام کریں گے اور ان سے ہم بہترین کام لیں گے۔

یہ بھی فیصلہ کیا ہے ان تین میں سے دو کا قیام یہاں ہو گا ایک کو ہم واپس نیرون بھجوا دیں گے تاکہ سندر داس کو اطلاع کر دی جائے کہ اس کی بیٹی سانکرہ بخیریت یہاں پہنچ گئی ہے۔ جو دو یہاں رہیں گے ان کی مدد سے ہم نکامرہ قبیلے کے بحری قزاقوں کے اس گروہ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے جو بدھ مت کے پیروکار ہیں۔ اس سلسلے میں سندر داس نے بھی مجھے تجویز پیش کی تھی کہ نکامرہ قبائل کے بدھ مت کے پیروکاروں کے سردار سے رابطہ قائم کیا جائے اور ان کے ساتھ مل کر ان بحری قزاقوں کا خاتمہ کر دیا جائے جو ہندو مت کے پیروکار ہیں اور اکثر و بیشتر مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار مچاتے ہیں اور قتل و غارت گری کا کام کرتے ہیں۔ سندر داس نے اس سلسلے میں میرے خیال میں نکامرہ قبیلے کے بدھ مت کے سردار کو بھی پیغام بھجوا دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی کوشش کرے گا۔ سندر داس کے جو دو قاصد یہاں رہیں گے ان کے ذریعے نکامرہ قبیلے کے اس گروہ سے رابطہ قائم کیا جائے گا اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہو تو بولو۔"

خریم بن عمر نے جب سعید بن اسلم کلابی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو سندر داس کے ایک قاصد کو تو سانکرہ کی خیریت سے آگاہ کرنے کے لئے واپس نیرون کی طرف بھیجوا دیا گیا جبکہ باقی دو قاصد جن کے نام ہرچند رائے اور بیرومل ہیں انہیں وہاں روک لیا گیا۔

سعید بن اسلم کلابی نے ان دس جوانوں کو جو خریم بن عمر کے ساتھ آئے تھے لشکر گاہ کی طرف روانہ کر دیا ان کی رہائش کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ سعید بن اسلم کی حویلی کے ساتھ جو دوسری حویلی تھی اس کے ایک حصے میں پہلے سے بنانہ بن حنظلہ قیام پذیر تھا دوسرے حصے میں خریم بن عمر ٹھہر گیا تیسرے اور چوتھے حصے میں مجاعہ بن سعو اور سندر داس کے دونوں قاصد ہرچند رائے اور رام رتن نے رہائش کر لی تھی۔

حجاج بن یوسف جو قتیبہ بن مسلم کو اپنا سفیر بنا کر شیعبانی قبیلے کے سردار بسطلم کی طرف روانہ کیا تھا کہ اسے اپنے لشکریوں کے ساتھ ابن اشعت کے ساتھ ملنے سے روکے تو قتیبہ بن مسلم بڑی تیزی سے منزل مارتا ہوا بسطلم کی طرف بڑھا اور رے کے مقام پر جا کر اس سے ملاقات کی۔

دوران ملاقات قتیبہ بن مسلم نے بسطلم کو سمجھایا کہ وہ ابن اشعت کا ساتھ چھوڑ کر حجاج بن یوسف کے ساتھ مل جائے اس میں اس کی بہتری اور بھلائی ہے۔ جواب میں بسطلم نے الٹا قتیبہ بن مسلم کو دعوت دی کہ وہ حجاج بن یوسف کا ساتھ چھوڑ کر ابن اشعت سے مل جائے اسی میں اس کی بھلائی ہے یوں کچھ دیر تک دونوں میں بحث مباحثہ ہوتا رہا جو ناکامی پر ختم ہوا۔ قتیبہ سمجھ گیا کہ بسطلم کسی بھی صورت ابن اشعت کو چھوڑ کر حجاج کا ساتھ نہ دے گا لہٰذا وہ واپس عراق کی طرف روانہ ہوا جبکہ شیعبانی قبیلے کا سردار بسطلم ابن اشعت کی طرف کوچ کر گیا تھا جہاں ابن اشعت نے بڑے شور و زور کے ساتھ حجاج بن یوسف کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریاں مکمل کر لیں تھیں۔ بغاوت تو وہ پہلے ہی کر چکا تھا اب وہ اپنی اس بغاوت کو اس کے حتمی انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔

دوران سفر قتیبہ بن مسلم کو معلوم ہوا کہ حجاج بن یوسف کوفہ سے مستقل رہائش کے طور پر اپنے نئے بسائے شہر واسط کی طرف چلا گیا ہے لہٰذا اب اس نے بھی کوفہ کی بجائے واسط کا رخ کیا تھا۔

واسط شہر کی آبادی کے متعلق ایک عجیب و غریب روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ جس جگہ واسط شہر آباد کیا گیا ہے وہاں لوگوں نے ایک راہب کو دیکھا کہ وہ ایک

مقام کو گندگی اور نجاست سے پاک صاف کر رہا تھا۔ دیکھنے والے لوگوں نے راہب سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا "کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس مقام پر عبادت کے لئے ایک مسجد بنائی جائے گی جہاں خداوند قدوس کی عبادت کی جائے گی لہٰذا میں اس جگہ کو پاک صاف کر رہا ہوں۔"

جن لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا اس کی اطلاع انہوں نے حجاج بن یوسف سے تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ حجاج بن یوسف یہ خبر سن کر بے حد خوش ہوا۔ جس جگہ کو راہب نے پاک صاف کیا تھا وہاں اس نے ایک بہترین اور عمدہ قسم کی مسجد بنانے کا حکم دیا' ساتھ ہی بڑی تیزی کے ساتھ اس نے مسجد کے اطراف میں شہر اور فوجی چھاؤنی کا کام شروع کر دیا اس طرح یہ واسط شہر آباد ہوا اور اسی شہر میں ایک کافی بڑے شامی لشکر کے ساتھ حجاج بن یوسف آ کر قیام کر گیا تھا۔

○

شیبانی قبیلے کا سردار بسطام جب اپنے لشکر کے ساتھ ابن اشعث کے ساتھ جا ملا تو ابن اشعث کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا اور اس نے اپنے عزائم میں مزید تیزی پیدا کر دی جونہی بسطام اس سے آ ملا اس نے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس نے عراق کا رخ کیا اور چاہتا تھا کہ حجاج پر حملہ آور ہو اور جس علاقے پر حجاج گورنر مقرر ہے اس پر قبضہ کرے۔

حجاج بن یوسف کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ابن اشعث اس پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر چکا ہے۔ لہٰذا اس نے امیر المومنین عبدالملک سے استدعا کی کہ ابن اشعث کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے لشکر مہیا کیا جائے عبدالملک اس التجا پر فورا" حرکت میں آیا اور ایک کافی بڑا لشکر اس نے حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کر دیا تھا اس طرح حجاج بن یوسف ابن اشعث کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

○

مسلمانوں کے باغی سردار حارث علافی نے اپنے بیٹے معاویہ اور محمد کے علاوہ

اپنے سینکڑوں جانثاروں اور ساتھیوں کے ساتھ **پنجگور** میں قیام کر رکھا تھا اچانک **پنجگور** میں یہ خبر پھیل گئی کہ شہر میں سندھ کا راجہ داہر داخل ہو رہا ہے۔ جب اس خبر کی تصدیق ہوئی تو حارث علافی اپنے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کے علاوہ اپنے سینکڑوں جانثاروں کے ساتھ باہر نکلا شاندار طریقے سے اس نے راجہ داہر کا استقبال کیا۔ راجہ کو وہ اپنی رہائش گاہ لے گئے راجہ کے ساتھ جو محافظ دستے تھے ان کا شہر کے کھلے میدان میں پڑاؤ کر دیا گیا تھا۔ حارث علافی حویلی میں داخل ہونے کے بعد راجہ داہر اس حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھا۔ حارث علافی معاویہ اور محمد کے علاوہ راجہ داہر کے کچھ سرکردہ سردار بھی وہاں موجود تھے پھر راجہ داہر نے حارث معاویہ اور محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے جانثاروں مجھے افسوس ہے کہ **پنجگور** کی طرف آنے سے پہلے میں نے تم تینوں کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی۔ دراصل میں خود تمہارے ساتھ ملاقات کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے تمہارے ساتھ ایک لائحہ عمل طے کرنا چاہتا تھا پر یہاں آ کر مجھے میرے مخبروں نے ایک ایسی خبر سنائی ہے جس نے میری ساری مشکلات کو حل کر دیا ہے۔ میں نے جو پہلے لائحہ عمل تیار کیا تھا اس کو میں ترک کرتا ہوں اور ایک نیا منصوبہ تمہارے ساتھ طے کرتا ہوں۔

میرے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ چند روز تک مکران میں مسلمانوں کا حاکم سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے نکلے گا۔ سعید بن اسلم کلابی نہ صرف یہ کہ تمہارے ایک سردار کا قاتل بھی ہے بلکہ وہ تم لوگوں کو مکران کی حکمرانی سے محروم کرنے والا بھی ہے۔ تمہارے لئے یہ بہترین موقع ہے اگر تم چاہو تو مکران کی حکمرانی تمہیں مل سکتی ہے میں اس سلسلے میں پوری طرح تمہاری مدد کروں گا۔ میرے ساتھ جو چھوٹا سا لشکر ہے یہ بھی تمہارے لئے وقف ہو گا۔

میں نے تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جونہی سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے نکلتا ہے اس کے ساتھ چند محافظ دستے ہوں گے تم اس پر حملہ آور ہونا اور اس کا کام تمام کر دینا۔ میرے خیال میں جب مکران کے اندر کوئی مسلمان حاکم یا والی نہ رہے گا تو مکران کے اندر جو مسلمان کی عسکری طاقت ہے وہ درہم برہم ہو کر رہ

جائے گی اور تمہارے لیے مکران پر قبضہ کر کے حکومت کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد راجہ داہر تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"حارث میرے عزیز میں سمجھتا ہوں مکران کی حکومت حاصل کرنے کے لئے تمہارے لئے یہ ایک سنہری موقع ہے۔ میرے ساتھ جو لشکر یہاں آیا ہے اسے تم دیکھ ہی چکے ہو تمہارے ساتھ تمہارے سینکڑوں جانثار ہیں اس طرح تمہارے ساتھ ہزاروں پر مشتمل ایک لشکر ہو سکتا ہے اسے لے کر تم حملہ آور ہونا۔ سعید اسلم کلابی کا خاتمہ کرنے کے لئے تمہیں صرف چند جانثاروں کی ضرورت ہے لیکن سعید بن اسلم کلابی کو ختم کرنے کے لئے تمہیں مزید آگے بڑھنا ہے اور جو لشکر تمہارے ساتھ ہو گا اسے لے کر مکران کے اندرونی حصے کی طرف پیش قدمی کرنا اور سارے علاقے پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لینا۔ میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ اگر تم سعید بن اسلم کلابی کا خاتمہ کر لیتے ہو تو میں مکران پر تمہاری مستقل حکومت کو تسلیم کر لوں گا۔

جب تک تم اس کام سے فارغ نہیں ہوتے میں یہیں **پنجگور** ہی میں قیام کروں گا میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ جو لشکر میرے ساتھ آیا ہے اس میں سے چند دستے میری حفاظت کے لئے یہاں رہیں گے باقی سارے لشکر کو تم ساتھ لے جا سکتے ہو۔ اس طرح اس لشکر کی مدد سے مکران پر قبضہ کر لو اگر تم اس سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو یاد رکھنا آنے والے دنوں میں کبھی بھی تم مکران کی حکومت حاصل نہ کر سکو گے، بولو کیا کہتے ہو۔"

راجہ داہر کی اس پیش کش پر حارث علافی خوش ہو گیا تھا اس کے بیٹے معاویہ اور محمد بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے تینوں نے آپس میں کچھ دیر تک کھسر پھسر کی پھر راجہ داہر کو مخاطب کرتے ہوئے حارث بول پڑا۔

"راجہ جو پیشکش آپ نے کی ہے اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار اور ممنون ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جونہی مکران کا مسلمان حکمران سعید بن اسلم

کلابی خراج کی وصولی کے لئے نکلتا ہے میں اس پر حملہ کروں گا اور اس کا خاتمہ کر دوں گا۔ پھر جو میرے اپنے جانثار ہیں ان کے علاوہ جو لشکر آپ مجھے مہیا کریں گے ان کے ساتھ میں مکران پر حملہ آور ہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ دنوں کے اندر پورے مکران پر چھا کر وہاں اپنی حکومت مستحکم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو جہاں آپ مجھے یہ ضمانت دیتے ہیں کہ آپ مستقل طور پر مجھے مکران کا حاکم تسلیم کریں گے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں اور میری نسل مکران کی حکمران رہے گی آپ کی مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے گی اور مغرب کی طرف سے ہماری موجودگی میں آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں اٹھے گا۔ میں آپ کی حیرت کے لئے آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ کوفہ میں جو اس وقت ہمارے قبیلے کا سردار ہے جس کا نام سلیمان ہے اس نے بھی ایک تیز رفتار قاصد ہماری طرف بھجوا کر ہمیں تلقین کی ہے کہ ہم مکران کے موجودہ حکمران سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر کے وہاں اپنی حکومت بنانے اور اس کو مستحکم کرنے میں لگ جائیں۔ سو راجہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سعید بن اسلم کلابی کو قتل کرنے اور مکران میں اپنی حکومت قائم کرنے کا فریضہ ہم بہت جلد ادا کریں گے۔"

حارث علافی کی اس گفتگو سے راجہ داہر بے حد خوش اور مطمئن ہوا اس نے وہیں قیام کر لیا تھا جبکہ حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹوں نے سعید بن اسلم کلابی کے قتل اور مکران میں اپنی حکومت بنانے کے کام کے لئے بڑی تیزی اور زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں تھیں۔

○

ایک روز خریم بن عمر مکران کے والی سعید بن اسلم کلابی کی حویلی میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہیں سعید بن اسلم نے اس کا بہترین استقبال کیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن عمر میرے بیٹے مجھے تمہارا ہی انتظار تھا میں نے تمہیں بلایا ہے اور ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں آؤ میرے ساتھ دیوان خانے میں

آؤ۔"

خریم بن عمر چپ چاپ سعید بن اسلم کلابی کے ساتھ ہو لیا تھا دونوں دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گئے پھر سعید بن اسلم کلابی نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ابن عمر میرے بیٹے میں تم سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس روز تم یہاں وارد ہوئے تھے اس سے اگلے روز میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ میری صرف دو بیٹیاں ہیں جن کی میں نے شادیاں کر رکھی ہیں ان کے شوہر بھی یہیں رہتے تھے پچھلے کئی روز سے میری بیوی اور میری بیٹیاں واپس اپنے قبیلے کی طرف جانے کے لئے زور دے رہی تھیں۔ آج میں نے اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو ان کے شوہروں کے ساتھ واپس اپنے قبیلے کی طرف روانہ کر دیا ہے یہ تو پہلی خبر ہے بیٹے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ میں خراج وصول کرنے کے لئے نکل رہا ہوں اور اس کے لئے مجھے کئی دن لگ سکتے ہیں۔ اب جبکہ میری بیوی میری بچیاں جا چکی ہیں تو اس حویلی میں سائکرہ اکیلی ہے۔ گو حویلی کی حفاظت کے بہترا انتظامات ہیں اور حویلی کے اندر سائکرہ کی خدمت کے لئے ایک ملازمہ بھی ہے اس ملازمہ کا نام ساول ہے یہ اس حویلی میں کام کرنے والی پرانی عورت ہے بیوہ اور بانجھ ہے انتہائی مخلص اور نیک دل عورت ہے میری غیر موجودگی میں یہ ساول ہی سائکرہ کے ساتھ رہے گی اور اس کی خدمت کرے گی۔

یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ حویلی کے گرد حفاظت کے بہترین انتظامات ہیں پھر بھی میں تمہیں تاکید کر کے روانہ ہونا چاہتا ہوں کہ میرے بعد سائکرہ کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو بیٹے تم اس کا خیال رکھنا" پھر خریم بن عمر کے جواب کا انتظار کئے بغیر سعید بن اسلم کلابی دیوان خانے کے دروازے پر آیا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

"سائکرہ میری بیٹی ذرا بھاگ کر ادھر آؤ" آواز دینے کے بعد سعید بن اسلم کلابی دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسین و پر جمال سائکرہ دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس نے خریم بن عمر پر ڈالی پھر سعید بن اسلم کلابی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اے عم کیا آپ نے مجھے آواز دی کیا آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے" سائکرہ

کے طرز تخاطب اور اس کی شیریں گفتگو سے سعید بن اسلم کلابی مسکرا دیا تھا بڑے پیار اور بڑی پدرانہ شفقت میں اس نے اپنے پہلو میں ہاتھ مارا۔

"بیٹی یہاں آ کر بیٹھو پھر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔"

آہستہ آہستہ شرماتے اور لجاتے ہوئے سائکرہ آگے بڑھی اور سعید بن اسلم کلابی کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی تب سعید بن اسلم کلابی نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میری بیٹی جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں خراج کی وصولی کے لئے نکل رہا ہوں خراج کی وصولی کے لئے مجھے کچھ دن لگ سکتے ہیں اس طرح حویلی میں تمہیں اکیلا رہنا ہو گا۔ حویلی کے حفاظتی انتظامات سے بھی میں تمہیں آگاہ کر چکا ہوں اور ساول کو بھی سمجھا چکا ہوں کہ وہ ہمہ وقت تمہارے ساتھ رہے گی اور تمہاری خدمت کے فرائض انجام دیتی رہے گی۔

"میری بچی اسی غرض سے میں نے خریم بن عمر کو بلایا ہے ساری صورت حال سے اسے میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ میری غیر موجودگی میں یہ خود بھی تمہاری حفاظت کا اہتمام کرے گا تم پر نگاہ رکھے گا تمہارا خیال رکھے گا میری بیٹی میری غیر موجودگی میں تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو تم بلا جھجک خریم بن عمر سے رابطہ قائم کرنا یہ تمہیں ہر چیز مہیا کرے گا۔"

سعید بن اسلم کلابی کہتے کہتے رکا کچھ سوچا پھر وہ خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"سن بیٹے اس سے پہلے اسی موضوع پر میں اپنے بھائی مجاعہ بن معو تمیمی سے بھی گفتگو کر چکا ہوں سائکرہ کا بھی اس سے سامنا کروا چکا ہوں اور اسے بھی تاکید کی ہے کہ میری غیر موجودگی میں وہ بھی سائکرہ کا خیال رکھے اور وہ ایک عمدہ انسان اور نیک خو ساتھی ہے میں سمجھتا ہوں ایسے لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔

خریم میرے بیٹے تم نکامرہ قبیلے اور مکی کو اپنا مسکن بنانے والے مسلمانوں کے دشمن مجوسیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ مجھے واپس آنے دو پھر اس موضوع پر گفتگو کریں گے اور پھر ان دو مہموں کو آخری شکل دیں گے۔ مکی کو اپنا مرکز بنا کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے مجوسی یقیناً" ہمارے لئے ایک بہت

بڑا خطرہ ہیں اور ان کا سردار نرمیش مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا۔

جہاں تک ساحلی قبائل نکامرہ کا تعلق ہے تو ان کی صورت حال مختلف ہے وہ دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں ایک ہندو ہیں دوسرے بدھ مت۔ بدھ مت والوں کو پہلے ہم اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد دوسرے قبائل پر حملہ آور ہو کر ان کی طاقت اور قوت کو توڑنے کی کوشش کریں گے پر یہ سارے معاملات واپس آکر تمہارے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد میں طے کروں گا اس کے بعد ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔"

سعید بن اسلم کلابی جب خاموش ہوا تو سانکرہ کے بجائے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سندر داس کی بیٹی کل سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے کوچ کر جائیں گے ان کی غیر موجودگی میں اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اپنی ملازمہ ساول کو بھیج دیا کرنا۔ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو گی اس کے ہاتھ میں روانہ کر دیا کروں گا۔ جہاں تک اس حویلی میں تمہاری حفاظت کا تعلق ہے تو حویلی کی حفاظت کے لئے انتظامات پہلے ہی سعید بن اسلم کلابی نے کیے ہیں' میں انہیں مزید سخت بنا دوں گا۔ یہاں اکیلے رہتے ہوئے تمہیں کسی خوف یا خدشے کا شکار نہیں ہونا چاہئے جب تک میں یہاں ہوں دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

جب تک خریم بن عمر بولتا رہا سانکرہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی وہ گفتگو کر رہا تھا پر سانکرہ کی طرف دیکھنے کے بجائے وہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا اور سانکرہ کو اس کی یہ ادا ایسی بھلی لگی کہ وہ اس کی طرف دیکھے بھی جا رہی تھی اور اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی کھیل رہی تھی پھر اس خاموشی کو سعید بن اسلم کلابی نے توڑا۔

"سانکرہ میری بیٹی یہیں دیوان خانے میں کھانے کے برتن لگاؤ خریم بن عمر آج میرے ساتھ ہی کھانا کھائے گا" اس پر تقریباً" اچھلتے ہوئے سانکرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی' کھانے کے برتن اس نے وہیں لگا دیئے سعید بن اسلم کلابی اور خریم بن

عمر دونوں نے مل کر کھانا کھایا پھر خریم وہاں سے چلا گیا تھا۔ اگلے روز سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے مکران سے کوچ کر گیا تھا۔

○

سعید بن اسلم کلابی کی بد قسمتی کہ جس وقت وہ مکران کے نواحی علاقوں سے خراج وصول کر رہا تھا دریائے دشت کے اس پار حارث علافی کے بیٹے معاویہ اور محمد ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے۔ سعید بن اسلم کے ساتھ چند دستے تھے جن پر معاویہ اور محمد فطرت سے بغاوت کرنے والے شیاطین کی طرح نازل ہوئے عذاب کی طرح چھانے لگے تھے۔ ان کے پاس کیونکہ ایسا لشکر تھا جو تعداد میں کافی زیادہ تھا لہٰذا وہ تیزی سے سعید بن اسلم کے محافظ دستوں پر غالب آنے لگے تھے سعید بن اسلم کلابی اور اس کے جان نثار زیادہ دیر تک ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے سعید بن اسلم کلابی کے علاوہ اس کے محافظ دستوں کا بھی کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔

اس کے بعد حارث علافی اور اس کے بیٹوں نے اس لشکر کو بھی اپنے ساتھ لیا جو راجہ داہر نے انہیں مہیا کیا تھا پھر انہوں نے مکران کے اندرونی علاقوں کا رخ کیا اور اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو تباہی اور بربادی کے خون میں ڈبونے لگے تھے۔

مکران میں مسلمانوں کی خوش قسمتی کہ سعید بن اسلم کلابی کے محافظ دستوں میں سے کچھ اپنی جان بچا کر مکران کی طرف بھاگے اور سیدھے اسی حویلی میں داخل ہوئے جس میں خریم بن عمر، مجاعہ بن سعر تمیمی اور بنانہ بن حنظلہ کلابی نے رہائش رکھی ہوئی تھی تینوں اس وقت ایک کمرے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے تب سعید بن اسلم کلابی کے محافظ دستوں سے بھاگنے والے اس کمرے میں داخل ہوئے تو وہ تینوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے پھر آنے والوں میں سے ایک بول پڑا۔

''ہم آپ لوگوں کے لئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں سعید بن اسلم

کلابی پر حارث علافی کے بیٹوں معاویہ اور محمد نے حملہ کیا سعید بن اسلم کلابی کو انہوں نے قتل کر دیا اور جو ان کے ساتھ دستے تھے ان کا بھی صفایا کر دیا گیا ہے ہم بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر یہاں پہنچے ہیں۔

''مزید یہ کہ راجہ داہر نے بھی انہیں ایک لشکر مہیا کیا ہے اس لشکر کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے مکران کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جس سمت کا بھی وہ رخ کر رہے ہیں حسرت کدوں کا سا لرزہ عام طاری کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جس طرح وقت کی گردش میں سرگرداں سیارے اور راتوں کے سہمے لمحات میں پتے اڑتے ہیں اسی طرح لوگ ان کے سامنے بھاگتے پھر رہے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح ہر ذی نفس کے سانسوں کو شعلوں میں تبدیل کرتے رہے اور ہر سو نزع کی بے صورت حکایات پھیلاتے رہے تو یاد رکھئے گا بہت جلد وہ مکران میں آن وارد ہوں گے پھر ان کی راہ روکنا مشکل ہو جائے گا۔''

یہ خبر سن کر خریم بن عمر کا چہرہ شعلوں کی بے تابی جیسا ہو کر رہ گیا تھا وہ آنکھیں یوں قہر بھری آگ برسانے لگی تھی جیسے گہری رات کی تاریکی میں مہیب عذاب چاروں طرف رقصاں ہو گئے ہوں۔ بنانہ بن حنظلہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی مجاعہ بن سعر تمیمی بھی غصے میں ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ تھوری دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد خریم بن عمر نے مجاعہ بن سعر تمیمی کو مخاطب کیا۔

''اے ابن سعر آپ عمر میں میرے باپ کی طرح ہیں میرے لئے بزرگ اور قابل احترام ہیں اب جبکہ سعید بن اسلم کلابی کو حارث علافی کے دونوں بیٹوں نے قتل کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو ان سے متعلق لائحہ عمل طے کرنے کے لئے میں ایک تجویز پیش کروں اس لئے کہ سعید بن اسلم کلابی کی موت کے بعد اب آپ ہی ان علاقوں کے والی اور حکمران ہیں آپ ہی کا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہو گا۔''

خریم بن عمر شاید کچھ اور کہتا کہ ہاتھ کے اشارے سے مجاعہ بن سعر نے اسے روک دیا خریم بن عمر جب چپ ہوا تو مجاعہ بن سعر تمیمی نے کہنا شروع کیا۔

''ابن عمر میرے بیٹے جس وقت میں کوفہ سے تمہارے ساتھ ان سرزمینوں کی

طرف روانہ ہوا تو کوفہ کے راستے میں بھی میں نے تم پر واضح کیا تھا کہ تمہاری حیثیت مکران میں نہ صرف میرے بیٹے اور ایک عمدہ صلاح کار سی ہو گی بلکہ لشکریوں کی حرکت کے معاملے میں تمہارا فیصلہ میرے لئے آخری ہوا کرے گا۔ یہ درست ہے کہ سعید بن اسلم کلابی کے بعد میں ہی ان علاقوں کا والی ہوں لیکن کیونکہ تم لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہو لہٰذا اس صورت حال میں تمہارا فیصلہ میرے اور بنانہ بن حنظلہ کے لئے آخری ہوا کرے گا۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی عاجزی اور انکساری کا اظہار نہ کرنا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

ابن سعو جب خاموش ہوا تو خریم بن عمر نے کہنا شروع کیا۔

"یہ ہولناک خبر سن کر میں نے جو ارادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں چند دستے شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑے جائیں گے لشکر کے باقی حصے کو لے کر میں اور بنانہ یہاں سے کوچ کریں گے اور حارث علافی کے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کی راہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ اگر بہت جلد ان کا سامنا نہ کیا گیا تو یاد رکھنا وہ مکران کے اندر وسیع علاقوں پر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلیں گا اور یہ کھیل ایسا خونی ہو گا کہ ہمارے لئے اسے سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔"

ابن سعو نے خریم بن عمر کو زیادہ بولنے کی مہلت نہ دی لہٰذا وہ بیچ میں ہی بول پڑا۔

"میرے بیٹے جو کچھ تم نے کرنا ہے وہ کرو تمہاری ہر تجویز آخری ہے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

ابن سعو کی اس گفتگو سے خریم بن عمر مطمئن ہو گیا تھا پھر اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

"بنانہ میرے بھائی لشکر کو فوراً" کوچ کا حکم دو' چند دستوں کو مکران میں حفاظت کے لئے مقرر کرو آؤ باقی لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کریں جو جوان سعید بن اسلم کلابی کے حفاظتی دستوں سے بھاگ کر آئے ہیں وہ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی کریں گے۔ میرے خیال میں ہمیں بہت جلد معاویہ اور محمد کا سامنا کرنا چاہئے ورنہ راجہ داہر کے مہیا کردہ لشکر کے ساتھ وہ اپنی بربادی اور تباہی کی داستان کو طول دیتے چلے جائیں

گے۔"

بنانہ بن حنظلہ فوراً" حرکت میں آیا لشکر کو اس نے کوچ کا حکم دیا چند دستے مکران کی حفاظت کے لئے مقرر کئے باقی لشکر کو لے کر خریم بن عمر اور بنانہ دونوں اس طرف کوچ کر گئے تھے جہاں انہیں دشمن کا سامنا کرنا تھا۔

○

راجہ داہر کے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرنے والے محمد اور معاویہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ان کی راہ روکنے کے لئے مسلمانوں کا ایک لشکر بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے لہٰذا اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے صحرائے مکران میں دریائے دشت کے بائیں کنارے پر پڑاؤ کر لیا تھا۔ شاید وہ وہیں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ سے ٹکرانا چاہتے تھے۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ بھی بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے دریائے دشت کے کنارے آئے اور انہوں نے دیکھا کہ دریا کے دوسرے کنارے پر دشمن خیمہ زن تھا خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو وہاں روک دیا۔ اور قبلہ رو ہو کر دعا کے انداز میں اس نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور اپنے خداوند قدس کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

اے میرے اللہ اس میں شک نہیں کہ میں اب تک ایک معمولی گڈریا اور ریوڑ چرانے والا ہوں میرے اللہ تو ہی اپنے رسولوں اپنے پیغمبروں کو گلہ بانی سے جہان بانی کے مرتبے تک لے جاتا رہا ہے میرے اللہ! میں سارے پیغمبروں اور رسولوں کی تقدیر کے صدقے میں تجھ سے اپنی مدد اور نصرت کی التجا کرتا ہوں۔"

دعا مانگنے کے بعد ایک بار مڑ کر خریم بن عمر نے دشمن کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر دور دور تک سکون اور آنکھوں میں آسودگی تھی لگتا تھا جیسے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اس نے اپنے رب کے ساتھ کوئی معاملہ طے کر لیا ہو۔ اس کے بعد اس نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ دوسرے کنارے کی طرف جانے کے لئے دریائے دشت کو عبور کر رہا تھا۔

دریائے دشت کو عبور کرتے ہوئے خریم بن عمر نے اپنے لشکر کی ترتیب کو

درست رکھا' اس نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک حصہ اس کے پاس تھا دوسرا بنانہ بن حنظلہ کی سرکردگی میں تھا۔ اسے یقین تھا کہ جونہی دریائے دشت کے دوسرے کنارے پر وہ جائے گا دشمن اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لہٰذا دریا کے اندر ہی اس نے اپنی جنگی ترتیب کو درست کر لیا تھا۔

جونہی خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچے معاویہ اور محمد اپنے اور راجہ داہر کے لشکر کے ساتھ تاریک راہوں کو اپنی ٹھوکر پر رکھنے والی جہنم کی آتش ناکی اور خوف ناک سیاہ راتوں میں ہولناک اور طاقتور موت کی طرح خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے بھی عجیب کھیل کی ابتداء کی وہ بھی مرگ کا کھیل کھیلنے والے اور فضاؤں کو ہلا کر رکھ دینے والی آندھیوں کے عذاب ناک جھکڑوں اور چڑھی تیوریوں اور اینٹھی ہوئی گردنوں کو جھکا دینے والے پر سطوت اور پر جبروت عناصر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔

صحرائے مکران میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت گرم بیابانوں کی ریگ کی طرح ہر ذی حیات کی سانسوں میں تحلیل کرنے لگی تھی اس موقع پر جبکہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا رہے تھے اچانک اپنے گھوڑے پر سوار خریم بن عمر بلند آواز میں بول پڑا اس نے پہلے دشمن کو مخاطب کیا تھا۔

"سنو بدبختیوں کے پیچھے بھاگنے والو موت کے سایوں کے متمنیو یاد رکھنا تمہارے سامنے ہم کوئی سبزہ زار نہیں جسے تم کاٹ پھینکو گے ہم تو زمین کے بطن سے نکلنے والے پر عذاب لمحوں کی طرح تمہارا سامنا کریں گے۔ سنو خدائی قانون کو سالٹ کرنے والو میرے خداوند نے چاہا تو دریائے دشت کے کنارے تمہاری قسمت تمہارے مقدر میں بدبختی نامرادی اور شکست کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔"

دشمن کو مخاطب کرنے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کیا۔

"سنو اسلام کے فرزندو! میرے صاحبو! میرے مہربانو! دشمن تمہارے سامنے اب یہ چند لمحوں کے مہمان ہیں کمر کے غلاف میں شورش اور اضطراب کے بدترین عذابوں کی طرح ان پر وارد ہو جاؤ۔ فنا کے آنچل اور شکست دریخت آثار پھیلا

انوکھی اور پراسرار قوتوں کی طرح ان کی سانسوں کی ڈوریوں کو کاٹتے چلے جاؤ اور لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد کو کم کرنے کی کوشش کرو" اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر نے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کیں پھر وہ انوکھے انداز میں دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔

اپنے سپہ سالار کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے مسلمان لشکر آتش اور انگاروں کی طرح بھڑک اٹھے تھے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ انہوں نے راجہ داہر اور معاویہ اور محمد کے لشکر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ ان تیز اور جان لیوا حملوں کو وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اپنے آدھے لشکر کو کٹوانے کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے دور تک ان کا تعاقب کیا اور ان کے بچے کچھے ہوئے لشکر کا بھی کافی بڑا حصہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ معاویہ اور محمد بڑی مشکل سے چند دستوں کے ساتھ اپنی جانیں بچا کر پنجگور کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

○

راجہ داہر اور حارث علافی دونوں پنجگور میں قیام کیے ہوئے بڑی بے چینی سے معاویہ اور محمد کی کارگزاری کا نتیجہ سننے کے منتظر تھے۔ انہیں یقین تھا کہ سعید بن اسلم کلابی اور اس کے محافظ دستوں کا خاتمہ کرنے کے بعد وہ مکران کے اندر دور تک گھستے چلے جائیں گے اور مکران میں مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی حکومت قائم کر لیں گے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کچھ مخبر اور قاصد مقرر کر رکھے تھے جنہیں راجہ داہر اور حارث علافی نے احکامات جاری کر رکھے تھے کہ وہ معاویہ اور محمد کی نقل و حرکت سے انہیں پوری طرح آگاہ رکھیں۔

ایک روز راجہ داہر اور حارث علافی دونوں پنجگور میں حارث علافی کی حویلی میں کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ راجہ داہر کا محافظ اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک ایک مخبر آیا ہے وہ حارث علافی کے بیٹوں معاویہ اور محمد سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے" ان الفاظ پر حارث علافی ہی نہیں راجہ داہر بھی چونکا تھا جو گفتگو وہ کر

رہے تھے انہوں نے موقوف کر دی اور اپنے اس مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے راجہ داہر بول پڑا۔

"جو مخبر آیا ہے اسے روکنے کی ضرورت نہیں تھی اسے فی الفور بھیجو تاکہ میں جانوں کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

وہ محافظ باہر نکل گیا تھوڑی دیر تک ایک مخبر اندر آیا اس نے راجہ داہر کو تعظیم دی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں' جو لشکر آپ نے مہیا کیا تھا اسے اور اپنے لشکر کو لے کر معاویہ اور محمد صحرائے مکران کے دریائے دشت کی طرف گئے وہاں ان کا ٹکراؤ مسلمانوں کے والی سعید بن اسلم کلابی اور ان کے دستوں سے ہوا معاویہ اور محمد کی خوش قسمتی کہ سارے دستوں کا صفایا کر دیا گیا اور سعید بن اسلم کلابی کا خاتمہ کر دیا گیا۔"

قاصد یہیں تک کہہ پایا تھا کہ راجہ داہر مسکرا کر بول پڑا۔

"اس میں بری خبر کون سی ہے یہ تو ایک بہت اچھی خبر ہے کہ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق معاویہ اور محمد نے سعید بن اسلم کلابی کا خاتمہ کر دیا اور اس کے سارے محافظ دستوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ دونوں بھائی مسلمانوں کی حدود میں کہاں تک آگے بڑھے ہیں۔"

جواب میں مخبر کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی پھر غمگین سی آواز میں وہ بول پڑا۔

"آگے نہیں بڑھے دشت کے کنارے رک گئے' دریائے دشت کے کنارے ان دونوں بھائیوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا کہ سامنے کی طرف سے ایک قوت آئی مسلمانوں کا وہ ایک ایسا لشکر تھا جس کی تعداد معاویہ اور محمد کے لشکر سے یقیناً پانچ چھ گناہ کم تھی۔ لیکن وہ ایک لشکر نہیں تھا آگ کا ایک بگولہ اور بربادی کا برستا ہوا ایک بادل تھا۔ دریائے دشت کو عبور کرتے ہی وہ حملہ آور ہوا اور آن کی آن میں اس نے معاویہ اور محمد کے لشکر کو شکست دی لشکر کی اکثریت کو انہوں نے تہہ تیغ کر دیا۔ بچے کھچے دستوں کے ساتھ معاویہ اور محمد پنجگور کا رخ کر رہے ہیں تھوڑی دیر تک وہ

پنجگور میں داخل ہوں گے۔"

اس خبر سے لگتا تھا کہ راجہ داہر کے اوسان خطا ہو کر رہ گئے ہیں۔ حارث علافی حیرت و استعجاب اور فکر مندی سے کبھی راجہ داہر کبھی آنے والے اس مخبر کی طرف دیکھتا تھا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ راجہ داہر اس سے پہلے ہی بول پڑا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ معاویہ اور محمد پر حملہ آور ہونے والی وہ قوت کون سی تھی" اس پر مخبر نے کہنا شروع کیا۔

"میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس کے متعلق تحقیق کی ہے' دراصل ہم نے مکران پر حملہ آور ہونے میں جلد بازی کی ہے پہلے ہمیں مکران کے حالات کا جائزہ لینا چاہئے تھا جو خبریں میں نے حاصل کیں ہیں ان کے مطابق چند روز پہلے دو اشخاص مکران میں وارد ہوئے۔ ایک کا نام مجاعہ بن سعو تمیمی ہے اسے سعید بن اسلم کلابی کا نائب بنا کر بھیجا گیا تھا دوسرے کا نام خریم بن عمر ہے اور اسے مکران کے اندر مسلمانوں کا جس قدر لشکر ہے اس کا سپہ سالار اعلیٰ بنایا گیا تھا۔

اس سے پہلے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ خود سعید بن اسلم کلابی تھا اور ایک شخص جس کا نام بنانہ بن حنظلہ ہے وہ اس کا نائب تھا۔ اب خریم بن عمر لشکریوں کا سالار ہے اور بنانہ بن حنظلہ اس کا نائب ہے مسلمانوں کا جو لشکر ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا اس کی کمانداری خود خریم بن عمر کر رہا تھا جبکہ بنانہ بن حنظلہ اس کا نائب تھا۔ ان دونوں نے حملہ آور ہو کر ہمارے لشکر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔"

تھوڑی دیر کے لئے راجہ داہر کی گردن جھکی رہی اس نے انتہائی دکھ اور افسوس میں حارث علافی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا "میں تو سمجھتا تھا کہ سعید بن اسلم کلابی کے بعد مسلمانوں کی کوئی قوت نہ رہے گی جو معاویہ اور محمد کا راستہ روکتیں۔ لیکن لگتا ہے مسلمانوں نے پہلے ہی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے احتیاطی تدابیر کر رکھی ہیں۔"

راجہ داہر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ حارث علافی بول پڑا "میں جانتا ہوں کہ یہ ساری کاروائی حجاج بن یوسف کی ہے وہ بڑا مکار شخص ہے بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے پہلے بڑی سوچ سمجھ سے قدم اٹھاتا ہے۔ جب قدم

اٹھا لیتا ہے تو پھر روندے بغیر نہیں رہتا یقیناً" اس نے یہاں کے حالات کو دیکھتے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ مجاعہ بن سعو اور خریم بن عمر کو ان سرزمینوں کی طرف بھیجا تھا۔ اب ہمیں حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مکران پر حملہ آور ہونا چاہئے اس لئے کہ سعید بن اسلم کلابی کے بعد اب یہ مجاعہ بن سعو تمیمی مکران کا والی ہو گا جبکہ اس کے ساتھ خریم بن عمر جو سالار بنا کر بھیجا گیا ہے وہ یقیناً" بے پناہ قوت اور صلاحیتوں کا مالک ہو گا۔ میں ایک بات آپ پر واضح کر دوں حجاج بن یوسف بڑا تیز بڑا فہم و فراست کا شخص ہے اس نے یونہی نہیں خریم بن عمر کو یہاں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا ہو گا۔ اس میں یقیناً" ایسی صلاحتیں ہوں گی کہ اس نے اسے اس منصب کے لئے چنا لہٰذا آئندہ ہمیں اس کا مقابلہ سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا" جب تک حارث علافی بولتا رہا راجہ داہر گردن جھکائے خاموشی سے سنتا رہا حارث کے خاموش ہونے پر راجہ داہر بول پڑا۔

"حارث میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے آئندہ ساری صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے حملہ آور ہوا جائے گا' میں مزید ایک لشکر بھجواؤں گا جو یہاں **پنجگور** میں تمہارے پاس قیام کرے گا تم اپنی ساری قوت کو **پنجگور** میں جمع کر لو۔ اس کے علاوہ اب میں تیز رفتار قاصد نکامرہ قبائل کے سردار موبل کی طرف بھجواتا ہوں اور اس سے لائحہ عمل طے کرتا ہوں کہ وہ بھی ایک لشکر مہیا کرے جو ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ ساتھ ہی میں ایک تیز رفتار قاصد کرمان کی طرف روانہ کروں گا وہاں وہ مجوسیوں کے سالار اعلیٰ نرمیش سے ملے گا اس سے بھی اس سلسلے میں معاملہ طے کرے گا۔ یہ سارے معاملات طے کرنے کے بعد جو صورت حال سامنے آئے گی وہ کچھ اس طرح ہو گی۔

مغرب کی طرف سے نرمیش کرمان کے شہر کمی سے اٹھے گا اپنی پوری طاقت کو مشرق کی طرف لائے گا۔ ساحل سمندر کی طرف سے موبل اپنے خونخوار بحری قزاقوں کے ساتھ شمال کا رخ کرے گا جبکہ مشرق کی طرف سے تمہارے دونوں بیٹے ایک بار پھر ایک لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے کوچ کریں گے۔ اس طرح تین اطراف سے مسلمانوں پر حملہ کیا جائے گا تو میرے خیال میں مکران سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا

بوریا بستر سمیٹ دیا جائے گا اور اس طرح سے مغرب کی طرف سے آئندہ کسی قسم کا خطرہ نہ رہے گا۔"

حارث علافی تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں راجہ داہر کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"راجہ یہ ایک عمدہ ترکیب ہے اس پر کامیابی کے ساتھ عمل کیا جائے تو میرے خیال میں مکران میں مسلمانوں کے قدم کبھی بھی جمنے نہ پائیں گے" راجہ داہر جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حارث علافی کے بیٹے معاویہ اور محمد داخل ہوئے۔ راجہ داہر اور حارث علافی دونوں اس کمرے سے باہر آئے بڑے پر جوش انداز میں دونوں سے مصافحہ کیا پھر راجہ داہر نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"مجھے خبر مل گئی ہے کہ تم دونوں کو شکست ہوئی ہے پر جس قوت نے تمہیں شکست دی ہے وہ قوت کوئی معمولی قوت نہیں اور جو لشکر تمہیں مہیا کیا گیا تھا اس لشکر کو شکست دینا کسی عام قوت کے بس کا روگ نہ تھا۔"

راجہ داہر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ حارث کے بیٹے معاویہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"راجہ ہمیں امید تک نہ تھی کہ مسلمانوں کی کوئی ایسی قوت بھی ہمارا راستہ روکے گی۔ لیکن یہاں مسلمانوں کا ایک نیا سالار آیا ہے اس کے حملہ آور ہونے کا انداز نیا تھا لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے اور ان میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کا طریقہ کار بھی اس کا نرالا تھا۔ اس کی تقریر کے بعد اس کے لشکری آگ کے بگولے اور شعلوں کا طوفان بن کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارا کوئی لشکری ان کے سامنے جم نہ سکا حالانکہ ان کے لشکر کی تعداد ہم سے کافی کم تھی۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم دونوں بھائیوں کو پھر بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس کے لئے ہم دونوں بھائی شرمندہ ہیں۔"

راجہ داہر کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی معاویہ اور محمد کا شانہ باری باری تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے باپ کے ساتھ میں نے آئندہ کا ایک لائحہ عمل طے کیا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک یہاں سے واپسی کے لئے کوچ کروں

گا جانے سے پہلے یہیں سے میں نکامرہ قبائل کے سردار مومل اور کرمان میں زمیش کی طرف تیز رفتار قاصد بھجواؤں گا اور ان کے نام میں تمہارے باپ کے ساتھ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق پیغامات روانہ کروں گا۔ میرا پیغام ملنے کے بعد وہ میرے ساتھ رابطہ کریں گے پھر ایک مقررہ دن تین اطراف سے مکران کے مسلمانوں پر حملہ کیا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ جب اس تین طرفہ حملے سے مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑے گا تو ان کے قدم ہمارے سامنے کہیں بھی جمنے نہ پائیں گے۔ میرے خیال میں انہیں اپنی پشت پر کوئی جائے پناہ نہ ملے گی صرف موت ہی ان کا آخری مسکن ہو گا۔"

راجہ داہر کی ایسی پذیرائی کو دیکھتے ہوئے معاویہ اور اس کے بھائی دونوں مطمئن ہو گئے تھے پھر راجہ داہر نے وہیں سے نکامرہ قبائل کے سردار مومل اور کرمان میں مجوسیوں کے سالار اعلیٰ زمیش کی طرف تیز رفتار قاصد بھجوائے جبکہ خود وہ اپنے مرکزی شہر اروڑ یعنی الور کی طرف چلا گیا تھا۔

○

ایک دن خوبصورت سانکرہ حویلی کے مدوّر ستونوں کی راہداری میں بیٹھی تھی اس کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس ڈھیر میں سے موٹی کھجوریں چن چن کر ایک طرف رکھتی جا رہی تھی چھوٹی اور باریک کھجوریں علیحدہ کرتی جا رہی تھی ایسے میں حویلی کی خادمہ ساول تقریباً" بھاگتی ہوئی اندر آئی اور چپ چاپ سانکرہ کے پاس آن کھڑی ہوئی۔ سانکرہ نے اس کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"تم خالی ہاتھ آ گئی ہو' جو چیزیں میں نے لانے کے لئے بھیجا تھا وہیں رکھتی اور لے کر آتی۔ کیا میری چیزیں لانے کے لئے خریم بن عمر بازار کی طرف گئے ہیں یا ابھی اپنی حویلی ہی میں ہیں۔"

ساول بیچاری منہ سے کچھ نہ بولی اس کی گردن جھکی ہوئی تھی فکر مند تھی پریشان اور ملول سی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سانکرہ کے چہرے کی حالت بھی بدل گئی پھر بڑے غور سے اس نے ساول کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے تم بولتی کیوں نہیں تمہاری گردن کیوں جھکی ہوئی ہے کیا کوئی افسوس ناک حادثہ پیش آ گیا ہے" اس پر ساول کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ اس کی حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے دل کے تہہ خانوں سے اٹھتی ہوئی ہچکیوں کو اپنے حلقوم میں بڑی مشکل سے روک رہی ہو۔

صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے سانکرہ فوراً" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پہلے وہ طہارت خانے میں گئی ہاتھ دھوئے پھر اس نے ساول کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اسے دیوان خانے کی طرف لے گئی دونوں نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر ساول کے کندھے پر

ہاتھ رکھتے ہوئے سائکرہ پھر بول پڑی "اب بتاؤ کیا معاملہ ہے تم کیوں روئی ہو، کیا کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے کیا خریم بن عمر نے تمہارے ساتھ تکلیف دہ سخت الفاظ استعمال کیئے ہیں۔" ساول جواب میں گردن نفی میں ہلائے جا رہی تھی سائکرہ پھر بولی "کیا کسی اور نے تمہاری دل شکنی کی ہے۔" ساول نے پھر نفی میں گردن ہلا دی تب سائکرہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بول پڑی۔

"اگر کسی نے بھی تمہیں کچھ نہیں کہا تو پھر کیا بات ہے تم کیوں غمگیں پریشان ہو کیوں روئی ہو کیوں تمہاری ہچکیاں بندھی ہیں" اس پر ساول نے اپنے آپ کو سنبھالا اپنے سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں ایک دکھیاری نگاہ اس نے سائکرہ پر ڈالی پھر اس کی نحیف سی آواز سنائی دی۔

"مالک جو نقدی آپ نے دی تھی وہ لے کر میں خریم بن عمر کی طرف گئی تھی۔ وہ گزشتہ کئی دن سے یہاں نہیں ہے۔ میں جب وہاں پہنچی تو مجاعہ بن سعو تمیمی کے علاوہ بھیرو مل اور ہرچندرائے سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے جس حادثے کے حالات مجھے سنائے ہیں اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔

سن مالکن سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ قتل کئی دن پہلے ہوا۔ ہمیں کسی نے نہیں بتایا تم جانتی ہو کہ سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ راجہ داہر اور مسلمانوں کے باغی سالار حارث علافی کو اس کی خبر ہو گئی لہٰذا راجہ داہر نے ایک کافی بڑا لشکر حارث علافی کے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کو مہیا کیا۔ اپنے لشکر کو بھی انہوں نے ساتھ لیا سعید بن اسلم کلابی پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ جو دستے اس کے ساتھ محافظ کے طور پر تھے اسے بھی تہہ تیغ کر دیا میرے وہاں ہوتے ہوئے ایک قاصد مجاعہ بن سعو تمیمی کے پاس آیا اور اس نے ایک اور خبر سنائی ہے۔"

خادمہ یہیں تک کہہ پائی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سائکرہ بول پڑی "سعید بن اسلم کو تو میں اپنا باپ سمجھنے لگی تھی میرے لئے وہ باپ سے بھی بڑھ کر شفیق اور مہربان تھے۔ ان کا قتل کب ہو گیا ہمیں کسی نے کیوں نہیں اطلاع دی" سائکرہ کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے ساول پھر بول پڑی "یہ حادثہ کئی روز پہلے پیش

آیا تھا اسی روز ہی خریم بن عمر اس کا نائب بنانہ بن حنظلہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے تھے۔ آج میری موجودگی میں جو قاصد آیا ہے اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ خریم بن عمر اور بنانہ دونوں نے مل کر راجہ داہر کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے اور حارث علافی کے دونوں بیٹے محمد اور معاویہ شکست اٹھا کر بھاگ گئے ہیں۔"

سائکرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ "آؤ میرے ساتھ میں اس سلسلے میں مجاعہ بن سعو تمیمی سے ملنا پسند کروں گی۔" ساول چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئی دونوں حویلی سے نکلیں اور ساتھ والی حویلی میں داخل ہوئیں۔

اس وقت مجاعہ بن سعو تمیمی ہرچندرائے اور رام رتن حویلی کے اس حصے میں تھے جو مجاعہ بن سعو تمیمی کے لئے مخصوص تھا۔ سائکرہ ساول کو لے کر حویلی کے اسی حصے کی طرف گئی تھی جس کمرے میں وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کمرے کے دروازے پر سائکرہ رک گئی پھر مجاعہ بن سعو تمیمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔"

سائکرہ کو دیکھتے ہی مجاعہ بن سعو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہرچند رائے اور رام رتن بھی کھڑے ہوئے گئے تھے پھر ابن سعو نے سائکرہ کو مخاطب کیا۔

"سائکرہ تیری حیثیت میرے ہاں اور میری نگاہوں میں ایک بیٹی کی سی ہے میری بیٹی تجھے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے تو جب چاہے اس حویلی میں آ جا سکتی ہے آ میری بیٹی میرے سامنے بیٹھ۔"

سائکرہ ساول کے ساتھ آگے بڑھی ابن سعو کے سامنے جو نشست خالی تھی اس پر بیٹھ گئی پھر ابن سعو کو اس نے مخاطب کیا "تھوڑی دیر پہلے ساول یہاں سے گئی ہے اس نے مجھے ایک بری خبر سنائی ہے کیا یہ سارے واقعات سچ ہیں یا یہ کوئی اڑائی ہوئی خبر ہے" جواب میں ابن سعو نے سارے حالات سائکرہ کو تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

سعید بن اسلم کے قتل کے حالات سننے کے بعد سائکرہ بیچاری کی پلکیں بھیگ گئی تھیں وہ ہونٹ کاٹ رہی تھی، تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی یہاں تک کہ

اس کی سماعت سے ابن سعر کی آواز پھر ٹکرائی۔

"جس وقت ساول یہاں موجود تھی اس وقت ایک قاصد آیا تھا میری بیٹی خری
بن عمر نے سعید بن اسلم کلابی کے قتل کا بدلہ خوب لیا ہے۔ دشمن کو اس نے بدتر
شکست دی ہے اور اب وہ لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ مکران کا رخ
رہا ہے۔ میرے خیال میں جس طرح قاصد نے کہا ہے اس کے مطابق آج کسی وقت
بھی وہ مکران میں داخل ہو گا۔"

سانکرہ کچھ دیر تک گہری خاموشی میں ڈوبی رہی اس کی گردن جھکی ہوئی تھ
آنکھوں سے قطرے اس کے دامن میں گر رہے تھے تھوڑی دیر تک ایسی ہی کیفیت
رہی اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ابن سعر کو مخاطب کیا۔

"کیا آپ نے سعید بن اسلم کلابی کے اہل خانہ کو ان کی ہلاکت کی اطلاع د
ہے۔"

"ابن سعر کے لبوں پر اس موقع پر بڑی تلخ اور بڑی غمگین سی مسکراہٹ
نمودار ہوئی پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نہیں میری بیٹی ابھی اس کے اہل خانہ اپنے قبیلے میں پہنچے ہی نہ ہوں گے۔
تاہم خریم بن عمر کی واپسی پر اس سے مشورہ کرنے کے بعد میں ایک قاصد حجاج ب
یوسف کی طرف روانہ کروں گا اور اسے ان سارے حالات سے آگاہ کروں گا جو قاص
ساول کی موجودگی میں آیا تھا۔ اس نے ہم پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ علافی قبیلے کا
سردار ان دنوں کوفہ میں مقیم ہے جس کا نام سلیمان ہے وہ بھی سعید بن اسلم کلا
کے قتل میں برابر کا شامل ہے۔ اس لئے اس نے وہاں سے حارث علافی کو احکاما
بھیجے تھے کہ سعید بن اسلم کلابی کا خاتمہ کر دیا جائے اور وہ مکران پر اپنی حکومت ق
کرے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹوں کو ناکامی کا م
دیکھنا پڑا۔"

تھوڑی دیر تک کمرے میں گہری خاموشی اور اندھا سا سکوت طاری رہا اس
بعد سانکرہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ابن سعر کو اس نے مخاطب کیا۔

"میرے محترم اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک اجازت لینا چا

ہوں۔"

ابن سعر نے فوراً" سانکرہ کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

"میری بیٹی میں پہلے بھی تجھے بتا چکا ہوں کہ کچھ کہنے کے لئے تمہیں مجھ سے
اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے تیری حیثیت میری نگاہوں میں ایک ہر دلعزیز بیٹی کی
سی ہے تو جو کچھ کہنا چاہتی ہے بلا جھجک مجھ سے کہہ۔"

ابن سعر کے ان الفاظ سے سانکرہ کو کچھ حوصلہ ہوا کچھ دیر تک بڑے غور سے
اس نے ابن سعر کی طرف دیکھا پھر کمرے میں اس کی آواز گونج گئی۔

"میں اگر خریم بن عمر کی اس فتح کے سلسلے میں اپنے ہاتھوں سے ان کی دعوت
کا اہتمام کروں تو کیا وہ میری دعوت کو قبول کر لیں گے۔"

جواب میں ابن سعر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا ساتھ ہی اس کی آواز بھی سنائی دی۔

"میری بیٹی تو کس قسم کی گفتگو کرتی ہے وہ تو بڑا سادہ بڑا عاجز اور بڑا انکسار پسند
انسان ہے وہ دل شکنی کرنے والا انسان نہیں ہے جب بھی تم اس کی دعوت کرو گی
میرے خیال میں وہ بخوشی قبول کرے گا۔"

ابن سعر کی اس گفتگو سے سانکرہ کی مزید حوصلہ افزائی ہوئی تھی لہٰذا اس نے
گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"خریم بن عمر میرے محسن ہیں میری عزت میری جان کی انہوں نے حفاظت کی
تھی' لہٰذا ان کی خاطر مدارت کرنا یوں جانیں میرے فرائض میں شامل ہے مجھے یہاں
آئے ہوئے کئی ہفتے ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک مجھے کسی نے ان کے حالات سے باخبر
نہیں کیا' اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ خریم بن عمر کب سے
یہاں ہیں' کہاں سے آئے اور یہاں لشکریوں کا سپہ سالار بننے سے پہلے وہ کیا کام کرتے
تھے۔"

سانکرہ کے اس سوال پر ابن سعر تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں مسکرایا
پھر اس نے مزے لے لے کر ریوڑ چرانے سے لے کر مکران پہنچنے تک خریم بن عمر کی
ساری زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

ابن سعر جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر سانکرہ بول پڑی۔

"ساول مجھے بتا رہی تھی کہ جس وقت وہ پہلے یہاں آئی تو ایک قاصد یہاں آیا تھا جس نے آپ کو خریم بن عمر کی کارکردگی کی اطلاع دی تھی کیا اس قاصد نے یہ نہیں بتایا کہ خریم بن عمر کب مکران میں داخل ہوں گے۔"

"میری بیٹی آنے والے اس مخبر نے پورے حالات سے آگاہ کیا ہے اس مخبر کا کہنا ہے کہ جس رفتار سے خریم بن عمر اور اس کا نائب بنانہ حنظلہ سفر کر رہے ہیں اگر وہی رفتار انہوں نے جاری رکھی تو آج شام تک وہ مکران میں داخل ہو جائیں گے۔"

ابن سعو کے اس انکشاف پر سانکرہ کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد ایک بار پھر اس کمرے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

"اگر میں آج ہی خریم بن عمر کی دعوت کا اہتمام کروں تو آپ کو اس سلسلے میں کوئی شکایت کوئی اعتراض تو نہ ہو گا۔"

ابن سعو منہ سے تو کچھ نہ بولا مسکراتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا اور اس کا یہ جواب پا کر سانکرہ بھی خوش ہو گئی تھی۔ سانکرہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ابن سعو نے اپنے پہلو میں بیٹھے بیرومل اور ہرچند رائے کو مخاطب کیا۔

"ہرچند رائے اور بیرومل' سانکرہ کی آمد سے پہلے میں ایک موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن وہ موضوع ادھورا رہ گیا اب اس موضوع پر سانکرہ کی موجودگی ہی میں تم سے گفتگو کرتا ہوں۔"

"دیکھو راجہ داہر نے حارث علافی کے دونوں بیٹوں محمد اور معاویہ کو ایک لشکر دے کر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کرانے اور مکران پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی ہے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ آنے والے دنوں میں وہ ہمارے خلاف اس سے بھی بڑا منصوبہ بنا سکتا ہے۔ عزیزو جس وقت قاصد سعید بن اسلم کلابی کی موت کی خبر لے کر آیا تھا تو میری خریم بن عمر کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی خریم بن عمر پہلے ہی یہاں کے لشکروں کا سالار اعلیٰ ہے۔ اب سعید بن اسلم کی مرگ کے بعد میں مکران کا والی ہوں میں چاہتا ہوں کہ کسی کو بھی مجھ سے شکایت نہ ہو۔ سانکرہ میری بیٹی جس حویلی میں تم نے ساول کے ساتھ قیام کر رکھا ہے تمہارا قیام وہیں ہو گا جو محافظ اس حویلی

میں مقرر ہیں وہ ویسے کے ویسے ہی رہیں گے۔ تمہاری آمد سے پہلے ہرچند رائے مجھے بتا رہا تھا کہ ان کا تیسرا ساتھی جس کا نام بیرومل ہے جو تمہارے باپ کی طرف گیا ہے اسے ہرچند رائے نے سمجھایا تھا کہ وہ جب تمہارے باپ سندر داس سے یہ جا کر کہے کہ سانکرہ اب مکران میں محفوظ ہے اور اسے مومل کے مسلح جوانوں سے چھڑا لیا گیا ہے اور وہ سندر داس سے یہ بھی کہے کہ سانکرہ تمہاری ماں اور منگیتر کو بھی مکران کی طرف روانہ کر دے۔

بیٹی میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ماں اور تمہارا منگیتر بھی یہاں آ جائے اور پھر مناسب موقع جان کر چند سرکردہ لوگوں کی موجودگی میں تمہاری اور تمہارے منگیتر کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس طرح یہاں اس حویلی میں تم اپنے شوہر کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرو۔

اب دیکھیں کہ ان کا تیسرا ساتھی بیرومل کیا جواب لے کر آتا ہے ویسے بیٹی ابھی تک نہ ہرچند رائے نے' نہ ہی رام رتن نے مجھے بتایا ہے جس جوان سے تمہارے پھیرے ہونے والے تھے اس کا نام کیا ہے۔"

ابن سعو کے اس سوال پر سانکرہ تھوڑی دیر تک شرمائی لجائی پھر گردن جھکاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"اس کا نام دھرم داس ہے اور وہ میرے قریبی عزیزوں میں سے ہے۔ جس روز میرے اور اس کے پھیرے ہونے تھے بدقسمتی سے اس سے ایک روز پہلے ہی مجھے مومل کے مسلح جوانوں نے اغوا کر لیا اور بھلا ہو اس خریم بن عمر کا جس نے نہ صرف میری عزت بلکہ میری جان کی خوب حفاظت کی۔

جس وقت مجھے مومل کے آدمیوں سے چھڑا کر مکران کی طرف لایا جا رہا تھا اس وقت میں بڑی فکر مند تھی کہ اجنبی جگہ پر نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ مومل کے آدمی جس وقت مجھے دریائے دشت کے کنارے کنارے سمندر کی طرف لے جا رہے تھے تو ادھ موئی تو میں پہلے ہی ہو چکی تھی' میں یہ بھی جان چکی تھی کہ مومل کے ہاں مجھے ضرور بے آبرو کیا جائے گا۔ پر میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ مومل کے ہاتھوں بے آبرو نہیں ہوں گی۔ بگھی کے اندر جس وقت مجھے سمندر کی طرف لے جا

رہے تھے تو میں نے اپنے لباس کے اندر ایک خنجر چھپا رکھا تھا اور تہیہ کر لیا تھا کہ جب میری عزت میری آبرو کا مسئلہ اٹھے گا تو اپنا خاتمہ کروں گی۔

جس وقت اس خریم بن عمر نے مجھے موبل کے آدمی سے چھڑایا اس وقت میری پریشانیاں کچھ کم ہوئیں تھیں لیکن میرے لئے یہ فکرات اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ مکران میں نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ پر اپنے ساتھ ہرچند رائے اور رام رتن کو دیکھتے ہوئے مجھے کسی قدر حوصلہ تھا کہ ان کی موجودگی میں کم از کم میرے ساتھ بدسلوکی نہ ہو گی۔

پر یہاں مکران میں آ کر میرے ساتھ جو سلوک ہوا جو رویہ میرے ساتھ روا رکھا گیا قسم بھگوان کی ایسا اچھا رویہ تو میرے گھر میں بھی نہ ہوا تھا۔ اب مکران میں آپ لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے میں یہی محسوس کرتی ہوں کہ میں پردیس میں نہیں دیس میں ہوں' میں اجنبیوں میں نہیں بلکہ اپنوں میں ہوں اور میں اپنے ہی گھر میں زندگی کے دن کاٹ رہی ہوں' اگر آپ میرے منگیتر اور میری ماں کو بھی یہاں بلاتے ہیں تو یہ میرے لئے انتہائی خوشی کا باعث ہو گا لیکن اس وقت ان کا یہاں آنا کسی بھی صورت خطرے سے خالی نہیں ہے۔

شاید آپ جانتے ہوں گے کہ نکامرہ قبیلے کے سردار موبل کے علاوہ راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ بھی مجھے پسند کرتا تھا اور مجھ سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا اب جبکہ یہ خبر پھیلے گی کہ مجھے نیرون سے کسی نے اٹھا لیا ہے اور میں کھو گئی ہوں تب جے سینہ کے حکم پر اس کے آدمی مجھے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ادھر جب میں موبل کے پاس نہ پہنچوں گی اور موبل کو خبر ہو گی کہ راستے میں حملہ آور ہو کر کسی نے اس کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور مجھے کوئی اٹھا کر لے گیا ہے تو یاد رکھئے گا اس کے آدمی بھی بھوکے اور سونگھنے والے کتوں کی طرح میری تلاش میں لگ جائیں گے۔ ان دنوں اگر میرا منگیتر اور میری ماں نیرون سے اس سمت آتے ہیں تو یاد رکھئے گا جے سینہ یا موبل کے مخبران کا تعاقب کریں گے اور اگر وہ یہاں آتے ہیں تو انہیں خبر ہو جائے گی کہ میں نے یہاں قیام کیا ہوا ہے لہٰذا وہ ہر صورت میں مجھے یہاں سے اٹھانے کی کوشش کریں گے۔"

سانکرہ جب خاموش ہوئی تو مجاعہ بن **مسعر** نے اس کی تسلی و تشفی کے لئے کہنا شروع کیا۔

"میری بیٹی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اگر راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے آدمی یا موبل کے بحری قزاق ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں تو یاد رکھنا ان میں سے کوئی بھی بچ کر واپس نہ جائے گا۔ میں تیری حفاظت کا ایسے ہی اہتمام کروں گا جیسے باپ اپنی بیٹی کا کرتا ہے۔ اگر بیروبل کے کہنے پر تمہارا منگیتر دھرم داس اور تمہاری ماں مکران کا رخ کرتے ہیں تو ان کی حفاظت بھی تمہاری طرح کی جائے گی' اگر ان کا کوئی تعاقب کرتا ہے تو تعاقب کرنے والے کسی بھی صورت واپس نہ جائیں گے۔ میں آج ہی کچھ مسلح جوان مقرر کرتا ہوں جو اردگرد نگاہ رکھیں گے اور بیروبل کی واپسی کا انتظار کریں گے' اگر بیروبل کے تعاقب میں کوئی ہوا تو اس کا خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔"

ابن **مسعر** کی اس گفتگو سے سانکرہ کافی حد تک مطمئن اور پرسکون ہو گئی تھی اتنے میں ابن **مسعر** نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"میری بیٹی میں نے تیرے حصے کی کھجوریں بھجوائی تھیں۔ ساول کے ہاتھ میں نے یہ بھی پیغام پہنچوایا تھا کہ وہ دو قسم کی کھجوریں ہیں چھوٹی اور بڑی دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر لینا" اس پر سانکرہ بول پڑی۔

"میں کھجوریں ہی علیحدہ علیحدہ کر رہی تھی کہ یہ خبر ساول نے مجھے سنائی لہٰذا میں ہاتھ دھو کر ادھر آ گئی" کچھ دیر وہ رکی پھر وہ ہرچند رائے اور رم رتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم دونوں کب تک اپنی مہم کو روانہ ہو گے" اس پر ہرچند رائے فوراً بول پڑا۔

"مالکن میں اور رام رتن آج ہی اپنی مہم کو روانہ ہو جائیں گے' ہم راجہ داہر کے علاوہ کرمان کے مجوسیوں پر بھی نگاہ رکھیں گے کہ ان کے مسلمانوں کے خلاف کیا ارادے ہیں جو کچھ بھی ہم دیکھیں گے۔ اس کی اطلاع محترم مجاعہ بن **مسعر** کو کرتے رہیں گے۔"

پھر ہرچند رائے اور رام رتن وہاں سے اٹھے اور چلے گئے تھے تھوڑی دیر بعد

وہ اپنی مہم کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سائکہ نے دوبارہ مجاعہ بن سعر کو مخاطب کیا۔

"میرے محترم اگر آپ اجازت دیں تو میں اور ساول دونوں مل کر خریم بن عمر کی ضیافت کا انتظام شروع کریں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ میری ضیافت کو قبول کر لے گا" جواب میں ابن سعر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بڑی شفقت میں اس نے سائکہ کو مخاطب کیا۔

"سائکہ میری بیٹی تو بے فکر رہ اگر تو اس کی ضیافت کا اہتمام کرنا ہی چاہتی ہے تو جا اپنی تیاریاں کر میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ خریم بن عمر تیری ضیافت میں ضرور آئے گا۔" ابن سعر کا جواب سن کر سائکہ خوش ہو گئی تھی پھر وہ ساول کے ساتھ وہاں سے اپنی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

○

سورج غروب ہو گیا تھا سائکہ اور ساول دونوں ضیافت کا سامان تیار کرنے میں پوری طرح مصروف تھیں کہ خریم بن عمر کے آنے کا شور مچ گیا۔ یہ شور سنتے ہی سائکہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی مطبخ سے نکل کر وہ تقریباً" بھاگتے ہوئے ساتھ والے کمرے میں چلی گئی تھی خادمہ ساول اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

ادھر خریم بن عمر اپنے گھوڑے کو درمیانہ روی سے ہانکتا ہوا جب اپنی حویلی کے قریب گیا تو حویلی سے باہر نکل کر مجاعہ بن سعر تمیمی نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ خریم بن عمر اس وقت اکیلا تھا اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے ابن سعر نے پوچھا۔

"ابن عمر میرے بیٹے یہ بنانہ بن حنظلہ اس وقت کہاں ہے" جواب میں اپنے گھوڑے سے اترنے کے بعد خریم بن عمر پہلے ابن سعر سے بغلگیر ہوا پھر علیحدہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ لشکر لو لے کر لشکرگاہ کی طرف گیا ہے میں بھی گھوڑے کو یہاں

باندھنے کے بعد لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں۔ ہمارے کچھ لوگ زخمی ہیں ان کی دیکھ بھال کے بعد میں لوٹوں گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے خریم بن عمر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحہ اس نے دیکھا کہ حسین و پرجمال سائکہ تقریباً" بھاگتی ہوئی اس کی طرف ایسے آ رہی تھی جیسے ندی کنارے اترتی ہوئی کونجوں کی کوئی قطار پرواز کرتی ہوئی آتی ہے۔ اس وقت وہ بے حد پرسکون دکھائی دے رہی تھی اور خوشی کے باعث اس کا حسن نکھر رہا تھا اور فضاؤں میں خوشبو بکھر رہی تھی۔

خریم بن عمر نے اسے اپنی طرف بھاگتے ہوئے آتے دیکھا پھر اس نے نگاہ دوسری طرف کر لی تھی سائکہ ساول کے ساتھ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی ایک بلوری صراحی سائکہ کے ہاتھ میں تھی دوسری ساول پکڑے ہوئے تھی دونوں کے پاس گلاس بھی تھے۔ پھر سائکہ نے اپنے شباب اپنے جسم کے سارے حسن کو اپنے چہرے پر منعکس کرتے ہوئے شہد اور شیرینی برساتی ہوئی آواز میں خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"اے مسلمانوں کے سالار میں آپ کو آپ کی فتح مندی پر مبارک باد دیتی ہوں۔ میرے اور میری خادمہ ساول کے پاس دو صراحیاں ہیں ایک میں شکر میں رگڑے ستو ہیں دوسری میں شہد اور سرکہ ملا شربت ہے آپ بتائیے کیا شے پئیں گے۔"

خریم بن عمر نے سائکہ کی طرف نہیں دیکھا وہ نیچے دیکھ رہا تھا اسی حالت میں وہ سائکہ کو ایسے لگا جیسے کوئی پت جھڑ کی ہواؤں میں قسمت کے پیالوں کا زہر پی کر اشکوں کے جزیروں میں خوابوں کے ساحل پر کھڑا یادوں کے بادبانوں میں کھو گیا ہو۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سائکہ نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا آپ جیسے جوان آپ جیسے سالار جو بارش کی بوندوں کو آگ بنا دینے کا ہنر جانتے ہیں ان کی خدمت کرنا میرے جیسی لڑکیوں کے فرائض میں شامل ہے" خریم بن عمر نے پھر بھی سائکہ کی طرف نہیں دیکھا وہ اسی طرح نیچے دیکھتا رہا جس طرح سورج اپنی کرنیں زمین کی کوکھ میں ڈال دیتا ہے نیچے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سائکہ کو مخاطب کیا۔

"سندر داس کی بیٹی جو تیرے جی میں آئے پلا دے۔"

خریم بن عمر کے بولنے پر سانکرہ خوش ہو گئی تھی پہلے اس نے ایک صراحی سے شہد اور سرکے کا شربت نکالا گلاس بھرا اور اپنے ہاتھوں سے خریم بن عمر کو پیش کیا۔ خریم بن عمر اسے تین سانسوں میں پی گیا تھا اس کے ساتھ ہی سانکرہ نے ستو کا ایک گلاس بھرا نیچے دیکھتے ہوئے خریم بن عمر نے پھر ہاتھ آگے بڑھایا اور وہ گلاس بھی پی گیا۔ پھر اپنے سر سے بندھے رومال سے اس نے منہ پونچھا اور کہنے لگا "سندر داس کی بیٹی اس تواضع پر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

خریم بن عمر ابن سعو کے ساتھ حویلی کی طرف جانا چاہتا تھا کہ سانکرہ پھر بول پڑی۔

"آپ کی آمد سے پہلے میں نے محترم ابن سعو سے بات کی تھی آج آپ اور آپ کے ساتھی بنانہ بن حنظلہ کی ضیافت میرے ہاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس ضیافت کو ٹھکرائیں گے نہیں آپ کا ساتھی کہاں ہے۔"

"وہ لشکر کو لے کر لشکر گاہ کی طرف گیا ہے میں بھی اپنے گھوڑے کو حویلی میں باندھ کر اس کی طرف جا رہا ہوں اور تھوڑی دیر بعد لوٹوں گا" خریم بن عمر نے ویسے ہی دیکھتے ہوئے کہا تھا پھر وہ ابن سعو کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے جواب سے مطمئن ہو کر سانکرہ ساول کے ساتھ حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

ابن سعو کے ساتھ خریم بن عمر حویلی میں داخل ہوا گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا اس کے منہ سے دھانہ نکال کر ایک طرف رکھا زین بھی اتار دی۔ گھوڑے کی پیٹھ پر تھوڑی دیر تک وہ ہاتھ پھیرتا رہا۔ اس کی گردن تھپتھپائی پہلے اسے پانی پلایا پھر اس کے سامنے چارہ ڈالنے کے بعد ابن سعو کے ساتھ وہ پیچھے ہٹا اس موقع پر ابن سعو نے اسے مخاطب کیا۔

"ابن عمر میرے بیٹے کیا تم اس وقت لشکرگاہ کی طرف جاؤ گے" اس پر خریم بن عمر نے جب اثبات میں گردن ہلائی تو ابن سعو پھر بول پڑا۔

"پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس پر خریم پھر بول پڑا۔

"آپ حویلی میں رہیں میں تھوڑی دیر تک لشکریوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد

لوٹوں گا' میرے جانے تک بنانہ بن حنظلہ لشکریوں کی دیکھ بھال کر چکا ہو گا میں اسے یہاں آپ کے پاس بھیج دوں گا تھوڑی دیر تک میں بھی لشکریوں کی خبر گیری کروں گا۔ اس کے بعد میں لوٹ آؤں گا آپ میرے خیال میں کل لشکر گاہ کی طرف چلئے گا اور زخمیوں سے ملاقات کیجئے گا' اس طرح ان کے حوصلے بلند رہیں گے۔ ابن سعو نے خریم بن عمر کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر خریم بن عمر منہ ہاتھ دھونے کے بعد لشکر گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔

○

سورج غروب ہونے کے بعد جب اندھیرا کافی گہرا ہو گیا تو سانکرہ ساول کے ساتھ ضیافت کا سامان تیار کر چکی تھی۔ کچھ دیر وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر ساول کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ ابن سعو خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کی آمد کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ دونوں نہ آئے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ساول کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"ساول تم یہاں بیٹھو میں خریم بن عمر کا پتا کر کے آتی ہوں کہ وہ یہاں کیوں نہیں پہنچے" پھر ساول کے جواب کا انتظار کئے بغیر سانکرہ باہر نکل گئی تھی۔

سانکرہ ساتھ والی حویلی میں داخل ہوئی اور ابن سعو کے دروازے پر دستک دی اندر سے ابن سعو کی آواز آئی 'کون ہے۔

سانکرہ نے دھیمی سی آواز میں جواب دیا میں "آپ کی بیٹی سانکرہ ہوں۔"

"میری بیٹی کیا بات ہے تو نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی اگر تجھے کوئی کام تھا یا کسی شے کی ضرورت تھی تو ساول کو بھیج دیا ہوتا۔"

سانکرہ دروازے پر ہی کھڑی رہی اور کہنے لگی "میں نے ضیافت کا سارا سامان تیار کر دیا ہے۔ میں آپ' خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کا انتظار کر رہی ہوں" اس پر بنانہ بن حنظلہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سانکرہ کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سانکرہ میری بہن یہاں آ کر مجھے پتا چلا کہ آپ نے ہماری ضیافت کا اہتمام کیا

ہے اس کے لئے میں پہلے سے آپ کا شکر گزار ہوں' میری بہن تم ایسا کرو جاؤ اپنے کمرے میں جا کر بیٹھو ابھی تک خریم بن عمر نہیں آیا جونہی وہ آتا ہے میں اور خریم بن عمر اور ابن معو تینوں آپ کی طرف آتے ہیں۔ اب آپ کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں میں آپ کا بھائی خود ابن معو اور خریم بن عمر کو لے کر آؤں گا۔"

بنانہ بن حنظلہ کی گفتگو سے سانکرہ خوش ہو گئی تھی پھر وہ پلٹی اور حویلی سے باہر نکلی۔

اپنی حویلی کی طرف جانے کے لئے اس نے چند ہی قدم بڑھائے تھے کہ دونوں حویلیوں کی پشت میں جو دور تک کھجوروں کا باغ پھیلا ہوا تھا اس کے اندر سے دھیمی دھیمی کچھ ایسی آواز سنائی دی جو اس کا دل موہ رہی تھی۔ کوئی انتہائی پر لطف آواز میں قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا سانکرہ اپنی حویلی طرف جانے کے بجائے عجیب سے جذبے میں کھجوروں کے اس باغ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

کھجوروں کے باغ میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد سانکرہ ایک کھجور کے موٹے تنے کے پیچھے کھڑی ہو گئی اور کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی کیونکہ اس دفعہ آواز اس کی سماعت سے اس طرح ٹکرائی تھی جیسے تخریب کی قوتوں کے اندر زمزمہ تعمیر کھڑا ہوا ہو۔ تلاوت کرنے کا لہجہ خالص عربی تھا اور وہ دور تک پھیلی کھجوروں کے اندر بکھری چاندنی میں دلوں کو کھینچ لینے والے انداز میں تلاوت کر رہا تھا جس کا ترجمہ کچھ یوں تھا۔

"تو کیا انہوں نے کبھی اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور آراستہ کیا اس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اس کے اندر ہر طرح کی خوش منظر نباتات اگا دیں یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر اس بندے کو جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔"

یہاں تک تلاوت کرنے کے بعد تلاوت کرنے والا رکا تھا' سانکرہ ابھی تک اس کھجور کے تنے کے پیچھے کھڑی تھی وہ مطمئن تھی اس لئے کہ آواز بتاتی تھی کہ تلاوت کرنے والا آہستہ آہستہ اسی کی طرف آ رہا تھا۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد تلاوت

کرنے والے کی آواز دوبارہ کچھ اس طرح چاندنی رات میں کھجوروں کے جھنڈ کے اندر ابھری جیسے مشیت الٰہی کا کوئی پابند درویش صفت انسان زندگی کی عظمت و رفعت کا اظہار کر رہا ہو۔ جس کا ترجمہ کچھ یوں تھا۔

"اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی نازل کیا پھر اس سے باغ اور فصل کے غلے اور بلند بالا کھجور کے درخت پیدا کئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہہ بہ تہہ لگتے ہیں یہ انتظام ہے بندوں کو رزق دینے کا اس پانی سے ہم مردہ زمین کو ایک زندگی بخش دیتے ہیں' مرے ہوئے انسانوں کا زمین سے نکلنا بھی اسی طرح ہو گا اس سے پہلے نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور آخر کار میری وعید ان پر چسپاں ہو گئی۔"

یہاں تک پڑھنے کے بعد قاری پھر رک گیا تھا شاید تھوڑی دیر اس نے دم لیا تھا پھر دوبارہ سانکرہ کے کانوں میں اس کی آواز کچھ اس طرح پڑی جیسے کوئی صاحب سیف و قلم نسلی اور گروہی عصبیت' نفرت کے طوفانوں' عناد کی آگ اور مہیب طاغوتی قوتوں کے افسوس ناک باب کے اندر کھڑا ہو کر نمود انقلاب صداقت کے احترام اور انسانی عظمتوں کی خوشخبری دینے لگا ہو وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا پہلی بار کی تخلیق سے ہم عاجز تھے مگر ایک نئی تخلیق کی طرف یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں' ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں' ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اور ہمارے اس براہ راست علم کے علاوہ دو کاتب اس کے دائیں بائیں ہر چیز ثبت کر رہے ہیں' کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو' پھر دیکھو وہ موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی' یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا اور پھر صور پھونکا جائے گا یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا ہر شخص اس حال میں آ گیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔"

یہاں تک پڑھنے کے بعد تلاوت کرنے والا پھر رک گیا تھا اب وہ سانکرہ کے

بالکل قریب آ گیا تھا' چاندنی رات میں کھجوروں کے جھنڈ کے اندر چلتا ہوا اب سائکرہ کو صاف دکھائی دے رہا تھا' اس نے تلاوت بند کر دی تھی جب وہ سائکرہ کے پاس سے گزرنے لگا تو سائکرہ اسے دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئی' وہ خریم بن عمر تھا اس کی سفید عبا فضاؤں میں چلنے والی تیز ہواؤں کے باعث لہرا رہی تھی سر پر اس نے سبز رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اپنی حویلی کی طرف جا رہا تھا اس نے سائکرہ کو نہیں دیکھا تھا اس لئے کہ سائکرہ کھجور کے تنے کی اوٹ میں کھڑی تھی پھر سائکرہ کے دیکھتے ہی دیکھتے خریم بن عمر اپنی حویلی کی طرف چلا گیا اس کے جانے کے بعد سائکرہ بھی وہاں سے ہٹی وہ بھی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

حویلی میں داخل ہونے کے بعد سائکرہ ساول کے پاس بیٹھ کر تھوڑی دیر باتیں کرنے پائی تھی کہ مجاعہ بن سعو تمیمی خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ تینوں حویلی میں داخل ہوئے' دونوں کمرے سے نکلیں تینوں کا استقبال کیا پھر اس کمرے میں لے گئیں جہاں ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا تینوں کو بٹھانے کے بعد ان کے سامنے انہوں نے کھانے کی اشیاء چننی شروع کر دیں تھیں۔

پھر وہ دونوں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں وہ تینوں کھانا کھانے لگے تھے کھانا کھانے کے دوران اچانک مجاعہ بن سعو تمیمی کو کچھ یاد آیا اور وہ سائکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سائکرہ میری بیٹی خریم بن عمر کہہ رہا تھا کہ تم نے خواہ مخواہ یہ ضیافت کرنے کی زحمت اٹھائی' اس کا کہنا تھا کہ اگر تمہارے ماں باپ یہاں ہوتے اور تمہاری مستقل رہائش بھی یہاں ہوتی تو تم ضیافت کا اہتمام کرتیں تو انہیں اس سے بے حد خوشی ہوتی لیکن اب جبکہ تم خود یہاں مہمان ہو تو تمہاری طرف سے یہ ضیافت کچھ عجیب سی لگتی ہے۔“

ابن سعو کے ان الفاظ پر سائکرہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر اس نے ایک گہری نگاہ خریم بن عمر پر ڈالی وہ نگاہیں جھکائے خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا نہ اس نے ابن سعو کے ان الفاظ کا کوئی اثر لیا نہ ہی اس نے سائکرہ کے رد عمل کو دیکھا۔

کھانا کھانے کے بعد تینوں کچھ دیر تک سائکرہ اور ساول کے پاس بیٹھے رہے

ایک بار پھر تینوں نے سائکرہ اور ساول کا شکریہ ادا کیا پھر وہاں سے وہ اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔

○

حجاج بن یوسف ایک روز اپنے نئے آباد کردہ شہر واسط کے دارالعدل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے قریب آیا اور حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یا امیر آپ نے علافی قبیلے کے سردار کو طلب کیا تھا اسے میں نے بلوا بھیجا تھا اور اس وقت وہ باہر کھڑا ہے اور آپ سے ملاقات کا منتظر ہے۔ ساتھ ہی ایک قاصد خراسان سے بھی آیا ہے وہ بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے اب آپ بتایئے کہ میں کسے پہلے آپ کے سامنے پیش کروں۔"

حجاج بن یوسف خاموش رہا اور کچھ سوچتا رہا اس کے بعد شاید اس نے کوئی فیصلہ کیا اور پہلے محافظ دستے کے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے علافی قبیلے کے سردار سلیمان علافی کو اندر بھیجو۔"

محافظ دستوں کا سالار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد علافی قبیلے کا سردار اس کمرے میں داخل ہوا آگے بڑھتے ہوئے جب اس نے ایک نشست پر بیٹھنا چاہا تو حجاج بن یوسف نے ڈانٹنے کے انداز میں اسے مخاطب کیا "تم ایک مجرم ہو میں نے تمہیں ایک مجرم کی حیثیت سے طلب کیا ہے، مجرم ہو کر تم نشست پر نہیں بیٹھ سکتے میرے سامنے کھڑے رہو، میں تم پر کچھ الزام لگاتا ہوں ان کی نفی ان کی وضاحت کے لئے تمہارے پاس کچھ ہو تو کہنا ورنہ یاد رکھنا میرا انتقام بڑا سخت ہو گا۔"

حجاج بن یوسف کے ان الفاظ پر علافی قبیلے کا سردار سلیمان کانپ گیا تھا نشست کی طرف جانے کے بجائے وہ مڑا اور عین حجاج بن یوسف کے سامنے آن کھڑا ہوا حجاج بن یوسف نے اسے مخاطب کیا۔

"میں نے تمہیں پہلے تنبیہہ کی تھی کہ تم دو جرم کر چکے ہو تیسرا جرم اگر تم نے کیا تو میں تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔ تمہارے تیسرے جرم کی مجھے اطلاع دے دی گئی ہے۔ تم نے اپنے قبیلے کے ایک شخص حارث اور اس کے بیٹوں کو ترغیب دی کہ وہ مکران کے حاکم سعید بن اسلم کو قتل کر دیں، تمہاری ترغیب پر وہ تینوں باپ بیٹے حرکت میں آئے۔ اس وقت وہ سعید بن اسلم کلابی پر حملہ آور ہوئے جب وہ خراج وصول کرنے کے لئے مکران سے باہر تھا۔ حارث علافی کے بیٹوں معاویہ اور محمد نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور جس قدر مسلمان لشکری اس کے ساتھ تھے ان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ لیکن وہ مکران پر قابض نہ ہو سکے اس لئے کہ خریم بن عمر جسے میں نے مکران میں لشکروں کا سپہ سالار بنایا ہے وہ ان کے آڑے آیا۔ ان کے اور راجہ داہر کے مشترکہ لشکر کو اس نے بدترین شکست دی اور اپنی سرحدوں سے بھگایا۔ اب مکران کا والی مجاعہ بن سعو تمیمی ہے حارث محمد اور معاویہ کے علاوہ تم بھی سعید بن اسلم کلابی کے قتل میں ملوث ہو، لہٰذا قاتل کی حیثیت سے میں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں کیا تم نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے یاد رکھنا اگر جھوٹ بولو گے تو یہیں کھڑے کھڑے میں خود گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

حجاج بن یوسف کے ان الفاظ پر سلیمان لرز کر رہ گیا تھا وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا اس طرح خاموش رہتے ہوئے اس نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا تھا۔ تالی بجاتے ہوئے حجاج بن یوسف نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو اندر بلایا جب وہ حجاج بن یوسف کے سامنے آیا تو کڑکتی ہوئی آواز میں حجاج بن یوسف نے اسے کہا۔

"اس سلیمان کو باہر لے جاؤ یہ اپنے گناہ کو تسلیم کر چکا ہے اس کی گردن کاٹ دو۔"

حجاج بن یوسف کے کہنے پر علافی قبیلے کے سردار کو وہ پکڑ کر باہر لے گیا اور ایک طرف جاتے ہوئے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سالار لوٹا اور حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا "امیر اگر آپ اجازت دیں تو میں اس قاصد کو آپ کے سامنے پیش کروں جو خراسان سے آیا ہے اور باہر آپ سے ملاقات کا منتظر ہے۔"

حجاج بن یوسف نے جب اثبات میں گردن ہلائی تو وہ سالار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد قاصد اندر آیا اور حجاج بن یوسف کے سامنے آن کھڑا ہوا پھر حجاج بن یوسف کو اس نے مخاطب کیا۔

"میں خراسان سے آپ کے لئے یہ خبر لے کر آیا ہوں کہ ابن اشعث نے باقاعدہ طور پر آپ کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی ہے اور وہ خراسان سے ان سرزمینوں کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ خراسان سے روانگی سے پہلے ابن اشعث نے اپنے حامیوں کے سامنے آپ کے خلاف ایک زبردست تقریر کی' اس تقریر کو سن کر تمام کوفی اور بصری باغی ہو گئے اور یک زبان ہو کر انہوں نے عہد کیا کہ وہ ہرگز آپ کی اطاعت نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ کا کہنا مانیں گے' ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بلند بانگ دعوے کئے کہ حجاج خدا کا دشمن ہے اور اس کو اس کی امارت سے معزول کر کے دم لیں گے۔"

"ابن اشعث نے اس سے بھی مزید کیا۔ اس نے غیر مسلم ترکوں کے حکمران رتبیل کو پیغام بھیجا اور اس شرط پر فوراً" صلح کر لی کہ اگر ہم حجاج کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو رتبیل کے ملک کا تمام خراج معاف کر دیا جائے گا' اور اگر حجاج غالب آئے تو رتبیل اس کو یا اس کی فوج کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے نہ روکے گا اور حجاج کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ رتبیل نے ابن اشعث کی ان شرائط کو قبول کر لیا ہے اور اب مطمئن ہو کر ابن اشعث آپ کا رخ کیے ہوئے ہے بس یہی خبر ہے جو میں پہنچانے آیا ہوں۔"

قاصد کے الفاظ سن کر حجاج بن یوسف تھوڑی دیر تک انتہائی سنجیدگی سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

"تمہاری مہربانی تم جا کر آرام کرو" اس کے ساتھ ہی قاصد مڑا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

اب حجاج بن یوسف بھی عملی طور پر ابن اشعث کے خلاف حرکت میں آنے کا عہد کر چکا تھا اسے اس کے مخبر مزید اطلاع دے رہے تھے کہ ابن اشعث بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ کا رخ کر رہا ہے۔ جلدی جلدی حجاج بن یوسف نے ایک ایک ہراول

لشکر ابن اشعث کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا اور خود بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔

تستر کے مقام پر ابن اشعث نے حجاج بن یوسف کے ہراول کو شکست دی اور اس لشکر کے ایک بڑے حصے کو تہہ تیغ کر دیا جس وقت حجاج بن یوسف اپنے لشکر کو لے کر تستر کے مقام پر پہنچا تو اس وقت تک ابن اشعث نے اس کے ہراول لشکر کا خاتمہ کر دیا تھا اور ابن اشعث اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

بڑی برق رفتاری سے حجاج بن یوسف تستر سے مڑا اور اس نے بھی بصرہ کا رخ کیا لیکن اس کے بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی پہلے ابن اشعث بصرہ شہر کو فتح کر کے شہر میں داخل ہو گیا اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کو ختم کرتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت لینی شروع کر دی تھی۔

حجاج بن یوسف بھی بڑی تیزی سے بصرہ کے قریب آیا ابن اشعث شہر سے باہر نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا اور دونوں لشکریوں کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان لڑائیوں میں کبھی حجاج بن یوسف غالب آتا اور کبھی ابن اشعث کو فتح نصیب ہوتی۔

آخر انتیس محرم کو ابن اشعث اور حجاج بن یوسف کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی' اس جنگ میں حجاج بن یوسف نے ابن اشعث کو بدترین شکست دی اور ابن اشعث اپنے ہمرائیوں کو لے کر کوفہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور حجاج بن یوسف کی غیر موجودگی میں جس طرح اس نے بصرہ پر قبضہ کیا اسی طرح وہ کوفہ میں داخل ہوا اور کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

حجاج بن یوسف نے بصرہ میں اپنا والی مقرر کیا' بصرہ سے نکل کر اس نے بھی کوفہ کا رخ کیا اس کی آمد سے پہلے پہلے کوفہ سے باہر ابن اشعث نے دیر جم کے مقام پر مورچے دمدے اور خندقیں کھود لیں تھیں تاکہ جب حجاج بن یوسف آئے تو اس کے ساتھ ایسی طویل جنگوں کا سلسلہ شروع کرے کہ کسی بھی جنگ میں حجاج بن یوسف کو کامیابی نصیب نہ ہو۔

حجاج بن یوسف بھی آتے ہی ابن اشعث کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا لیکن

خندقوں مورچوں اور دمدموں کی وجہ سے وہ فی الفور ابن اشعث کے خلاف کامیابی حاصل نہ کر سکا جنگ طول پکڑتی چلی گئی۔

ادھر خلیفہ عبدالملک کو ابن اشعث اور حجاج بن یوسف کے اس طرح ٹکرانے کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور اہل عراق کی طرف ان دونوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا۔

ہم حجاج کو معزول کیے دیتے ہیں اہل عراق کے وظائف مثل اہل شام کے مقرر کر دیں گے ابن اشعث جس صوبے کی حکومت پسند کرے گا اس کو دے دی جائے گی۔

حجاج بن یوسف کو اس پیغام کا حال معلوم ہوا تو اسے سخت صدمہ ہوا اس نے عبدالملک کے بیٹے عبد اللہ اور محمد کو اس پیغام کے پہنچانے سے روک کر عبدالملک کو خط لکھا کہ اس طرز عمل سے اہل عراق کبھی آپ کے مغلوب اور محکوم نہ ہوں گے اور ان کی سرکشی ترقی کرے گی۔ لیکن عبدالملک نے حجاج کی بات کو ناپسند کیا اور عبد اللہ اور محمد نے عبدالملک کا پیغام اہل عراق کو پہنچا دیا۔

اس موقع پر اہل عراق اگر دانشمندی اور سوچ سمجھ سے کام لیتے تو خلیفہ عبدالملک کی اس پیشکش کو قبول کر لیتے اور مزید دنگا فساد نہ ہوتا بلکہ ظلم و جور سے ان کی جان بھی چھوٹ جاتی۔ خود ابن اشعث عبدالملک کی اس شرط کو قبول کرنے پر تیار ہو گیا لیکن لشکریوں نے اس بات کو نہیں مانا اور سب نے مخالفت میں بلند آواز کر کے عبدالملک کی خلافت کو ختم کرنے کی آوازیں اٹھائیں۔

عبدالملک کا بیٹا عبداللہ اور بھائی محمد یہ صورت حال دیکھ کر واپس لوٹ گئے اور جس لشکر کو وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اس لشکر کو انہوں نے حجاج بن یوسف کے پاس ہی چھوڑ دیا خود عبدالملک کے پاس چلے گئے۔

اب طرفین میں تازہ جوش اور تازہ تیاریوں کے ساتھ پھر بڑے زور کی لڑائی شروع ہوئی' ہر روز وہ اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر نبرد آزما ہوتے اور شام کو اپنے مورچوں میں واپس چلے جاتے۔ ان لڑائیوں میں کبھی ابن اشعث کا پلڑا بھاری ہوتا اور

حجاج بن یوسف کا زیادہ نقصان ہوتا اور کبھی حجاج فاتح رہتا اور ابن اشعث کا نقصان ہوتا۔

اس دوران کچھ مزید باغی ابن اشعث کے ساتھ مل گئے اور اس کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔ اب ابن اشعث نے ارادہ کیا کہ کوفہ کے ساتھ ساتھ وہ بصرہ پر بھی قابض ہو جائے۔ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جونہی اس کے لشکر کے ایک حصے نے بصرہ کا رخ کرنا چاہا حجاج بن یوسف اس پر حملہ آور ہوا اور اسے تہس نہس کر دیا۔ اس کے بعد ابن اشعث اور حجاج بن یوسف کے درمیان ایک مزید فیصلہ کن جنگ ہوئی اس جنگ میں حجاج بن یوسف فتح مند رہا ابن اشعث کو شکست ہوئی ابن اشعث پہلے کرمان کی طرف بھاگا پھر کرمان سے نکل کر ترکستان کی غیر مسلم حکمران رتبیل کی طرف چلا گیا تھا۔

حجاج بن یوسف نے یزید بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کیا ساتھ ہی اس نے ابن اشعث کو گرفتار کرنے کے ذرائع پر غور کرنا شروع کر دیا تھا۔

ابن اشعث جب ترکستان کے حکمران رتبیل کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا تو خراسان میں اس کے جو حامی تھے انہوں نے ابن اشعث کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور اسے ترغیب دی کہ ایک بار پھر وہ خراسان کی طرف آئے اور دوبارہ قسمت آزمائی کی جائے' ہو سکتا ہے اس بار ہم حجاج بن یوسف کے خلاف کامیاب رہیں۔

لیکن ابن اشعث کہنے لگا کہ خراسان میں اس وقت یزید بن مہلب جیسا بہادر اور دلیر والی ہے' لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے ہماری کامیابی دور دور تک کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی لیکن اپنے حامیوں کے مجبور کرنے پر اس نے اپنے اردگرد بیس ہزار کا اچھا خاصہ تربیت یافتہ لشکر جمع کیا رتبیل کے علاقوں سے نکل کر اس نے ہرات کا رخ کیا اور ہرات شہر پر قبضہ کر لیا۔

یزید بن مہلب کو جب اس کارروائی کی خبر ہوئی تو ایک لشکر لے کر وہ ابن اشعث کی سرکوبی کے لئے نکلا' ابن اشعث نے ہرات سے نکل کر یزید بن مہلب کا مقابلہ کیا لیکن یزید بن مہلب نے اسے بدترین شکست دی' ابن اشعث پھر شکست کھا کر بھاگا پہلے سندھ کا رخ کیا پھر وہ رتبیل کی طرف چلا گیا وہاں جا کر وہ سل کے

عارضہ میں بیمار ہو گیا۔

حجاج بن یوسف کو ان حالات کا علم ہوا تو ابن اشعث کی شکست پر خوشی کا اظہار کیا' ساتھ ہی اس نے ترکستان کے حکمران رتبیل کو لکھا کہ وہ باغی ابن اشعث کا سر کاٹ کر بھیج دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی مملکت کے خلاف حملوں کی ابتداء کر دی جائے گی اور اگر وہ حکم مانے گا تو اس کا دس برس کا خراج معاف کر دیا جائے گا۔ رتبیل نے حجاج بن یوسف کے خوف سے اس کا کہا ماننے پر حامی بھر لی اور اس نے ابن اشعث کا سر کاٹ کر حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کر دیا یوں ابن اشعث کا خاتمہ ہوا۔

ایک روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حسین و خوبصورت سانکرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس حویلی میں داخل ہوئی جس میں خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور مجاعہ بن سعو کا قیام تھا اس وقت وہ تینوں ایک کمرے میں بیٹھے اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کو ترتیب دے رہے تھے کہ دروازے میں سے ابن سعو نے سانکرہ کو آتے ہوئے دیکھا اس پر مجاعہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"ابن عمر میرے بیٹے سانکرہ آ رہی ہے جس موضوع پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اسے بعد میں نبٹائیں گے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ سانکرہ کیا چاہتی ہے" اتنی دیر تک سانکرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے پر نمودار ہوئی۔ ابن سعو نے بڑی خوش طبعی سے اسے مخاطب کیا "آؤ بیٹی۔" سانکرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہی اس کے بعد اس نے مجاعہ بن سعو اور بنانہ بن حنظلہ کے بجائے براہ راست خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مجھے گھریلو استعمال کے لئے کچھ چیزوں کی ضرورت ہے اگر لا دیں تو آپ کی مہربانی ہو گی" اس کے ساتھ ہی مٹھی میں بند ایک کاغذ سانکرہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر خریم بن عمر کو تھما دیا تھا ساری گھریلو استعمال کی چیزیں لکھی ہوئی تھیں خریم بن عمر اس موقع پر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ چونک کر اٹھ کھڑا اس لئے کہ حویلی کے صدر دروازے پر عین اس وقت ہرچند رائے اور رام رتن داخل ہوئے تھے' ان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ایک انتہائی خوبصورت اور پر جمال لڑکی بھی تھی جو ان کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

خریم بن عمر نے جب دروازے کی طرف دیکھا تو اس کے تعاقب میں سب کی نگاہیں صدر دروازے کی طرف جم گئیں تھیں جونہی سانکرہ نے صدر دروازے کی طرف دیکھا اس کا چہرہ خوشیوں سے پھول کی طرح کھل اٹھا۔ بھاگتی ہوئی وہ کمرے سے نکلی اور حویلی کے صحن کی طرف بڑھ گئی اتنی دیر تک ہرچند رائے رام رتن اور آنے والی لڑکی تینوں اپنے گھوڑے سے اتر چکے تھے۔ سانکرہ بھاگتی ہوئی اس لڑکی کی طرف گئی اور پھر بڑے جوش اور جذبے میں اسے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کرنے لگی تھی۔

اتنی دیر تک مجاعہ بن سعو تمیمی اور بنانہ بن حنظلہ بھی کمرے سے باہر نکل آئے تھے سانکرہ اس لڑکی سے علیحدہ ہو چکی تھی بڑے پیار بڑی محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی "گودیری تو کیسی ہے میں تو امید اور توقع نہ کر سکتی تھی کہ تو بھی یہاں مجھ سے مل سکتی ہے۔"

سانکرہ کی گفتگو سے خریم بن عمر ابن سعو اور ابن حنظلہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آنے والی لڑکی جس کا نام گودیری پکارا گیا تھا پہلے سے سانکرہ کی جاننے والی ہے بعد مجاعہ بن سعو کے کہنے پر ہرچند رائے اور رام رتن نے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ دیا سب اسی کمرے میں بیٹھ گئے جہاں سے وہ اٹھے تھے پھر ابن سعو نے رام رتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"رام رتن پہلے تم اس لڑکی کا تعارف کراؤ جس سے سانکرہ بغلگیر ہوئی ہے اور جس کا نام گودیری کہا گیا ہے" رام رتن سے پہلے ہی سانکرہ بول پڑی "میں خود آپ سے اس کا تعارف کرواتی ہوں اس کا نام گودیری ہے یہ اکثر و بیشتر نیرون میں ہمارے ہاں آتی رہی ہے اور نکامرہ قبیلے کا سردار جس کا تعلق بدھ مت سے ہے اور جس نام وانگہ ہے یہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے" پھر سانکرہ نے وہاں بیٹھے سب لوگوں کا تعارف گودیری سے کروایا سانکرہ کے اس تعارف پر سب خوش ہو گئے تھے پھر ابن سعو براہ راست ہرچند رائے اور رام رتن کو مخاطب کیا۔

"اب تم کہو کہاں کہاں سے ہو کر آئے ہو اور کیا خبریں ہیں" اس پر ہرچند رائے اور رام رتن نے تھوڑی دیر تک مشورہ کیا اس کے بعد رام رتن نے اپنے ساتھی کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ہم دونوں یہاں سے نکل کر پہلے ساحل سمندر کی طرف گئے وہاں ہم نے گودیری کے باپ اور نکامرہ قبیلے کے بدھ مت سردار وانگہ سے ملاقات کی' وانگہ کو ہم نے آپ کے سارے حالات سمجھائے اسے پیشکش کی کہ وہ نکامرہ قبائل کے ہندو مت کے سردار موبل کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اس لئے کہ موبل نے نیرون کے بدھ مت حاکم سندر داس کی بیٹی پر غلط نگاہ ڈالی ہے اور سندر داس تمہارا بہترین دوست اور مربی ہے۔

وانگہ کچھ خوف زدہ تھا اس لئے کہ اس کے مقابلے میں نکامرہ قبیلے کے دوسرے سردار موبل کی قوت اور طاقت زیادہ ہے۔ اس کے پاس انفرادی قوت بھی وانگہ کی نسبت بہت زیادہ ہے لہٰذا وہ خوف زدہ ہے کہ اس نے موبل کے خلاف سرکشی یا بغاوت کی تو موبل اس کے پورے قبیلے کو کچل کر رکھ دے گا وانگہ ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہے لیکن وہ کچھ تحفظات چاہتا ہے۔"

رام رتن جب رکا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابن سعو نے اس سے پوچھا۔

"کیسے تحفظات؟"

رام رتن نے دوبارہ بولتے ہوئے کہنا شروع کیا "دراصل وہ چاہتا ہے کہ جب وہ موبل سے ٹکرائے تو نہ صرف یہ کہ مسلمان موبل کے مقابلے میں اس کی پوری مدد کریں بلکہ اس کے قبیلے کی عورتوں کی حفاظت کا انتظام بھی کیا جائے' اس لئے کہ اگر وانگہ موبل سے ٹکراتا ہے تو موبل کے قبیلے والے وانگہ کے قبیلے کی لڑکیوں کو اٹھا کر لے جانے کی کوشش کریں گے ایسا بہت سال پہلے بھی وہ کر چکے ہیں اور وانگہ ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا' میں نے وانگہ کو یقین دلایا ہے کہ اگر موبل کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے تو مسلمان تمہاری پوری مدد کریں گے اور مسلمانوں کا والی مجھے یہ قول دے چکا ہے کہ وانگہ کی پوری مدد کی جائے گی۔ میں نے اسے یہ بھی یقین دلا دیا ہے کہ جہاں تک ان کی عورتوں کا تعلق ہے ان کی بھی حفاظت کا پورا انتظام کیا جائے گا اس پر وانگہ نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر یہ دونوں تحفظات دیئے جائیں تو جہاں اور جس جگہ لاکہیں گے موبل کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہے۔

یہ جو گودیری ہے یہ وانگہ کی اکلوتی بیٹی ہے وانگہ کا کوئی بیٹا نہیں بس یہ واحد

اولاد ہی ہے۔ یہ سانکرہ کی پرانی جاننے والی ہے میں نے جب وہاں ذکر کیا کہ سانکرہ نے کن حالات کے تحت یہاں قیام کیا ہوا ہے تو گودیری ہمارے ساتھ آنے پر بضد ہوئی یہ چاہتی تھی کہ سانکرہ کے پاس رہے۔ دراصل گودیری کو اس کے باپ نے سارے آنے والے حالات سمجھا دیئے تھے کہ عنقریب ان کا ٹکراؤ مول سے ہونے والا ہے اور خطرات اٹھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے گودیری کو اجازت دے دی ہے کہ وہ مکران میں جا کر سانکرہ ہی کے پاس رہے جب حالات درست ہوں گے تو وہ اسے منگوا لے گا یہ تو نکامرہ قبیلے کے حالات ہیں۔"

رام رتن کی اس ساری گفتگو سے ابن سعو ابن حنظلہ اور خریم بن عمر مطمئن دکھائی دے رہے تھے پھر ابن عمر نے رام رتن کو مخاطب کیا۔

"رام رتن تم نے یہ ایک بہترین کام سرانجام دیا ہے وانگہ اگر ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر رضا مند ہے تو آنے والا وقت دیکھے گا کہ نکامرہ قبائل کو ہم خشکی نہیں سمندر میں بھی کھنگال کر رکھ دیں گے۔ اب کرمان کے مجوسیوں کے متعلق کچھ کہو جو کا سربراہ زمیش ہے۔" خریم بن عمر کے اس استفسار پر رام رتن کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ بول پڑا۔

"جہاں تک کرمان کے مجوسیوں کا تعلق ہے اس وقت کرمان کے تین شہروں ان کی گرفت بڑی مضبوط ہے ایک مسکی دوسرا ماہان تیسرا اناسس مجوسیوں کی قوت سربراہ زمیش بڑا عیار اور دھوکے باز انسان ہے' اسے خبر ہو چکی ہے کہ مکران میں مسلمانوں کے پہلے والی سعید بن اسلم کلابی کا خاتمہ کیا جا چکا ہے اور اس کی جگہ والی نے سنبھال لی ہے اسے یہ بھی خبر ہو چکی ہے کہ ایک شخص جس کا نام خریم عمر ہے اسے مکران میں مسلمان لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔ خریم بن میرے عزیز تمہارے متعلق زمیش کو اس کے مخبر پوری اطلاعات فراہم کر چکے ہیں تمہاری طرف سے وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے لہٰذا اس نے اپنی ساری قوت مسکی شہر کے نواح میں جمع کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ کسی بھی وقت مسلمانوں کی قوت پر ضرب لگا سکتا ہے' اسی سلسلے میں وہ نکامرہ قبیلے کے سردار مول اور راجہ داہر بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے میرے خیال میں یہ تینوں قوتیں مل

مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئیں گی۔"

رام رتن جب خاموش ہو گیا تو تھوڑی دیر تک خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ آپس میں مشورہ کرتے رہے پھر خریم بن عمر نے ابن سعو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابن سعو میرے محترم اب ہمارے سامنے تین نہیں چار بڑی قوتیں ہیں مجوسیوں کا سربراہ زمیش نکامرہ قبیلے کا سردار مول راجہ داہر اور مسلمانوں کا باغی سالار حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے' میں نے تم لوگوں پر آج تک یہ ارادہ ظاہر نہیں کیا کہ میں دل ہی دل میں حارث علافی کے دونوں بیٹوں کو قتل کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہوں اس لئے کہ ان دونوں نے سعید بن اسلم کلابی کو قتل کیا تھا اور ان دونوں کا قتل مجھ پر واجب نہیں فرض ہو چکا ہے۔

اب ہماری سب سے بڑی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کسی بھی صورت ان تینوں قوتوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے' اس سلسلے میں نے بنانہ بن حنظلہ سے بات کی ہے میں چند یوم تک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ کوچ کروں گا اور کرمان کا رخ کروں گا' اکیلا رام رتن زمیش کے علاقوں تک میری راہنمائی کرے گا ہرچند رائے یہاں آپ لوگوں کے پاس ہی رہے گا اور ضرورت کے وقت یہ آپ لوگوں کے کام آ سکتا ہے۔ لشکر کا ایک حصہ یہاں بھی رہے گا جو بنانہ بن حنظلہ کی سرکردگی میں رہے گا تاکہ میری غیر موجودگی میں اگر مکران کے لئے کوئی خطرہ اٹھے تو اس لشکر کے ساتھ بنانہ بن حنظلہ دفاع کر سکے۔

میں رام رتن کو پہلے آگے بھیج کر مسکی کے نواح میں زمیش کی عسکری قوت کا اندازہ لگاؤں گا اگر اس کے لشکر کی تعداد ایسی ہوئی کہ میں اس سے نبٹ سکوں تو براہ راست فوراً" اس پر حملہ آور ہوں گا اور میرے اللہ کو منظور ہوا تو اپنے پہلے ہی حملے میں زمیش کو کچل کر رکھ دوں گا تاکہ آنے والے دنوں میں وہ جلد ہمارے خلاف کوئی کاروائی نہ کر سکے میں یہ بھی کوشش کروں گا کہ اس جنگ میں زمیش کا سر قلم کروں' تاکہ سانپ کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔

اگر میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس کی عسکری قوت ہماری نسبت بہت زیادہ ہے

تو چند دن کے لئے میں اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کروں گا شب خون ماروں گا اس کے لشکر کی تعداد کم کرتا رہوں گا اور پھر اس پر فیصلہ کن ضرب لگاؤں گا کہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے۔"

"بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں" ابن سعو نے بڑی شفقت سے ابن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا "پر یہ تو کہو کہ تم کب تک یہاں سے کوچ کرنا پسند کرو گے۔" اس پر خریم بن عمر فوراً" بول پڑا۔

"میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا جوں جوں وقت گزرے گا ہماری دشمن قوتیں مزید طاقتور ہوتی چلی جائیں گی۔ اس لئے میں نرمیش پر فوراً" ضرب لگانا چاہتا ہوں اور ایسا کرنے کے لئے میں کل یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں بنانہ بن حنظلہ آپ کے پاس ہے یہ مکران کا خوب دفاع کرے گا۔"

اس موقع پر سائکرہ کو نجانے کیا سوجھی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ مجاعہ بن سعو تمیمی کے پاس آئی' بڑی راز داری کے ساتھ اس کے ساتھ گفتگو کی پھر وہ اپنی جگہ پر دوبارہ آ کر بیٹھ گئی تھی اس گفتگو پر ابن سعو تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"خریم میرے بیٹے اس حویلی کے جن کمروں میں تمہاری رہائش ہے ان کی چابی مجھے دیتے جانا۔ سائکرہ کی خواہش ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے کمروں کی صفائی ستھرائی کا کام سرانجام دیا کرے گی۔ بیٹے یہ تمہیں اپنا محسن اپنا مربی سمجھتی ہے لہٰذا اس لحاظ سے تمہاری خدمت کرنا چاہتی ہے میری خیال میں تم محسوس نہیں کرو گے۔"

ان الفاظ پر خریم بن عمر ہلکے ہلکے مسکراتا رہا ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس نے لمحہ بھر کے لئے سائکرہ پر ڈالی پھر اس نے ابن سعو کو مخاطب کیا۔

"آپ بے فکر رہیں کمرے کو مقفل کرتے ہوئے چابی میں آپ کو دیتا جاؤں گا میں سائکرہ کا شکر گزار ہوں کہ یہ میرے متعلق ایسے جذبات رکھتی ہے' دراصل یہ خواہ مخواہ ہی مجھے اپنا محسن اور مربی سمجھنے لگی ہے میں نے اس پر کوئی احسان تو نہیں کیا اسے دریائے دشت کے کنارے موبل کے آدمیوں سے چھڑا کر یہاں لانا کوئی اتنا

بڑا معرکہ نہ تھا کہ یہ ہمیشہ کے لئے میری ممنون اور شکر گزار بن کر رہے' بہرحال اس کی مہربانی ہے کہ یہ ایسے خیالات رکھتی ہے۔"

خریم بن عمر کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ شہد برساتی آواز میں سائکرہ فوراً" بول پڑی۔

"میں آپ کے خیالات سے اتفاق نہیں کرتی اگر آپ میری مدد نہ کرتے تو یاد رکھئے گا اب تک موبل کے آدمی مجھے موبل کے پاس لے جا چکے ہوتے وہاں نہ میری پت نہ میری عزت محفوظ ہوتی اور نہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہتی۔ کیا آپ کا مجھ پر یہ کم احسان ہے کہ آپ نے میری جان کے ساتھ میری عزت و آبرو کی حفاظت بھی کی" سائکرہ کی اس گفتگو کا خریم بن عمر نے کوئی جواب نہ دیا تھا بس مسکرا کر رہ گیا اسی موقع پر ابن سعو کی آواز سنائی دی اس بار اس نے نکامرہ قبیلے کے سردار وانگہ کی بیٹی گودیری کو مخاطب کیا تھا۔

"گودیری میری بیٹی جس طرح سائکرہ کی حیثیت ہمارے ہاں ایک بیٹی کی سی ہے اس طرح تم بھی یہاں ہماری بیٹی کی حیثیت سے رہو گی تمہاری رہائش سائکرہ ہی کے ساتھ ہو گی' ساتھ والی حویلی میں تمہاری آمد سے پہلے ہی سائکرہ اور اس کی خادمہ ساول دونوں رہتی ہیں تمہاری آمد سے اس حویلی میں دو کے بجائے تین نفوس ہو جائیں گے رونق بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہو گی' مزید یہ کہ سائکرہ کا دل اب پہلے کی نسبت زیادہ دلجمعی سے یہاں لگا رہے گا دیکھ بچی تو ابھی یہاں نئی ہے شاید تو شرمائے ہچکچائے تجھے کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک ساول سے یا سائکرہ سے کہہ دیا کرنا' میرے خیال میں اب تم جا کر سائکرہ اور ساول کے ساتھ آرام کرو۔"

سائکرہ ساول اور گودیری اپنی جگہ سے اٹھنے لگیں تھیں کہ ایک آدمی تقریباً" بھاگا بھاگا آیا اور ابن سعو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر ہرچند رائے اور رام رتن کا تیسرا ساتھی بیرول نیرون سے لوٹ آیا ہے اس کے ساتھ دو معزز مہمان بھی ہیں ایک سائکرہ کی ماں ہے دوسرا سائکرہ کا منگیتر' وہ ساتھ والی حویلی میں داخل ہونے لگے تھے پھر میں انہیں ادھر ہی لے آیا ہوں۔ بیرول اصطبل میں گھوڑوں کو باندھ رہا ہے جبکہ سائکرہ کی ماں اور منگیتر باہر ہی کھڑے ہیں

میرے خیال میں وہ اکٹھے ہی اندر آنا چاہتے ہیں۔"

یہ خبر سن کر سانکرہ فورا" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر تقریبا" بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی اس کے پیچھے پیچھے گودیری اور ساول بھی نکل گئیں تھیں۔

حویلی کے صحن میں اصطبل کے سامنے سانکرہ کی ماں روجن' سانکرہ کے منگیتر دھرم داس کے ساتھ کھڑی تھی جونہی اس نے سانکرہ کو دیکھا اس نے اپنے بازو پھیلا دیئے سانکرہ بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنی ماں سے بغلگیر ہو گئی تھی۔ روجن تھوڑی دیر تک سانکرہ کو پیار کرتی رہی جب وہ علیحدہ ہوئی تو اس کے منگیتر دھرم داس نے پوچھ لیا سانکرہ تم کیسی ہو۔

سانکرہ کی گردن جھک گئی اور مدھم سی آواز میں وہ کہنے لگی "میں یہاں بالکل ٹھیک ہوں۔"

سانکرہ سے علیحدہ ہونے کے بعد اچانک جب روجن نے گودیری کی طرف دیکھا تو اس کی خوشی پہلے کی نسبت دو چند ہو گئی تھی آگے بڑھ کر اس نے گودیری کو بھی لپٹا لیا اور کہنے لگی۔

"میری بیٹی تو کب سے یہاں ہے" اس پر گودیری نے یہاں پہنچنے کے سارے حالات کہہ دیئے ساتھ ہی سانکرہ نے ساول سے بھی تعارف کروا دیا تھا اتنی دیر تک بیرومل بھی گھوڑوں کو باندھ آیا پھر سب اس کمرے کی طرف چل دیئے جہاں سے سانکرہ گودیری اور ساول نکلے تھے۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو پہلے سانکرہ نے سب کا تعارف کروایا اس موقع پر گودیری بھی بولی اور کہنے لگی۔

"آنے والے معزز مہمانوں میں سے یہ سانکرہ کی ماں روجن اور ان کے ساتھ سانکرہ کا منگیتر دھرم داس ہے۔ سب نے اٹھ کر دھرم داس سے پر جوش مصافحہ کیا پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے اس کے بعد ابن معو نے سانکرہ کی ماں روجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ لوگوں کی آمد سے پہلے میں گودیری سے گفتگو کر رہا تھا یہ چونکہ آج ہی پہنچی ہے تو میں اس سے کہہ رہا تھا کہ اس کی آمد میری بیٹی سانکرہ کے لئے باعث

خوشی ہو گی۔ اب آپ کی آمد سے میں سمجھتا ہوں سانکرہ کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ ساتھ والی حویلی میں سانکرہ اور اس کی خادمہ ساول کا قیام ہے گودیری بھی اب یہیں رہے گی آپ دونوں بھی اپنا قیام وہیں رکھیں اس طرح آپ سب لوگوں کے اکٹھے رہنے سے آپ سب لوگوں کا جی لگا رہے گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے جب ابن معو رکا تو سانکرہ بول پڑی۔

"ابن معو میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتی ہوں ساتھ والی حویلی میں صرف میں' ماں' گودیری اور ساول رہیں گی جہاں تک میرے منگیتر دھرم داس کا تعلق ہے تو وہ اس حویلی کے اس حصے میں رہے گا جس حصے میں بیرومل رام رتن اور ہرچند رائے کا قیام ہے۔ میرے خیال میں آپ میری اس رائے سے اختلاف نہیں کریں گے۔"

ابن معو نے سانکرہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر سانکرہ سب کو لے کر ساتھ والی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔ دھرم داس نے اس حویلی میں ہرچند رائے' بیرومل اور رام رتن کے ساتھ قیام کر لیا تھا اگلے روز خریم بن عمر لشکر کے ایک حصے کو لے کر کرمان کی طرف کوچ کر چکا تھا۔

رام رتن کی راہنمائی میں خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ کرمان کے شہر مسکی کا رخ کیا تھا اپنے لشکر کے ساتھ وہ مسکی سے چند میل دور رک گیا جبکہ اس نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے رام رتن کو آگے روانہ کیا۔ رام رتن نے واپس آ کر جو اطلاع فراہم کی وہ خریم بن عمر کے اندازوں سے کہیں زیادہ تھی۔ رام رتن نے انکشاف کیا کہ جس قدر لشکر خریم بن عمر کے پاس ہے اس سے کئی گناہ زیادہ لشکر مسکی شہر سے باہر موجود ہے خود زمیش بھی مسکی میں ہے اور ایسے ہی دو اور لشکر کرمان کے شہر ماہان اور اناس میں موجود ہیں۔

اپنے لشکر کو گھات میں بٹھانے کے بعد خریم بن عمر نے رام رتن کے ساتھ ایک بار پھر سورج غروب ہونے کے بعد مسکی کا رخ کیا' مسکی کے پورے محل وقوع کو جاننے کے بعد اس نے لشکر گاہ کا بھی جائزہ لیا جو مسکی شہر سے باہر تھی' جہاں زمیش اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا دشمن کی لشکر گاہ کا محل وقوع جاننے اور اپنے لئے مناسب جہت کا انتخاب کرنے کے بعد خریم بن عمر رام رتن کے ساتھ لوٹ گیا تھا۔ دشمن کا محل وقوع جاننے کے بعد اس نے دشمن پر شب خون مارنے کا مکمل اور پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

○

رات جب آدھی کے لگ بھگ گزر گئی اور تقریباً چاند غروب ہو چکا تھا اپنے میں اپنے لشکر کے ساتھ خریم بن عمر اپنی صحرائی گھات سے نکلا تھا اور جس طرح کئی دن کا بھوکا تیندوا دبے پاؤں اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے اس طرح وہ بھی مسکی شہر

سے باہر زمیش کی لشکرگاہ کی طرف بڑھا تھا۔

رات چونکہ آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی ہر شے پر نیند کا نشہ سوار تھا صحرائی سنگزاروں کو روندتا ہوا خریم بن عمر زمیش کی لشکرگاہ کی طرف گیا کھوج رکھنے والی اس کی بھوری آنکھیں ایک آہنی عزم اور استقلال کے ساتھ دشمن کی لشکر گاہ کا پوری طرح جائزہ لے چکی تھیں' پھر دیکھتے ہی دیکھتے آن کی آن میں خریم بن عمر نے پہاڑ اور ریزہ ریزہ کر دینے والے نفرتوں کے طوفانوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ اس کے حملے نے دشمن کی لشکرگاہ پر ایسا سماں طاری کر دیا تھا جیسے تنہائی اور کرب کے سینوں میں کسی نے دہکتی ہوئی آگ بھڑکا دی ہو۔

بڑی تیزی کے ساتھ خریم بن عمر نے دشمن کا قتل عام شروع کیا تھا جب زمیش کے سپاہی سنبھلے تو بھوکے کوے جس طرح زمین پر اترتے ہیں اس طرح انہوں نے حملہ آوروں کا رخ کیا لیکن اتنی دیر تک خریم بن عمران پر خشونت آمیز چنگھاڑتی ہواؤں بجلی کی کڑک اور رعد کی چنگاری کی طرح چھا چکا تھا اور صحرا کی ریتلی زمین کو خون میں ڈبوتے ہوئے اس نے ہر چیز کو اسرار آمیز بنانا شروع کر دیا تھا۔

مجوسیوں کے سالار اعلیٰ زمیش نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روکے ابھی تک اسے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ اس پر حملہ آور ہونے والے کون لوگ ہیں لیکن اسے یہ خبر ضرور ہو گئی تھی کہ لمحوں کے اندر حملہ آور ہو کر کسی نے اس کے لشکر کی حالت غموں کے بے نور گزر گاہوں بے چراغ گھروں اور سنسان بند راستوں جیسی بنا کر رکھ دی ہے۔ لہٰذا اسے فکر ضرور دامن گیر ہوئی تھی کہ اگر اس کے لشکری سنبھل کر اپنے دفاع پر ڈٹ نہ سکے تو حملہ آور انہیں بیخ و بن سے ہلا کر رکھ دیں گے۔

زمیش نے ایک بار اپنی پوری طاقت اور قوت کو جمع کرتے ہوئے خریم بن عمر کے حملوں کو روکنے کی کوشش کی' لیکن خریم بن عمر کے حملوں کو وہ روک نہ سکا۔ خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ زمیش کی لشکرگاہ کا جدھر بھی رخ کرتا پیچھے لاشوں کے ڈھیر چھوڑتا چلا جاتا تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ جس سمت بھی حملے کی ابتداء کرتا اس سمت تکبیروں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا تھا جس سے زمیش نے اندازہ لگا لیا تھا

کہ اس پر حملہ آور ہونے والے مسلمان ہیں۔ اس انکشاف پر اس کے پاؤں تلے بھی خریم بن عمر نے زمین کو بساط کی طرح کھینچنا شروع کر دیا تھا ہر لشکری خوف ہراس میں ڈوبنے لگا تھا اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی تھی شاید وہ صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے دشمن سے نبٹنا چاہتا تھا۔

اور ایسا ہی ہوا' ابھی سپیدہ سحر نمودار نہ ہوا تھا کہ زرمیش بچے کھچے لشکر لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خریم بن عمر نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اس کا سب سے بڑا مقصد اور مدعا یہی تھا کہ جس قدر ہو سکے زرمیش کے لشکر کی تعداد کم کی جائے۔ اس تعاقب میں خریم بن عمر پوری طرح کامیاب رہا صرف ایک دستوں کے ساتھ زرمیش اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوا تھا۔

دشمن کا اچھی طرح صفایا کرنے کے بعد خریم بن عمر نے جب اندازہ لگایا صحراؤں کے اندر زرمیش انجانی منزلوں کی طرف روپوش ہو گیا ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا۔ اس وقت تک سورج طلوع ہو چکا تھا وہ زرمیش کی لشکرگاہ میں چاروں طرف سامان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے یہاں سے خریم بن عمر کو بار برداری جانوروں کے علاوہ عمدہ نسل کے گھوڑے خوراک اور ہتھیاروں کا ڈھیر اور ضروریات زندگی اور بہت سی چیزیں ہاتھ لگیں' خریم بن عمر یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ زرمیش کے پاس ابھی اور دو شہر ہیں جن میں اس کی بڑی عسکری قوت ہے۔ وہ زرمیش کے ساتھ ان صحراؤں کے اندر شب خون کا کھیل کھیلنا چاہتا تھا لہٰذا اس کی لشکرگاہ کی ہر چیز کو سمیٹا بار برداری کے جانور جو اسے تھے ان پر سارا سامان لادا گھوڑوں پر بھی قبضہ کیا پھر وہ واپس مکران کا رخ کر رہا تھا۔

ایک روز سانکرہ اور گودیری حویلی کے کمرے میں اکٹھی بیٹھی کسی موضوع گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک بولتے بولتے سانکرہ رک گئی کچھ دیر تک وہ عجیب جذبے میں گودیری کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے گودیری کو مخاطب کیا۔

"گودیری میری بہن کیا تیری کہیں سگائی کہیں منگنی ہو چکی ہے یہ تو میں جانتی ہوں تیری شادی ابھی تک نہیں ہوئی اگر ہوتی تو مجھے ضرور بلایا ہوتا یعنی مجھے یہ بتاؤ تیری کہیں سگائی تو نہیں ہوئی۔"

سانکرہ کے اسی استفسار پر گودیری نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا پھر پوچھنے لگی۔

"سانکرہ میری بہن یہ تو نے کون سا موضوع چھیڑ دیا ہے تو کیا چاہتی ہے پہلے بتا تیرے من میں کیا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے نہ تو میری شادی ہوئی ہے نہ ہی میری کہیں سگائی یا منگنی ہوئی ہے۔"

گودیری کے ان الفاظ پر سانکرہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی شاید وہ کسی خیال سے لطف اندوز ہوتی رہی تھی اس کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے گودیری شاید کوفت محسوس کرنے لگی تھی' ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے سانکرہ کا بازو پکڑا اور اسے ہلاتے ہوئے کہنے لگی "اب چپ کیوں ہو جب اس موضوع پر آ کے مجھ سے سوال کیا ہے تو پھر اس موضوع کو آگے بڑھاؤ آخر تو نے ایسا سوال مجھ سے کیا سوچتے ہوئے پوچھا ہے۔"

سانکرہ نے پہلے اس کے سرخ گلاب جیسے گال پر ہلکی سی ایک چپت لگائی پھر کہنے لگی "میں نے تیرے متعلق اچھی سوچ رکھی ہے۔ دیکھ گودیری میں تیرے سامنے ٹال مٹول نہیں کروں گی نہ ہی میں کوئی بات چھپاؤں گی بس میرے من میں ایک خیال ہے یوں جانو میں نے اپنے جی میں تمہارے لئے ایک جیون ساتھی چنا ہے۔ اگر تم اسے پسند کرنے لگو اسے اپنی زندگی کا رفیق بنانے میں رضا مند ہو جاؤ تو یاد رکھنا تم بڑی خوش رہو گی۔"

گودیری نے تھوڑی دیر کے لئے اسے پھر تیز نگاہوں سے گھورا اس کے بعد بول پڑی "تو نے کسے میرا جیون ساتھی چن لیا ہے بتاؤ اگر وہ اچھا ہوا میرے من کو بھایا بہادر ہوا اور دلیر ہوا میرے جیون کا محافظ بننے کے لئے اس میں خصوصیت ہوئی تو میں تمہاری بات مان جاؤں گی اسے اپنے جیون کا ساتھی تسلیم کر لوں گی اب بتاؤ وہ کون ہے۔"

جواب میں سانکرہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی کبھی کبھی وہ آنکھیں

جھپکاتے ہوئے گودیری کی طرف دیکھ بھی لیتی تھی پھر اچانک وہ بول پڑی۔

"جسے میں نے تیرے جیون ساتھی کے لئے چنا ہے اس کا نام بنانہ بن حنظلہ ہے اس کا تعلق بنو کلب کے ایک سرکردہ گھرانے سے ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو میں یہاں رہتے ہوئے بنانہ بن حنظلہ کو تمہاری طرف مائل کر سکتی ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ میرا کہا نہیں ٹالے گا وہ مجھے اپنی بہن کی طرح سمجھتا ہے اور پھر تم خوبصورت ہو حسین ہو' میرے خیال میں اگر یہ بات تمہاری مرضی جاننے کے بعد بنانہ بن حنظلہ کے کان میں ڈال دوں کہ تم گودیری کی پسندیدہ شخصیت ہو تو یاد رکھنا بنانہ بن حنظلہ تمہارے ساتھ بے پناہ پیار کرنے لگے گا کہو تم کیا کہتی ہو۔"

گودیری کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی تاہم اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہی پھر اس نے اپنی نگاہیں سانکرہ کے چہرے پر گاڑھ دیں ساتھ ہی اس کی آواز بھی سنائی دی۔

"سانکرہ میری بہن تو نے مجھے مایوس کیا ہے میں تو یہ خیال کر رہی تھی کہ تم خریم بن عمر کا نام لوگی۔"

گودیری کی بات کاٹتے ہوئے سانکرہ فوراً بولی پڑی۔

"خریم بن عمر کا نام کیوں؟؟"

"اس لئے کہ وہ اس سے زیادہ توانا خوبصورت زیادہ دلیر اور جرات مند ہے میں یہی خیال کر رہی تھی کہ جب تم میرے ہونے والے جیون ساتھی کا نام لوگی تو وہ نام خریم بن عمر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو گا کیا تم خریم بن عمر میں کوئی عیب خیال کرتی ہو جو تم نے یہ نام نہیں لیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گودیری رکی دم لیا اور پھر سانکرہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر بولتی چلی گئی تھی۔

"اب تم شاید کہنا پسند کرو گی کہ بنانہ بن حنظلہ کا تعلق بنو کلب کے ایک سرکردہ خاندان سے ہے جبکہ خریم بن عمر کا تعلق کوفہ شہر کی ایک نواحی بستی سے ہے ایک غریب شخص ہے بھیڑ بکریاں چرا کر اپنی گزر بسر کرتا رہا ہے یہ حالات مجھے ابو معو نے بھی تفصیل کے ساتھ بتائے تھے تو تم نے خریم بن عمر کا نام اس لئے نہیں

کہ بنانہ بن حنظلہ کے مقابلے میں وہ ایک کم تر انسان ہے اور تم اسے میرے جیون ساتھی کے طور پر مناسب خیال نہیں کرتی ہو۔"

گودیری کی اس ساری گفتگو کو سانکرہ نے سخت ناپسند کیا تھا تھوڑی دیر تک گھورنے کے انداز میں وہ اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بول اٹھی۔

"جو کچھ تم نے کہا اسے میں نے ناپسند کیا ہے میں نے تمہارے لئے خریم بن عمر کا انتخاب نہیں کیا تمہارے لئے بنانہ بن حنظلہ کو چنا ہے میرا تم سے یہی سوال ہے کہ تم ہاں یا نہ میں جواب دو۔ اگر تم ہاں میں جواب دیتی ہو تو اس سلسلے میں بنانہ بن حنظلہ سے بات کروں گی اگر نہ میں جواب دو گی تو خاموش رہوں گی۔"

اس موقع پر گودیری کی آنکھوں میں شرارت ٹپک رہی تھی اس نے پھر سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"اگر میں اپنے جیون ساتھی کے لئے خریم بن عمر کا نام لوں تو کیا اس سلسلے میں تم خریم بن عمر سے بات کرو گی اور اسے میرا جیون ساتھی بنانے کی کوشش کرو گی۔"

"گودیری کے ان الفاظ سے سانکرہ برہم سی دکھائی دینے لگی تھی پھر وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بول پڑی۔

"یہ تم بار بار خریم بن عمر کا نام کیوں لئے جا رہی ہو میں نے جو کچھ پوچھا ہے اس کا جواب دو۔"

گودیری پھر اس کے سوال کو ٹالتے ہوئے بول پڑی "کیا تمہارے خیال میں خریم بن عمر شادی شدہ ہے یا ان علاقوں میں پہلے سے کوئی لڑکی اس کی طرف مائل ہے۔"

سانکرہ نے اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا "میں کیا جانوں کوئی لڑکی اس کی طرف مائل ہے کہ نہیں میری تو کبھی ان سے گفتگو نہیں ہوئی اور نہ میں یہ جانتی ہوں کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہیں۔ اگر تمہیں ان کے متعلق ایسی ہی جستجو ہے تو تم خود ہی براہ راست ان [illegible] وہ واپس آتے ہیں تو پہلا سوال یہی کرنا۔"

گودیری چند لمحے خاموش رہی شاید وہ کوئی فیصلہ کر رہی تھی پھر اپنا منہ وہ سانکرہ کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

"سانگرہ جس شخص کو تم نے میرے جیون ساتھی کے لئے چنا ہے میں ا قبول کرتی ہوں ساتھ ہی تم سے یہ بھی سوال کرتی ہوں کہ تم دھرم داس کے سا اپنے پھیرے کب کرانا پسند کرو گی۔ میں یہ بھی خطرہ محسوس کرتی ہوں کہ کہیں خر بن عمر کی وجہ سے دھرم داس کے ساتھ تمہارے پھیرے معطل ہی نہ ہو کر جائیں۔

ویسے سانگرہ برا مت ماننا کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تم خریم بن میں دلچسپی لیتی ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد گودیری پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے ا سوال پر سانگرہ کی گردن جھک گئی تھی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر سانگرہ سنجیدہ آواز میں بول پڑی۔

"گودیری میری بہن ابھی تک تو میں کچھ نہیں جانتی میں ایک الجھن ا پریشانی میں مبتلا ہوں۔ دھرم داس بھی میری ماتا کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے اس کوئی شک نہیں کہ میرے اس کے ساتھ پھیرے ہونے والے تھے پر ایک روز مجھے وہاں سے اٹھا لیا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ بھگوان کو ایسا منظور تھا پھر میرے سا حالات اور وقت نے اس خریم بن عمر کو لا کھڑا کیا ابھی تک جو میرا تعلق اس ساتھ قائم ہوا ہے اسے میں نہ محبت نہ پریت کا نام دیتی ہوں۔ بہر حال میرے ا ایک جذبہ ہے جو بار بار مجھے خریم بن عمر کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ میں جانتی کہ اس جذبے کو کیا نام دوں۔ بہرحال ابھی میں نے خریم بن عمر کے سلسلے کوئی فیصلہ نہیں کیا تاہم دھرم داس کے یہاں آنے کی وجہ سے میرے ذہن میں ا پریشانی میری روح میں ایک روگ سا اٹھ کھڑا ہوا ہے اب دیکھو حالات مجھے کس بہا کر لے جاتے ہیں۔"

سانگرہ رکی دم لیا پھر وہ گودیری کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑی۔

"گودیری میری بہن تو خوش قسمت ہے کہ تو نے میرے کہنے پر بتانہ بن کو اپنانے کی حامی بھر لی ہے اسی سلسلے میں اب میں خود بتانہ سے بات کروں میرے خیال میں جونہی میں اس پر انکشاف کروں گی وہ تمہارا بہترین خیال رکھنا شر

کر دے گا اور تم سے محبت بھی کرے گا، بہت اچھا انسان ہے ہنس مکھ ہے کڑوی سے کڑوی بات کو بھی پی جانے کا حوصلہ اور صبر رکھتا ہے۔ جہاں تک خریم بن عمر کا تعلق ہے وہ کم گو ہے زیادہ گفتگو نہیں کرتا سنجیدہ ہے جب بھی کسی عورت سے گفتگو کرتا ہے تو تم نے اندازہ لگایا ہو گا زمین کی طرف دیکھتا ہے نگاہ جھکا کر رکھتا ہے کبھی بھی اس نے کسی عورت یا لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کی اور اس کی یہی ادا میرے دل میں ایک ایسا جذبہ پیدا کر چکی ہے جسے میں ابھی تک کوئی نام نہیں دے سکی۔ دریائے دشت کے کنارے جس طرح اس نے میری آبرو میری جان کی حفاظت کی تھی وہ ایک ایسا معرکہ ایک ایسی مہم تھی جسے میں اپنی موت اپنی مرگ تک فراموش نہ کر سکوں گی۔ گودیری میں ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہوں جہاں سے دو راستے نکلتے ہیں ابھی تک میں نے فیصلہ نہیں کیا کہ مجھے کس راستے پر سفر کرنا ہے جس دوراہے پر میں کھڑی ہوں اس سے ایک راستہ خریم بن عمر کی طرف جاتا ہے دوسرا دھرم داس کی طرف۔ میں شش و پنج میں ہوں کہ کس راستے کو اپناؤں میں سوچتی ہوں کہ کوئی ایسا فیصلہ کروں کہ وہ فیصلہ کرنے کے بعد میں پچھتاوں میں نہ ڈوبی رہوں، کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کرو گی۔"

گودیری سانگرہ کے اس سوال کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اس لمحہ ساول تقریباً بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی اس کی سانس پھولی ہوئی تھی وہ ہانپ رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سانگرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی گودیری بھی کھڑی ہو گئی پھر سانگرہ نے اسے مخاطب کیا۔

"ساول خیریت تو ہے تم گھبرائی ہوئی بھاگ کر آ رہی ہو تمہاری سانس بھی پھولی ہوئی ہے، کیا ہوا۔"

اس پر ساول نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر سانگرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"مالک میں دو خبریں لے کر آئی ہوں ایک اچھی ہے ایک بری، پہلے آپ سے اچھی خبر کہتی ہوں، اچھی خبر یہ ہے کہ مسکی کے نواح میں خریم بن عمر نے مجوسیوں کے سپہ سالار زرمیش کو بدترین شکست دی ہے خریم بن عمر نے رات کی تاریکی میں اس کا خوب قتل عام کیا خریم بن عمر نے اس پر شب خون مارا تھا جس کے نتیجے میں

خریم بن عمر نے مسکی شہر کے باہر جو زمیش کا لشکر تھا اس کا تقریباً" مکمل طور پر صفایا کر دیا ہے۔ زمیش چند محافظ دستوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ہے اب تھوڑی دیر تک خریم بن عمر مکران میں داخل ہونے والا ہے۔ رام رتن یہاں پہنچا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے وہ یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر ہو گا یہ تو اچھی خبر ہے۔ بری خبر یہ ہے کہ راجہ داہر نے ایک لشکر قندا بیل میں جمع کیا ہے اس لشکر میں قبیلہ علاف کے باغی مسلمان بھی شامل ہیں ساتھ راجہ داہر نے نکامرہ قبیلے کے سردار موول کی طرف پیغام بھجوایا ہے کہ وہ مسلمانوں پر جنوب کی طرف سے حملہ کرے شمال کی طرف سے راجہ داہر کا لشکر حملہ آور ہو گا۔ ایسا ہی پیغام انہوں نے زمیش کی طرف بھی روانہ کیا ہے پر شاید راجہ داہر کو ابھی تک یہ خبر نہیں ملی کہ مسکی شہر کے نواح میں خریم بن عمر زمیش کو بدترین شکست دے چکا ہے پہلے یہ تو تیں ایک دن مقرر کریں گی اور پھر اسی دن یہ تینوں مختلف اطراف سے مکران کی مملکت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔"

ساول مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ اس کمرے میں سانکرہ کی ماں روجن داخل ہوئی اس نے جو تینوں کو کھڑے ہوئے دیکھا تو اپنی بیٹی سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ خیریت تو ہے ساول تم سے کچھ کہہ رہی تھی۔ جو دو خبریں ساول نے بتائیں تھیں سانکرہ نے اپنی ماں روجن سے کہہ دیں تھیں ساتھ ہی سانکرہ بول پڑی۔

"اے میری ماں میرے خیال میں ہمیں حویلی سے باہر نکل کر ابن سعر اور بنانہ بن حنظلہ کے ساتھ مسلمانوں کے فاتح لشکر کا استقبال کرنا چاہئے میری ماں آپ جانتی ہیں خریم بن عمر میرے محسن میرے مربی ہیں انہوں نے میری جان اور عزت کی حفاظت کی ان کی آمد پر ان کا سواگت کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔"

سانکرہ کی اس گفتگو سے روجن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگی۔

"میری بیٹی تم تو اس طرح گفتگو کر رہی ہو جیسے میں تمہیں خریم بن عمر کا سواگت کرنے سے منع کر رہی ہوں' تو جو کچھ بھی کرے گی میں تیرے ساتھ ہوں

تیری دل شکنی نہیں کروں گی۔"

اپنی ماں کا جواب سن کر سانکرہ خوش ہو گئی تھی پھر سانکرہ اور گودیری ہی نہیں ساول اور خود روجن بھی خریم بن عمر اور اس کے لشکر کا استقبال کرنے کے لئے حویلی سے نکل گئی تھیں۔

جب وہ ساتھ والی حویلی میں داخل ہوئیں تو حویلی کے صحن میں انہیں مجاعہ بن سعر تمیمی کھڑا دکھائی دیا' اس کے ساتھ بنانہ بن حنظلہ کے علاوہ ہرچند رائے اور سانکرہ کا منگیتر دھرم داس بھی تھے چاروں آگے بڑھیں پھر سانکرہ نے ابن سعر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ساول تقریباً" بھاگتی ہوئی ہمارے پاس گئی اور اس نے ہمیں دو خبریں سنائی ہیں ایک اچھی ہے ایک بری" جواب میں ابن سعر فوراً" بول پڑا۔

"تو ٹھیک کہتی ہے میری بیٹی اچھی خبر یہ ہے کہ زمیش کو خریم بن عمر نے بدترین شکست دی ہے اس پر جان لیوا شب خون مارا۔ بری خبر یہ ہے قندابیل میں راجہ داہر ایک لشکر جمع کر رہا ہے مسلمانوں کا باغی سردار حارث اور اس کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد بھی اس کے ساتھ مل چکے ہیں اور وہ حملہ آور ہونے کے لئے نکامرہ قبیلے کے سردار موول اور مجوسیوں کے سپہ سالار زمیش کے ساتھ رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ وہ کوئی ایک دن مقرر کرنا چاہتے ہیں جب وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے لیکن ان کی اس کاروائی سے پہلے ہی پہلے ہم بھی اپنے کام کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں۔ بس مجھے خریم بن عمر کی آمد کا انتظار ہے میرے خیال میں وہ تھوڑی دیر تک یہاں پہنچ جائے گا اس کی آمد ہی کی وجہ سے ہم صحن میں نکل گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کا شاندار استقبال کیا جائے۔"

ابن سعر جب خاموش ہوا تو سانکرہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں اپنی ماں سے اجازت لے چکی ہوں کیا ہم بھی اس استقبال میں شامل ہو سکتی ہیں" اس پر بڑی فراخدلی اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابن سعر کہنے لگا۔

"کیوں نہیں میری بیٹی تم اس استقبال میں پیش پیش رہ سکتی ہو اس سلسلے میں تمہیں کسی سے میرے خیال میں اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے" ابن سعر کے

اس جواب سے سانکرہ مطمئن دکھائی دے رہی تھی پھر سانکرہ بنانہ بن حنظلہ کے قریب گئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ابن حنظلہ میرے بھائی میں آپ سے بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں آپ تھوڑی دیر کے لئے میری بات سنیں۔"

ابن حنظلہ ابن سعر کے پاس سے ہٹ کر سانکرہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا "کہو میری عزیز بہن کیا کہنا چاہتی ہو" جواب میں سرگوشی کے انداز میں سانکرہ بول پڑی۔

"میرے بھائی اگر میں گودیری کو آپ کی زندگی کا ساتھی آپ کے جیون کا رفیق دیکھنا چاہوں تو کیا آپ اس فیصلے کو پسند کریں گے۔"

سانکرہ کے اس انکشاف پر تھوڑی دیر تک ابن حنظلہ نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"سانکرہ میری بہن تو یہ کیا کہہ رہی ہے ایسی بات کبھی آئندہ مت کہنا اگر گودیری کو خبر ہوئی تو یاد رکھنا وہ خفگی کا اظہار کرے گی۔"

سانکرہ ہنس دی اور کہنے لگی۔

"عزیز بھائی جو کچھ میں آپ سے کہہ رہی ہوں گودیری سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کہہ رہی ہوں وہ آپ کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا اظہار کر چکی ہے بس آپ کے ہاں کہنے کی دیر ہے پھر دیکھئے مکران کے ان صحراؤں میں محبت کے شگوفے کیسے پھوٹتے ہیں۔"

سانکرہ کے ان الفاظ پر ابن حنظلہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا "اگر گودیری مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہے تو میں گودیری کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا' نہ صرف اس کی زندگی کا اچھا ساتھی اور رفیق ثابت ہوں گا بلکہ اس کی ذات کا بہترین پاسبان اور محافظ بھی ثابت ہوں گا۔

میری بہن کیا میں اس سلسلے میں براہ راست گودیری سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

سانکرہ نے جب اثبات میں سر ہلا دیا تو ابن حنظلہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اس موقع پر گودیری عجیب سے انداز میں شرما رہی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ سانکرہ اس کے متعلق ابن حنظلہ سے گفتگو کر رہی ہے۔ پھر جب ابن حنظلہ آہستہ آہستہ گودیری

کی طرف بڑھا تو گودیری کا جسم کانپنے لگا وہ زمین کی طرف دیکھنے لگی تھی گودیری کے سامنے جا کر ابن حنظلہ رکا اور گودیری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گودیری میں تیرا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے اپنی زندگی کا رفیق بنانے کا فیصلہ کیا۔ یاد رکھنا میں تمہیں وہ محبت و پیار دوں گا جو صحراؤں کے اندر کم از کم مثالی ہو گا' یوں جانو آج کے بعد ان صحراؤں کے اندر تم میری امانت ہو اور میں تمہاری خوب حفاظت کروں گا۔"

گودیری کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ زمین کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن ابن حنظلہ کے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر انتہائی گہری خوشگوار مسکراہٹ تھی۔ لگتا تھا بظاہر وہ چپ اور خاموش تھی لیکن بباطن اس کی خوشیوں اس کے اطمینان کی کوئی انتہا نہ تھی پھر ابن حنظلہ پیچھے ہٹ کر ابن سعر کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔

○

مغرب میں سورج کافی جھک گیا تھا آہستہ آہستہ سورج کی سرخ قرص غروب ہو گئی۔ صحراؤں کے اندر ہوا میں کسی قدر خنکی آنا شروع ہو گئی تھی' پھر وہ حویلی سے باہر نکلے اور سب کے چہروں پر خوشیاں پھیل گئی تھیں اس لئے کہ مغرب کی جانب سے خریم بن عمر کا لشکر آ رہا تھا۔ خریم بن عمر اپنے لشکر کے آگے آگے تھا سانکرہ اپنا ٹکٹکی باندھے خریم بن عمر کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس موقع پر ہچکچاتے شرماتے گودیری ابن حنظلہ کے قریب آئی ابن حنظلہ سمجھ گیا کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے لہٰذا اس نے اپنا سر آگے کر دیا تھا گودیری نے بڑے رازدارانہ انداز میں ابن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

"یہ جو سانکرہ ہے اندر ہی اندر خریم بن عمر سے محبت کرتی ہے لیکن اپنی اس بات کو چھپائے ہوئے ہے اظہار نہیں کرتی۔ میں نے اس سے پوچھا بھی لیکن کہتی ہے کہ میرے دل میں ایسے جذبے ہیں جنہیں محبت کا نام فی الحال نہیں دیا جا سکتا۔ اب دیکھو اس کی کیا حالت ہو گئی ہے برابر ٹکٹکی باندھے خریم کی طرف دیکھے جا رہی ہے جوں جوں وہ قریب آتے جا رہے ہیں اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا ہے اور پھر یہ

بھی دیکھیں کہ یہ اپنے منگیتر دھرم داس کو برابر نظر انداز کیے جا رہی ہے۔"

ابن حنظلہ کچھ دیر تک مسکراتا رہا پھر گودیری کو اس نے مخاطب کیا۔

"گودیری جب سانکرہ نے مجھے یہ بتایا تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو تو خریم بن عمر کی فتح کے بعد جو سب سے بڑی مجھے خوشی ملی وہ تمہاری محبت ہی کی تھی۔ اب جبکہ تم یہ انکشاف کر رہی ہو کہ سانکرہ میرے عزیز بھائی خریم بن عمر کو پسند کرتی ہے تو یاد رکھنا خریم بن عمر کی فتح کے بعد یہ انکشاف سب سے زیادہ خوشی کا باعث ہے۔ اسے ذرا آنے دو میں اس موضوع پر اس سے گفتگو ضرور کروں گا۔"

گودیری پیچھے ہٹ گئی تھی اتنی دیر تک خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ قریب آ گیا تھا پھر ابن حنظلہ بھاگ پڑا اس کو اپنی طرف بھاگتے ہوئے دیکھ کر خریم بن عمر رک گیا اپنے گھوڑے سے اتر گیا اتنی دیر تک ابن حنظلہ بھاگ کر اس سے بغلگیر ہو گیا تھا پہلے اس کی پیشانی پر ایک بوسہ دیا پھر اس کے کان میں کہنے لگا۔

"ابن عمر میرے عزیز بھائی میں تمہیں زمیش کے خلاف اس شاندار فتح پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں' ساتھ ہی تمہیں اچھی خبر سناتا ہوں کہ حسین اور پر جمال سانکرہ تمہیں چاہتی ہے تم سے پیار کرتی ہے تم سے محبت رکھتی ہے۔"

ایک دم مسکراتے مسکراتے خریم بن عمر سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ تم پاگل ہو گئے آئندہ اس موضوع پر کبھی مجھ سے گفتگو نہ کرنا نہ ہی یہ بات کسی اور سے کہنا شاید تم سانکرہ کے حالات سے واقف نہیں ہو۔ سانکرہ دھرم داس کی منگیتر ہے جس روز اسے نیرون شہر سے اٹھایا گیا ایک دن بعد دھرم داس کے ساتھ اس کے پھیرے ہونے والے تھے' سن ابن حنظلہ میں اپنی خوشی کی خاطر کسی کی زندگی کو تباہ و برباد نہیں دیکھ سکتا۔ سانکرہ ایک خوبصورت حسین لڑکی ہے ہر کسی کا دل چاہے گا کہ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے لیکن میں ایسا پسند نہیں کروں گا اس لئے کہ وہ یہاں دھرم داس کی امانت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دھرم داس ہی کی ہو کر رہے گی۔ اب کبھی میرے ساتھ اس موضوع پر گفتگو نہ کرنا۔"

اتنی دیر تک سب چلتے ہوئے خریم بن عمر کے پاس آ گئے تھے سب نے باری باری اسے فتح کی مبارک باد دی سانکرہ بھی شرماتے ہوئے قریب گئی اور خریم بن عمر

مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں آپ کو آپ کی شاندار فتح پر دلی مبارک باد دیتی ہوں آپ کی یہاں آمد ہمارے لئے یقیناً خوشیوں اور اطمینان کا باعث ہے۔ آپ جب یہاں نہیں ہوتے تو یہاں کا ماحول عجیب گھٹا گھٹا اور بے سکون سا ہوتا ہے۔"

سانکرہ کی اس گفتگو کا خریم بن عمر نے کوئی جواب نہیں دیا وہ ابن سعر کے قریب گیا اور کہنے لگا میرے بعد یہاں کوئی حادثہ تو نہیں ہوا۔

ابن سعر کہنے لگا "پہلے اندر چل کر حویلی میں بیٹھو لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دو اس کے بعد میں تمہیں بتاتا ہوں کہ نیا حادثہ کہاں سے اٹھنے والا ہے۔"

خریم بن عمر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور کہنے لگا نہیں "جو کچھ آپ بتانا چاہتے ہیں وہ بتائیں اس کے بعد میں اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا' جب خریم بن عمر اپنی جگہ پر کھڑا رہا" تو ابن سعر بول پڑا۔

"ابن عمر میرے بیٹے مجھے تمہاری فتح کی انتہا درجہ کی خوشی ہے پر جس وقت تمہاری فتح کی خبر ملی ساتھ ہی ایک اور خبر ملی اور وہ یہ کہ قندابیل شہر میں راجہ داہر نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے حارث اور اس کے دونوں بیٹے محمد اور معاویہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ جس نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے اس کا کہنا ہے کہ اپنے تیز رفتار قاصد راجہ داہر نے نکامرہ قبیلے کے سردار مول اور زمیش کی طرف روانہ کیے ہیں تاکہ ان کے ساتھ کوئی بھی دن مقرر کیا جائے جس دن ہم پر تین اطراف سے حملہ کیا جائے۔ ایک قندابیل کی طرف سے دوسرا نکامرہ قبیلے کی طرف سے تیسرا زمیش کی طرف سے" اب بتاؤ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔

جواب میں خریم بن عمر کے چہرے پر انتہائی تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر ابن سعر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن سعر میرے محترم جہاں تک زمیش کا تعلق ہے چند ماہ تک وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہے گا میں نے اس کی کمر ایسی توڑی ہے کہ کچھ عرصہ تک وہ سنبھل نہ پائے گا۔ مسکی شہر کے نواح میں جو اس کی عسکری قوت تھی اسے تو میں نے تباہ و برباد کر دیا ہے اب اس کے پاس دو شہر رہتے ہیں ایک ماہان ایک اناس' کہنے والوں کا

کہنا ہے کہ جس قدر میں نے اس کی قوت مسکی کے باہر تباہ کی ہے ایسی دو قوتیں اس کے پاس ماہان اور اناس میں بھی ہیں۔ میرے اللہ کو منظور ہوا تو اس کی باقی کی دو قوتوں کو بھی تہس نہس کر کے رکھ دوں گا۔

جہاں تک راجہ داہر کے لشکر کے علاوہ حارث اور اس کے بیٹوں کا قندابیل میں جمع ہونے کا تعلق ہے تو ان کے اس اجتماع کو بھی میں فضول بنا کر رکھ دوں گا۔ میں مکران میں قیام نہیں کروں گا جو لشکر میرے ساتھ ہے اسے لے کر میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے قندابیل کی طرف کوچ کروں گا اور اپنے کام کی ابتداء کروں گا" ابن سعر تڑپ کر بول اٹھا۔

"ابن عمر میرے بیٹے یہ کیسے ہو سکتا ہے ابھی تم ایک طویل سفر سے آئے ہو تم ہی نہیں تمہارے لشکری بھی تھکے ہوئے ہیں تمہیں اور انہیں آرام کی ضرورت ہے' کچھ روز یہاں قیام کرو اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کرو اس کے بعد یہاں سے کوچ کرنا" اس پر فوراً" خریم بن عمر بول پڑا۔

"ستانے اور آرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم دشمن کو اجازت دے دیں کہ وہ ہمارے سر پر چڑھ کر آئیں' ابن سعر اگر میں یہاں کچھ دن رک گیا تو یاد رکھنا دشمن کو خبر ہو جائے گی کہ زمیش سے نپٹنے کے بعد میں مکران میں واپس آ چکا ہوں لہٰذا وہ محتاط ہو جائیں گے اس طرح جو کاروائی میں ان کے خلاف کرنا چاہتا ہوں وہ کر نہیں پاؤں گا' میں اگر قندابیل میں موجود لشکر کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو یاد رکھنا راجہ داہر نکامرہ قبیلے کے سردار موبل اور زمیش کو یکجا ہونے میں وقت لگے گا۔ اس وقت سے ہم بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنی طاقت کو پہلے کی نسبت زیادہ مربوط اور مستحکم بنا سکتے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خریم بن عمر رکا اور ابن سعر کو کہتا چلا گیا تھا۔

"میرے لشکر کے پیچھے جو بار برداری کے جانور کھڑے ہیں یہ جانور اور ان پر لدا ہوا سامان مجھے زمیش کی لشکرگاہ سے ملا ہے اسے آپ اپنی تحویل میں لے لیں۔ میں لشکر کے ساتھ ابھی اور اسی وقت قندابیل کی طرف کوچ کروں گا" اس پر ابن سعر پھر بول پڑا۔

"میرے بیٹے میں تمہارے جذبے تمہاری حب الوطنی کی قدر کرتا ہوں پر تمہارے جیسے جذبے سب لشکری تو نہیں رکھتے وہ تھکاوٹ محسوس کر رہے ہوں گے انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلی پھر اس نے ابن سعر کو مخاطب کیا۔

"آپ کی موجودگی میں میں ان سے پوچھ لیتا ہوں پھر دیکھتے ہیں وہ کیا جواب دیتے ہیں" خریم بن عمر اپنے لشکریوں کی طرف مڑنے ہی لگا تھا کہ ابن حنظلہ نے اسے مخاطب کیا۔

"ابن عمر میرے بھائی اب میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا' جس طرح تم اکیلے دشمن کے ساتھ ٹکراتے رہتے ہو یہ میرے لئے شرم اور خجالت کی بات ہے کہ آپ تو جنگوں میں حصہ لیتے رہیں اور میں یہاں مکران میں آرام کرتا رہوں' تم جانتے ہو کہ میں ایسی زندگی کو پسند نہیں کرتا اس بار یا تو تم مکران میں رہ کر آرام کرو میں لشکر کی نمائندگی خود کرتا ہو یا تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

خریم بن عمر ابن حنظلہ کے قریب آیا دو تین بار اس کا شانہ تھپتھپایا پھر بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں مجھے خبر ہے کہ تم بے کار بیٹھنے والے نہیں ہو حب الوطنی کا جذبہ خوب رکھتے ہو مذہب اور دین کے ساتھ بھی تمہارا لگاؤ انتہا کی حد تک ہے' پھر دیکھو میرے بھائی یہاں میری نسبت تمہاری ضرورت زیادہ ہے۔ تم پہلے سے یہاں موجود ہو اور مکران کا دفاع کرنا میں نے تمہارے ذمے لگا رکھا ہے مجھے امید ہے جس قدر لشکر اس وقت مکران میں موجود ہے اس کے ساتھ تم مکران کا خوب دفاع کرو گے مکران ہماری قوت کا مرکز ہے اس کی حفاظت سب سے مقدم ہے اس بنا پر میں نے تمہیں یہاں چھوڑا ہوا ہے۔ اب ضد نہ کرنا میں لشکریوں سے ان کا عندیہ لیتا ہوں اس کے بعد اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا۔"

خریم بن عمر مڑ کر اپنے لشکر کی طرف گیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا گھوڑے کا

رخ اس نے اپنے لشکر کی طرف کیا پھر اپنی تلوار اس نے فضا میں بلند کی اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"اے عزیزان من! میں تمہارا سالار خریم بن عمر تم سے مخاطب ہوں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سننا پھر اپنی سوجھ بوجھ کو سامنے رکھتے ہوئے جواب دینا۔ میرے صدق و ایثار اور وفا شعار ساتھیوں درد آشنا رقیب راجہ داہر کا ایک بہت بڑا لشکر حارث معاویہ اور محمد کے لشکر کے ساتھ مل کر اس وقت قندابیل شہر میں قیام کئے ہوئے ہے اور ہم پر حملہ آور ہونے کی تدبیریں کر رہا ہے۔

میرے جان نثارو سنو! قبل اس کے کہ وہ ہنگامہ خیز طوفان کی طرح ہم پر وارد ہو اور ہمارے شادمان اور گل نشان جذبوں کو سرنگوں اور بے برگ و بار درختوں جیسا کرے، قبل اس کہ ہمارے وجود کو بصارت سے ماوراء اور ہماری آوازوں کو سماعت کے قابل نہ چھوڑے قبل اس کے کہ وہ ہماری حلاوت بھری اخوت کو اضطراب اور بیقراری کے کرب میں تبدیل کر دے اور اس کے حملے کے باعث ہماری سرزمینوں میں ہر سو آہ و بکا اور ہر سمت ہزیان اور درد سری اٹھ کھڑی ہو میں اس سے قبل ہی دشمن پر نزع کی بے صوت حکایات کی طرح حملہ آور ہو کر اس کے ارادوں اس کے جذبوں کو پامال کر دینا چاہتا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ تم ایک بڑی مہم سے لوٹ رہے ہو تھکے ہارے ہو تمہیں آرام اور ستانے کی ضرورت ہے پر یاد رکھنا خدائی قانون کبھی ساقط نہیں ہوتا اگر اس موقع پر تم میرا ساتھ نہ دو گے تو میں کسی دوسرے کے گروہ کو ساتھ لے کر نکلوں گا پر میں آج اور ابھی اسی وقت قندابیل کا رخ کروں گا۔ دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دوں گا بروقت اپنا ہاتھ اس کی گردن پر رکھوں گا اور اس کی گردن کو ناپتا چلا جاؤں گا۔ یاد رکھنا اگر تم نے میرا ساتھ اس وقت نہ دیا تو مجھے تم سے کوئی گلہ کوئی شکوہ نہ ہو گا اس لئے کہ ہر دور میں اللہ کے بندے حق کی خاطر باطل کے خلاف عصائے کلیم بن کر برستے رہے ہیں تم ساتھ نہ دو گے تو میں ابھی کسی دوسرے گروہ کو ساتھ لے کر نکلوں گا پر میں دشمن کو اجازت نہ دوں گا کہ وہ زمین کے بطن سے نکلنے والی ابتلا کی طرح ہر سمت ہمارے لئے آہیں کھڑی کرتا چلا جائے۔

میرے آہن شکن ساتھیو! میں اب تک تمہاری کارگزاری سے بالکل مطمئن ہوں میں تم سے خوش ہوں تم اگر اس وقت میرا ساتھ نہ دو گے تب بھی میں تمہارے ساتھ خوشی اور اطمینان کا اظہار کروں گا' اور یاد رکھنا شر کے خلاف انتہا پسندی خاموشی سے کہیں افضل ہوتی ہے اس لئے اس موقع پر تم لوگ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرنا تم ساتھ نہ جانا چاہو مجھے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہ ہو گا اگر ساتھ جانا چاہو تب بھی اپنے ارادے کا اظہار کرنا۔ پر ایک بات یاد رکھنا میں تہیہ کیے ہوئے ہوں کہ ہر صورت میں قندابیل سے نکل کر دشمن کو مسموم خیالات کی تخم تیزی کرنے نہیں دوں گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے خریم بن عمر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کے سامنے اپنے گھوڑوں پر سوار لشکریوں میں سے کسی زندہ دل جوان نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی پھر وہ اپنی پوری طاقت اور قوت سے چلا اٹھا تھا۔

"امیر محترم! آپ ایسے الفاظ ادا کر کے ہماری توہین ہماری بے عزتی کر رہے ہیں ہم لوگ بد سے بدترین حالات میں بھی بغیر کسی آرام اور ستانے کے آپ کا ساتھ دیں گے یاد رکھئے صبر کو اپنی ذرہ بنا کر ہی قوموں کی عظمت کی داستانیں لکھی جاتی ہیں جوانان ملت کے شباب کو ندیم بنانے کے بعد ہی تخریبی عناصر کے سامنے اپنی سطوت اپنی جبروت کی حفاظت کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔"

اس جوان کے ان خیالات پر خریم بن عمر خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ ایک اور منچلا چلا اٹھا اس نے بھی خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"اے ہمارے محترم امیر! یاد رکھئے گا ہم کسی بھی صورت آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے بلکہ دشمن کے خلاف ہر حال ہر صورت میں سنگ سنگ اڑتے بادلوں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ اے ہمارے امیر! ان سرزمینوں میں آپ ہمارے لئے دانا ہیں آپ کی راہبری آپ کی کمانداری میں ہم ہر جگہ ہر شہر ہر قصبے ہر دشت ہر کوہستان میں دشمن کی چڑھی ہوئی تیوریاں اور ان کی اینٹھی ہوئی گردنیں جھکانے کے لئے ہمہ وقت آپ کے حکم کے منتظر رہیں گے۔ یاد رکھئے ان سرزمینوں میں ایک سالار ایک کماندار کی حیثیت سے آپ ہمارے لئے نو. کی حیثیت رکھتے ہیں اور

بصارت نہ ہو تو سورج کی روشنی بھی بیکار ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ الفاظ کا شر شیطان کے شر سے کہیں زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم آپ کے ساتھ عہد کرتے ہیں آندھی ہو بارش ہو قہر ہو طوفان ہو عذاب ہو کوئی بھی ابتلا ہو ہر صورت میں ہم آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر اپنی گردنیں کٹوانے کے لئے تیار رہیں گے۔ خدا کے لئے آپ ہم سے یہ سوال نہ کیجئے کہ ہم آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں کہ نہیں آپ صرف ہمیں حکم دیجئے پھر دیکھیں ہم آپ کے حکم کا اتباع کیسے کرتے ہیں۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک اپنے گھوڑے پر بیٹھا مسکراتا رہا تاہم اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی تھی تھوڑی دیر تک ایسی ہی کیفیت رہی پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا مڑا آہستہ آہستہ چلتا ہوا ابن سعر کے پاس آیا اور اسے مخاطب کیا۔

"آپ نے میرے لشکریوں کا جذبہ دیکھا میں نے انہیں یہاں آنے کے بعد جو تربیت دی ہے اس کا پورا رنگ اس کا پورا اثر ان پر چھا چکا ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں جو موت کے پیچھے بھاگیں گے اور زندگی ان کے تعاقب میں لگی رہے گی۔ میرے خداوند قدوس نے چاہا تو جس طرح مسکی شہر کے نواح میں ہم نے زمیش کے کس بل سیدھے کئے اسی طرح قندابیل شہر میں بھی ہم راجہ داہر اور حارث علافی کے مشترکہ لشکر کی بھی مشقیں باندھ کر رکھ دیں گے میرے خیال میں اب مجھے جانے کی اجازت دیجئے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا" اس بنانہ بن حنظلہ فوراً" بول پڑا۔

"خریم میرے بھائی تم نے کھانا بھی نہیں کھایا لشکر کو بھی کھانا نہیں کھانے دیا" خریم نے فوراً" اس کی بات کاٹ دی۔

"کھانا ہم کھا چکے ہیں اس کی تم فکر نہ کرو میں اب کوچ کرنے لگا ہوں لشکر کے پیچھے جو باربرداری کے جانور کھڑے ہیں اور ان پر جو سامان لدا ہے اسے سنبھال لینا" اس کے ساتھ ہی باری باری خریم بن عمر نے ابن سعر بنانہ بن حنظلہ سے مصافحہ کیا تیسرے نمبر پر وہ دھرم داس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کیا۔

"دھرم داس میرے عزیز' تم یہاں اجنبی ہو کسی شے کی ضرورت ہو تو تکلف مت کرنا تمہاری حیثیت یہاں اپنوں کی سی ہے" دھرم داس سے مصافحہ کرنے کے بعد خریم بن عمر ہرچند رائے او رام رتن کے پاس آیا پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"تم دونوں میں سے کون میرے ساتھ جانا پسند کرے گا" رام رتن فوراً" بول پڑا "جس طرح میں پہلے آپ کے ساتھ گیا تھا اس بار بھی میں ہی آپ کا ساتھ دوں گا" رام رتن کا جواب سن کر خریم بن عمر خوش ہو گیا تھا اس کے بعد وہ مڑا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

اس کو جاتا دیکھتے ہوئے سانکرہ بیچاری بے خواب سناٹوں میں راہ گم کردہ مسافر اور رات کے سنسناتے صحراؤں میں طائر بے آشیانہ سی ہو کر رہ گئی تھی۔ لگتا تھا پس سرحد ادراک اسی کی ہستی اور عدم دونوں ایک دوسرے سے مل گئے ہوں جوں جوں خریم بن عمر دور ہوتا جا رہا تھا اس پر جاں کنی کے لمحات طاری ہو رہے تھے۔ وہ بیچاری درد کے اڑتے ریگزاروں--- صحرائے فنا کے شرربار بگولوں میں اور ویرانیوں میں نہائی داستانوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ خریم بن عمر جب اپنے لشکر کے ساتھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب اس نے کسی کے ردعمل اور کسی کی بات کا انتظار نہیں کیا گردن بیچاری کی جھک گئی تھی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے کہنے پر حجاج اس سے ملنے کے لئے دمشق گیا وہاں اس نے کچھ دن قیام کیا چند معاملات اس نے عبدالملک کے ساتھ طے کیے پھر واپسی کا سفر شروع کیا۔ سفر کے دوران اس نے ایک معبد میں قیام کیا جہاں اسے بتایا گیا کہ یہاں ایک راہب ہے جو نجوم کے علم میں بڑی مہارت رکھتا ہے یکتا اور بے مثال ہے، گزرے ہوئے حالات اور آنے والے حادثات اور واقعات پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔

اس انکشاف پر حجاج بن یوسف نے اس راہب کو بلایا راہب جب حجاج بن یوسف کی خدمت میں پیش ہوا تو راہب سے اس نے پوچھا کہ تم مجھے آنے والے حالات کے متعلق اشارہ دو گے۔ راہب نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب حجاج بن یوسف نے اسے مخاطب کیا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ ہمارے موجودہ امیرالمومنین کی کیا خصوصیات ہیں۔"

راہب نے کچھ سوچا اپنے علم کا حساب لگایا پھر کہنے لگا "ہم اپنے زمانے میں انہیں ایک نہایت مدبر حکمران جانتے ہیں جو ان کی مخالفت کرے گا پچھاڑ دیا جائے گا۔"

حجاج اس جواب کو سن کر کسی قدر متاثر ہوا دوبارہ بولا۔

"اچھا یہ بتاؤ موجودہ امیرالمومنین کے بعد کون ہو گا۔"

راہب نے پھر حساب لگایا اور کہنے لگا "ولید۔"

حجاج نے پھر پوچھا "اور اس کے بعد کون ہو گا۔"

راہب پھر اپنے حساب میں کھو گیا کہنے لگا "اس کے بعد ایک ایسا شخص ہو

س کا نام ایک نبی کے نام پر ہو گا جس سے خیر و برکت کا افتتاح ہو گا۔"

حجاج سمجھ گیا کہ ولید کے بعد سلیمان ہو گا اس لئے کہ اس کا نام اللہ کے نبی لیمان علیہ اسلام پر تھا۔ حجاج کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے پھر راہب کو ناطب کیا "کیا تم مجھے جانتے ہو۔"

راہب کہنے لگا "ہاں مجھے بتایا گیا ہے کہ تم حجاج بن یوسف ہو" حجاج نے پوچھا "کہ تم میرے منصب ولائت کو جانتے ہو" راہب نے کہا "ہاں میں جانتا ہوں اور اس کے متعلق مجھے بتایا بھی گیا ہے" حجاج نے پھر پوچھا "یہ بتاؤ کہ میرے بعد میرے منصب پر کون ہو گا۔"

راہب پھر خاموش ہو گیا اپنا حساب لگانے لگا اور کہنے لگا "تمہارے بعد یزید نام کا ایک شخص تمہارے منصب پر مقرر کیا جائے گا۔"

حجاج کچھ فکر مند ہوا اور پھر راہب کو مخاطب کیا۔

"اچھا یہ بتاؤ جو میرے منصب پر مقرر ہو گا ایسا میری زندگی میں ہو گا کہ میری زندگی کے بعد" راہب پھر حساب لگانے لگا اور بے بسی سے حجاج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا "اس کے متعلق میرا حساب کچھ نہیں کہتا" حجاج نے پھر پوچھا "اچھا جو میرے منصب پر قائم ہو گا جس کا نام تم یزید کہہ رہے ہو اس کی کیا خصوصیات ہوں گی" راہب فوراً بول پڑا "کہ وہ ایک بد عہدی کرے گا اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتا۔"

راہب سے اس ملاقات کے بعد حجاج نے پھر واسط کی طرف جانے کے لئے اپنے سفر کا آغاز کیا راہب کے ساتھ اس گفتگو کے بعد حجاج کے دل میں خیال آیا کہ یزید بن مہلب ہی میرا مدمقابل ہو سکتا ہے۔ راہب کی گفتگو نے اسے کسی قدر پریشان کر دیا تھا واسط پہنچ کر اس نے اپنا استعفیٰ لکھا اور عبدالملک کی طرف روانہ کر دیا۔ عبدالملک حجاج بن یوسف کو بے حد پسند کرتا تھا اس کے استعفے کے جواب میں عبدالملک نے لکھا کہ مجھے تمہارا اصلی منشا معلوم ہو گیا ہے تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے متعلق میں اپنی رائے کا اظہار کروں تو سن لو میں تمہیں ایک مفید آدمی سمجھتا ہوں اس لئے تم اپنا استعفیٰ واپس لے لو اور اب کبھی مرتے دم تک استعفیٰ مت دینا۔

راہب کی گفتگو سے حجاج بن یوسف برابر پریشان رہنے لگا۔ ایک دن وہ اپنے ایک جاننے والے کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت حجاج زمین کرید رہا تھا پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے جاننے والے کو نام جس کا عبید تھا کہنے لگا "مجھے نجوم کا علم جاننے والے راہب نے بتایا ہے کہ میرے ماتحت عہدیداروں میں سے یزید نامی عراق کا گورنر ہو گا۔ میرے عزیز میرے دوست اس وقت ہمارے سامنے تین یزید ہیں ایک یزید بن مہلب دوسرے یزید بن تبشہ تیسرا یزید بن دینار۔ جہاں تک یزید بن تبشہ اور یزید بن دینار کا تعلق ہے اس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی عراق میں نہیں ہے اور نہ انہیں اس کا موقع مل سکتا ہے کہ وہ کبھی میرے منصب پر مقرر کئے جائیں اس منصب پر اگر کوئی قائم ہو سکتا ہے تو صرف یزید بن مہلب ہی ہے۔"

کئی دنوں کی سوچ بچار کے بعد آخر حجاج بن یوسف نے اپنے کام کی ابتداء کی حجاج نے عبدالملک کو خط لکھا کہ یزید اور خاندان مہلب پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا یہ لوگ زبیری ہیں اور کسی وقت بھی دھوکہ دے سکتے ہیں۔ جواب میں عبدالملک نے لکھا مجھے مہلب کی اولاد میں اگر وہ خاندان زبیر کے حامی اور حمایتی ہیں تو صرف اس بنا پر کوئی برائی نہیں معلوم ہوتی بلکہ یہ تو ان میں ایک ایسا جوہر ہے جس کے باعث انہیں ہم سے عقیدت ہے۔

عبدالملک کے اس جواب سے حجاج بن یوسف کی تسلی نہ ہوئی ابن اشعث سے تو وہ نبٹ چکا تھا اب یزید بن مہلب اسے کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا اور وہی ایک ایسا شخص تھا جو اس کی پریشانی کا باعث تھا ورنہ حجاج نے عراق کے تمام خاندانوں کو اچھی طرح کچل ڈالا تھا' صرف یزید اور اس کا خاندان اور بصرہ اور کوفہ کے لوگ اس کے ہمراہ خراسان میں تھے وہی اس کے فولادی پنجے سے محفوظ تھے۔

حجاج بن یوسف خاموش نہیں بیٹھا خراسان سندھ مکران اور کرمان کے سارے ہی حکمران کیونکہ اس کے ماتحت ہوا کرتے تھے لہٰذا اس نے یزید بن مہلب کی طرف قاصد بھیجنے شروع کیے کہ تم فورا" میرے پاس آؤ۔ یزید ان دنوں غیر مسلموں سے جنگ میں مصروف تھا لہٰذا وہ غیر مسلموں کی طرف سے خطرے کا بہانہ بنا کر وقت کو ٹالتا وہ سمجھتا تھا کہ شاید اسی طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے۔

حجاج بن یوسف نے دیکھا کہ اس کے بلانے پر بھی یزید بن مہلب نہیں آ رہا تو جو خدشات راہب نے ظاہر کئے تھے وہی خدشات حجاج بن یوسف نے عبدالملک کو لکھ بھیجے کہ یہ لوگ ضرور بے وفائی کریں گے۔

عبدالملک نے لکھ بھیجا تم نے یزید اور خاندان مہلب کی شکایت کی ہے تم ہی ایسے شخص کا نام ظاہر کرو جو خراسان کی گورنری کا اہل ہو حجاج نے جب ایک شخص کا نام پیش کیا تو عبدالملک نے لکھ بھیجا۔

جو خرابی اہل مہلب میں پاتے ہو وہی اس نئے شخص میں بھی ہے' کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو کہ جو انتظامی قابلیت رکھنے والا سیاستدان ہو بہترین قسم کا مدبر عمدہ قسم کا سالار اور منظم ہو اور تمہارے احکامات کی تعمیل کرنے والا ہو۔

اس پر چند دن تک حجاج بن یوسف نے بچار سے کام لیا آخر اس کی نظر قتیبہ بن مسلم پر جم کر رہ گئی اس لئے کہ اس سے بڑھ کر اسے کوئی شخص نظر نہ آیا جو خراسان میں امن و امان بھی قائم کر سکتا تھا اور اردگرد پھیلے غیر مسلموں کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ملکی سرحدوں کو وسیع کر سکتا تھا' لہٰذا حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم کا نام پیش کر دیا۔

عبدالملک نے فورا" قتیبہ بن مسلم کا نام منظور کر لیا اور حکم دے دیا کہ قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا صوبیدار مقرر کر دیا جائے ادھر یزید کو بھی علم ہو گیا تھا کہ میری جگہ قتیبہ بن مسلم کو والی مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ بغاوت بھی نہیں کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے بغاوت کی تو قتیبہ بن مسلم ایک ایسا شخص ہے جو اس کی بغاوت کو کچل کر رکھ دے گا لہٰذا حجاج بن یوسف کے بلاوے کا احترام کرتے ہوئے اس نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔

بہرحال قتیبہ بن مسلم نے جاکر خراسان میں اپنے عہدے اپنے منصب کو سنبھال لیا یزید بن مہلب اپنے بھائی مفضل اور عبدالملک کے ساتھ خراسان سے نکل کر حجاج بن یوسف کے پاس آیا اور حجاج بن یوسف نے ان تینوں کو زندان میں ڈال دیا تھا۔

خریم بن عمر نے قندابیل شہر کی طرف اس رفتار سے سفر کیا کہ جس وق(ت) سورج غروب ہو رہا تھا وہ شہر سے دس میل کے فاصلے پر پہنچ گیا تھا۔ رام رتن کو اس نے پہلے ہی شہر کی طرف روانہ کر دیا تھا تاکہ دشمن کی طاقت و قوت کا اندازہ لگائے وہ وہیں رک کر رام رتن کا انتظار کرنے لگا تھا۔

رام رتن نے واپس آنے میں دیر نہیں لگائی' واپس آ کر اس نے خریم بن ع(مر) کو اطلاع دی کہ دشمن کا سارا لشکر اس وقت قندابیل شہر کے اندر محفوظ ہے' اس (نے) یہ بھی بتایا کہ قندابیل شہر میں ایک خاصا بڑا لشکر ہے اور اگر ہم قندابیل شہر پر حم(لہ) آور ہوں تو کامیابی کے آثار بہت کم ہیں۔

رام رتن کی مہیا کردہ اطلاعات کے مطابق خریم بن عمر نے اپنے چھو(ٹے) سالاروں کو بلایا لشکر میں سے کچھ دستے علیحدہ کئے پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عزیزو! ہم قندابیل شہر پر حملہ آور نہیں ہوں گے اس لئے کہ رام رتن بتا(تا) ہے کہ شہر کے اندر ایک بہت بڑی طاقت ہے شہر پر حملہ آور ہو کر ہم شہر پر قبضہ نہ(یں) کر سکتے اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمارے لئے خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے (کہ) شہر کے اندر جو لشکر محفوظ ہے وہ تو ہمیں جنگ میں مصروف رکھے گا اور راجہ داہر (کی) طرف سے انہیں کمک بھی مل سکتی ہے۔ ہمارے پاس اپنی پوری طاقت نہیں ہے آ(دھا) لشکر مکران میں پڑا ہوا ہے لہٰذا دشمن کے ساتھ ہمیں کسی حیلے کسی بہانے کے سا(تھ) نبٹنا ہو گا۔

دشمن سے نبٹنے کے لئے جو تدبیر میں نے سوچی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ جو دستے میں نے علیحدہ کئے ہیں یہ تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کریں گے میں ان کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے مزید آگے جاؤں گا۔ یہ دستے ایسا کریں گے کہ قندا(بیل) شہر کے نواح میں جو بستیاں قصبے اور آبادیاں ہیں ان پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بر(بادی) کا کھیل کھیلنا شروع کریں گے' اس تباہی کی خبر فی الفور قندابیل شہر میں پہنچے گ(ی) قندابیل شہر میں راجہ داہر کے لشکریوں کا جو سالار ہے ظاہر ہے وہ خاموش نہیں (بیٹھے) گا۔ جونہی اسے خبر ہو گی کہ قندابیل شہر کے نواح میں کسی نے یلغار کر دی ہے (لوٹ) مار کا بازار گرم کر دیا ہے بستیوں کو آگ لگانا شروع کر دی ہے تو یقیناً" وہ لشکر کا

حصہ لوٹ مار کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کرے گا۔

یہ سارا کھیل آج رات ہی کھیلا جائے گا تمہارے ذمے میں یہی کام لگا رہا ہوں کہ شہر کے نواح میں جو بستیاں ہیں ان پر تم حملہ آور ہو گے' اپنے چند آدمی شہر کی سمت کھڑے کر دو گے شہر سے نکل کر کوئی لشکر تمہاری طرف آئے گا تو وہ لشکری تمہیں اطلاع دیں گے' لہٰذا جونہی وہ لشکر قریب آئے تم بھاگ کھڑے ہونا اور میری سمت آنا میں کچھ مزید آگے جا کر گھات پکڑ لوں گا۔ جب تم لوگ میرے قریب سے گزرتے ہوئے آگے نکلو گے تو تمہارے تعاقب کرنے والوں پر میں حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے میں انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دوں گا۔ جب اس لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا تو ان میں سے کچھ کو زندہ چھوڑ کر واپس بھیج دیا جائے گا تاکہ وہ اطلاع کریں کے حملہ آوروں نے ان کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ راجہ داہر کے لشکر کا سالار خاموش نہیں بیٹھے گا نہ ہی اس پر وہ بس کرے گا یا تو وہ لشکر کا کچھ بڑا حصہ روانہ کرے گا یا سارے لشکر کے ساتھ باہر نکلے گا' اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ہم سارے متحد ہو جائیں گے جو گھات ہم نے پہلے لگائی ہو گی اس کو تبدیل کر دیں گے۔ اس لئے کہ دشمن کے جو سپاہی واپس جائیں گے وہ انہیں ہمارے محل وقوع سے آگاہ کر دیں گے' اپنی گھات بدلنے کے بعد راجہ داہر کا وہ لشکر جب باہر نکلے گا تو اس پر ایسا ہی شب خون ماریں گے جیسا مسکی شہر کے باہر ہم نے زمیش پر مارا تھا۔ مجھے امید ہے کہ جیسی حالت ہم نے مسکی شہر کے نواح میں زمیش کی کی ایسی ہی ہم قندابیل شہر کے باہر راجہ داہر کے لشکر کی بھی کریں گے۔"

خریم بن عمر کی اس تجویز سے ان دستوں کے علاوہ سارے چھوٹے سالاروں نے بھی اتفاق کیا۔ اس کے بعد لشکر مزید آگے بڑھا ایک جگہ جو گھات کے لئے مناسب تھی وہاں اپنے لشکر کے ساتھ خریم بن عمر مقیم ہو گیا تھا۔ جن دستوں کو علیحدہ کیا گیا تھا وہ چھوٹے سالاروں کی سرکردگی میں آگے بڑھے اور قندابیل کے نواح میں جو بستیاں اور قصبے تھے ان کے اندر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔

قندابیل میں راجہ داہر کا جو سالار تھا اس نے خریم بن عمر کی خواہش کے مطابق ہی عمل کیا' جونہی اسے خبر ملی کہ قندابیل شہر کے نواح میں کسی گمنام لشکر نے

حملہ آور ہو کر تباہی پھیلانا شروع کر دی ہے تو اپنے لشکر کا ایک حصہ اس نے نکالا تاکہ حملہ آوروں کی سرکوبی کی جا سکے۔ اس لشکر میں وہ خود شامل نہیں تھا اپنے ایک سالار کو کماندار بنا کر اس نے حملہ آوروں کو مار بھگانے کے لئے روانہ کیا تھا۔

ادھر خریم بن عمر کے چھوٹے سالار بھی بڑے مستعد تھے اپنے چند مسلح جوانوں کو انہوں نے شہر کے قریب کھڑا کر دیا تھا تاکہ شہر کے اندر سے جب لشکر نکلے تو انہیں مطلع کر دیا جائے جونہی راجہ داہر کا لشکر شہر سے نکلا ان مسلح جوانوں نے اپنے کمانداروں کو اطلاع کر دی لہٰذا وہ اور مستعد ہو گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں جب خریم بن عمر کے دستوں کو خبر ہوئی کہ راجہ داہر کا لشکر ان کے قریب آ گیا ہے اور انہوں نے انہیں دیکھ لیا ہے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے' انہوں نے اس سمت کا رخ کیا جہاں خریم بن عمر نے گھات لگا رکھی تھی۔

راجہ داہر کے لشکر کو خبر ہو گئی تھی کہ انہیں دیکھتے ہی حملہ آور بھاگے ہیں لہٰذا وہ ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے جونہی تعاقب کرنے والے راجہ داہر کے لشکری اس جگہ کے پاس سے گزرے جہاں خریم بن عمر نے گھات لگا رکھی تھی۔ تو وہ بھی اپنی گھات سے نکلا اور راجہ داہر کے لشکر کے پیچھے لگ گیا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے خریم بن عمر اور اس کے لشکریوں نے اتصال عبدیت و ربوبیت کے سے پر شکوہ انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے پشت کی جانب سے حملہ کر دیا تھا اور یہ حملہ ایسا ہولناک بروقت اور اچانک تھا کہ راجہ داہر کے وہ لشکری بوکھلا کر رہ گئے تھے۔ خریم بن عمر کے لشکری جو ان کے آگے آگے بھاگے تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ تعاقب کرنے والے دشمن پیچھے سے ان کے سالار خریم بن عمر نے حملہ کر دیا ہے تب وہ بھی رک پلٹے پھر خوفناک انداز میں وہ بھی دشمن پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اس طرح دونوں طرف سے دشمن کو پیس کر رکھ دیا گیا تھا چند سپاہیوں کو زندہ رکھا گیا اور انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی تاکہ واپس جا کر وہ راجہ داہر کے لشکر کے کماندار کو اپنی بربادی کی داستان سنائیں۔ اس کے بعد خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو جمع کیا پہلے والی گھات اس نے تبدیل کر دی مزید قندابیل شہر کے قریب ہوا اور ایک مناسب جگہ دیکھتے ہوئے دوبارہ وہاں گھات لگا لی تھی۔

قندابیل شہر میں راجہ داہر کے لشکر کے سالار کو جب خبر ہوئی کہ اس نے اپنے لشکر کا حصہ جو حملہ آوروں کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے تب وہ بڑا غضب ناک ہوا۔ جس قدر لشکر اس کے پاس قندابیل شہر میں تھا اسے لے کر وہ رات کی تاریکی میں نکلا۔ وہ لشکری جنہیں خریم بن عمر نے زندہ چھوڑ دیا تھا تاکہ اپنی تباہی اور بربادی کی خبر جا کے قندابیل شہر میں سنائیں وہ اس کی راہبری اور راہنمائی کا کام سرانجام دے رہے تھے۔

پر انہیں خبر نہ تھی کہ خریم بن عمر نے پہلے والی گھات ترک کر دی ہے اور اب وہ قندابیل شہر کے قریب ہی ان کا شکار کرنے کے لئے منتظر بیٹھا ہوا ہے۔

راجہ داہر کا سالار اپنے لشکر کے ساتھ جب اس جگہ سے گزرا جہاں خریم بن عمر نے گھات لی ہوئی تھی۔ تب خریم بن عمر اپنی گھات سے اپنے لشکر کو لے کر اس طرح نکلا جیسے کوئی عتاب جہاں شہاب یا رسدگاہ چشم کو چندھیا دینے والا سیال آتش نشاں اٹھ کھڑا ہوتا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے راجہ داہر کے لشکر کی پشت کی طرف سے خریم بن عمر اور اس کے عارف آفاق صاحب سیف و قلم اور محرم راز ساتھی اور مجاہد راجہ داہر کے لشکر پر فضاؤں کو ہراساں کر دینے والی ہیبت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

خریم بن عمر کے اچانک حملہ آور ہونے سے شب کے خمار میں اٹھتی پریشان فضاؤں کے اندر بڑے بڑے سورماؤں کی ہمت جواب دینے لگی تھی بڑے بڑے تیغ زن سراب ریگ ہونے لگے تھے خریم بن عمر اپنے لشکریوں کے ساتھ بڑی تیزی سے لہروں میں مرتعش ہوتے نغموں کی طرح دشمن پر چھانے لگا تھا خریم بن عمر دیکھتے ہی دیکھتے شب کی تاریکی میں راجہ داہر کے لشکر میں اس طرح گھسا تھا جیسے حیلہ گر مکار لومڑیوں کے گروہ میں بھوکے بھیڑیے گھستے ہیں جیسے جھوٹے ابلیس منافقوں کے اندر حق کا کوئی نقیب تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنی جگہ بناتا ہے جیسے بے ایمان اور بے وفا گماشتوں کے اندر فطرت کا کوئی راز دار موت اور مرگ کا پیغام کھڑا کرنے کے لئے گھستا ہے۔

قندابیل شہر کے نواح میں گھمسان کا رن پڑا راجہ داہر کے لشکر کو چونکہ پلٹ کر اپنا دفاع کرنا تھا اس لئے کہ خریم بن عمر نے پشت کی جانب سے حملہ کیا تھا لہٰذا جب

تک وہ پلٹے اس وقت تک خریم بن عمر اس کے لشکر کے ایک حصے کو فنا کر چکا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ راجہ داہر کے اس لشکر کی تعداد کم ہوتی چلی گئی اور اس سے بھی زیادہ خریم بن عمر اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے اور ولولے بلند ہونا شروع ہو گئے تھے۔

راجہ داہر کے اس سالار نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح دشمن کے سامنے جم کر اسے مار بھگانے کی کوشش کرے لیکن اس کا ہر حیلہ ہر مکر ناکام ہوا۔ پھر جب اس نے اندازہ لگایا کہ اپنی جانیں بچانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو بچے کھچے لشکر کو لے کر وہ قندابیل شہر کی طرف بھاگا۔ خریم بن عمر اس کے پیچھے پیچھے تھا اس نے راجہ داہر کے اس لشکر کا تعاقب قندابیل کی فصیل تک کیا جب بچے کھچے لشکریوں کو لے کر اس کا سالار شہر میں داخل ہو گیا اور شہر کے دروازے بند کر دیئے تب خریم بن عمر بھی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کا مقصد صرف قندابیل شہر میں راجہ داہر کی قوت کو توڑنا اور کم کرنا تھا اور وہ یہ فرض بڑی خوبی اور احسن طریقے سے ادا کر چکا تھا۔ لہٰذا پیچھے ہٹنے کے بعد اس نے کچھ دیر کے لئے اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا حکم دیا زخمیوں کی مرہم پٹی کی پھر خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ مکران کا رخ کیا۔

امیر المومنین عبدالملک نے اپنی رعایا سے یکے بعد دیگرے اپنے بیٹے ولید اور سلیمان کی ولی عہدی کی بیعت لی اس کے بعد وہ اچانک بیمار پڑ گیا' طبیبوں نے بہت علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا عبدالملک سمجھ گیا کہ بیماری اس کی موت کا پیغام ہے لہٰذا اس نے اپنی اولاد کو اپنے پاس جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے تم لوگوں میں سے ولید کو اپنا ولی عہد اور اس کے بعد سلیمان کو اس عہدے کے لئے پہلے ہی منتخب کر دیا ہے میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ اللہ سے ڈرتے رہنا ہی بہترین لباس اور بہترین جائے پناہ ہے تمہارے بڑوں کو چاہئے کہ چھوٹوں پر شفقت کریں۔ اور چھوٹوں کو چاہئے کہ بڑوں سے ادب اور تہذیب سے پیش آئیں۔

مسلمانوں کی رائے اور مشوروں کی ہمیشہ قدر کرنا ان کی مخالفت سے بچنا کیونکہ یہ وہی جبڑے ہیں جن سے تم چباتے ہو اور وہی دانت ہیں جن سے تم توڑتے ہو عقلمندوں پر احسانات کرنا کیونکہ وہ اس کے مستحق ہوتے ہیں۔"

پھر عبدالملک انتقال کر گیا لوگوں نے اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی' عبدالملک کے پندرہ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔

اس میں شک نہیں کہ عبدالملک کے عہد میں حجاج بن یوسف کی وجہ سے کئی جگہ مظالم ہوئے جبر و ستم سے کام لیا گیا لیکن عبدالملک کے عہد ہی میں حجاج بن یوسف کی وجہ سے کئی بہترین عمدہ کام بھی سرانجام دیئے گئے۔

عبدالملک کے زمانے میں پہلی مرتبہ حجاج بن یوسف کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنا سکہ بنایا اور جاری کیا۔ عبدالملک کے عہد تک شام عرب مصر وغیرہ میں رومنوں

کے سکے رائج تھے عراق میں عموماً ایران کے سکے جاری تھے عرب میں نہ کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی نہ کوئی سکے موجود تھے تمام علاقوں میں انہوں ہی کے سکوں کا رواج تھا۔

اب جبکہ اسلامی سلطنت قائم ہو کر طنجہ سے خراسان تک پھیل گئی تو بھی کسی کی توجہ اس طرح مبذول نہ ہوئی کہ اپنا سکہ الگ جاری کریں۔ اتفاقاً عبدالملک بن مروان کو رومنوں کے بادشاہ کے پاس چند خطوط بھیجنے کا اتفاق ہوا عبدالملک نے اسلامی دستور کے مطابق خطوط کی پیشانی پر کلمہ توحید اور درود شریف لکھا۔

رومنوں کے حکمران نے عبدالملک کو خط لکھا کہ تم اپنے خطوط کی پیشانی پر توحید باری تعالیٰ اور اپنے رسولؐ کا ذکر نہ لکھا کرو یہ ہم کو ناگوار محسوس ہوتا ہے اگر تم اس حرکت سے باز نہ رہے تو ہم اپنی ٹکسال میں ایسے درہم اور دینار ڈھال کر رائج کریں گے جن میں تمہارے نبی کا نام توہین کے ساتھ لکھا ہوا ہو گا اور تم کو یہ بات بے حد ناگوار گزرے گی۔

عبدالملک کو اس خط کے پڑھنے سے تردد پیدا ہوا اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا جس پر اسے بتایا گیا کہ رومن سکوں کا رواج اپنے ملک میں ترک کر دیا جائے اور اپنے سکے مضروب کرا کر رائج کر دیئے جائیں۔ عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور فی الفور چودہ قراط درہم مضروب کرائے جو پانچ ماشے کے قریب وزنی ہوتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے درہم اور دینار پر ایک طرف قل ھو واللہ احد مضروب کروایا۔ غرض حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے دور میں عربی سکوں کو جاری کر کے اسلامی مملکت کے لئے ایک اچھا عمدہ اور اولین کام سرانجام دیا۔

اس کے علاوہ عبدالملک کے عہد میں حجاج بن یوسف نے ملک کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کے لئے بھی جدوجہد کی۔ جنگوں کی وجہ سے ملک کی حالت بری طرح متاثر تھی زراعت کو ترقی دینے میں بھی حجاج نے بہت کوششیں کیں اس نے بہت سے ممتاز عربوں کو جاگیروں کے طور پر کافی اراضی عطا کی تاکہ زیادہ سے زیادہ زمین آباد ہو اور آمدنی کے ذرائع بڑھیں۔ اس کے علاوہ دیہاتی لوگوں کی شہروں کی طرف منتقلی کے خلاف کوششیں کیں۔ تاکہ خراج میں تباہ کن کمی واقع نہ ہو۔ اس نے مز

اقدامات یہ کیئے کہ نو مسلموں کو مجبور کیا کہ وہ ان کھیتوں میں واپس جائیں جنہیں چھوڑ کر وہ آئے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ آباد ہوں اور آمدنی کے ذرائع بڑھیں۔

ان کے علاوہ حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے عہد میں قرآن مجید کے نسخوں میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ اس کی خواہش تھی کہ ایک طرف تو قرآن حکیم کی مختلف قراتوں کے بارے میں متکلمین کے جھگڑوں کو ختم کیا جائے اور ایک ہی متن مقرر کیا جائے چنانچہ قرآن مجید کی علیحدہ علیحدہ اجزا یا پاروں میں تقسیم اس کی کوشش معلوم ہوتی ہے نیز قرآن کے اعراب بھی حجاج بن یوسف کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اپنی موت سے پہلے عبدالملک نے جہاں اپنے بڑے بیٹے ولید کو اپنا جانشین مقرر کیا وہاں اپنے دوسرے بیٹے سلیمان بن عبدالملک کو فلسطین کا والی مقرر کیا۔ کہتے ہیں سلیمان بن عبدالملک بے رحم اور نفسانی خواہش کا اسیر ہونے کے باوجود عدل و انصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص تھا۔ موسیقی سے سلیمان کو سخت نفرت تھی چنانچہ اس نے گانے بجانے کی مخالفت کی۔ سلیمان نہایت خوبصورت ووجیہہ شخص تھا تومند اور پرخور بھی تھا کہتے ہیں ایک مرتبہ اس نے ستر انار بہت سی کشمش چھ مہینے کی عمر کا بکرا اور چھ مرغ کھا لئے اور سب کو ہضم کر گیا۔

○

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک خلفائے بنو امیہ میں ایک مشہور اور کامیاب خلیفہ تھا اس نے تمام عالم اسلام کو ایک مرکز سے وابستہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جو خلا سا پیدا ہو گیا تھا اسے دور کر کے ایک عالمگیر اسلامی حکومت دوبارہ قائم کی۔

اس کام میں اس نے سختی اور تشدد سے زیادہ کام لیا وہ اس کی معذرت میں خود کہا کرتا تھا کہ اگر ایسے جاہل اور سرکش لوگوں سے صدیق اکبر فاروق اعظم کو واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی کرتے جو میں نے کیا ہے۔ عبدالملک نے بنو امیہ کی جڑ جما دی جو اس سے پہلے تذبذب کی حالت میں تھی۔ عبدالملک کے مزاج میں درشتی اور سخت

گیری کے ساتھ معقول پسندی اور حق شناسی بھی تھی۔ اکثر مورخ اس کی مستقل مزاجی اور بلند ہمتی کی تعریف کرتے ہیں۔

عبدالملک کی غلطیوں اور خطاؤں میں سب سے بڑی یہ غلطی تصور کی جاتی ہے کہ اس نے حجاج کو اس کے استحقاق سے زیادہ اختیار اور اقتدار دیا۔ حجاج نے اپنے اختیار کے ظالمانہ استعمال میں کمی نہیں کی لیکن اس قسم کی غلطیاں پھر اس حکمران سے سرزد ہو سکتی ہیں جو اپنی سلطنت کے قیام اور استحکام کا خواہاں ہو۔ عبدالملک کے زمانے میں مسلمانوں کو فتوحات بھی حاصل ہوئیں اور اندرونی خلفشار بھی ایک ایک کر کے سب مٹ گئے۔ عبدالملک نے اپنی خلافت کے زمانے میں جو کام سرانجام دیے ان کے اعتبار سے ان کا شمار نامور اور کامیاب خلفاء میں ہوتا ہے۔ ساتھ ہی وہ باعظمت اور باجبروت خلیفہ بھی تھا علم و فضل کے اعتبار سے بھی اس کا مرتبہ بہت بلند تھا اور شجاعت اور سپاہ گری کے اعتبار سے بھی وہ بہادر اور نامور سپہ سالاروں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

عبد الملک بڑا صاحب علم شخص تھا۔ ایک روز عبد الملک ابوہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص ایک دن عرب کا بادشاہ ہو جائے گا۔ ام درداء نے عبدالملک کے خلیفہ بن جانے کے بعد عبد الملک سے ایک روز کہا میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تو ایک روز حکمران بن جائے گا۔ عبدالملک نے پوچھا کس طرح انہوں نے فرمایا میں نے تجھ سے بہتر نہ کوئی بات کرنے والا دیکھا نہ بات سننے والا امام شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کی صحبت میں بیٹھا وہ میرے علم کا قائل ہو گیا مگر میں خود عبدالملک کے علم و فضل کا قائل ہوا ہوں۔

خلفاء میں سے عبدالملک کو یہ بھی فوقیت حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے کعبہ پر دیباج کے پردے ڈالے۔ ایک مرتبہ عبدالملک سے کسی نے کہا کہ امیرالمومنین آپ پر بڑھاپا بہت جلدی طاری ہو گیا ہے اس پر اس نے کہا کیسے نہ آتا میں ہر جمعہ کو اپنی بہترین عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔ عبدالملک سے کسی نے ایک روز پوچھا آدمیوں میں سے سب سے بہتر کون ہے اس نے کہا جس شخص نے بلند رتبہ ہو کر تواضع کی اور بحالت اختیار زہد کو ترجیح دی بحالت قوت عدل و انصاف سے کام

لیا وہی سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔

جب عبدالملک کے پاس باہر سے کوئی شخص آتا تو وہ اس سے کہا کرتا' دیکھ چار باتوں کا لحاظ رکھنا ایک تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ مجھ کو جھوٹ سے سخت نفرت ہے دوسرا جو کچھ میں پوچھوں اس کا جواب دینا تیسرے میری مدح نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی خوب جانتا ہوں چوتھے میری رعیت پر مجھے برانگیختہ اور مشتعل ہرگز نہ کرنا کیونکہ ان کو میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عبدالملک جب بیمار ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ صحت مند نہیں ہو گا تو اپنی ساری اولاد کو بلانے سے پہلے اپنے بڑے بیٹے ولید کو اپنے پاس بلایا اور اسے نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بچے لڑائی میں نہایت سرگرمی دکھانا' نیک کاموں میں ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی قبل از وقت موت کو نہیں بلاتی نیک کام کا اجر ملتا ہے اور مصیبت میں خدا مددگار ہوتا ہے سختی میں نرمی اختیار کرنی چاہئے آپس میں رنجشیں نہ بڑھانا کیونکہ ایک تیر کو جو چاہئے توڑ سکتا ہے اور جب بہت سے تیر جمع ہو جائیں تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔

اے ولید میں جس معاملے میں تمہیں خلیفہ کرتا ہوں اس میں خدا کا خوف کرنا حجاج بن یوسف کا خوب خیال رکھنا اسی نے گویا تجھے خلافت تک پہنچایا ہے اس کو اپنا دایاں بازو اور بہترین تلوار سمجھنا وہ تجھ کو تیرے دشمنوں سے پناہ میں رکھے گا' اس کے حق میں کسی کا قول نہ سننا اور یاد رکھنا تجھ کو حجاج کی زیادہ ضرورت ہے حجاج کو میری اتنی ضرورت نہیں جب میں مرجاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لینا اور جو شخص انکار کرے اس کا خاتمہ کر دینا۔"

کہتے ہیں اپنے باپ کے یہ الفاظ سن کر ولید سمجھ گیا کہ اس کے باپ پر نزع کا وقت آ گیا ہے لہٰذا وہ رونے لگا عبد الملک نے اپنے بیٹے ولید کی طرف غور سے دیکھا اور کہنے لگا "لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ میرے مرنے کے بعد تیار ہو کر جرات کو کام میں لاتے ہوئے بائیں کندھے پر تلوار رکھنا اور جو شخص ذرا بھی سر اٹھائے اس کا سر کاٹ دینا تاکہ مملکت اسلامی میں امن قائم رہے اور جو چپ رہے اسے چھوڑ دینا کہ وہ اپنے مرض سے آپ ہی مرجائے گا۔"

امام ثعلبی کہتے ہیں کہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا

رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا رمضان ہی میں میں نے قرآن شریف ختم کیا رمضان ہی میں بالغ ہوا رمضان ہی میں ولی عہد ہوا رمضان ہی میں خلیفہ بنا مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں مروں گا لیکن اس کے برعکس وہ شوال میں فوت ہوا۔

بہرحال عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک چھتیس سال کی عمر میں دمشق میں تخت خلافت پر بیٹھا کیونکہ وہ نہایت نازو نعمت کا پلا ہوا تھا لہذا علم و فضل سے بے بہرہ اور پڑھنے لکھنے میں بہت ہی ناقص تھا۔ اپنے باپ عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اس نے جامعہ مسجد کا رخ کیا سارے لوگوں کو وہاں جمع کیا۔ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"لوگوں جس کو اللہ نے مقدم کیا اس کو کوئی موخر نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ نے موخر کیا اس کو کوئی مقدم نہیں کر سکتا موت اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھی جس کو اس نے انبیاء اور دیگر سب کے لئے لازم کر دیا ہے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کی خدمت کا والی ایک ایسے شخص کو بنا دیا ہے جو مجرموں پر سختی اور اہل فضل اور اہل حق پر نرمی کرنے والا اور حدودِ شرعیہ کو قائم کرنے کا عزم رکھتا ہے اور وہ خانہ کعبہ کے حج اور سرحدوں پر جہاد یعنی دشمنان دین پر حملے کرتے رہنے کا عزم رکھتا ہے یاد رکھو اس کام میں نہ میں سستی کرنا چاہتا ہوں نہ حد کو تجاوز کرنے کو اچھا جانتا ہوں لوگوں مجھے تمہارا خلیفہ مقرر کیا گیا ہے تم خلیفہ وقت کی اطاعت کرنا مسلمانوں میں اتفاق کو قائم رکھنا۔ یاد رکھو جو سرکشی کرے گا اس کا سر توڑ دیا جائے گا اور جو خاموش رہے گا وہ اپنے مرض میں خود ہی ہلاک ہو کر رہے گا۔"

خلیفہ بننے کے بعد ولید بن عبد الملک نے حجاج کے اختیار اور اقتدار کو نہ صرف بدستور قائم رکھا بلکہ اس میں مزید اضافہ کیا قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا گورنر رہنے دیا گیا اور قتیبہ بن مسلم نے چین اور ترکستان کے اندر فتوحات حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مغرب کی جانب موسیٰ بن نصیر افریقہ کی حالات کو درست کر چکا تھا جبکہ خود ولید کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک رومنوں کی بیخ کنی میں مصروف ہو گیا تھا۔

○

مکران شہر میں داخل ہونے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے چھوٹے سالاروں کی سرکردگی میں اپنے لشکر کو مستقر کی طرف روانہ کر دیا تھا اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب وہ حویلی کے قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ حویلی کے صحن سے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ خریم بن عمر متفکر ہوا جب وہ حویلی میں داخل ہوا اس نے دیکھا حویلی میں خادمہ سادل بیچاری ہچکیاں اور سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی صحن کے اندر ہی بنانہ حنظلہ کے ساتھ گودیری بیرول ہرچند رائے سانکرہ کی ماں روجن متفکر اور پریشان کھڑے تھے۔ جونہی خریم بن عمر حویلی میں داخل ہوا بنانہ بن حنظلہ اس کی طرف بھاگا اتنی دیر تک خریم بن عمر گھوڑے سے اتر گیا آگے بھاگتے ہوئے بنانہ بن حنظلہ خریم بن عمر سے بغلگیر ہو گیا تھا علیحدہ ہونے کے بعد خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"ابن حنظلہ یہ سادل کیوں رو رہی ہے اس کے رونے کی آواز میں نے حویلی کے باہر سنی ہے۔ کیا اسے کسی نے کچھ کہا کیا کسی نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو یاد رکھنا اسے کڑی سزا دی جائے گی۔

اور تم سب لوگ حویلی کے صحن میں کیوں کھڑے ہو ابن معو کہاں ہے۔"

"اس موقع پر ابن حنظلہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اس نے بیرول کی طرف دیکھا اور کہنے لگا "بیرو میرے بھائی خریم کے گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے جاؤ" بیرول بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور خریم بن عمر کے گھوڑے کو پکڑ کر وہ اصطبل کی طرف لے گیا تھا پھر ابن حنظلہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم میرے بھائی فورا" اندر جاؤ ابن معو تمہارے جانے کے بعد بیمار ہو گیا

تھا اب وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اس وقت نزع کا وقت طاری ہو گیا ہے ہم سب اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم سب کو باہر نکالا ہے اس وقت صرف سانکرہ اس کے پاس ہے سانکرہ کو وہ کوئی نصیحت وصیت کر رہا ہے وہ کئی بار تمہارا پوچھ چکا ہے اس کی خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے وہ تمہیں دیکھ سکے بھاگ کر اندر جاؤ اس سے ملو۔"

ابن حنظلہ کے اس انکشاف پر خریم بن عمر پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا تقریباً" بھاگتا ہوا سامنے والے کمرے میں گیا دروازے کے قریب کھڑے ہو کر اس نے دیکھا بستر پر ابن سعو بے حس سا لیٹا ہوا تھا سانکرہ کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا اور بڑی دکھی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"میری بیٹی ! خریم بن عمر ایک صاف باطن سادہ بھولا بے لوث اور صاف دل انسان ہے خدا فروش نہیں یگانگت محبت اور الفت کے لئے اپنے جان تک قربان کر سکتا ہے۔ میری بیٹی' وہ ایسا جری ایسا دلیر ہے کہ چار سو پھیلی اذیتوں کی چادر اور منجمد ٹھہرے ہوئے عذابوں کے اوپر کھڑا ہو کر بھی حق کی صدا دے سکتا ہے۔ وہ ایسا نایاب اور بے مثل تیغ زن ہے کہ آگ برساتے بادلوں کے درمیان کھڑا ہو کر بھی دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتا ہے۔"

خریم بن عمر دروازے پر کھڑا رہا اس نے دیکھا ابن سعو بول رہا تھا سانکرہ رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جیسے بھادوں میں ندیاں جل تھل ہو گئی ہوں۔ اس کی ہچکیوں کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی جیسے کسی صومعہ کا ناقوس سے بجتے بجتے اپنی آواز سے محروم ہونے لگا ہو کہ اس بیچاری کی آواز اس طرح ہو رہی تھی جیسے کسی معبد کا نغمہ کھو گیا ہو جیسے کسی مسافر کے جادو کا عصا گم ہو گیا ہو جیسے کسی سائر آفاق، سیاح جہاں گرد کی منزل ہجر کے آتشی لہو میں کھو گئی ہو۔

اچانک سانکرہ کو خریم بن عمر کی موجودگی کا احساس ہوا تڑپ کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا خریم بن عمر کو دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے اس آنکھوں کے اندر تازہ اور نئے سکھ کی بانسریاں بجنے جیسی کیفیت طاری ہو گئی تھی اس کے بعد دوبارہ [illegible] خوشبوئے عروساں سی لڑکی تیمیوں کے اشک کی تپش کی مانند ہو گئی تھی۔

خریم بن عمر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اس کے قدموں کی چاپ شاید ابن سعو نے بھی محسوس کر لی تھی اس نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ میری بیٹی کمرے میں کون آیا ہے" سانکرہ بیچاری روتی اور بین کرتی ہوئی آواز میں بول پڑی۔

"اے عمر کمرے میں خریم بن عمر داخل ہوئے ہیں۔"

اس موقع پر ابن سعو نے اپنا سر اوپر اٹھانا چاہا لیکن نہ اٹھا سکا بیچارہ مردہ سی آواز میں بول پڑا۔

"سانکرہ میری بیٹی خریم بن عمر کو میرے پاس لاؤ۔"

اتنی دیر تک خریم بن عمر بالکل مسہری کے ساتھ جا کھڑا ہوا ابن سعو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اسے مخاطب کیا۔

"ابن سعو میرے بزرگ ! میں اپنی مہم سے لوٹ آیا ہوں قندابیل شہر سے باہر میں نے دشمن کو بدترین شکست دی ہے اور ایک طرح سے قندابیل میں جو دشمن کا لشکر مقیم تھا اس کا میں نے صفایا کر دیا ہے۔"

اس خبر پر لمحہ بھر کے لئے ابن سعو کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہی پھر مسکراہٹ کی جگہ عجیب سی دل شکنی اور تفکرات نے لے لی تھی آہستہ آہستہ سنجیدگی اس کے چہرے پر گہری ہونے لگی تھی پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم میرے بیٹے ! میں اپنے لئے وقت کی درزوں سے موت کو تانک جھانک کرتے دیکھ رہا ہوں لمحوں کی زلفوں کے اندر میں اپنی ذات کے لئے لمحہ بہ لمحہ فراق کی رات کو طویل اور گہرا ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ دیکھ بیٹے ہم اس رسولؐ اس ہستی کے ماننے والے ہیں زمانہ جن کا صبح ازل سے منتظر تھا وہ اس نگار خانہ کن میں خیر و مہر کے امین مجسم امن و امان تھے اور زبان وحی نے میرے اس رسولؐ کو مزمل تک کہہ کر پکارا۔ میرے بیٹے ان سرزمینوں کے اندر اپنے رسولؐ کا تابع بن کر رہنے والا بننا میں جانتا ہوں تم ایک شریف اور عمدہ قسم کے انسان اور بے مثل و نایاب مجاہد ہو۔ بیٹے ان سرزمینوں میں جمال و خیر کا منبع اخلاق و پاکیزگی کا معدن بن کر لوگوں کے سامنے آنا اگر تم ان سرزمینوں میں بسنے والوں کا تریاق اور آنکھوں کا مرہم بن کر رہو یاد

رکھنا تم غار حرا سے اٹھتی اقراء باسم ربک کی شعاعوں کی طرح ہر منزل پر ہر مہم میں کامیاب اور کامران رہو گے' سنو میرے خوش اخلاق اور ایمان نفس فرزند پرستان باطل کی یلغار کے سامنے بے غرض اور جفا کشی کا طوفان بن کر آنا میں جانتا ہوں تو ہر طرح کے دشمن کا بلند ہمتی کے عذاب اور سپاہ گرانہ قابلیت کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فن جانتا ہے' قوی بازو رکھنے والے فرزند و مہربان ان سرزمینوں میں اپنی اخلاقی سربلندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ایک کی دل عزیزی کا باعث بن جانا میں جانتا ہوں کہ قدرت نے تجھے گلہ بانی سے جہاں بانی کی طرف جانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ بیٹے میں چند لمحوں کا مہمان ہوں سانکرہ کو میں نے علیحدگی میں اس لئے بلایا تھا کہ مجھے تیرے آنے کی کوئی امید نہ تھی لہٰذا میں اسے کچھ نصیحت اور وصیت کرنا چاہتا تھا اچھا ہوا تو آگیا۔

سن فرزند سانکرہ دیوانگی کی حد تک تجھے چاہتی ہے تجھے پیار کرتی ہے گو اس کی منگنی ہو چکی ہے لیکن کوئی کام لڑکی کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کسی بھی موقع پر سانکرہ کی دل شکنی مت کرنا اگر ہو سکے۔"

اس کے آگے ابن **مسعر** کی آواز گلے میں اٹک گئی تھی خریم بن عمر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا وہ مردہ سا ہو گیا تھا پھر ابن **مسعر** کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی وہ ختم ہو چکا تھا۔ خریم بن عمر نے اس کی آنکھیں اس کا چہرہ درست کیا اور سیدھا لٹا دیا پھر اس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیچارہ وہاں بیٹھ گیا ایک ہاتھ اس نے ابن **مسعر** کے بازو پر رہنے دیا دوسرا ہاتھ اس نے مسہری کے پائے پر رکھا اور پھر اس کے ہاتھ پر سر رکھ کر وہ زار و قطار رونے لگا تھا۔

سانکرہ بیچاری ابن **مسعر** کی حالت دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کی آمد سے پہلے ہی رو رہی تھی ا اس کے بعد خریم بن عمر جب اس کمرے میں داخل ہوا اور اس نے خریم بن عمر کا گرد اور خون میں اٹا ہوا لباس دیکھا تو اس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ اب جو خریم بن عمر بیچارہ پائے پر سر رکھ کر زار و قطار رونے لگا تو سانکرہ بیچاری دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ اس کے رونے کی آواز جب باہر گئی تو سب بھاگتے ہوئے اندر آئے اس وقت سانکرہ بیچاری ابن **مسعر** کی لاش سے لپٹ کر رو رہی

تھی۔ خریم بن عمر کا سر اسی طرح مسہری کے پائے پر رکھا تھا اور وہ رو رہا تھا سارے مسہری کے ارد گرد کھڑے ہو گئے سب کی حالت ناقابل برداشت تھی گو دیر تک تھوڑی دیر تک سانکرہ کی حالت پر ضبط کرتی رہی پھر وہ بھی زار و قطار رونے لگی تھی روجن سانکرہ کے پاس بیٹھ کر رو بھی رہی تھی اور اسے تسلی بھی دے رہی تھی۔

بنانہ بن **حنظلہ** دھرم داس بیرومل ہرچند رائے بھی خریم بن عمر کے پاس بیٹھ گئے ہر ایک کی حالت خریم بن عمر جیسی ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک رام رتن بھی وہاں داخل ہوا اور وہ بھی ان کے پاس بیٹھ گیا تھا کچھ دیر تک ایسی ہی کیفیت رہی پھر خریم بن عرم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خریم بن عمر جب اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تو سانکرہ تڑپ اٹھی وہ یہ سمجھی کہ خریم بن عمر باہر جانے والا ہے جلدی جلدی اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں چہرہ صاف کیا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے ساول کو بلایا جو ابھی تک دروازے پر کھڑی منہ ڈھانپے رو رہی تھی۔

سانکرہ کا اشارہ پا کر ساول تیزی سے آگے بڑھی سانکرہ کے قریب آ کر وہ جھکی سانکرہ نے اس موقع پر اس کے کان میں کوئی سرگوشی کی جسے سن کر سانکرہ اس حویلی سے نکل کر اپنی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

خریم بن عمر جب اپنی جگہ سے اٹھا بنانہ بن **حنظلہ** نے اسے مخاطب کیا۔

"خریم میرے بھائی اپنے کمرے میں جاؤ یہ گرد آلود خون سے اٹا ہوا لباس تبدیل کرو اس کے بعد مجاعہ بن **مسعر** کی تکفین کا سامان کرتے ہیں۔"

ابن **حنظلہ** کے ان الفاظ پر خریم نے اثبات میں گردن ہلائی ایک انتہائی افسوس زدہ اور پریشان سی نگاہ دوبارہ اس نے ابن **مسعر** کے چہرے پر ڈالی اس کے بعد اس کی گردن جھک گئی اور وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ حویلی کے اس حصے میں داخل ہوا جو دو کمروں پر مشتمل تھا جہاں اس کی رہائش تھی کمرے میں داخل ہوتے ہی خریم بن عمر دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ انتہا درجہ کا صاف ستھرا کیا ہوا تھا اس کی ضرورت کی ہر چیز ترتیب اور قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس کمرے کا جائزہ لیتا رہا

پھر دوسرے کمرے میں داخل ہوا' دوسرا کمرہ بھی ایسے ہی صاف ستھرا اور چمک رہا تھا دوبارہ وہ پہلے کمرے میں آیا کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کمرے میں سانکرہ اور ساول دونوں داخل ہوئیں' انہیں دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کسی قدر دنگ اور پریشان ہو کر رہ گیا تھا اس موقع پر سانکرہ کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی آہستہ آہستہ گردن جھکائے چلتی ہوئی وہ خریم بن عمر کے قریب آئی گٹھڑی اس نے ایک طرف رکھ دی پھر خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے دھیمی سی آواز میں کہنے لگی۔

"اس گٹھڑی میں آپ کے لئے نئے کپڑوں کے کچھ جوڑے ہیں یہ میں نے خود سئے ہیں آپ اپنا یہ گرد آلود خون سے اٹا ہوا لباس اتار دیں نئے کپڑے تبدیل کر لیں اس کے بعد----"

سانکرہ یہیں تک کہہ پائی تھی کہ بیچ میں بولتے ہوئے خریم بن عمر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سانکرہ تمہارا یوں میرے کمرے میں آنا انتہا درجہ کا معیوب اور نقصان دہ ہے اس میں شک نہیں کہ ساول تمہارے ساتھ ہے لیکن پھر بھی تمہیں اس طرح میرے کمرے میں نہیں آنا چاہئے نہ ہی تمہیں میرے لئے لباس اور کپڑوں کا اہتمام کرنا چاہئے' تمہیں اپنے ذہن سے کبھی یہ بات نہیں نکال دینی چاہئے کہ تم دھرم داس کی منگیتر ہو اس لحاظ سے تم اس کی امانت ہو تمہیں ہر کام اس سے پوچھ کر کرنا چاہئے کبھی بھی اس کی اجازت کے بغیر ایک قدم بھی مت اٹھانا ورنہ یاد رکھنا سمت اور منزل کا احساس کئے بغیر ریگستانوں میں ایسی بھٹکو گی کہ حلق سے نکلنے والی تمہاری چیخوں کو کوئی بھی نہیں سنے گا۔ سانکرہ اپنی اصلیت کو مت چھوڑو تم دھرم داس کی امانت ہو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا اور تم نے اگر اپنی اس بنیاد اور اس اصل کو چھوڑا تو یاد رکھنا ڈوبتے سورج کے دھندلکوں میں موت کی آندھیوں کا لقمہ بن جاؤ گی۔ میری طرف آتے ہوئے یقیناً" تم دھرم داس کو بھول جاتی ہو اور دھرم داس تمہارا منگیتر ہے بغیر کسی ٹھوس مادی اور منطقی جواز کے تم اس کے ساتھ طے شدہ اپنی سگائی کیسے توڑ سکتی ہو اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا وہ تمہارے اور میرے دونوں کے خلاف اصولی کاروائی کرنے پر مجبور اور حق بجانب ہو گا۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر رکا کچھ سوچا پھر وہ تاسف آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"سانکرہ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے جذبات سے عاری آبروسوز لمحوں اور ردہ فروشوں کی سی بدترین ناانصافی کی طرف مت دھکیلو' میں اس سے باخبر ہو چکا ہوں کہ تم مجھ سے پسندیدگی کا اظہار کرتی ہو مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن یہ ایک انتہائی نامعقول بات ہے۔ تمہاری محبت کا احساس مجھے بنانہ بن حنظلہ بھی دلا چکا ہے اور ابن مہر مرتے وقت بھی اس کا اظہار کر چکا ہے اور مجھے یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ تم دھرم داس کو پسند کرتی رہی ہو اور تمہاری پسند ہی کی وجہ سے اس کے ساتھ تمہارے پھیرے ہونے والے تھے کہ ایک روز پہلے تمہیں اغوا کر لیا گیا' اپنی منزل کو اپنی پشت مت ڈالو جو فیصلہ تمہارے ماں باپ نے کر رکھا ہے اس کا احترام کرو اس میں تمہاری بھلائی اور تمہاری بہتری ہے میں ایک سراب ہوں میرے پیچھے مت بھاگو ورنہ کسی پیاسے پرندے کی طرح صحراؤں میں گر کر ختم ہو جاؤ گی۔"

جب تک خریم بن عمر بولتا رہا سانکرہ خاموشی سے سنتی رہی جب وہ چپ ہوا تو بولی اور کہنے لگی۔

"آپ کو غلط بتایا گیا ہے قسم بھگوان کی میں نے کبھی کسی بھی موقع پر دھرم داس کو پسند نہیں کیا نہ اس سے محبت کی ہے ہاں اس سے گٹھ جوڑ میرے ماں باپ نے طے کیا تھا اور میں نے اس کو منظور کر لیا تھا۔ میں نے کبھی بھی اس سے محبت نہیں کی مجھے قسم ہے آپ کے اس خدا کی جس نے اجرام فلکی کو اپنے قانون کی گردشوں میں جکڑ رکھا ہے۔ جس نے کائنات کے طبقوں کو غیر مرئی اور غیر محسوس داروں میں قائم رکھا ہے میں نے کبھی کسی بھی موقع پر نہ دھرم داس سے محبت کا اظہار کیا ہے نہ ہی اس سے محبت کی ہے۔ آب بھی آپ اگر یقین نہ کریں تو میں سمجھوں گی کہ یہ میری بدقسمتی ہے۔"

سانکرہ کی اس گفتگو کے جواب میں خریم بن عمر کچھ دیر تک سوچتا رہا اس کے بعد اس کمرے میں اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"سانکرہ تم جو ساول کو لے کر میرے پیچھے پیچھے آ گئی ہو تمہاری ماں کیا سوچتی ہوگی تمہارا منگیتر دھرم داس کیا خیال کرتا ہو گا کیا وہ یہ سوچنے میں حق بجانب نہ ہو گا

کہ اندر ہی اندر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوئے اس کے خلاف سازش کی ہے۔ نہیں میں اسے یہ احساس نہیں ہونے دوں گا اگر میں ان سرزمینوں میں اجنبی ہوں تو وہ بھی اپنے گھر اپنی جگہ سے دور ہے اور پھر دھرم داس تمہارا عزیز ہے تمہارا رشتہ دار ہے۔ شاید کسی نے تمہیں میرے حالات نہیں بتائے اگر تم میرے حالات سنو گی تو شاید مجھ سے تم نے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں خاک اور سراب ہو جائیں گی اور تم مجھ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

سانکرہ پھر بول پڑی۔

"میں آپ کے سارے حالات جانتی ہوں آپ شاید کہنا پسند کریں گے کہ آپ کسی خاندان کے سردار نہیں ہیں کوفہ کی ایک نواحی بستی کے کوہستانی سلسلے کے اندر آپ اپنا چھوٹا سا ریوڑ چرا کر گزر بسر کرتے رہے ہیں۔ یہی کہنا چاہیں گے نا ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ کی طرف مائل ہوئی ہوں۔" روتی ہوئی آواز میں سانکرہ نے کہا تھا۔

خریم بن عمر نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا اس کے بعد دوبارہ وہ بول پڑا۔

"سانکرہ جہاں تک بڑھی ہو وہیں رک جاؤ اپنی پہلی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ میرے پیچھے بھاگو گی تو تھک جاؤ گی یاد رکھنا میں پس منظر میں بیٹھے کسی اور کے فیصلوں کا تابع ہوں۔ اس نے اگر مجھے گڈریے سے یہاں کا سالار بنا دیا ہے تو کل مجھے اس منصب سے محروم بھی کر سکتا ہے اور میں پھر اپنی بستی میں اپنا ریوڑ چرانے پر مجبور ہو سکتا ہوں۔ یاد رکھنا جس طرح دریا میں بہنے والے قطرے کی اپنی مرضی نہیں ہوتی اس طرح اس منصب میں میری بھی اپنی مرضی نہیں ہے یہ بھی اپنے دل کے قرطاس میں لکھ رکھنا کہ اس صحرا میں کوئی دہلیز ایسی نہیں جسے میں اپنا کہہ سکوں میں تمہیں رنگین خوابوں میں نہیں ڈالنا چاہتا نہ ہی میں اپنی اوقات کو بھولنا چاہتا ہوں اپنے ذہن میں یہ بات بھی لکھ رکھنا کہ میں شام غم جیسے دھواں دھواں بے وطن مسافر اور ریگ وطن میں قافلہ بے نوا سے کوئی زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر میں نے تم میں دلچسپی لینی شروع کی تم سے اظہار محبت کیا تو یاد رکھنا دھرم داس کے علاوہ باقی

سارے لوگ بھی کہیں گے کہ میں بدی کا محرک بنا اور اپنی سفلی خواہشات کی خاطر دھرم داس کی منگیتر پر قبضہ کر لیا نہیں ہرگز نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی میں ایسا ہونے دوں گا اب تم جا سکتی ہو۔"

سانکرہ بیچاری رو دینے والی ہو رہی تھی خریم بن عمر کے کہنے پر وہ گئی نہیں بلکہ وہیں کھڑی رہی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتی رہی اس کے بعد اس نے بڑے مایوسانہ سے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھا۔ خریم بن عمر نے اندازہ لگایا کہ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے پھر آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں سے گرے ساتھ ہی وہ پھٹ پڑی تھی۔

"آپ مجھے یہاں سے جانے کی تلقین کیوں کر رہے ہیں کیا میں نے کوئی گناہ کیا ہے کیا میں کسی بدی کی مرتکب ہو رہی ہوں کیا میں کوئی جانور ہوں بھیڑ بکری ہوں جس طرف چاہے مجھے دھکیل دیا جائے شادی میرا ذاتی معاملہ ہے اور شادی میں اس سے کروں گی جہاں میری مرضی جہاں میری خواہش ہو گی۔ یہ جو کپڑے میں نے رکھے ہیں ان میں سے ایک لباس نکال کر پہنئے پھر دوسرے لوگوں میں آیئے۔"

خریم بن عمر نے اس گٹھڑی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"یہ کپڑے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

خریم بن عمر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ غصے میں سانکرہ پھٹ پڑی اس کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی رو بھی رہی تھی غصے اور محبت کا ملا جلا اظہار بھی کر رہی تھی ساتھ ہی چلا پڑی۔

"آپ کو یہ کپڑے پہننا ہوں گے۔"

سانکرہ بیچاری بڑی مشکل سے یہیں تک کہہ پائی تھی اس کے بعد وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے خریم بن عمر پگھل کر رہ گیا تھا ساول کے قریب آیا اور اسے کہنے لگا۔

"ساول! ساول! تم سانکرہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ یہ ابھی اپنے حواس میں نہیں ہے میں اس کی دل شکنی نہیں کروں گا یہ جو لباس لے کر آئی ہے میں پہن لیتا ہوں۔"

سانکرہ کے لئے یہ جواب شاید تسلی بخش تھا لٰہذا وہ ان کے کمرے سے باہر نکل گئی تھی ساول بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔

○

ابن سعو کی تجہیز اور تکفین کے بعد شام تک خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے پاس لوگ افسوس اور فاتحہ خوانی کے لئے آتے رہے۔ اس روز شام کو خلاف معمول خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ دھرم داس ہرچند رائے اور رام رتن ان سب کا کھانا لشکرگاہ کی طرف سے نہیں آیا تھا بلکہ اس روز ان سب کے لئے کھانا سانکرہ گودیری اور سانکرہ کی ماں روجن نے تیار کیا تھا۔ جب کھانا تیار ہو چکا تب ساول ان سب کو ان کی حویلی میں بلانے گئی تو سب کھانے پر جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن خریم بن عمر نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار کی وجہ سوائے بنانہ بن حنظلہ کے کوئی نہ جانتا تھا بنانہ جانتا تھا کہ سانکرہ اس کو پسند کرتی ہے پر وہ سانکرہ میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا اس لئے کہ سانکرہ کی پہلے سے منگنی ہو چکی ہے۔ جب خریم بن عمر نے جانے سے انکار کر دیا تو ساول واپس دوسری حویلی کی طرف گئی اس موقع پر خریم بن عمر نے بنانہ بن حنظلہ بیرومل دھرم داس ہرچندر رائے رام رتن کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ سب لوگ جائیں اور ساتھ والی حویلی میں جا کر کھانا کھائیں۔ بنانہ بن حنظلہ دن بھر لوگ آتے رہے ہیں لٰہذا میں تم سے گفتگو نہیں کر سکا تم مجھ سے پہلے کے یہاں ہو میں تمہارے بعد ان سرزمینوں کی طرف آیا ہوں۔ مجھے حجاج بن یوسف نے یہاں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا تھا لٰہذا میں لشکریوں ہی کی نگہبانی کروں گا۔ اب جبکہ مکران کا والی مجاعہ بن سعو وفات پا چکا ہے تو اس کی فوتگی کے بعد سارے انتظامی معاملات تم سنبھالو گے میں صرف لشکر کا خیال رکھوں گا بلکہ اب میں مستقل طور پر لشکرگاہ میں منتقل ہو جاؤں گا۔ یاد رکھنا مکران کے مسلمان والی کی موت کی خبریں چند ہی دنوں میں مجوسیوں نکامرہ قبیلے کے قزاقوں' راجہ داہر اور حارث علافی کے ساتھیوں میں پھیل جائیں گی ایک بار وہ پھر پر پرزے نکالنے کی کوشش کریں گے۔

مجوسیوں کے سردار زرمیش پر میں ضرب لگا چکا ہوں وہ تیاری کرنے میں چند ماہ لے گا۔ جہاں تک حارث علافی اور راجہ داہر کا تعلق ہے تو راجہ داہر نے جو لشکر ہم حملہ آور ہونے کے لئے قندابیل شہر کی طرف روانہ کی تھا اس کی کمر بھی توڑی جا ہے کوئی دوسرا لشکر مہیا کرنے کے لئے راجہ داہر کو کچھ ہفتے ضرور لگیں گے۔

اب باقی بڑی قوت نکامرہ قبائل کے بحری قزاق رہتے ہیں۔ یہ زرمیش سے بھی ادہ خطرناک اور پر قوت ہیں۔ میں ایک دو روز تک اس لشکر کو لے کر یہاں سے ں گا جس کے ساتھ میں زرمیش اور قندابیل پر حملہ آور ہوا تھا جو لشکر یہاں رہا کرتا اوہ یہیں تمہاری کمانداری میں رہے گا تاکہ تم انتظامی امور کے ساتھ ساتھ علاقوں دفاع بھی کر سکو۔

حسب سابق رام رتن میرے ساتھ جائے گا۔ پہلے میں گودیری کے باپ وانگہ ے ملاقات کروں گا اس کے ساتھ لائحہ عمل طے کرنے کے بعد میں موئل کے قبائل حملہ آور ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تک مکران کے لئے ج کی طرف سے کوئی والی مقرر نہیں ہوتا میں مکران پر حملہ آور ہونے کا کسی بھی ت کو موقع ہی نہ دوں گا۔ سب قوتیں فی الحال اپاہج ہیں صرف نکامرہ قبیلے والے ہ۔ میں چاہتا ہوں ان پر ایسی ضرب لگاؤں کہ چند ہفتوں تک یہ نہ اٹھ سکیں۔ اس ت تک مکران کا نیا مسلمان والی آ جائے گا اس کے بعد جیسا وہ حکم دے گا ویسا ہی ہ جائے گا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔"

بنانہ بن حنظلہ بڑی خاموشی اور بڑے انہماک سے خریم بن عمر کی گفتگو سنتا رہا ب وہ خاموش ہوا تو بنانہ بن حنظلہ بول پڑا۔

"میں آپ سے قطعاً" اتفاق نہیں کرتا یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ ابن سعو کی ت کے بعد مجھے انتظامی امور سنبھالنے چاہئیں یہ آپ کس حیثیت کس بنا پر کہہ ہے ہیں آپ ان سرزمینوں میں مسلمان لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہیں جبکہ میں آپ کا ب ہوں نائب کی کیا حیثیت کہ انتظامی امور سنبھالے۔ ابن سعو کے بعد جہاں آپ لے سے ان سرزمینوں میں سالار اعلیٰ ہیں اب مسلمانوں کے ان علاقوں کے والی بھی اے بھائی تم ہی ہو' لٰہذا تمہارا کوئی بھی فیصلہ ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھے گا۔

خریم بن عمر میرے بھائی آپ کی غیر موجودگی میں میں کچھ بھی نہیں ہوں جب
تک آپ یہاں ہیں میرے ہی نہیں سارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہیں ہم آپ
موجودگی میں ہر قسم کے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں' بہر حال ابن سعو
موت کے بعد ان علاقوں کے والی بھی آپ ہیں میں صرف آپ کا نائب ہوں۔ جہا
تک آپ کا لشکر لے کر نکامرہ قبیلے کے سردار موہل کی سرکوبی کیلئے جانا ہے تو اس
میں مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں آپ کب تک جانا پسند کریں گے۔"

خریم بن عمر نے ایک بار تیز نگاہوں سے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا پھر بو
پڑا۔

"بنانہ بن حنظلہ میں ایک دو روز تک موہل کی سرکوبی کے لئے نکلوں گا
بہرحال میرے بعد یہاں کے لشکر کی کمانداری اور والی کے فرائض بھی تمہارے ذ
ہوں گے اب تم جاؤ جا کر کھانا کھاؤ" اس کے ساتھ ہی سب وہاں سے نکل کر سا
والی حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔

ابھی وہ حویلی کے دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ انہیں اس حویلی کی طرف ا
گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو بڑی تیزی سے دوڑاتا ہوا دکھائی دیا۔ سب دروازے
قریب ہی رک گئے آنے والا گھوڑ سوار قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا رام ر
بیرومل اور ہرچند رائے اسے دیکھتے ہی مسکرا دیئے تھے شاید وہ ان کا کوئی جانے
تھا۔ آنے والا جب اپنے گھوڑے سے اترا تو تینوں آگے بڑھ کر اس سے بغلگیر ہو
بنانہ بن حنظلہ چند قدم آگے بڑھا اور آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا "کیا
نیرون سے کوئی خبر لیکر آئے ہو۔" آنے والے نے اثبات میں جواب دیا اور مسلما
کے امیر کا پوچھا۔

"تم میرے ساتھ آؤ میں تمہیں ان علاقوں میں مسلمانوں کے لشکریوں کا
سالار اعلیٰ ہے اس کے پاس لے کر جاتا ہوں جو خبر تم کہنا چاہتے ہو اس سے کہو
اس کے ردعمل کا اظہار بھی وہی کرے گا۔" بنانہ بن حنظلہ نے قاصد کو مخاطب
تھا۔

سب ایک دفعہ مڑے اور آنے والے قاصد کو لے کر ساتھ والی حویلی

داخل ہوئے۔ خریم بن عمر ابھی تک صحن ہی میں کھڑا تھا انہیں واپس آتے دیکھ کر وہ
چونکا۔ بنانہ بن حنظلہ آنے والے قاصد کو اس کے پاس لے گیا اور خریم بن عمر کو
اس نے مخاطب کیا "ابن عمر میرے بھائی یہ قاصد ابھی ابھی نیرون کے حاکم سندر داس
کی طرف سے آیا ہے ہمارے لئے کوئی اہم خبر رکھتا ہے اس نے آتے ہی مسلمانوں
کے امیر کا پوچھا میں نے کہاں کہ ان علاقوں میں جو امیر تھے وہ تو انتقال کر چکے ہیں آؤ
میں تمہیں اپنے سالار اعلیٰ کے پاس لے کر چلتا ہوں لہٰذا میں اسے تمہارے پاس لایا
ہوں تاکہ یہ وہ خبر کہے جس کے لئے سندر داس نے اسے ہماری طرف روانہ کیا
ہے۔"

خریم بن عمر نے ایک بار سر سے لے کر پاؤں تک آنے والے کی طرف دیکھا
پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم ہماے لئے کوئی خبر لے کر آئے۔ نیرون کے
حاکم سندر داس کا بھی ممنون ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ مہربانی اور ہمدردی کا اظہار کرتا
ہے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو" اس پر آنے والا قاصد بول پڑا۔

"مسلمانوں کے سالار میں آپ لوگوں کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں
مجھے میرے مالک سندر داس نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے دراصل جو خبر میں آپ
سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ راجہ داہر کے ہمسائے اہل کے راجہ نے راجہ داہر کی
سلطنت پر حملہ کر دیا ہے اہل کے راجہ نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا جس میں کثیر
انفرادی قوت کے علاوہ بے شمار سدھائے ہوئے ہاتھی بھی ہیں وہ مشرق کی طرف سے
راجہ داہر کی سلطنت میں داخل ہوا آگے بڑھتے ہوئے وسیع علاقوں پر قبضہ کیا اور
راجہ داہر کے مضبوط اور مستحکم قلعے راوڑ پر حملہ آور ہو کر اس کے اردگرد کے
علاقے پر بھی وہ چھا گیا ہے۔

کہتے ہیں وہ راوڑ میں اپنی قوت مستحکم کرنے کے بعد راجہ داہر کی سلطنت کے
اندرونی حصوں کی طرف بڑھے گا۔"

(راوڑ کے قلعے سے متعلق مختلف روایات ہیں بہت سے لوگ جنہوں نے تاریخ
پر قلم اٹھانے کی جرات کی ان کا خیال ہے کہ راوڑ اور اروڑ ایک ہی قلعے کا نام ہے

ان لوگوں کا خیال ہے کہ راجہ داہر کے باپ چچ نے اپنے زمانے میں راوڑ قلعے کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے بیٹے داہر سینا نے اسے بنوا کر شہر آباد کیا تھا اور اس کا نام راوڑ رکھا تھا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ روایت غلط ہے اروڑ ایک قدیمی شہر تھا اور چچ سے پہلے رائے خاندان کے زمانے میں بھی سندھ کا پایہ تخت تھا۔ اروڑ شمالی سندھ میں روہڑی کے قریب تھا راوڑ نشیب میں دریائے سندھ کے ڈیلٹا پر مضبوط حفاظتی قلعہ تھا۔ آج کل راوڑ کا صحیح مقام متعین کرنا مشکل ہے لیکن چچ میں محمد بن قاسم اور داہر کی جنگ کے سلسلے میں دی ہوئی روایات سے پتا چلتا ہے کہ راوڑ نشیبی سندھ میں دریائے سندھ کے مدخل والی اراضی پر واقع تھا۔

بہر حال مختلف مورخین نے راوڑ قلعے کے متعلق مختلف رائے کا اظہار کیا ہے مورخین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ راوڑ قلعہ اروڑ سے بیس یا پچیس میل مغرب یا جنوب مغرب شہر کنگری سے کچھ نشیب میں واقع تھا۔ دوسرے گروہ کا یہ اندازہ ہے کہ راوڑ برہمن آباد کے مغرب میں تقریباً" دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

تیسرا گروہ کہتا ہے راوڑ موجودہ حیدر آباد کی جگہ پر واقع تھا۔

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ راوڑ کا قلعہ غالباً" موجودہ ضلع ٹھٹھہ کے شاہ بندر ڈویژن اور حیدر آباد کے ٹنڈو ڈویژن میں کسی جگہ واقع تھا۔ ان کی رائے میں نام کی مناسبت سے اس بندر ڈویژن میں قدیمی شہر اڑی کے کھنڈرات شاید راوڑ کے قدیمی قلعے اور شہر کے ہیں۔

پانچویں گروہ کی رائے کے مطابق راوڑ نیرن کوٹ اور برہمن آباد کے درمیان واقع تھا۔

چھٹے گروہ نے ان ساری روایات کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ اس گروہ نے مہران کے دو آبے اور اس کی قدیمی شاخوں کی کافی تحقیق کی ہے اس گروہ کی رائے میں راوڑ لاڑ میں وگی کے آس پاس مشرقی نارے کے کنارے برہمن آباد سے تقریباً" اسی میل جنوب مشرق میں واقع تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ شہر کب اور کیسے برباد ہوا البتہ اس کا پتا چلتا ہے کہ شہر راوڑ محمد بن قاسم کی فتوحات سے تقریباً" پانچ سو برس کے بعد بھی موجود تھا کیونکہ یاقوت اپنی کتاب معجم البلدان کے زمانے میں لکھتا ہے کہ

راوڑ سندھ میں ایک بڑا شہر ہے جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ راوڑ سن سولہ سو بارہ تک موجود تھا اس لحاظ سے راوڑ غالباً" شاہ بندر سب ڈویژن کا ہی قدیم برباد شدہ شہر اڑی ہے جو مقامی روایات کے مطابق دو تین صدی پہلے برباد ہوا۔ اپنے آخری دور میں اڑی جٹ قوم کے لوگوں کا مشہور شہر تھا جس پر اپنے قرض کے بدلے میں کیہر قوم کے لوگ قابض ہو گئے تھے کیہر قوم کا والی تقریباً" سترھویں صدی کے آخر میں ہوا اور غالباً" اسی زمانے میں شہر راوڑ تباہ ہو گیا۔)

آنے والے قاصد کے انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے خریم بن عمر کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ پھیلی تھی پھر اس نے اپنے سامنے کھڑے بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

"بنانہ میرے بھائی میں سمجھتا ہوں اس قاصد کے آنے کی وجہ سے میری ساری مشکلیں آسان ہو چکی ہیں۔ میں پہلے ہی تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں ایک دو دن تک نکامرہ قبائل کی قوت پر ضرب لگانے کے لئے جنوب کی طرف پیش قدمی کروں گا۔ اس کام کی ابتداء کرتے ہوئے میرے دل میں خدشات بھی تھے کہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں نکامرہ قبیلے پر گودیری کے باپ کے قبیلے کے ساتھ مل کر ضرب لگاتا ہوں تو راجہ داہر ضرور نکامرہ قبائل کی مدد کرے گا اور ہمارے لئے مشکلات کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس سلسلے میں میں گودیری کے باپ وانگہ سے طویل مشورہ کرنے کے بعد ہی اپنا قدم اٹھانا چاہتا تھا پر میں سمجھتا ہوں کہ اب سارا کام آسان ہو گیا ہے۔ میں یہاں سے اپنے لشکر کو لے کر سیدھا وانگہ کے قبیلے کا رخ کروں گا وانگہ سے معاملہ طے کرنے کے بعد میں موئل پر ضرب لگاؤں گا جہاں تک نکامرہ قبائل کا تعلق ہے یہ جو کاٹھیاوار تک پھیلے ہوئے ہیں ان کا خاتمہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان علاقوں میں میرا مختلف جگہوں پر حملہ آور ہونے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اردگرد جو دشمن پھیلے ہوئے ہیں ان پر ضرب لگائی جاتی رہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے مل کر ہمارے خلاف کوئی بڑی طاقت بن کر حرکت میں نہ آ سکیں ---- بس میرا یہی مدعا ہے جب تک ان علاقوں کا کوئی نیا مسلمان والی نہیں آتا

اس وقت تک اپنے اسی مقصد پر عمل کرتا رہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں نئے والی کے آنے تک کسی بھی قوت کو اپنے خلاف نہ کھڑا ہونے دوں گا' نیا والی یہاں آکر جو بھی فیصلہ کرے گا وہ تمہارے اور میرے دونوں کے لئے آخری ہو گا اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

بنانہ بن حنظلہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر خریم بن عمر کے قریب گیا اور کہنے لگا۔

آپ کا فیصلہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور بیٹھ کر کھانا کھائیں۔"

جواب میں خریم بن عمر ہنس دیا تھا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ سانکرہ اور گودیری بڑی تیزی سے اس حویلی میں داخل ہوئیں پھر سب کو مخاطب کر کے سانکرہ بول پڑی۔

"میں نے آپ لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا تھا ساول کب کا پیغام دے کر چلی گئی ہے آپ ابھی تک سب یہیں کھڑے ہیں۔"

اس پر سانکرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بن حنظلہ بول پڑا۔

"سانکرہ میری بہن ہم تو کھانا کھانے کے لئے حویلی سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ تمہاری حویلی کے دروازے پر گئے تو تمہارے باپ کی طرف سے یہ قاصد آیا ساتھ ہی بنانہ بن حنظلہ نے قاصد کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بعد جو قاصد نے پیغام دیا تھا وہ بھی بنانہ بن حنظلہ نے سانکرہ سے کہہ دیا تھا" سانکرہ نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے باپ کا احوال پوچھا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی "کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے میری ماتا اور ساول بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی ہیں سب لوگ میرے ساتھ آئیں۔"

اس موقع پر بنانہ بن حنظلہ سانکرہ کے قریب ہوا اور اس کے کان میں کچھ کھسر پھسر کی۔ بنانہ بن حنظلہ سب کو لے کر ساتھ والی حویلی کی طرف چلا گیا تھا سانکرہ حرکت میں آئی گودیری کو لے کر وہ خریم بن عمر کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی باقی سب لوگوں کو لے کر جن میں آنے والا قاصد بھی شامل تھا بنانہ بن حنظلہ دوسری

حویلی کی طرف چلا گیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک سانکرہ اپنے دونوں ہاتھ بڑے غصے میں اپنی کمر پر جماتے ہوئے کچھ دیر تک خریم بن عمر کو دیکھتی رہی اس کے بعد جواب طلب نگاہوں سے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کیا ہوا بنانہ بھائی مجھے کہہ رہے تھے کہ جس وقت قاصد آیا وہ کھانا کھانے کے لئے ساتھ والی حویلی کے دروازے پر پہنچ چکے تھے لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا' کیوں کیا آپ کی میرے ساتھ کوئی لڑائی ہے میں نے آپ کا کوئی نقصان کیا ہے جب سب لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا ہے تو آپ کیوں نہیں آئیں گے' اگر آپ نہیں آئیں گے تو کوئی بھی کھانا نہیں کھائے گا آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا اسی لئے میں گودیری کو ساتھ لے کر آئی ہوں۔ آپ نہیں جائیں گے تو میں بھی کھڑی رہوں گی گودیری بھی یہاں کھڑی رہے گی جو لوگ گئے ہیں وہ بھی وہاں کھانا کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے کوئی ہمارے پہنچنے سے پہلے انہیں کھانا نہیں دے گا سوچ لیں آپ نے جانا ہے کہ نہیں۔

بنانہ بھائی مجھے یہ بتا رہے تھے کہ آپ ایک دو روز تک ساحل سمندر کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے اور گودیری کے باپ سے مل کر نکامرہ قبائل پر ضرب لگائیں گے۔ اگر ایسا کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو کم از کم ہمیں بھی بتا دیا کریں ہمارا بھی آپ سے کوئی تعلق ہے اگر ہم ان سرزمینوں میں اجنبی ہیں تو جس روز میں آئی تھی آپ بھی اسی روز ان سرزمینوں میں آئے تھے۔ اگر آپ اس سلسلے میں مجھ سے یا گودیری سے مشورہ کر لیتے تو نہ اس میں آپ کی توہین اور نہ ہی کوئی نقصان ہوتا۔ بہرحال اصل معاملہ یہ ہے کہ آپ ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلیں گے سب کے ساتھ وہاں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اس کے بعد میں' آپ کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کروں گی کہ کب آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہونا ہے۔ شاید آپ کے لئے یہ بات نئی ہو کہ جب آپ یہاں سے جاتے ہیں تو کوئی بڑی بے چینی بڑی بے تابی اور بڑی اضطرابی کیفیت میں آپ کی آمد کا انتظار کرتا ہے۔"

سانکرہ جب خاموش ہوئی تو تھوڑی دیر تک بڑے عجیب سے انداز میں خریم بن عمر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا۔

"سانکرہ لگتا ہے جو باتیں میں نے تمہیں سمجھائیں تھیں وہ تمہاری سمجھ
نہیں آئیں یا جان بوجھ کر تم ان پر عمل نہیں کرنا چاہتیں۔ سانکرہ اگر تمہاری
دھرم داس سے نہ ہوئی ہوتی تو پھر معاملہ کچھ اور تھا پھر اگر میں تمہاری چاہت
جواب چاہت سے نہ دیتا تو یقیناً" مجرم ہوتا لیکن اس وقت معاملہ کچھ اور ہے۔
مکران کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہوں لوگ یہ کہیں گے کہ قوت رکھنے کی وجہ
دھرم داس سے سانکرہ کو چھین لیا میں کم از کم یہ الزام برداشت نہیں کر سکتا۔
جب تم میرے پاس بیٹھو میرے ساتھ گفتگو کرو تو یہ بات اپنے ذہن میں رکھا کرو کہ
دھرداس کی امانت ہو۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ سانکرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا
تھا۔

"سانکرہ خداوند قدوس نے یہ جو بڑا نظام کائنات قائم کیا ہے اس پل دو پل کی
زندگی میں عقل کچھ چاہتی ہے جبکہ فطرت کسی اور شے کا مطالبہ اور تقاضہ کرتی ہے
یہ ضروری نہیں کہ جس شے کی مانگ تمہاری عقل تمہارا دل تمہاری روح کرے وہ
صورت میں پوری ہو کر رہے۔ کبھی کبھی انسان کو مخالف حالات کا بھی سامنا کرنا پڑتا
ہے پھر بھی زندگی گزارنی پڑتی ہے سمندر میں سفر کرنے والے اکثر مخالف ہوا کا سامنا
کرتے ہیں اس کے باوجود اپنے سفر کو جاری رکھتے ہیں ہمت نہیں ہارتے۔"

خریم بن عمر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں سانکرہ نے بولتے ہوئے اس کی
بات کاٹ دی۔

"میں جانتی ہوں میرا آپ پر نہ کوئی دباؤ ہے نہ کوئی حق، اس کے باوجود آپ کو
خوش رکھنا آپ کا خیال رکھنا میری پیاسی روح کی فریاد میرے شکستہ دل کی خواہش ہے
ان دنوں میں جذباتی ہیجان اور احساسی کرب سے گزر رہی ہوں کاش میرے پاس الفاظ
ہوتے تو میں وہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے سامنے اپنے جذبات اور
احساسات کا اظہار کر سکتی۔"

اس موقع پر سانکرہ رو دینے والی ہو رہی تھی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی
تھی خریم بن عمر کو اس پر بڑا رحم اور ترس آیا اور کہنے لگا۔

"اچھا رونا مت چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور دراصل میری کمزوری یہ
ہے کہ میں تمہاری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا" خریم بن عمر کا جواب پا کر سانکرہ کے
چہرے پر ایسی خوشیاں ناچ اٹھیں تھیں جن کی کوئی انتہا نہ تھی پھر خریم بن عمر سانکرہ
اور گودیری کے ساتھ دوسری حویلی کی طرف کھانا کھانے کے لئے چلا گیا تھا دو روز
بعد خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ ساحل سمندر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ال کے راجہ نے جب راجہ داہر کی سلطنت پر حملہ کیا اور راوڑ کے قلعے کے آس پاس تک اس نے تباہی کا کھیل کھیلا تب راجہ داہر بڑا پریشان ہوا۔ وہ دل میں یہ خیال کرنے لگا تھا کہ ال کے راجہ کی طاقت اور قوت اس سے زیادہ ہے تبھی کہیں جا کر اسے اس پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت ہوئی ہے۔ ان خیالات کے آتے ہی راجہ داہر پریشان ہو گیا بہرحال ال کے راجہ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مشورہ کرنے کی خاطر اپنے وزیر بد ہمن کو طلب کیا۔

بد ہمن جب راجہ داہر کے پاس آیا تو راجہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بد ہمن تم جانتے ہو ال کا راجہ انتہائی طاقتور اور بہترین جنگی لشکر رکھنے والا ہے یوں جانو ایک طاقتور دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا ہے تم مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

بد ہمن تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر داہر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"مہاراج میری رائے میں اگر آپ اپنے آپ میں دشمن سے مقابلے کی طاقت اور سکت پاتے ہیں تو ڈٹ کر مقابلہ کیجئے اور تلوار سے اس کا نام و نشان مٹا ڈالئے اس لئے کہ سلطنت کی حفاظت کرنا رعایا کے ہر فرد کا کام ہے مجھے امید ہے جب آپ اپنی سرزمینوں کی حفاظت کے لئے ال کے راجہ کے خلاف نکلیں گے تو پوری رعایا آپ کا ساتھ دے گی۔"

اور اگر یہ ممکن نہیں آپ سمجھتے ہیں کہ ال کا راجہ طاقت اور قوت میں ہم

سے یا ہماری نسبت اس کے لشکریوں کی تعداد زیادہ ہے یا اس کا لشکر ہم سے بہتر زیبت رکھتا ہے تو پھر اس سے صلح کی صورت اختیار کرنا چاہئے چاہے اس میں کتنا ہی روپیہ کیوں نہ خرچ ہو کیونکہ روپیہ اسی لئے خزانے میں جمع کیا جاتا ہے۔"

داہر نے کہا "کہ میں موت کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ ذلیل ہو کر دشمن سے صلح کی جائے میں اس ذلت کو کبھی گوارہ نہیں کر سکتا۔"

بد ہمن کہنے لگا "حضور اس کے علاوہ جو دوسری تجویز میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو عرب ہمارے ملک میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کے سردار حارث علافی کو بلایا جائے اور اس سلسلے میں اس سے مشورہ کیا جائے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد کو بھی طلب کیا جائے کیونکہ عرب فطرتاً دلیر ہوتے ہیں جنگی مہموں کا کافی تجربہ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے اس موقع پر وہ ہمیں کوئی اچھی تجویز بتا سکیں اور ال کے راجہ کے خلاف اپنی مہم اور اپنی جنگ کو کامیاب بنا سکیں" داہر کو اپنے وزیر بد ہمن کا یہ مشورہ پسند آیا لہٰذا اس نے اسی وقت تیز رفتار قاصد حارث کی طرف بھجوائے اور حارث اور اس کے دونوں بیٹوں کو طلب کیا۔

○

جس وقت حارث علافی اپنے بیٹے معاویہ اور محمد کے ساتھ راجہ داہر کی خدمت میں پیش ہوا تو راجہ داہر نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر تینوں باپ بیٹوں کا استقبال کیا' بہترین انداز میں ان کی سواگت کا انتظام کیا اپنے پہلو میں تینوں کو بٹھایا پھر اپنی سلطنت پر ال کے راجہ کے حملہ کی پوری تفصیل ان تینوں سے کہہ دی تھی۔

راجہ جب ساری تفصیل کہہ چکا تو حارث نے اسے مخاطب کیا۔

"اے راجہ آپ یہ بتایئے کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں" اس موقع پر راجہ فوراً بول پڑا۔

"حارث میرا جو سلوک تم سے اب تک رہا ہے اور میں جس قدر تم تینوں کو عزیز رکھتا ہوں میرا خیال ہے اسے تم بھی محسوس کرتے ہو گے میں نے تمہیں جو

حالات بتائیں ہیں ان کے تحت امل کے راجہ کی وجہ سے ہمارے ملک پر خطرات بڑ رہے ہیں۔ امل کا راجہ ہماری سلطنت کے اندر برابر پیش قدمی کیے ہوئے ہے ا تک نہ ہمارا اس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا نہ ہم نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی ہ اب تم مجھے مشورہ دو کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

حارث علافی بڑا دلیر بڑا کائیاں دانا اور بینا شخص تھا حالات کی نزاکت کو دیکھ ہوئے اس نے راجہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا "راجہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں امل راجہ نے اگر آپ کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی یا اس نے حملہ کر دیا اس میں فکر مندی اور پریشانی کی کیا ضرورت ہے۔ آخر میری اور میرے بیٹو موجودگی کا آپ کو بھی کوئی فائدہ ہونا چاہیے آپ مطمئن رہیں امل کے راجہ کے خلا میں ایسی تدبیر کروں گا کہ آپ کا دشمن عمر بھر یاد رکھے گا۔"

حارث علافی کی گفتگو سن کر راجہ داہر عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا ا امل کے راجہ کے حملے کی طرف سے پریشان تھا اور یہاں حارث علافی اسے سنجید سے ہی نہ لے رہا تھا۔ راجہ داہر نے اپنی تسلی اور تشفی کے لئے پھر اسے مخاطب کیا

"تفصیل سے کہو کیا کہنا چاہتے ہو جس طرح امل کے راجہ نے ہماری سلطن میں پیش قدمی شروع کی ہے اگر اس طرح وہ بڑھتا ہے تو یاد رکھنا ایک روز ہ مرکزی شہر بھی اس کی گرفت میں ہو گا" حارث علافی جواب میں فوراً بول پڑا۔

"راجہ میں نے کہا نا کہ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے مجھے ایک لشکر مہیا کیجئے تاکہ اس کو لے کر میں دشمن کا حال معلوم کر سکوں اور ساتھ اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کروں۔

جب تک میں یہ کر گزرتا ہوں اس وقت تک آپ یہ کام کیجئے کہ یہاں تین میل کے فاصلے پر خندق کھود کر وہاں ٹھہریئے اس کے بعد میں امل کے راجہ ک درگت بناتا ہوں یہ آپ خود ہی جان جائیں گے۔"

راجہ داہر سمجھ گیا کہ حارث علافی عقلمند انسان ہے وہ کوئی ایسی تدبیر کرے گ ضرور اس تدبیر کے باعث اسے فتح حاصل ہو گی اور امل کا راجہ ذلیل و خوار ہ بھاگ کھڑا ہو گا۔ لہٰذا اس نے حارث علافی اور اس کے بیٹوں کو ایک لشکر

ہاتھ ہی جس طرح خندق کھودنے کے لئے حارث علافی نے کہا تھا ویسی ہی ایک خندق نے کھود دی' اس لشکر کو لے کر حارث علافی اپنے بیٹوں کے ساتھ کوچ کر گیا ی اس ور آدمی رات کے وقت اس نے امل کے راجہ پر ایسا ہولناک شب خون مارا کہ امل کے راجہ کے لشکر میں ایک چیخ پکار اٹھ کھڑی ہوئی تھی یہ شب خون ایسا زوردار تھا کہ امل کے راجہ کے لشکری گھبرا کر اٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے بھاگتے ہوئے جب نہوں نے خندق کا رخ کیا تو کچھ خندق میں گر پڑے جنہوں نے خندق پار کرنے کی وشش کی انہیں راجہ داہر کے لشکریوں نے تہہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ اس طرح حارث لافی کی تجویز سے نہ صرف یہ کہ امل کے راجہ کو بدترین شکست ہوئی بلکہ اس کے زاروں آدمی گرفتار ہوئے اور ہزاروں قتل ہوئے امل کے راجہ کا بے شمار ساز و سامان راجہ داہر کو ملا اس سامان میں کہتے ہیں پچاس کے لگ بھگ ہاتھی بھی شامل تھے۔

راجہ داہر کو یہ فتح کیونکہ حارث علافی کی تجویز کی وجہ سے ہوئی تھی لہٰذا وہ ارث علافی سے اتنا خوش ہوا کہ اس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس نے اس وقع پر حارث علافی کو بے شمار انعام و اکرام سے نواز' ایسے ہی انعامات اور تحائف ں نے اس کے بیٹوں کو بھی دیئے اور مکران کی سرحد پر ایک وسیع علاقہ ان کے نام کر دیا جو ان کے پاس جاگیر کے طور پر رہا تھا جہاں وہ قیام کر سکتے تھے' ساتھ ہی راجہ نے یہ بھی کہا کہ اب تم تینوں اپنی جاگیر میں جا کر رہو وہاں کا نظم و نسق سنبھالو۔

یہ جاگیر دینے سے راجہ داہر کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے کیونکہ اسلامی حکومت کے باغی تھے لہٰذا انہیں سرحد پر آباد کرنے کا ں کا بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکے رکھیں۔

حارث علافی نے جب دشمن کے لشکر سے ملنے والے جنگی قیدیوں کو داہر کے سامنے پیش کیا تو راجہ کچھ دیر تک ان قیدیوں کا جائزہ لیتا رہا بے شمار قیدی تھے جو اس جنگ میں راجہ داہر کے ہاتھ لگے تھے راجہ داہر نے چاہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے لیکن اس موقع پر اس کا وزیر بدھیمن آڑے آیا اور اس نے راجہ کو مخاطب کیا۔

"راجہ فتح پر بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہئے بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب ان کو فتح حاصل ہوتی ہے جب دشمن کے امراء اور اکابران کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں

تو وہ بخشش سے کام لیتے ہیں۔

میری تجویز یہ ہے کہ آپ بھی درگزر سے کام لیجئے اور قیدیوں کو رہا کیجئے" را نے اپنے وزیر کے مشورے سے قیدیوں کو رہا کر دیا اور اس سے خوش ہو کر کہنے "بد ہیمن تم نے مجھے ایک بہترین مشورہ دیا تمہارے مشورے سے میں بے حد خو ہوں اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو مجھ سے کہو تا کہ میں اسے پورا کروں۔"

وزیر بد ہیمن کہنے لگا۔

"مہاراج آپ کا دیا ہوا سب کچھ ہے مجھے کسی شے کی تمنا نہیں صرف اک آرزو ہے وہ یہ کہ میرے یہاں کوئی لڑکا نہیں اس لئے خیال ہوتا ہے کہ میرے بع میرا نام اس دنیا سے مٹ جائے گا۔ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ آپ ٹکسال میں چاندی کے جو سکے ڈھالے جاتے ہیں ان پر ایک طرف آپ کا نام ہو ہے اگر سکوں کے دوسری طرف میرا نام کندہ کر دیا جائے تو حضور کے سکوں کی بدول میرا نام بھی زندہ رہے گا اور جب تک آپ کی یہ سلطنت قائم رہے گی لوگ مجھے بھولیں گے۔"

راجہ داہر نے اپنے وزیر بد ہیمن کی اس تجویز کو قبول کر لیا اور حکم دیا کہ سکو کی دوسری طرف وزیر بد ہیمن کا نام ڈھالا جائے اس طرح حارث علافی کی جرا مندی اور تدبیر سے راجہ داہر کی جان اہل کے راجہ سے چھوٹ گئی تھی۔

○

حجاج بن یوسف ایک روز واسط کی اپنی رہائش گاہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا اس کے ساتھ خریم بن عمر کی بستی کا سردار محمد بن ہارون نمری اور کچھ دیگر سر لوگ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں جو شخص حجاج بن یوسف کے لئے کتابت کا کام انجام دیتا تھا وہ اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر اس وقت دو قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں ای خراسان سے قتیبہ بن مسلم کا بھیجا ہوا ہے دوسرا مکران سے آیا ہے اب جسے کہیں اسے میں پہلے بھیجتا ہوں۔"

قاصدوں کی آمد سے حجاج کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اپنے اسی چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا "پہلے اس قاصد کو بھیجو جو خراسان کی طرف سے آیا ہے بعد میں مکران سے آنے والے قاصد سے بات کروں گا۔"

چوبدار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان اندر آیا بلند آواز میں اس نے سب کو سلام کیا۔ حجاج بن یوسف نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر اسے مخاطب کیا۔

"کیا تم خراسان سے قتیبہ بن مسلم کی طرف سے آئے ہو" آنے والے قاصد نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

"اے امیر آپ کا کہنا درست ہے۔"

حجاج بن یوسف نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"کیا تمہارے پاس کوئی اچھی خبر ہے یا بری" قاصد کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔

میں آپ کی خدمت میں تقریباً" اچھی خبریں لے کر آیا ہوں جانئے خراسان پہنچنے کے بعد جو کچھ قتیبہ بن مسلم نے کیا ہے اس کی اطلاع دینے کے لئے اس نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔"

حجاج بن یوسف تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"کہو خراسان پہنچنے کے بعد قتیبہ بن مسلم کہاں تک آگے بڑھا ہے" اس پر قاصد بول پڑا۔

"امیر محترم خراسان کے شہر مرو پہنچ کر قتیبہ بن مسلم نے جس قدر جوان لشکر میں شامل تھے انہیں ایک جگہ جمع کیا انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک بہترین خطبہ دیا۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ لوگوں اللہ ہی وہ مقدس ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ شمع ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے چاہے مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔ اس لئے خداوند قدوس نے مجاہدین کے لئے بڑا ثواب اور اپنے پاس بڑے بڑے مراتب اور اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

قتیبہ بن مسلم نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کہا کہ خداوند

قدوس نے کفار سے جہاد کرنے کو تمہارے لئے ہلال کیا ہے تاکہ اس کے دین کا غلبہ ہو اور تم برائیوں سے بچو۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم خداوند قدوس کے ساتھ وعدہ کریں کہ اپنے آپ کو انتہائی مصیبت اور تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار رکھیں گے اور کبھی بھی کاہلی اور ڈھیلے پن سے کام نہیں لیں گے۔ قتیبہ بن مسلم کی اس تقریر کا لشکریوں نے خاطر خواہ جواب دیا اور اس کی کمانداری میں بہترین جوش و جذبے کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قتیبہ بن مسلم نے لشکر کے سازو سامان ہتھیاروں اور گھوڑوں کا معائنہ کرنے کے بعد جہاد کے لئے کوچ کیا۔ اس نے مرو شہر میں دو اشخاص کو اپنا قائم مقام بنایا لشکر کا سردار اپنے بعد ایاس بن عبد اللہ کو رکھا جبکہ انتظامیہ کے کام پر ایک شخص عثمان کو مقرر کیا لشکر کو لے کر وہ طالقان پہنچا۔ یہاں بلخ کے کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔ دریائے آمو کو عبور کیا تو غیر مسلم ترکوں کے حکمران نے قتیبہ بن مسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تحفے تحائف پیش کئے اپنے شہر کی سونے کی کنجی پیش کی اس کا بہترین استقبال کیا اور قتیبہ بن مسلم کی اطاعت کو قبول کیا۔

قتیبہ بن مسلم نے پیش قدمی جاری رکھی یکے بعد دیگرے آخرون اور شومان کے حکمران اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا یہ کام سر انجام دینے کے بعد خود تو قتیبہ بن مسلم خراسان کے مرکزی شہر مرو میں آگیا اور اپنے بعد اپنے بھائی صالح کو لشکر کی کمانداری سونپی۔ اس کی غیر موجودگی میں صالح نے کاشان درشت اور پلاز فرغانہ وغیرہ کو فتح کیا اس جنگ میں ایک شخص نصر بن سیار نے بہترین بہادری اور جرات مندی کا مظاہرہ کیا جس کے صلے میں صالح نے اسے ایک گاؤں جاگیر کے طور پر عطا کیا۔ یہ فتوحات حاصل کرنے کے بعد قتیبہ بن مسلم کا بھائی بھی قتیبہ کے پاس مرو چلا آیا اور قتیبہ نے اسے مرو کا امیر مقرر کیا۔

قتیبہ بن مسلم پھر نکلا بخارا پر فوج کشی کی اردگرد کے غیر مسلم ترکوں نے جمع ہو کر قتیبہ کا مقابلہ کیا لیکن قتیبہ بن مسلم نے ان سب کو رگید کر رکھ دیا اور اس جنگ میں قتیبہ بن مسلم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا اب یہ افواہیں اڑ رہی ہیں کہ قتیبہ بن مسلم کی ان فتوحات کو چین کے بادشاہ نے ناپسند کیا ہے لہذا چین کے بادشاہ نے اپنے بھانجے کو حکم دیا کہ وہ قتیبہ بن مسلم کی راہ روکے یہ بھی سنا گیا ہے کہ چین

کے بادشاہ کا بھانجا چاہتا ہے کہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قتیبہ کی راہ روکے ہمارے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ چین کے بادشاہ کا بھانجا یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ کم از کم دو لاکھ کا لشکر لے کر قتیبہ کا سامنا کرے گا اور قتیبہ کو پسپا کرنے کی کوشش کرے گا امیر محترم اب تک کی خراسان کی یہیں خبریں ہیں۔"

یہ ساری باتیں سن کر حجاج بن یوسف خوش ہوا اور قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو خبریں تم نے دی ہیں یہ میری دلجمعی اور خوشی کا باعث ہیں تم دو دن یہاں رک کر آرام کرو پھر واپس جاؤ اور قتیبہ بن مسلم کو میرا یہ پیغام دینا اگر کبھی بھی وہ کفار کے خلاف اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرے تو اپنے لشکر کے آگے رہے اور جب کسی مہم کو سر کرنے کے بعد کامیابی کے ساتھ پلٹے تو اس وقت لشکر کے پچھلے حصے میں اپنے محافظ دستوں کے ساتھ رہا کرے۔ بس اس کے نام میرا یہی پیغام ہے اس کے ساتھ ہی خراسان سے آنے والا وہ قاصد باہر نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد چوبدار نے مکران سے آنے والے قاصد کو پیش کیا۔

○

مکران کے قاصد نے سب سے پہلے حجاج بن یوسف کو مجاعہ بن سعو تمیمی کی موت کی اطلاع دی اس کے بعد مکران پہنچ کر خریم بن عمر نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے تھے ان سب سے متعلق حجاج بن یوسف کو تفصیل سے بتا دیا تھا۔

ابن سعو کی موت کا سن کر حجاج بن یوسف افسردہ ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی گہری سوچوں میں کھویا رہا لگتا تھا۔ اسے ابن سعو کی موت کا بے حد صدمہ ہوا تھا کچھ دیر تک وہ کچھ نہ بول سکا پھر سنبھلا اور اپنے سامنے بیٹھے محمد بن ہارون نمری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن ہارون میں نے تمہارے متعلق ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔ اب جبکہ مکران کا والی مجاعہ بن سعو تمیمی فوت ہو چکا ہے تو اس وقت مکران کو والی کی اشد ضرورت ہے۔ جو نی الفور مکران روانہ ہو اور وہاں تیزی سے تبدیل ہونے والے

حالات پر نظر رکھ سکے ابن ہارون میں تمہیں ہی مکران کا والی مقرر کرتا ہوں کیا تمہیں میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض یا انکار ہے۔ میں تمہیں اس لئے وہاں کا والی مقرر کرتا ہوں کہ مکران کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ خریم بن عمر تمہاری بستی ہی کا رہنے والا ہے تم دونوں مل کر مکران میں اپنی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرو گے اور مجھے یہ بھی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ بنانہ بن حنظلہ جو وہاں نائب سالار ہے وہ پہلے سے خریم بن عمر کا جاننے والا ہے۔ دونوں ایک ساتھ بصرہ کے مکتب میں پڑھتے رہے ہیں اس طرح تم تینوں یک جا ہو کر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرو گے کہو تم کیا کہتے ہو اس کے بعد میں تمہیں خریم بن عمر کے متعلق کچھ کہنا پسند کروں گا۔"

حجاج بن یوسف کے خاموش ہونے پر محمد بن ہارون نمری کچھ دیر تک سوچتا رہا مسکراتا رہا اور حجاج بن یوسف کی طرف دیکھتا رہا پھر خوش کن انداز میں کہنے لگا۔

"امیر محترم میں ہارون نمری اس قابل کہاں کہ آپ کی حکم عدولی کروں' میں مکران کے والی کی حیثیت سے جانے کے لئے تیار ہوں۔"

حجاج بن یوسف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خوشی سے اس نے پر جوش مصافحہ محمد بن ہارون نمری سے کیا پھر وہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مکران جا کر خصوصیت کے ساتھ خریم بن عمر کی ہر خواہش اور اس کی ہر مانگ کا خیال رکھنا یاد رکھنا۔ ایسے نوجوان روز روز پیدا نہیں ہوتے پہلی بار ایک ملازم کی حیثیت سے جب سلیمان کی موجودگی میں وہ میرے پاس آیا تھا تو میں نے دیکھا تھا سلیمان کی آنکھوں میں اس کے لئے نیم حقارت تھی لیکن اسے دیکھتے ہوئے میرے دل میں اس کے لئے آپ سے آپ نیم سی شفقت پیدا ہوئی تھی۔ اس پہلی ملاقات میں بھی میں نے خریم بن عمر کے چہرے کے خطوط میں ایسے جذبے دیکھے تھے جیسے زردوزی کے تاج سی جانثاری کے اوپر شجاعت کے یاقوت جڑ دیے گئے ہوں۔ اس کی آنکھوں کے اندر میں نے اس روز بھی جذب و وجدان کی پکار کو دیکھا تھا اور اس کے چہرے سے میں نے یوں محسوس کیا تھا جیسے چیختے صحرا کے اندر عقوبت کے بگولے اٹھ کھڑے ہوں۔ وہ کشیدہ قامت ہے خوش اندام ہے جان نثار اور وفادار ہے ایسے جوان

ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے یاد رکھنا جنگ اور رزمگاہ کی بھٹی کے اندر ہر کوئی سرفراز ہو کر نہیں نکلتا۔ وہ نوجوان جو دمشق کے ریشم کے شلوکے پہن کر رزمگاہوں کا رخ کرتے ہیں وہ کوئی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ سپاہی جب زین سے اتر کر قالین پر بیٹھنے لگے تو کام کا نہیں رہتا۔ وہ کیونکہ ایک گڈریا تھا کوہستانوں کے اندر اپنے ریوڑ کو چرانے والا تھا لہٰذا مجھے اچھا اور بھلا لگا اس کی چمکتی آنکھوں میں بل کھاتی خشمناک فطرت سے میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس پر پورا اترا۔ اس کے چہرے کے آثار و افکار میں جو میں نے حسن عمل دیکھتے ہوئے اسے مکران میں لشکریوں کا سالار اعلیٰ بنایا تو قسم خداوند قدوس کی وہ میری خواہشوں سے بھی کہیں آگے جا کر اترا۔

اس کی کارکردگی سے میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ بنیادی طور پر وہ ایک چرواہا ہے لیکن بصرہ کے حربی مکتب کا تربیت یافتہ ہے اس نے اپنی کارگزاری سے ثابت کر دیا ہے کہ جنگ کی بھٹی میں وہ برق و شعلہ کی لپک اور رزم گاہ کے بادو باراں میں طوفانی یلغار کا شباب بننے کا بھی ہنر اور فن خوب جانتا ہے۔ مکران کے والی کی حیثیت سے میں تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ وہاں خریم بن عمر کے صاعقہ بردار جذبوں اور اس کی کوندتی تلوار اس کے آہنی طوفانی جذبوں سے صحیح اور خوب کام لینا۔ محمد بن ہارون نمری خریم بن عمر جیسے جوان اپنی کارکردگی اپنی جانثاری کی وجہ سے وقت کے عمل میں خوابوں کے سنسار کی طرح حسین اور شوق کے سلسلوں میں مقاصد اور منزل کی گرد کی طرح پرفشاں ہو کر آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہاں پہنچ کر تم اس کا خوب خیال رکھو گے کیونکہ میں اسے اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں۔"

حجاج بن یوسف کے ان الفاظ پر ہارون نمری تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"امیر محترم آپ کسی فکر مندی اور پریشانی کا اظہار نہ کریں۔ خریم بن عمر مجھے بھی بے حد عزیز ہے میری بستی کا رہنے والا ہے۔ پہلے بھی میں اسے اپنے بیٹوں جیسا سمجھتا ہوں اس کے سلسلے میں میرے خداوند نے چاہا تو آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ تم کب تک یہاں سے کوچ کرنا پسند کرو گے" حجاج بن یوسف نے خوش طبعی سے محمد بن ہارون کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

"امیر محترم میں ایک دو روز تک یہاں سے کوچ کر جاؤں گا پر اکیلا جاؤں گا اپنے اہل خانہ کو ساتھ نہیں لے کر جاؤں گا۔ جب حالات خوب ہمارے حق میں ہو جائیں گے تو پھر کوشش کروں گا اپنے اہل خانہ کو بھی وہاں بلا لوں۔"

حجاج بن یوسف نے محمد بن ہارون نمری کے اس فیصلے سے اتفاق کیا پھر محمد بن ہارون نمری وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا دو روز بعد وہ اپنی بستی سے مکران کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

O

رام رتن ایک روز سورج غروب ہونے کے بعد سمندر کے کنارے دور تک پھیلی ہوئی ایک بستی میں داخل ہوا یہ بستی بدھ قبائل کے سردار وانگہ کی تھی اور اس کے آس پاس اور چاروں طرف نکامرہ قبائل کے انہیں لوگوں کی بستیاں تھیں جو بدھ مت کے پیروکار تھے۔

رام رتن کا وہاں اکثر آنا جانا تھا اس لئے بستی میں سے بلا جھجک گزرتے ہوئے وہ ایک ایسے مکان کے سامنے رکا جو گارے اور پتھر کے علاوہ لکڑی کا بھی بنا ہوا تھا۔ دروازے پر اس نے دستک دی تھی تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والے نے اپنے ہاتھ میں چھوٹی سی مشعل لے رکھی تھی۔ اس مشعل کی روشنی میں رام رتن کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی شاید وہ رام رتن کو پہلے سے جانتا تھا رام رتن نے اسے مخاطب کیا۔

وانگہ گھر پر ہے دروازہ کھولنے والے نے اثبات میں سر ہلا دیا ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ رام رتن نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"میرے گھوڑے کو چھپر تلے باندھ دو میں دیوان خانے میں بیٹھتا ہوں وانگہ کو میرے آنے کی اطلاع کرو میں ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

دروازہ کھولنے والا گھوڑے کو حویلی کی طرف لے گیا تھا خود رام رتن بائیں جانب مڑا اور ایک سادہ سے کمرے میں داخل ہوا۔ اسے وہاں بیٹھ کر زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا اس لئے کہ نکامرہ قبیلے کے بدھ قبائل کا سردار وانگہ اس کمرے میں داخل ہوا رام رتن نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے بغلگیر ہوا دونوں جب اپنی نشست پر بیٹھ گئے تو وانگہ نے اسے مخاطب کیا۔

"پہلے یہ کہو تم مکران سے آ رہے ہو" رام رتن نے کمرے میں جلتی ہ
چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں اثبات میں جب گردن ہلائی تو وانگہ کے چہرے
مسکراہٹ پھیل گئی وہ دوبارہ بولا۔

"پہلے یہ بتاؤ میری بیٹی گودیری کیسی ہے" رام رتن تھوڑی دیر تک مسکرا
پھر اس کی آواز گونجی۔

"وانگہ میں یہ کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کروں گا کہ تمہاری بیٹی گودی
یہاں کی نسبت ہمارے ہاں زیادہ خوش ہے" وانگہ نے اسے مشتبہ انداز میں دیکھا ا
کہنے لگا۔

"رام رتن یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے۔"

رام رتن تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا جلد ہی اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل
اس کی آواز سنائی دی۔

"وانگہ لڑکیاں فطرت کی داستان کی زیبائش ہوتی ہیں ماں باپ کے گھر میں
یادوں کی تنگ وادی کی سی زندگی بسر کرتی ہیں اس لئے کہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ انہ
ایک روز اپنے پیا کے گھر جانا ہے اور وہی ان کی زندگی کی امیدوں کی میٹھی گود ہو
ہے۔ لڑکیاں جب اپنے پیا سے بیاہی جاتیں ہیں تبھی ان کے ادھورے خوابوں
تعبیریں اور بے چہرہ تصویریں سنگم کی سنہری راتوں میں تبدیل ہوتی ہیں اور اپنی زند
کے اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے لڑکیاں بچپن سے لے کر جوانی کے کنوارے
تک بس اسی انتظار میں رہتی ہیں کہ کب کسی ایسے شخص کی ساتھی بنوں گی جو اس
قدر کرنے والا ہو۔"

رام رتن مزید کچھ کہتا کہ وانگہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"رام رتن پہیلیاں مت بجھاؤ الجھی الجھی باتیں مت کرو صاف بتاؤ کیا معا
ہے۔"

رام رتن نے ایک گہری نگاہ وانگہ پر ڈالی پھر کہنا شروع کیا۔

"وانگہ میرے عزیز اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری بیٹی وہاں ایک نوجوان کو پ
کرتی ہے اس سے محبت کرنے لگی ہے تم برا تو نہ مانو گے۔"

وانگہ کی گردن لمحہ بھر کے لئے جھک گئی تھی پھر اس نے رام رتن کی طرف
دیکھا۔

"پہلے یہ بتاؤ میری بیٹی نے جس جوان کو پسند کیا ہے وہ کون ہے؟ مکران میں رہتے ہوئے یہ فیصلہ کن بات ہے کہ اس نے کسی مسلمان ہی کو پسند کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے۔"

رام رتن نے کہا "فکر مت کرو وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے وہ مکران میں مسلمانوں کے لشکریوں کا نائب سالار ہے۔ ایک انتہائی بہادر دلیر اور جستجو رکھنے والا نوجوان ہے۔ تمہاری بیٹی گودیری اسے پسند کرتی ہے وہ بھی گودیری کو چاہتا ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

وانگہ نے کچھ سوچا اور بول پڑا۔

"رام رتن تیرا کہنا درست ہے اگر میری بیٹی اس جوان کو پسند کرتی ہے اسے اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اس لئے کہ میں اپنی بیٹی کی خوشی کو اپنی خوشی جانوں گا پر یہ بتاؤ جس جوان کو میری بیٹی نے اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر منتخب کیا ہے اس کا نام کیا ہے۔"

رام رتن کہنے لگا "اس کا نام بنانہ بن حنظلہ ہے۔"

وانگہ کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئیں کہنے لگا "یہ نام میرے لئے اجنبی نہیں۔ میں نے سنا ہوا ہے اس لئے کہ بنانہ بن حنظلہ کا اس سے پہلے مول کے کچھ دستوں سے ٹکراؤ بھی ہوتا رہا ہے اس ٹکراؤ میں بنانہ بن حنظلہ ہمیشہ کامیاب ہی رہا۔ اگر میری بیٹی بنانہ بن حنظلہ کو اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہے تو میں اس چناؤ اور اس پسند کو قبول کرتا ہوں کیا تم یہی پیغام لے کر میرے پاس آئے ہو۔"

رام رتن بولا "ایسی کوئی بات نہیں وہ تم نے اپنی بیٹی کا پوچھا تو میں نے تم پر یہ انکشاف کر دیا۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنی بیٹی کے چناؤ کو قبول کیا میں ایک اور انتہائی اہم سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ شاید تمہیں پہلے سے خبر ہو کہ مکران میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار ایک شخص خریم بن عمر ہے بنانہ بن حنظلہ اس کا نائب ہے۔ یہ خریم بن عمر بے کار بیٹھنے والا نہیں ہے۔ تمہیں یہ بھی خبر پہنچ چکی ہو گی

کہ مکران میں جو مسلمانوں کا حکمران ہے وہ فوت ہو چکا ہے اب مکران کے مسلمان کسی نئے والی کے منتظر ہیں تب تک ان علاقوں میں خریم بن عمر ہی سب کچھ ہے۔

وانگہ یہ خریم بن عمر اس سے پہلے مسکی میں نرمیش پر ضرب لگا چکا ہے اور اس کی طاقت کو کچل چکا ہے۔ قندابیل میں حارث علافی کے کچھ لوگ جمع ہوئے تھے انہیں راجہ داہر نے بھی ایک لشکر مہیا کیا تھا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔ راجہ داہر نے کچھ قاصد موئل کی طرف بھی بھجوائے کہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہو' لیکن اس خریم بن عمر نے قندابیل شہر کے نواح میں حارث اور راجہ داہر کے مشترکہ لشکر کو شکست دی اور ان کی کمر بھی توڑ دی ہے اب وہ قندابیل شہر سے نکل کر حملہ آور ہونے کے قابل نہیں رہے۔

اب خریم بن عمر کا ارادہ ہے کہ ایسی ہی ضرب موئل پر بھی لگائے یقیناً" موئل کے پاس راجہ داہر کی طرف سے پیغام پہنچ چکا ہو گا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔"

رام رتن کو رک جانا پڑا تھا اس لئے کہ بیچ میں وانگہ بول پڑا تھا کہنے لگا تھا۔

"رام رتن تم ٹھیک کہتے ہو راجہ داہر کے قاصد موئل کے پاس پہنچ چکے ہیں اور راجہ داہر نے موئل کو انگیخت کیا ہے کہ وہ اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں کی سلطنت پر حملہ آور ہوتے ہوئے دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے۔ اس سلسلے میں موئل نے مجھے بھی بلایا تھا۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے میری اور موئل کی طویل گفتگو ہوئی طے یہ پایا تھا کہ جو لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلے اس میں آدھے میرے قبیلے کے ہوں اور آدھے موئل کے' رام رتن مجھے بڑی بے چینی سے مسلمانوں کے کسی قاصد کا انتظار تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ موئل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں۔ دراصل نیرون کا حاکم سندر داس ذاتی طور پر مسلمانوں کے حق میں ہے انہیں پسند کرتا ہے اور ان کے ساتھ تعاون رکھنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں سندر داس اور میرے درمیان قاصدوں کا سلسلہ جاری ہے اور ہم ایک دوسرے کے خیالات سے تعاون کرنے والے ہیں اب تم آ گئے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میری ساری مشکلات دور ہو جائیں گی۔ بتاؤ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر موئل کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔"

"وانگہ کیا تم ابھی اسی وقت میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو" رام رتن نے تیز نگاہوں سے وانگہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

وانگہ بدحواس ہو گیا اور کہنے لگا "اس وقت تم مجھے کہاں لے کر جاؤ گے" اس پر رام رتن بول پڑا "میں تمہیں غلط جگہ لے کر نہیں جاؤں گا میں تمہیں خریم بن عمر کے پاس لے کر جاؤں گا" مسکراتے ہوئے رام رتن نے جواب دیا تھا۔

رام رتن کے اس انکشاف پر وانگہ کی پریشانی میں اور اضافہ ہوا تھا پوچھنے لگا پہلے یہ بتاؤ "کہ مسلمانوں کا سالار اعلیٰ خریم بن عمر اس وقت کہاں ہے۔"

"وانگہ پریشانی اور فکر مندی کا اظہار نہ کرو مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر یہاں سے صرف پانچ میل پیچھے صحرا کے اندر اونچے اونچے ٹیلوں کی گھات میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے' اگر تم برا نہ مانو تمہیں زحمت نہ ہو تو میرے ساتھ وہاں چلو اس نے تمہیں بلایا ہے وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ یہاں نہیں آیا کہ کہیں موئل کو خبر نہ ہو جائے اور اس کے اور تمہارے تعلقات خراب نہ ہوں۔ وہ چاہتا ہے کہ موئل سے تمہارے تعلقات پہلے جیسے برقرار رہیں اور موئل پر ضرب بھی لگائی جا سکے اس لئے میرے ساتھ خریم بن عمر کے پاس چلو وہ تمہارے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ موئل پر ضرب لگائے گا۔"

وانگہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا "تم تھوڑی دیر بیٹھو میں کھانے کے لئے کہتا ہوں کھانا کھانے کے بعد دونوں یہاں سے کوچ کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی وانگہ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد اس کے ایک ملازم نے اسی کمرے میں کھانا چن دیا تھا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور صحرا کی اس سمت ہو لئے جہاں خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی۔

○

وانگہ کو لے کر رام رتن اونچے اونچے ٹیلوں کے ایک صحرائی حصے میں داخل

ہوا چاندنی رات گہری ہو رہی تھی صحرا اس سے ایسے لگ رہا تھا جیسے کہکشاں
دشت میں خوابوں سا کیف اور انمول خزانوں کا تجسس بکھرا پڑا ہو‘ ہر سو ہر طر
اندھیروں کے سفر سے خاموشی آفاق کے اسرار سی چپ اور تخیل کے نقش و نگار پ
سکوت طاری تھا۔

چاندنی رات میں وانگہ رام رتن کے ساتھ خریم بن عمر کے لشکر میں داخل ہ
لشکری اپنی جگہ پرسکون تھے اس لئے کہ ان میں سے ہر کوئی رام رتن کو پہنچانتا تھ
ایک جگہ رام رتن نے اپنے گھوڑے کو روکا اور نیچے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہو
وانگہ بھی اپنے گھوڑے کو روک کر اتر گیا۔ اب ان کے سامنے خریم بن عمر کھڑا
اس موقع پر رام رتن وانگہ کے قریب آیا اور وانگہ سے کہنے لگا ”یہ جو نوجوان سام
کھڑا ہے یہی خریم بن عمر ہے اور مکران میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ ہے۔“
وانگہ تھوڑی دیر تک عجیب سے جذبے میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتا رہا
میں پھیلی چاندنی اور تیز چلتی ہواؤں کے اندر خریم بن عمر وانگہ کو یوں لگا جیسے فطر
کو زبوں کر دینے والا کوئی ناظر کائنات اس کے سامنے کھڑا ہو یا بزم ارواح م
مضطرب اور خونبار نغمے بکھیرنے والا کوئی حقائق آشنا وانگہ کا استقبال کرنے کے ل
تیار ہو۔ چھوٹے سے ایک ٹیلے پر وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے ابد کا کوئی مسافر روا
موجوں میں کوہ گراں کی طرح کھڑا ہوتا ہے رام رتن آگے بڑھا اور سرگوشی کے اند
میں اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔
”میرے محترم یہ جو شخص میرے ساتھ آیا ہے یہی گودیری کا باپ اور نکا
قبیلے کے ایک حصے کا سردار وانگہ ہے۔“
رام رتن کے ان الفاظ پر خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی وہ آ
بڑھا وانگہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر پرجوش مصافحہ کیا اور جس ٹیلے پر بیٹھا
تھا اسی ٹیلے کی طرف جاتے ہوئے وانگہ کو اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔
وانگہ تھوڑی دیر تک اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے دیکھا جس طرح خر
بن عمر ننگی ریت پر بیٹھا ہوا تھا اس طرح اس کے لشکری بھی ننگی ریت پر لیٹے
استراحت تھے۔ تھوڑی دیر تک عجیب سے توصیفی انداز میں وہ کبھی اردگرد کے

لشکریوں کی طرف دیکھتا کبھی اس کی نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے خریم بن عمر پر جم جاتی تھی‘
پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔
”میں نے زندگی میں پہلی بار ایسے لوگ دیکھے ہیں جو عمدہ قسم کے لڑاکے لشکری
بھی ہوں اور اس طرح ریت پر بڑی سادگی سے پڑے شب بسر کرنے کا سامان کرتے
ہوں۔ آپ جیسا سالار بھی میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے جو اپنے عام لشکریوں کی طرح
ریت پر محو استراحت ہو“ اس پر خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور
وہ وانگہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”وانگہ میں اپنے لشکریوں ہی کی مانند ہوں اللہ اور اس کے جلال کی قسم میرے
دل میں کبھی بھی شرف امتیاز نہیں آیا میں نے کبھی بھی اپنے دل میں یہ نہیں سوچا کہ
اپنے لشکریوں کے مقابلے میں ان کے سامنے عظمت اور سربلندی کی معراج پر ہوں۔
میں ان جیسا ہوں وہ ہیں تو میری عزت ہے وہ نہیں تو میں خاک سے بھی بدتر ہوں۔
میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ کر روغن زیتون اور سرکہ میں ڈوبی ترکاریاں اور جو کی روٹی
کھاتا ہوں یہ ہیں تو میں سالار اعلیٰ ہوں یہ نہیں ہیں تو میں ایک معمولی گڈریا ہوں۔
بس اس سے زیادہ میری کوئی وقعت کوئی حیثیت کوئی عظمت کوئی سربلندی نہیں
ہے۔“
وانگہ کچھ دیر تک عجیب سے جذبوں میں دیکھتا رہا پھر خریم بن عمر کو مخاطب کر
کے کہنے لگا ”میں آپ کی عاجزی انکساری اور انسانیت کو سلام کرتا ہوں آپ جیسے
لوگ ہی ہیں جو اپنے لشکر کے اندر مساوات رکھتے ہیں ایسے لشکریوں کا کوئی مقابلہ نہیں
کر سکتا اب بتایئے آپ نے مجھے کیوں طلب کیا ہے۔“
خریم بن عمر نے وانگہ کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر بڑی یکسوئی سے اسے مخاطب
کر کے کہنے لگا۔
”وانگہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے سندر داس کے ساتھ بہترین تعلقات
ہیں سندر داس کی بیٹی بھی ان دنوں ہمارے پاس ہی ہے اس لئے کہ موئل نے اسے
اغوا کرنے کی کوشش کی تھی پر ہم نے اسے چھڑا لیا۔ تمہاری اپنی بیٹی گودیری بھی
وہیں ہے دراصل میں موئل پر ضرب لگانا چاہتا ہوں میرے خیال میں رام رتن تمہیں

بتا چکا ہو گا۔ اس سے پہلے زمیش اور قندابیل میں راجہ داہر کے ایک لشکر کی می
توڑ چکا ہوں میں چاہتا ہوں کہ موبل پر بھی ضرب لگاؤں تاکہ آنے والے دور میں
جلد کوئی متحدہ کاروائی نہ کر سکیں میں یہ سب کچھ اس لئے کر رہا ہوں کہ اس وق
مکران میں کوئی مسلمان والی نہیں ہے ساری ذمہ داری مجھ پر اور بنانہ بن حنظلہ
آتی ہے۔ نئے والی کے آنے تک میں اس علاقے کو محفوظ کر دینا چاہتا ہوں وہ آ
کے بعد جو بھی حکم دے گا میں اور بنانہ اس کا اتباع کرنے کے پابند ہوں گے۔ پرا
کے آنے سے پہلے پہلے میں میدان کو کسی حد تک صاف کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سلسلے میں میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں" وانگہ نے بڑے غور سے
بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وانگہ اس وقت میں تمہیں اپنے ساتھ ملوث نہیں کرنا چاہتا میں یہ بھی
چاہوں گا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ میری مدد کرو تاکہ موبل پر حملہ آور ہوں۔ فی ا
میں چاہتا ہوں کہ تمہارے تعلقات موبل کے ساتھ پہلے جیسے رہیں موبل کو یہ
بھی نہیں گزرنا چاہئے کہ تمہارے تعلقات ہمارے ساتھ بہترین ہیں' ورنہ موبل
داہر کے ساتھ مل کر تم پر حملہ آور ہو سکتا ہے تمہارے قبیلے کو نقصان بھی پہنچا
ہے۔ میں ایسا ہرگز برداشت نہیں کروں گا اس وقت میں صرف یہ چاہتا ہوں ک
ہمیں کوئی راہنما مہیا کر دو جو موبل کی بستیوں تک ہماری راہنمائی کرے' دراصل
رتن موبل کے علاقوں سے واقف نہیں ہے اگر تم چند پر خلوص اور قابل اعتبار
مہیا کر دو تو میں سمجھوں گا کہ یہ تمہارا ہم پر بہت بڑا احسان ہے ان رہنماؤ
راہبری میں میں موبل کے علاقوں کا رخ کروں گا اور اس پر ایسا شب خون ماروں
چند ماہ تک وہ اس شب خون کے زخم چاٹتا رہے گا۔"

خرم بن عمر جب خاموش ہوا تو وانگہ بول پڑا۔

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ میں مکمل طور پر آپ کے ساتھ ہوں نیرون ک
سندر داس ہمارے لئے بڑا قابل احترام ہے اس کے چونکہ آپ کے ساتھ
تعلقات ہیں لہٰذا میرے سارے ذرائع آپ کے لئے وقف ہیں' بہرحال میں
جاؤں گا رام رتن کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تین اشخاص ایسے بھجواؤں گا جو مو

سرزمینوں کے چپے چپے سے واقف ہیں' وہ موبل کی بستیوں کی طرف آپ کی راہنمائی
کریں گے اور میرے خیال میں ایسی راہنمائی کریں گے کہ آپ کا شب خون بہترین
انداز میں کامیاب رہے گا۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک مطمئن انداز میں وانگہ کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے
مخاطب کیا۔

"محترم وانگہ فی الحال میں آپ کو موبل کے ساتھ ملوث نہیں کرنا چاہتا میں
نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا رنگ دکھائے لیکن فی الحال میں چاہتا ہوں کہ میں اکیلا
ہی موبل پر ضرب لگاؤ آپ غیر جانب دار رہیں تاکہ موبل کو آپ پر حملہ آور ہونے کا
موقع نہ ملے۔ ہاں آنے والے دنوں میں اگر موبل نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی
کرنے کی کوشش کی تو مجھے امید ہے آپ کے ساتھ مل کر موبل پر ہم ایسی ضرب
لگائیں گے کہ ان علاقوں میں اسے اور اس کے قبائل کو خشکی پر اترنا مشکل اور محال
ہو جائے گا۔ مکران میں میرے پاس کشتیوں کی صورت میں وسائل نہیں ہیں ورنہ میں
موبل کا کھلے سمندر کے اندر بھی تعاقب کرتا۔"

وانگہ خریم بن عمر کی گفتگو سے مطمئن دکھائی دے رہا تھا جب وہ خاموش ہوا تو
وہ بول پڑا۔

"ابن عمر میں آپ کے الفاظ کا شکر گزار ہوں میں جانتا ہوں کہ موبل ہم سے
کئی گناہ طاقت اور قوت رکھتا ہے۔ کرمان سے لے کر کاٹھیاوار تک سب قبائل اس
کے حامی اور حمایتی ہیں اس کے باوجود میں اس سے خوف زدہ نہیں۔ مجھے اس کی
طرف سے کوئی خدشہ ہے تو صرف یہ کہ ہمیں اپنی عورتوں کی حفاظت کا انتظام کرنا ہو
گا اس لئے کہ اگر موبل کے ساتھ میرا ٹکراؤ ہوتا ہے تو وہ ہماری عورتوں کو اٹھا لے
جانے کی کوشش کریں گے۔ یہ ان کا پسندیدہ فعل ہے اور میں ایسا نہیں چاہتا۔ آنے
والے دنوں میں میرا اگر موبل سے ٹکراؤ ہوتا ہے تو میری کوشش یہ ہو گی کہ اپنے
قبیلے کی عورتوں کو یا تو آپ کی طرف روانہ کر دوں۔ اگر ایسا نہیں تو دشت مکران کے
وسطی حصوں کی طرف عورتوں کو محفوظ کر دوں۔ اس کے بعد آپ کے پہلو بہ پہلو میں
موبل کے خلاف ضرب لگاؤں گا مجھے امید ہے کہ موبل ہم دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکے

گا۔"

"وانگہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہو اب میں کتنی دیر تک تمہاری طرف سے راہنماؤں کی امید رکھوں۔"

وانگہ کہنے لگا "میں اب جاتا ہوں جاتے ہی تین عمدہ قسم کے راہنماؤں کو آپ کی طرف بھجوا دوں گا رام رتن کو میں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ یہی انہیں ساتھ لے کر آئے گا جانے سے پہلے میری آپ سے ایک گزارش ہے میری بیٹی گودیری جہاں رہتی ہے اس کا خیال رکھئے گا اس لئے کہ وہ میری واحد اولاد ہے میری بیٹی بھی اور میرا بیٹا بھی وہی ہے۔"

وانگہ کی بات کاٹتے ہوئے خریم بن عمر بول پڑا۔

"وانگہ گودیری سے متعلق تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہاں میں تم پر گودیری کے متعلق ایک انکشاف بھی کروں۔"

خریم بن عمر نے ابھی اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ وانگہ بول پڑا۔

"اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری بیٹی گودیری بنانہ بن حنظلہ کو پسند کرتی ہے تو یہ خبر مجھے پہلے ہی پہنچ چکی ہے میں اپنی بیٹی کی پسند کا احترام کروں گا۔"

وانگہ کے ان الفاظ پر خریم بن عمر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا وانگہ اگر یہ بات ہے تو پھر میرے دل میں یہ ارادہ ہے کہ میں گودیری کو بنانہ بن حنظلہ سے بیاہ دوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم وہاں آؤ تمہاری موجودگی میں ہم گودیری اور بنانہ بن حنظلہ کی شادی کا اہتمام کر دیں۔ میں اسے اس طرح بیاہنا چاہتا ہوں جس طرح ایک بھائی اپنی بہن کو بیاہتا ہے۔"

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے وانگہ کسی قدر پریشان ہو گیا تھا پھر بول پڑا۔

"ابن عمر میرا وہاں آنا ناممکن ہے اگر میں مکران میں جاتا ہوں تو یاد رکھئے گا کسی نہ کسی طرح سے موبل کو معلوم ہو جائے گا کہ میں مکران گیا ہوں۔ اس طرح وہ مجھ سے دشمنی رکھنے لگے گا اور اگر اسے یہ بھی پتا چل گیا کہ میں نے اپنی بیٹی گودیری کو مسلمانوں کے نائب سالار بنانہ بن حنظلہ سے بیاہ دیا ہے تو یاد رکھنا وہ میرے ساتھ بدترین دشمنی کا اطوار کرے گا اور مجھ پر حملہ آور ہونے سے نہ ہچکچائے گا نہ ڈرے

گے گا۔ اس لئے میری آپ سے گزارش ہے آپ جس وقت اور جب چاہیں گودیری کو بنانہ بن حنظلہ سے بیاہ دیں میری طرف سے اجازت ہے وہ چونکہ میری بیٹی کی پسند ہے لہٰذا میری بھی پسند ہے۔ میری بیٹی گودیری سے جا کر کہئے گا کہ میں اس کی پسند کی قدر کرتا ہوں اور آپ کو اور گودیری دونوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جب چاہیں شادی کا اہتمام کر لیں" اس کے ساتھ ہی وانگہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا خریم بن عمر کے ساتھ اس نے پر جوش مصافحہ کیا پھر رام رتن کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

وانگہ کی طرف سے تین راہنماؤں کو لے کر جلد ہی رام رتن خریم بن عمر کے پاس واپس آ گیا خریم بن عمر نے اپنا پڑاؤ ختم کیا اور آہستہ آہستہ ان راہنماؤں کے ساتھ وہ موبل کی بستیوں کی طرف بڑھا تھا۔ راہنماؤں سے اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس رفتار سے سفر کریں کہ آدھی رات کے کچھ بعد وہ موبل کی بستی میں داخل ہو کر شب خون مارنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح اپنے لشکر کے ساتھ خریم بن عمر نکامرہ قبیلے کے سردار موبل کی بستیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رات کافی گہری ہو چکی تھی ہر شے گہرے اوہام کے ساگر میں ڈوبی ہوئی تھی دشت مکران میں اس وقت ہر سمت طوفان بدوش خزاں کا گمان ہوتا تھا صحرا کے اندر چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں غم کی بے نور گزرگاہوں کی طرح ادھر ادھر خوشبو کی اوس اداس شہزادیوں کی طرح یوں پھیلی ہوئی تھیں جیسے اجڑی منزلوں شہر شہر نگر نگر سے گزرتی ناؤں میں چلتی جا رہی ہوں۔ چاند کی بے چین کرنیں نہ جانے مرگ کے سکوت میں زمین کے اندر کس شے کی تلاش میں تھیں۔

خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا ایک دھنسی ہوئی ندی کے کنارے وانگہ کے مہیا کردہ راہنما رک گئے۔ پھر ایک خریم بن عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا "آپ اپنے سامنے دیکھیں میرے خیال میں آپ کو کچھ ہیولے دکھائی دے رہے ہوں گے یہیں ہیولے موبل کی بستیاں ہیں میرے خیال میں آپ اپنے لشکر کو

یہی سے درست کریں اور حملہ آور ہونے کی تیاری کر لیں۔"

خریم بن عمر نے وانگہ کے راہبروں کا شکریہ ادا کیا پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ ان کے واپس جانے کے بعد تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے ساتھ اسی دھ ہوئی ندی میں خریم بن عمر رکا رہا۔ لشکر کی تیاری مکمل کر لی حملہ آور ہونے کا لا عمل بھی تیار کر لیا اس کے بعد وہ دھنسی ہوئی ندی سے نکلا اور مومل کی بستیوں پر صدیوں کے پرانے رابطوں کو منقطع کرتے نفرت کے زہر اور جذبوں کے جنگل میں نعرے لگاتی ہواؤں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ مومل کی بستیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے خریم بن عمر اور اس کے لشکری سات سمندروں کے ساحل کے شور کی طرح تکبیریں بلند کر رہے تھے جن کے باعث مومل کی بستیوں میر ہر طرف خوف اور دہشت پھیل گئی تھی۔

مومل کے لشکریوں نے اس شب خون کا مقابلہ کرنے کے لئے سنبھلتے ہوئے انت دوریوں میں بکھرتی کالی سازشوں کی طرح سامنا کرنا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی اس لئے کہ خریم بن عمر اپنے لشکریوں کے ساتھ لہو کی مچلتی لہروں، چاہت کی ہوس اور ریت کی پیاس کی طرح تیزی سے ان پر چھاتا جا رہا تھا لمحوں کے اندر اس نے مومل کے مسلح جوانوں کی حالت بے افق بے نشان زمین کی عریانی کالک میں لپٹی بہری سائنا جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

مومل اور اس کے مسلح جوانوں نے جب اندازہ لگایا کہ شب خون مارنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ کسی جگہ جم نہیں سکتے تب وہ ساحل پر کھڑی اپنی کشتیوں سوار ہوئے اور گہرے سمندر کی طرف چلے گئے تھے۔ اس شب خون کی تکمیل تک سپیدہ سحر نمودار نہ ہوا تھا لہٰذا رات کے وقت خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ واپس پڑاؤ کر لیا تھا۔ مشرق سے جب سورج طلوع ہوا تو اس نے جن بستیوں پر کیا تھا ان کا جائزہ لیا سب لوگ بھاگ چکے تھے۔ بستیوں سے ملنے والی ہر شے کو نے ایک جگہ ڈھیر کیا کافی جانور بھی اس کے ہاتھ لگے جن میں سے اونٹوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بستی کے اندر سے اسے خوراک کے وسیع ذخیرے بھی ملے تھے احتیاطاً طور پر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہیں پڑاؤ کر لیا تھا تاکہ کچھ دن قیام کر کے

دشمن کے ردعمل کا جائزہ لے سکے۔

مکران کے والی کی حیثیت سے ایک روز محمد بن ہارون نمری مکران میں داخل ہوا اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے جب وہ اس حویلی کے قریب آیا جس میں خریم بن عمر کا قیام تھا۔ اس حویلی سے بنانہ بن حنظلہ بیرول ہرچند رائے اور دھرم داس کے ساتھ نکلا۔ بہترین انداز میں اس نے محمد بن ہارون نمری کا استقبال کیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ مکران کے نئے والی محمد بن ہارون نمری ہیں، اس لئے کہ صرف ایک دن پہلے حجاج بن یوسف کی طرف سے ایک قاصد آیا جس نے آپ کے والی ہونے کی ہمیں اطلاع کر دی تھی۔"

بنانہ بن حنظلہ سے بغلگیر ہونے کے بعد محمد بن ہارون دوسرے لوگوں سے ملا پھر وہ دوبارہ بنانہ بن حنظلہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا "میرے خیال میں تم بنانہ بن حنظلہ ہو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت خریم بن عمر کہاں ہے۔"

بنانہ بن حنظلہ محمد بن ہارون نمری کے اس سوال کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ساتھ والی حویلی سے سانکرہ، گودیری، سانکرہ کی ماں اور ساول سب نکل آئیں تھیں۔ بنانہ بن حنظلہ کے پاس آن کھڑی ہوئیں تھیں۔ بنانہ بن حنظلہ نے پہلے سب کا محمد بن ہارون نمری سے تعارف کروایا پھر وہ محمد بن ہارون نمری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ اندر آئیں میں تفصیل کے ساتھ آپ کو خریم بن عمر کے متعلق بتاتا ہوں، دراصل وہ بحری قزاقوں کے خلاف ایک مہم پر گیا ہوا ہے اسے لوٹنے میں چند دن لگیں گے۔"

بنانہ بن حنظلہ کی اس گفتگو کا محمد بن ہارون نمری جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ چند گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور بنانہ بن حنظلہ کے قریب آ کر وہ رکے، پھر ان میں سے ایک بول پڑا "ہم مکران میں مسلمانوں کے لشکریوں کے

سالار اعلیٰ خریم بن عمر سے مل سکتے ہیں۔"

آنے والوں کے انداز سے بنانہ بن حنظلہ چونکا تھا' پھر بنانہ بن حنظلہ نے انہیں مخاطب کیا۔

"تم کون ہو کیا چاہتے ہو میں مسلمانوں کے لشکریوں کا نائب سالار بنانہ بن حنظلہ ہوں۔ سالار اعلیٰ خریم بن عمر ایک انتہائی اہم مہم پر گئے ہوئے ہیں کہو کیا ہوا"

اس پر وہی آنے والا پھر بول پڑا۔

"ہم لوگ آپ کو یہ اطلاع دینے آئے ہیں کہ مجوسیوں کے سردار زرمیش نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اس نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے بڑی تیزی سے یلغار کرتا ہوا وہ مکران کا رخ کئے ہوئے ہے۔ ان کے لشکریوں کو ہم دیکھ چکے ہیں وہ نعرے لگاتے ہوئے آ رہے ہیں کہ جس طرح شہر مسکی کے باہر خریم بن عمر نے انہیں شکست دی ہے ایسے ہی اسے مکران شہر کے باہر شکست دیں گے۔ میرے خیال میں جس رفتار سے وہ آگے بڑھ رہے ہیں اگر ایسے ہی سفر کرتے رہے تو بہت جلد وہ مکران کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

یہ خبر سن کر نیا والی محمد بن ہارون نمری فکر مند اور متفکر ہو گیا اپنے آپ کو اس نے سنبھالا اور بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ لگتا ہے خریم بن عمر کی موجودگی میں قدرت کو ان علاقوں میں تیرا اور میرا امتحان مقصود ہے' گو میں ابھی ابھی وارد ہوا ہوں اور ان علاقوں سے ابھی شناسا نہیں ہوں لیکن میں تیرے پہلو سے پہلو ملا کر دشمن کے خلاف جنگ کروں گا' جو لشکر یہاں موجود ہے اس کی کمانداری تو ہی کرے گا آج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے مکران کے دفاع میں حصہ لوں گا" محمد بن ہارون نمری کی اس گفتگو سے بنانہ بن حنظلہ بے حد خوش ہوا۔ تھوڑی دیر تک عجیب سے جذبے میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

"ابن ہارون میں آپ کے جذبے کی قدر کرتا ہوں آپ مکران کے والی ہیں آپ کا ہر فیصلہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے مجوسیوں کے سربراہ زرمیش کا مقابلہ کرنے کے لئے میرے پاس ایک تجویز ہے اگر آپ اجازت دیں تو وہ کہوں۔"

ابن ہارون نمری نے جب منہ سے کچھ کہے بغیر اثبات میں گردن ہلا دی تو ابن حنظلہ بول پڑا۔

"ابن ہارون آپ ان سرزمینوں میں نووارد ہیں لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکان محسوس کر رہے ہوں گے۔ میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جو دستے یہاں مکران کی حفاظت کے لئے رہیں گے آپ ان کے ہمراہ مکران ہی میں قیام کریں باقی لشکر کو لے کر میں زرمیش کی راہ روکتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اسے بدترین شکست نہ دے سکا تو اس کو مکران کی طرف بڑھنے بھی نہیں دوں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت خریم بن عمر لشکر کے آدھے حصے کو لے کر نکامرہ قبائل کے خلاف برسرپیکار ہو گا جو لشکر زرمیش لے کر آیا ہو گا اس کی تعداد اس لشکر سے کہیں زیادہ ہو گی جو میں اس کے مقابلے پر لے کر جاؤں گا' لیکن مجھے خداوند قدوس کی رحمت اور مہربانی پر یقین ہے اور اس کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔ میں زرمیش کی راہ روکوں گا ساتھ ہی ایک قاصد ابھی اور اسی وقت خریم بن عمر کی طرف روانہ کرتا ہوں اسے پورے حالات سے آگاہ کرتا ہوں۔"

پھر ابن ہارون کے جواب کا انتظار کئے بغیر ابن حنظلہ نے اپنے پہلو میں کھڑے بیرومل کو مخاطب کیا۔

"بیرومل میرے عزیز' ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر جاؤ سیدھے خریم بن عمر کی طرف جاؤ اور اس کو پورے حالات سے آگاہ کرو کہ کس طرح مجوسیوں کا سربراہ زرمیش مکران پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے۔ میرے بھائی دیر نہ کرنا جس قدر جلد جا سکتے ہو خریم بن عمر کو میرا یہ پیغام دینا' مجھے امید ہے یہ پیغام سنتے ہی وہ وقت ضائع کئے بغیر مکران کا رخ کرے گا۔ اگر زرمیش سے میرے ٹکراؤ سے پہلے ہی خریم بن عمر یہاں پہنچ جاتا ہے تو مجھے پوری امید ہے کہ زرمیش کو ہم دونوں بھائی پیس کر رکھ دیں گے تم جاؤ وقت ضائع مت کرو۔"

اس کے ساتھ ہی بیرومل بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اپنا گھوڑا تیار کیا اور پھر وہ حویلی سے نکلا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

ابن ہارون نے بنانہ بن حنظلہ کی تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر وہ حویلی میں داخل

ہوا حویلی کے جس حصے میں ابن سعد قیام کرتا تھا اسی حصے میں ابن ہارون نے قیام کیا۔ ہرچند رائے کو ابن ہارون کے پاس چھوڑا گیا تاکہ اگر کوئی ضروری پیغام دینا ہو تو ہرچند رائے کے ذریعے دیا جا سکے جبکہ ابن حنظلہ لشکر کو لے کر زمیش کی راہ روکنے کے لئے مکران کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

موسل کی بستیوں پر حملہ آور ہونے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے کنارے ہی پڑاؤ کر لیا تھا۔ دراصل چند دن وہ وہاں قیام کر کے موسل کے ردعمل کا انتظار کرنا چاہتا تھا جبکہ موسل کھلے سمندروں کی طرف چلا گیا تھا۔ خریم بن عمر کا شب خون موسل کے لئے خلاف توقع تھا' وہ امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اس طرح اس پر شب خون مار سکتا ہے۔ اسے یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ شب خون مارنے والے مسلمان ہیں اس لئے کہ خریم بن عمر نے حملہ آور ہوتے ہوئے تکبیریں بلند کیں تھیں جو موسل کی پہچان کے لئے کافی تھی' لہذا موسل کھلے سمندروں میں سے ہوتا ہوا کاٹھیاواڑ کے ساحل کی طرف جو نکامرہ قبائل پھیلے ہوئے تھے انہیں اس شب خون اور حملے کی اطلاع دینے کے لئے چلا گیا تھا۔

ایک روز خریم بن عمر عشاء کی نماز کے بعد موسل کی بستی کے اس چھپرکھٹ میں داخل ہونا ہی چاہتا تھا جسے اس نے اپنی قیام گاہ بنا رکھا تھا کہ بیرومل اس کے قریب ہی گھوڑے سے اترا۔ بیرومل کو دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کا ماتھا ٹھنکا فوراً رک گیا اتنی دیر تک بیرومل گھوڑے سے اتر گیا آگے بڑھتے ہوئے بیرومل نے پر جوش مصافحہ کیا پھر کہنے لگا۔

"ابن عمر میں آپ کے لئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں یا یوں جانیں آپ کے لئے دو خبریں ہیں پہلی خبر یہ ہے کہ مکران کا نیا مسلمان والی پہنچ چکا ہے اس کا نام محمد بن ہارون نمری ہے وہ شاید آپ ہی کی بستی کا رہنے والا ہے وہ آپ کا پوچھ رہا تھا۔

دوسری خبر جو انتہائی بری ہے وہ یہ ہے کہ زمیش ایک بہت بڑے لشکر کے

ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ بنانہ بن حنظلہ اس کے حملے کو روکنے کیلئے مکران سے کوچ کر چکا ہے مکران میں اس نے حفاظت کے لئے چند دستے مقرر کیے ہیں اور مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ اگر آپ موسل سے فارغ ہو چکے ہوں تو زمیش کا رخ کریں۔"

خریم بن عمر اس چھپرکھٹ میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ چلا کر کوچ کا حکم دینے لگا تھا۔ آن کی آن میں لشکر کو کوچ کے لئے تیار ہو گیا موسل کی بستی سے جو سامان اور جانور ملے تھے ان سب کے ساتھ دیکھتے ہی دیکھتے خریم بن عمر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

○

مکران کے کھلے اور وسیع ریگستانوں میں بنانہ بن حنظلہ نے زمیش کی راہ جا روکی زمیش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر اس کے سامنے نمودار ہوا ہے تو اس نے فوراً وہاں پڑاؤ کا حکم دے دیا۔ شاید اسی جگہ کو وہ میدان جنگ بنانے کا عزم کر چکا تھا اس کے سامنے بنانہ بن حنظلہ نے بھی پڑاؤ کر لیا تھا' پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجوسیوں کے لشکر سے ایک سوار نکلا اس کا گھوڑا انتہائی توانا قد آور تھا میدان کے وسط میں آ کر اس نے مقابلے کے لئے للکارا تھا۔

اس موقع پر بنانہ بن حنظلہ کے لشکر سے ایک سوار نکلا بنانہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ آپ ہمارے لشکر کے سالار ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میدان میں اترنے کے لئے پرتول رہے ہیں لیکن آپ کا جانا ہمارے سب کے لئے باعث ذلت ہے۔ میں میدان مین خود اترنے لگا ہوں آپ کا لشکر میں رہنا انتہائی ضروری اور اہم ہے" اس کے ساتھ ہی اس لشکری نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان کے وسطی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

وہ لشکری جب مجوسی کے سامنے گیا تو اس مجوسی نے اسے مخاطب کیا۔

"میرا نام بازان ہے اپنا نام کہو تاکہ مقابلے کی ابتدا کریں" مسلمان لشکری کچھ دیر اسے غور سے دیکھتا رہا اس کا گھوڑا اپنی حالت اپنی ہیئت سے خونخوار لگتا تھا خود

بازان بھی لوہے میں غرق تھا لشکری نے دھیمی سی آواز میں کہا "ناموں میں کیا رکھا ہے آؤ مقابلے کی ابتداء کریں" اس کے ساتھ ہی بازان اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

عین اسی وقت دونوں لشکریوں کے سامنے دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نمودار ہوئے' پھر جہاں مقابلہ ہو رہا تھا اس کے قریب ہی دونوں رک گئے وہ خریم بن عمر اور بیرول تھے۔ خریم بن عمر اپنے گھوڑے پر سوار وہیں کھڑا رہا جبکہ بیرول لشکر کی طرف چلا گیا شاید وہ خریم بن عمر کی طرف سے بنانہ بن حنظلہ کو کوئی پیغام دینا چاہتا تھا مقابلہ شروع ہو چکا تھا بیرول اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا لشکر کے سامنے بنانہ بن حنظلہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن حنظلہ فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے خریم بن عمر پہنچ چکا ہے وہ جو سامنے جوان کھڑا ہے وہی خریم بن عمر ہے۔ لشکر بھی یہیں قریب ہی گھات لگائے بیٹھا ہے اور جونہی جنگ کی ابتداء ہو گی ایک دوسرا سالار لشکر کو لے کر نکلے گا خریم بن عمر بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا اور پھر خریم بن عمر مجوسیوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گا۔"

یہ اطلاع ملتے ہی بنانہ بن حنظلہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی بیرول کا اس نے شکریہ ادا کیا پھر بیرول لشکر کے پچھلے حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

مسلمان لشکری نے بازان پر پے در پے کئی وار کئے مگر بازان پر کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ ایک تو بازان انتہائی چاک چوبند بہترین تیغ زن لگتا تھا دوسرے لوہے میں غرق تھا اور اس کے گھوڑا بھی خونخوار تھا۔ کئی بار اس نے مسلمان لشکری کے گھوڑے کو کاٹ کھایا تھا اور مسلمان لشکری کا گھوڑا ڈگمگا کر رہ گیا تھا۔

یہ ساری صورتحال خریم بن عمر قریب ہی کھڑا بڑی فکر مندی سے دیکھ رہا تھا۔

ایک موقع پر جب دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو بازان ایک طرح سے مسلمان لشکری پر ٹوٹ پڑا۔ مسلمان لشکری نے اس کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روکا عین اسی لمحہ بازان کا گھوڑا بھی حرکت میں آیا۔ جس ہاتھ میں مسلمان لشکری نے تلوار پکڑ رکھی تھی اس بازو کو گھوڑے نے اپنے منہ میں چبایا پھر کھینچتے ہوئے مسلمان لشکری کو نیچے گرا دیا تھا۔ ایسا ہوتا تھا کہ بازان ایک جست کے ساتھ نیچے اترا اور اس مسلمان

لشکری کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی خریم بن عمر یہ صورت حال دیکھ رہا تھا لمحہ بھر کے لئے اس کی گردن جھک گئی تھی۔

مسلمان لشکری کا خاتمہ کرنے کے بعد بازان ابھی پوری طرح گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا کہ خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی میدان کے وسطی حصے میں آ کر ایک جھٹکے کے ساتھ بازان کے سامنے اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ گھوڑا ایسے ہوا میں الف ہوا جیسے کوئی طوفان کھڑا کر دے گا بڑی تیزی کے ساتھ ہنہنانے لگا تھا نتھنے پھڑپھڑا رہا تھا اور تیزی کے ساتھ کنوتیاں بدل رہا تھا۔ کچھ دیر تک خریم بن عمر اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتا رہا ایک بار اس کے منہ اور سر پر ہاتھ بھی پھیرا جواب میں گھوڑا بھی خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے منہ ہلانے لگا تھا' پھر خریم بن عمر بازان کے سامنے آیا۔ بازان نے اسے مخاطب کیا میرا نام "بازان ہے مجوسی ہوں تمہارا جو پہلا لشکری میدان میں اترا تھا۔ اس نے نام نہیں بتایا تھا' کیا تم بھی نام بتانا پسند نہیں کرو گے۔"

خریم بن عمر کے لبوں پر گہری طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا "اپنے ساتھی کی طرح میں بھی گمنام ہی رہنا پسند کروں گا۔"

خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو بازان بول پڑا۔

"تمہارا سالار جس کا نام میں نہیں جانتا جو لشکر کے سامنے کھڑا ہوا ہے وہ خود میرا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں کیوں نہیں اترتا۔"

خریم بن عمر نے کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تمہارا سالار نرمیش بھی تو لشکر کے سامنے کھڑا ہوا ہے وہ مقابلے میں کیوں نہیں اترا۔ کیا وہ میرے ہاتھوں تمہاری موت کے بعد میدان میں آئے گا"

بازان نے بڑے خوفناک انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھ پر غالب رہو گے' مجھے میدان میں موت سے ہمکنار کر دو گے۔"

"خریم بن عمر نے اس بار پر غضب آواز میں کہنا شروع کیا۔

"بازان کسی دھوکے فریب میں مت رہنا۔ تیرے جیسے فتنہ انگیز ریاکار موذی

کمینہ فطرت سیاہ دل ابلیس میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ تیرے جیسے طوفانی طاقتیں جتیں اور تقاضے کرنے والے ان گنت طالع آزما میرے سامنے خون آلود ہو چکے ہیں ابھی تو جذبات کی طغیانی میں تیری جوانی ہو رہی ہے پر میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تیرے ابدی و جدان کو میں بے لطفی میں تیری بے باکی اور بے اعتنائی کو خوفناک ہولناکی میں بدلوں گا اس وقت تو میرے سامنے زیر اور بے بس پڑا ہو گا اور کوئی جو کوئی تقاضا کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے بازان کی آنکھیں ایسی ہو گئیں تھیں جیسے خناش کے اندر سے تابکاری پھوٹ پڑی ہو پھر وہ عجیب سے انداز میں خریم بن عمر حملہ آور ہو گیا تھا خریم بن عمر بھی غم انگیز تباہی کی طرح اس پر نزول کرنے لگا تھا۔

خریم بن عمر پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ بازان کا گھوڑا سدھایا ہوا ہے اور جنگ کے دوران دشمن کو کاٹنے میں کمال رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کے گھوڑے کی طرف سے بڑا محتاط تھا ایک موقع پر جب بازان نے خریم بن عمر پر ایک ہولناک وار کیا اور خریم بن عمر نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا تو اچانک بازان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی گھوڑا خریم بن عمر کے مزید نزدیک ہوا لیکن خریم بن عمر محتاط تھا اس نے اپنے گھوڑے کی باگ کو ایک جھٹکا دیا اس کا اپنا گھوڑا بھی پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا اس طرح خریم بن عمر تو بازان کے گھوڑے کی پہنچ سے دور ہو گیا تھا لیکن گھوڑا وقت بچ پا یا تھا لہٰذا بازان کے گھوڑے نے خریم بن عمر کے گھوڑے کی گردن اپنے لے لی تھا۔

ابھی بازان کا گھوڑا خریم بن عمر کے گھوڑے کی گردن پر کاٹنے ہی لگا تھا خریم بن عمر نے اپنی تلوار کا دستہ ایسی طاقت اور قوت سے بازان کے گھوڑے منہ پر مارا کہ گھوڑے کے منہ سے خون بہنے لگا اور وہ ہنہناتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اس موقع پر خریم بن عمر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی اپنے گھوڑے کی گردن اس نے تھپتھپائی اس کے چہرے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا پھر وہ کہنے لگا۔

"اے رفیق دیرینہ اگر جنگ کے دوران تو پینترے بدل بدل کر میری حفاظت سامان کرتا ہے تو تیری حفاظت کرنا بھی میرا فرض ہے" جواب میں خریم بن عمر کا

آہستہ آہستہ ہنہنا رہا تھا اور بڑی تیزی سے کنوتیاں بدل رہا تھا۔ کبھی کبھی چاروں پاؤں کلیلیں کرنے کے علاوہ اچھل کود کرتا گویا وہ حملہ آور ہونے کے لئے بے تاب تھا۔

جونہی بازان کا گھوڑا پیچھے ہٹا خریم بن عمر نے ایک سخت ایڑ اپنے گھوڑے کے لگائی۔ اس کا گھوڑا آگے بڑھا بازان کے گھوڑے نے اب کاٹنے کی کوشش نہیں کی اس لئے کہ اس کے منہ پر جو ضرب لگی تھی اس ضرب کی وجہ سے ابھی تک اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ بازان خود بھی پریشان تھا خریم بن عمر نے آگے بڑھ کر بازان پر خوفناک وار کیا جسے بازان نے بڑی مشکل سے اپنی تلوار پر روکا تھا اس موقع پر بازان کو خریم بن عمر نے مخاطب کیا۔

"بازان اگر تیرا گھوڑا میرے مرنے والے ساتھی کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے نہ گراتا تو قسم خداوند قدوس کی تجھے وہ اس صحرائے مکران کی ریت میں لہولہان کر دیتا۔ پر میں نے تیرے اور تیرے گھوڑے کی ساری چال بازی کو منجمد کر کے رکھ دیا ہے۔ دیکھ میری ایک ہی ضرب سے تیرے گھوڑے کے منہ سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے ایسی ہی ضرب جب تجھ پر پڑے گی تو تیرے منہ سے اس سے زیادہ خون بہے گا ذرا محتاط رہنا۔"

کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے حملہ آور ہوتے رہے پھر اچانک خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کی باگ کا بایاں حصہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھینچا گھوڑا پلٹا گھوما پھر بازان کے گھوڑے کی پشت کی طرف گیا تھا۔ بس خریم بن عمر کے گھوڑے کا بازان کے گھوڑے کی پشت کی جانب جانا تھا کہ خریم بن عمر نے اپنے کام کی ابتداء کی تلوار بلند کی اور اس زور سے گرائی کہ ایک ہی وار میں اس نے بازان کے گھوڑے کی ٹانگ کاٹ کر رکھ دی تھی بازان بڑی بے بسی سے زمین پر گرا تھا۔ اسی لمحہ خریم بن عمر اپنے گھوڑے سے کودا بازان اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ خریم بن عمر نے اپنی تلوار بلند کر کے برسائی اور بازان کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

بازان کا خاتمہ کرنے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کا منہ دشمن کے لشکر کی طرف کیا تلوار فضا میں بلند کی تکبیر کی صورت میں اس نے اپنی فتح کا نعرہ بلند کیا پھر گھوڑے کو موڑا اور ایڑ لگائی وہ اپنے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ بنانہ بن

حنظلہ کے قریب آیا اس کے لشکری اسے دیکھتے ہی بلند آواز میں تکبیریں بلند کر لگے تھے بنانہ قریب ہوا اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے ابن عمر میرے بھائی میں آپ کی عظمت آپ کی شجاعت آپ کی جرا مندی کو سلام کرتا ہوں۔ کاش میرے پاس ایسے الفاظ ہوتے کہ میں آپ کی مناب تعریف کر سکتا۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔"

خریم بن عمر نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"میری اتنی تعریف نہ کرو کہ میں اترانے لگوں میرا لشکر یہاں سے قریب ہے میرے خیال میں زمیش اب حملہ آور ہو گا۔ میں تمہارے لشکر کے پیچھے ہوتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف جاتا ہوں بے باک اور بالکل نڈر ہو کر زمیش ٹکراؤ جس وقت دونوں لشکر ٹکرائیں گے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوں گا زمیش پر ایسا حملہ کروں گا کہ خداوند قدوس نے چاہا تو زمیش کے پاؤں تلے سے زمی کھینچ کر رکھ دوں گا۔ اب تم زمیش کے حملے کا انتظار کرو اس کے ساتھ ہی خریم عمر اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا بنانہ بن حنظلہ کے لشکر کی پشت پر آیا پھر وہاں سے اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا اس طرف چلا گیا جہاں اس کے لشکر نے گھات لگا ر تھی۔

بازان کے مارے جانے پر زمیش سیخ پا ہو گیا تھا اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور بنانہ بن حنظلہ کے لشکر پر قعر ذلت کے سیاہ باطن سے اٹھنے والی آتش عناد بھڑ مہیب شیطانی قوتوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا دوسری طرف بنانہ بن حنظلہ اور کے ساتھی بھی اس حملے کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھے' وہ بھی بڑی مہارت کے قانون قدرت اور مشیت الٰہی کے پیروکار کی طرح فرزندان جلیل بن کر زمیش حملوں کا دفاع کرنے لگے تھے۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی اچانک دونوں لشکریوں کے قریب ریت شروع ہوئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ آتے ہی عزیمت کی تابناکی و درخشندگی اور ذہنی اور عقلی قوا کو مفلوج کر جانے والے بر اور برہم طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ خریم بن عمر کے اس حملے میں غیر

شور کے سنگم اور خیر و مہر کے سنگم کے اتصال جیسی تازگی اور کشادگی تھی۔ پہلے زمیش کے لشکری بڑے بڑھ بڑھ کر بنانہ بن حنظلہ پر حملہ آور ہو رہے تھے اب جو اچانک نمودار ہو کر خریم بن عمر نے ان کے پہلو سے حملہ کیا تو زمیش اور اس کے ساتھیوں کے سارے ولولے سارے حوصلے اور جذبے ریت پر لکھی تحریروں کی صورت اختیار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد زمیش شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا اس موقع پر خریم بن عمر اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا بنانہ بن حنظلہ کے پاس آیا اور جلدی جلدی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بنانہ تم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر فوراً مکران کی طرف چلے جاؤ' جس سمت میرے لشکر نے گھات لگا رکھی ہے اس سمت باربرداری کے جانور اور ان پر وہ سامان لدا ہوا ہے جو میں نے موبل سے حاصل کیے تھے تھوڑی دیر تک وہ جانور یہاں پہنچ جائیں گے ان جانوروں کو لے کر تم مکران کی طرف چلے جاؤ میں زمیش کا تعاقب کرتا ہوں۔

اس کا تعاقب اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے علاقے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے تباہی اور بربادی پھیلائی ہو گی میں اس کا تعاقب کروں گا اس کے لشکر کی تعداد کم کروں گا اس کے علاقے تک اس کا پیچھا کروں گا اور وہاں سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے جو ہمارے علاقے میں لوگ تباہ حال ہوئے ہیں ان کی مدد کروں گا۔ اب تم مزید وقت ضائع نہ کرنا نہ مجھ سے کچھ کہنا نہ کوئی حجت کرنا نہ کوئی تقاضا کرنا نہ ہی تمہاری کوئی بات سنوں گا" اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر وہاں سے ہٹ گیا تھا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ زمیش کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

○

خریم بن عمر نے زمیش کا تعاقب دور تک اس کے علاقوں میں کیا زمیش کو یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ مسلمان آدھے لشکر کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اس نے مڑ کر حملہ آور ہونے اور قسمت آزمانے کی کوشش نہیں کی اس لئے

کہ اسے خبر ہو چکی تھی کہ مسلمانوں سالار خریم بن عمراس کے تعاقب میں خریم بن عمر کا نام ہی اس کے لئے خوف اور دہشت کے لئے کافی تھا لہٰذا بھاگتا ہو تھا۔ اور خریم بن عمراس کے تعاقب میں تھا۔

زمیش نے جب دیکھا کہ خریم بن عمراس کے اپنے علاقوں میں بھی تعاقب ترک نہیں کرتا تب اس نے بائیں جانب رخ موڑا اور پھر وہ بڑی تیزی سمندر کی طرف بڑھ گیا تھا یہاں خریم بن عمر نے اس کا تعاقب ترک کر دیا اس علاقوں میں دور تک اس نے خوب یلغار کی مالی غنیمت حاصل کیا پھر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف گیا جہاں زمیش نے حملہ آور ہو کر نقصان پہنچایا تھا۔ سارے علا کی اس نے تلافی کی بلکہ جس قدر ان کا نقصان ہوا تھا خریم بن عمر نے اس سے انہیں دیا اور پھر ان کی حوصلہ مندی اور ان کی تسلی کے لئے اس نے اپنے لشکر ساتھ وہیں پڑاؤ کر لیا تھا۔

ادھر بنانہ بن حنظلہ مکران کی طرف روانہ ہوا ایک کان سے دوسرے کان مکران میں یہ خبریں پہنچ گئی تھیں کہ مسلمانوں نے زمیش کو کھلے میدانوں میں بد شکست دی ہے اور لشکر واپس آ رہا ہے اب مکران کے لوگ دن رات لشکر کی وا انتظار کرنے لگے تھے۔

بنانہ بن حنظلہ جب اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا تو اس کا شاندار استقبال کیا استقبال کرنے والوں میں محمد بن ہارون نمری دھرم داس ہرچند رائے سانکرہ اور ا ماں روجن گودیری ساول سبھی شامل تھے۔ سانکرہ نے جب دیکھا کہ لشکر لے کر بنانہ بن حنظلہ ہی لوٹا ہے اور خریم بن عمر نہیں آیا تو اس کی پریشانیوں تفکرات دکھوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب تک لشکر نہ لوٹا تھا وہ بڑی بے چینی سے خریم کا انتظار کیا کرتی تھی اور طرح طرح کے لائحہ عمل تیار کیا کرتی تھی کہ وہ اس خریم بن عمر کا استقبال کرے گی، لیکن جب خریم بن عمر نہ آیا اور صرف بنا حنظلہ ہی لوٹا تب کافی دیر تک اس بیچاری کی گردن جھکی رہی سارے لوگ حنظلہ کو اس فتح پر مبارک باد دے رہے تھے وہ بھی آگے بڑھی دھیمے بنانہ بن حنظلہ کو اس شاندار فتح پر مبارکباد دی۔ بنانہ بن

سمجھ چکا تھا اور وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قریب ہی کھڑے محمد بن ہارون نے اسے مخاطب کیا۔

"بنانہ میرے بیٹے تم نے خریم بن عمر کے متعلق کوئی تفصیل نہیں بتائی" جواب انفرادی مقابلے سے لے کر پوری جنگ کے حالات بنانہ بن حنظلہ نے سب کو کے ساتھ بتا دیئے تھے پھر دشمن کا تعاقب کرنے کی تفصیل بھی اس سے کہہ تھی اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ اس نے سانکرہ کی طرف منہ کر کے کہنا روع کیا۔

"یہ شاندار فتح ہمیں خریم بن عمر ہی کی وجہ سے ہوئی ہے، پریشان اور فکر مند نے کی ضرورت نہیں ہے۔ خریم بن عمر چند دن تک یہاں ہو گا دراصل وہ چاہتا تھا زمیش کا تعاقب اس کے علاقوں تک کیا جائے اس کے علاقوں کے اندر یلغار کر کچھ سامان حاصل کیا جائے اور یہ سامان ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے جنہیں میش کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑا۔ میرے خیال میں خریم بن عمر بہت جلد اپنے حصے لشکر کے ساتھ مکران لوٹے گا۔"

بنانہ بن حنظلہ کی اس گفتگو سے سانکرہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی اپنی لت اس نے بدل لی تھی۔ اس موقع پر بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن رون نمری پھر بول پڑا "اے ابن حنظلہ کیا تم نے خریم بن عمر کو میری آمد کی اطلاع ہے۔"

بنانہ بن حنظلہ عجیب سی خجالت میں ابن ہارون کی طرف دیکھنے لگا تھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے بیرومل بول پڑا۔

"جنگ کچھ اس انداز سے شروع ہوئی تھی کہ بنانہ بن حنظلہ کو خریم بن عمر اس موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، تاہم جس وقت میں خریم بن عمر طرف ساحل سمندر کی طرف گیا جہاں وہ مومل کے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا وہاں نے خریم بن عمر کو آپ کی آمد سے مطلع کیا تھا۔ آپ کے یہاں والی مقرر ہونے پر نے بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔"

بیرومل کے اس انکشاف پر ابن ہارون مطمئن ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ سوچتا

رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے بنانہ بن حنظلہ کو ایک طرف آنے کا کہا بن حنظلہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا پھر ابن ہارون نے اس سے سرگوشی

”ابن حنظلہ تمہاری غیر موجودگی میں ہرچند رائے نے مجھ پر انکشافات کئے میں ان کی وضاحت چاہتا ہوں۔“

بنانہ بن حنظلہ ابن ہارون کی اس گفتگو سے کسی قدر متفکر اور پریشان ہو تھا۔ ابن ہارون نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”یہ گفتگو کوئی ایسی اہم بھی اور اہم ہو بھی سکتی ہے اس لئے کہ اس میں کچھ زندگیوں کا سوال ہے۔ دراصل رائے نے مجھ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ وانگہ کی بیٹی گودری تمہیں پسند کرتی ہے نیرون کے حاکم سندر داسی کی بیٹی سانکرہ خریم بن عمر کو پسند کر چکی ہے اور اسے جیون ساتھی بنانے پر تلی ہوئی ہے میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ انکشا درست ہیں۔“

جواب میں بنانہ بن حنظلہ کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار تھی۔ منہ سے وہ کچھ نہ بولا تھا تاہم اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی۔ ابن ہا ایسا خوش ہوا کہ بنانہ بن حنظلہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ بنانہ بن حنظلہ کی نے پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

”میں گودری' سانکرہ دونوں سے مل چکا ہوں' تم لوگوں کی غیر موجودگی میرے پاس وہ بیٹھتی رہی ہیں دونوں میری بیٹیوں کی طرح ہیں مجھے دونوں ہی پسند ہیں' لیکن خریم بن عمر کا معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے سانکرہ دھرم داس کی منگیتر ہے صورت میں میرے خیال میں خریم بن عمر کبھی بھی سانکرہ کو اپنانے کی کوشش کرے گا۔ میں اس کی طبیعت اس کے مزاج اس کی سرشت سے خوب واقف بڑا سادہ مزاج بڑا پر خلوص انسان ہے وہ کسی بھی صورت دھرم داس کی دل شکنی ہونے دے گا۔ وہ ایسا مہربان ہے اپنی محبت اپنی چاہت کا گلا گھونٹ سکتا ہے پر حوصلہ شکنی نہیں کرے گا' بہرحال دیکھو حالات کس سمت کروٹ بدلتے ہیں اب لشکریوں کو آرام کرنے کا کہو اور خود اپنی رہائش گاہ کی طرف چلو۔“

بنانہ بن حنظلہ پیچھے ہٹا لشکریوں کو اس نے آرام کرنے کا حکم دیا سب مستقر کی طرف چلے گئے تھے پھر باقی لوگ اپنی اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے

نکامرہ قبیلے کے ایک حصے کا سردار وانگہ ایک روز ساحل سمندر پر اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے قبیلے کا ایک آدمی اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سردار مجوسیوں کا سالار زمیش آپ سے ملنا چاہتا ہے آپ کی رہائش گاہ سے باہر اپنے چند محافظوں کے ساتھ وہ کھڑا ہوا ہے۔“

اس پر وانگہ تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا باہر آیا اس نے دیکھا چاندنی رات میں زمیش اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر کھڑا ہوا تھا۔ وانگہ نے آگے بڑھ کر ان کا بہترین سواگت کیا پھر اپنے ساتھ اندر لے گیا سب کو اپنے سامنے بٹھایا پھر زمیش کو اس نے مخاطب کیا۔

”زمیش خیریت تو ہے تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔“

زمیش کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے وانگہ کو مخاطب کیا۔

”وانگہ تمہارا اندازہ درست ہے' تم جانتے ہو ماضی میں ہم طرح طرح سے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کرتے رہے ہیں' جب اور جس وقت ہم نے چاہا ان کے علاقوں پر حملہ کیا اور انہیں جی بھر کے لوٹا اور مسلمانوں کے خلاف ہم ماضی میں کافی کامیابیاں بھی حاصل کرتے رہے ہیں' لیکن اب حالات بڑی تیزی سے بدل گئے ہیں۔ وانگہ تمہیں یہ خبر پہنچ چکی ہو گی کہ کچھ عرصہ پہلے مسلمانوں کا ایک سالار نام جس کا خریم بن عمر ہے وہ میرے علاقوں پر حملہ آور ہوا اور میرا اس سے ٹکراؤ میرے شہر مسکی میں ہوا۔ میری بدقسمتی کہ اس کے ہاتھوں مجھے ذلت آمیز شکست

اٹھانی پڑی اور میں پسپا ہوا۔

اس شکست کے بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ اس مسلمانوں کے سالار سے میں بھیانک بدلہ لوں گا۔ میں نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے پورے عروج پر پہنچایا اس کے بعد میں پھر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوا مجھے یہ خبریں ملی ہوئیں تھیں کہ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر ساحل سمندر کی طرف گیا ہوا ہے۔ شاید وہ موئل پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا اس کی غیر موجودگی سے میں فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لہٰذا میں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا' لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی پہلے مسلمانوں کے دوسرے سالار بنانہ بن حنظلہ نے میری راہ روکی پھر اچانک خریم بن عمر بھی کہیں سے نمودار ہو کر مجھ پر پر حملہ آور ہو گیا اور دوبارہ میری شکست کو میرا مقدر بنا دیا۔

اس خریم بن عمر نے دور تک میرا تعاقب کیا میں نے ساحل سمندر کی طرف جاتے ہوئے بڑی مشکل سے اس کے تعاقب سے جان چھڑائی' اپنے لشکر کو میں نے اپنے شہر اناس میں مقیم کیا ہے اور خود اپنے چند محافظوں کے ساتھ تمہاری طرف آیا ہوں۔ دراصل میں موئل سے ملنا چاہتا ہوں لیکن موئل سے ملاقات سے پہلے تم سے کچھ معاملات طے کرنا چاہتا تھا اور یہ کہ ہم سب کو مل کر مکران میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کرنے میں دیر کی تو یاد رکھئے گا کہ مکران ہی نہیں مکران کے علاوہ سارا ساحل سمندر اور آگے اروڑ تک پھیلی ہوئی سرزمین مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی' اگر ایسا ہوا تو ہمارے پاس ذلت اور خواری کے سوا کچھ نہ رہے گا۔"

وانگہ کچھ دیر تک عجیب سی مصنوعی فکر مندی کے انداز میں زمیش کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا۔

"زمیش ان علاقوں میں بھی ایک بہت بڑا حادثہ نمودار ہوا ہے' جس وقت تمہیں اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر موئل پر حملہ آور ہونے کے لئے ساحل سمندر کی طرف گیا ہوا ہے تو آتے ہی اس نے موئل کی بستیوں پر بڑا ہولناک اور جان لیوا شب خون مارا' بستیوں کو اس نے تباہ و برباد کر ڈالا موئل اپنے جوانوں کو لے کر کشتیوں میں سوار ہوا اور کھلے سمندر کی طرف چلا گیا۔ اس طرح

خریم بن عمر کے ہاتھوں موئل کو شکست ہوئی تاہم موئل اپنے آپ کو اور اپنے لشکریوں کو بچا کر سمندر کی طرف چلا گیا۔ موئل کے کچھ لوگوں نے مجھے بھی اطلاع کر دی تھی کہ مسلمان سالار نے ان پر شب خون مارا ہے اور اس کے بعد شاید ہماری باری آئے' لہٰذا اس کی آمد سے پہلے ہی پہلے میں نے اپنی عورتوں اور مسلح جوانوں کو کشتیوں پر سوار کر دیا تھا تاکہ اس کے ہاتھوں نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ میرے خیال میں اسے ایسا کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی اس دوران اسے خبر ہو چکی ہو گی کہ تم مکران پر حملہ آور ہو رہے ہو' لہٰذا میرا رخ کرنے کے بجائے وہ تمہاری طرف چلا گیا' اور میں اس کی یلغار اور ترکتاز سے بچ گیا۔ موئل کئی روز تک کھلے سمندر میں انتظار کرتا رہا گو وہ اب واپس آ چکا ہے لیکن وہ کاٹھیاوار تک گیا اور اپنے دوسرے قبائل کو مطلع کر کے آیا ہے کہ یوں مسلمان اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں اب میرے خیال میں کاٹھیاوار تک جو ہمارے قبائیل ہیں یکجا ہو کر مسلمانوں کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کی کوشش کریں گے۔ مسلمانوں کا جو سالار موئل کی بستیوں پر حملہ آور ہوا اس نے حملہ آور ہوتے ہوئے میرے خیال میں صرف ایک نیک کام کیا وہ یہ کہ اس نے موئل کی بستیوں کو آگ نہیں لگائی' بستیاں ویسے کی ویسے ہی ہیں موئل بھی اپنی بستیوں میں لوٹ آیا ہے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی تیاریوں میں ہے۔"

وانگہ جب خاموش ہوا تو زمیش نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"وانگہ تمہارے پاس رکنے کا میرا مقصد یہ تھا کہ تم میرے ساتھ موئل کے پاس چلو تاکہ اس موضوع پر اس سے گفتگو کی جا سکے" وانگہ نے فوراً" زمیش کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"تم یہاں نہ بھی آتے تو میں کل یہاں سے موئل کی طرف روانہ ہو جاتا' میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس کے نقصان پر افسوس کرنا چاہتا تھا ایک دو روز ہی ہوئے ہیں وہ لوٹ کر آیا ہے میرا جانا ضروری ہے' آج کی رات تم میرے یہاں مہمان رہو اگلے روز یہاں سے کوچ کریں گے" زمیش نے وانگہ کی ضیافت کو قبول کر لیا رات اس نے وہیں بسر کی اگلے روز وہ دونوں موئل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

اگلے روز شام کے قریب وانگہ اور زمیش دونوں مول کی لکڑیوں اور گھاس پھوس سے بنی ہوئی حویلی میں داخل ہوئے۔ دونوں کی آمد سے مول کو پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا لہٰذا اپنی حویلی سے نکل کر مول نے ان کا بہترین انداز میں استقبال اور سواگت کیا۔ پہلے دونوں سے بغلگیر ہوا پھر دونوں کو اندر لے گیا جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تب وانگہ نے مول کو مخاطب کیا۔

"مول میرے عزیز بھائی مجھے بے حد افسوس ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں تمہیں اور تمہاری بستیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ جس وقت مسلمان یہاں حملہ آور ہوئے تھے مجھ کو کچھ لوگوں نے مطلع کر دیا تھا کہ مسلمان حملہ آور ہوئے ہیں اور تمہاری بستی کو نقصان پہنچایا ہے اور تم کھلے سمندر کی طرف چلے گئے ہو' میں نے اندازہ لگایا تھا کہ مول اگر حملہ آور کا مقابلہ نہیں کر سکا تو میں تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں لہٰذا میں نے پیش بندی کے طور پر لوگوں کو پہلے ہی کشتی پر سوار کرا دیا تھا لیکن بھگوان کی کرپا ہوئی کہ مسلمان حملہ آور میری طرف آئے نہیں اس لئے کہ اس دوران انہیں زمیش سے ٹکرانا پڑ گیا" مول نے سوالیہ انداز میں پہلے وانگہ پھر زمیش کی طرف دیکھا اس پر زمیش بول پڑا۔

"مول دراصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر ایک بار مکی سے باہر مجھ سے ٹکرایا تھا۔"

مول نے فوراً" اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اس ٹکراؤ کا مجھے علم ہے اور مجھے یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ مسلمانوں کے سردار خریم بن عمر کے ہاتھوں تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا" زمیش پھر بولا۔

"اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے میں کسی اچھے موقع کا منتظر تھا پھر مجھے خبر دی گئی کہ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر تم پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر گیا ہے۔ مکران خالی ہے لہٰذا میں مکران کی طرف بڑھا میں چاہتا تھا کہ مکران پر حملہ آور ہو کر وہاں تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیلوں کہ مسلمان اپنا یہاں سے بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور ہو جائیں۔"

اس کے بعد زمیش نے کھلے صحرا کے اندر بنانہ بن حنظلہ کی راہ روکنے' جنگ

شروع ہونے انفرادی مقابلے میں اس کے سورما کے مارے جانے اور پھر اچانک ایک طرف سے خریم بن عمر کے حملہ آور ہونے اور اپنی شکست اور بھاگنے کے سارے واقعات تفصیل سے کہہ سنائے تھے۔

زمیش کی داستان سننے کے بعد مول کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھی وہ گہری سوچوں میں کھویا رہا پھر باری باری وانگہ اور زمیش کی طرف دیکھنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

"میرا اندازہ ہے کہ اس سے پہلے مکران شہر میں مسلمانوں کا کوئی ایسا جانباز اور خونخوار سالار نہیں آیا جیسا یہ خریم بن عمر ہے۔ اس کے حملہ آور ہونے کا انداز بھی نیا ہے بڑی بے باکی سے حملہ آور ہوتا ہے دشمن کے اندر گھسنے میں پیش پیش رہتا ہے اپنے لشکر کے آگے ہوتا ہے بیچ میں نہیں' خود لشکر کی کمانداری کرتا ہے اور ضرب لگانے میں بھی پہل کرتا ہے اس کی بے باکی کو دیکھتے ہوئے اس کے لشکری بھی اس جیسا نمونہ بننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی چیز خریم بن عمر کی فتح کا باعث بن جاتی ہے۔

زمیش مسلمانوں کا یہ سالار خریم بن عمر میرے خیال میں کچھ زیادہ ہی پر پرزے پھیلانے لگا ہے دو بار تمہیں شکست دے چکا ہے۔ میری بستیوں پر حملہ آور ہو کر مجھے بھی شکست سے دوچار کر چکا ہے پھر میرے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ راجہ داہر کا ایک لشکر قندابیل میں مقیم ہوا تھا۔ حارث علافی کے لوگ بھی اس کے ساتھ تھے دراصل لائحہ عمل یہ تھا کہ قندابیل میں عسکری طاقت کو مستحکم کرنے کے بعد قندابیل کی طرف سے راجہ داہر کا لشکر حملہ آور ہو ادھر سے میں' مشرق کی طرف سے زمیش' اس طرح مسلمان سہ طرفہ حملے کو روک نہ سکیں گے۔ میرے خیال میں مسلمانوں کے سالار کو اس کاروائی کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا اچانک وہ قندابیل پر حملہ آور ہوا شہر سے باہر راجہ داہر کے لشکر کو بدترین شکست دی اور اس کا خوب قتل عام کیا۔ اس وقت قندابیل میں چھوٹی سی ایک قوت ہے مسلمانوں کے سالار نے قندابیل پر حملہ آور ہو کر شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی میرے خیال میں اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ جو قندابیل میں راجہ داہر کی قوت جمع ہوئی ہے بس اس کی کمر

توڑ دی جائے تاکہ آنے والے دنوں میں وہ مسلمانوں کے لئے کوئی خطرہ نہ بنے اور اس کام میں مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر یقیناً" کامیاب رہا ہے۔

مسلمانوں کے سالار کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد میں پہلے کھلے سمندر کی طرف گیا پھر کاٹھیاوار کے ساحل کی طرف اپنے قبائل کے دوسرے حصوں کی طرف گیا اور انہیں رونما ہونے والے حالات سے آگاہ کیا۔ وہ قبائل بہت جلد تربیت یافتہ جنگجو میری طرف روانہ کریں گے جن کے ساتھ میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا' اگر تم دونوں آج یہاں نہ آتے تو شاید میری تمہاری ملاقات نہ ہو سکتی اس لئے کہ کل میں اروڑ جا رہا ہوں اور راجہ داہر سے اسی موضوع پر گفتگو کروں گا۔ اس کے ساتھ مل کر کوئی آخری لائحہ عمل طے کروں گا تاکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت پر ضرب لگا کر انہیں مکران خالی کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔"

موول جب خاموش ہوا تو نرمیش بول پڑا۔

"موول کیا ایسا ممکن نہیں کہ داہر کے پاس میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔"

اس پر موول خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا "یہ تو بہت اچھا ہے تم کل میرے ساتھ چلو۔ میرے خیال میں مسلمان اب جلد ہماری طرف کوئی پیش قدمی نہیں کریں گے وہ میری قوت کو توڑنا چاہتے تھے اور اپنے ارادے کے مطابق وہ ایسا کر چکے ہیں' ہم دونوں کل داہر کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور اس سے معاملات طے کرنے کے بعد پھر کسی کاروائی کی ابتداء کی جائے گی۔"

نرمیش اور وانگہ دونوں نے موول کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا تینوں نے مل کر کھانا کھایا پھر رات انہوں نے وہیں بسر کی اور دوسرے روز موول اور نرمیش راجہ داہر کی طرف چلے گئے تھے جبکہ وانگہ واپس اپنی بستی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

محمد بن ہارون نمری اور بنانہ بن حنظلہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد گھوڑ دوڑ سے فارغ ہو کر حویلی میں داخل ہوئے۔ اپنے گھوڑے اصطبل میں باندھ کر وہ فارغ ہوئے ہی تھے کہ خریم بن عمر اپنے گھوڑے پر سوار اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی محمد بن ہارون نمری اور بنانہ بن حنظلہ دنگ رہ گئے تھے۔ دھرم داس اور ہرچند رائے بھی حویلی کے اندرونی حصے سے نکل آئے تھے خریم بن عمر کے پیچھے پیچھے رام رتن بھی حویلی میں داخل ہوا تھا خریم عمر کو دیکھتے ہوئے محمد بن ہارون نمری بے پناہ خوشیوں کا اظہار کر رہا تھا' قریب آ کر جب خریم بن عمر اپنے گھوڑے سے اترا تو ابن ہارون بھاگ کر اس سے بغلگیر ہو گیا تھا۔

ابن ہارون سے علیحدہ ہونے کے بعد خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ سے ملا پھر دیگر لوگوں سے بغلگیر ہو رہا تھا ابن ہارون اس کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے فرزند نیک خو! تو کب مکران میں داخل ہوا" اس پر مسکراتے ہوئے خریم بن عمر کہنے لگا۔

"پہلے تو میں آپ کو مکران کا والی مقرر کئے جانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں آدھی رات کے وقت اپنے مستقر میں اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہوا۔ رات میں نے وہیں بسر کی۔"

ابن ہارون نے فوراً" اس کی بات کاٹ دی اور بول پڑا "جس وقت تم مستقر میں داخل ہوئے تو لشکر کے آرام کے اہتمام کرنے کے بعد تم سیدھے حویلی میں کیوں نہیں آئے۔"

خریم بن عمر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا "اس
دو وجوہات ہیں۔"

اول یہ کہ آدھی رات کے وقت میں یہاں آکر آپ لوگوں کو بے آرام کرنا چاہتا تھا دوئم یہ کہ میں نے اب مستقل طور پر مستقر کے اندر ہی قیام کر ارادہ کر لیا ہے۔ لشکر کا سالار لشکر کے اندر ہی رہتے ہوئے اچھا اور بھلا لگتا ہے۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے ابن ہارون گہری سوچوں میں کھو گیا تھا باقی لو کو اس نے جانے کی اجازت دے دی جبکہ خریم بن عمر، بنانہ بن حنظلہ کو لے حویلی کے اس حصے کی طرف گیا جہاں اس کی اپنی رہائش تھی۔ تینوں کمرے میں دا ہوئے نشستوں پر بیٹھنے کے بعد ابن ہارون نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم بن عمر میرے بیٹے میں تجھے بچپن سے جانتا ہوں تیری طبیعت تیر مزاج سے پوری طرح واقف اور آگاہ ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تو کیوں اس حویلی قیام نہیں کرنا چاہتا تیری غیر موجودگی میں یہاں کے پورے حالات سے آگاہی کر ہوں۔ جہاں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ گودیری بنانہ بن حنظلہ کو پسند کرتی ہے وہاں مجھے بھی بتایا جا چکا ہے کہ سانکرہ تجھے دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے، تمہیں جی ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے اگر ایسا نہ ہوا تو یاد رکھنا سانکرہ زندہ نہ رہ سکے گی۔

خریم بن عمر میرے بیٹے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جہاں سانکرہ دل کی گہرائی سے تمہیں چاہتی ہے وہاں دھرم داس بھی اسے انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے اب ایک تکون بن رہی ہے مجھے یقین ہے یہاں رہتے ہوئے تکون کے سارے زاویے درست کر دوں گا تم فکر مند مت ہونا، میں جانتا ہوں کہ سانکرہ سے تمہارا معاملہ پیچیدہ ہے اور اسی پیچیدگی سے بچنے کے لئے تم اس حویلی کے بجائے لشکرگاہ میں کرنا چاہتے ہو، لیکن میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میرے بیٹے جہاں اس حو میں تمہارا پہلے قیام تھا وہیں رہو گے تم لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہو حویلی میں قیام تمہا حق بنتا ہے۔ رہا معاملہ دھرم داس اور سانکرہ کا تو مجھے امید ہے کہ میں جلد اس مس کو بھی نبٹا لوں گا۔ میرے بیٹے یہ آخری فیصلہ ہے کہ تم لشکرگاہ میں نہیں رہو نرمیش اور مومل کو شکست دینے پر میں تمہیں نہ صرف سلام پیش کرتا ہوں بلکہ تمہا

شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ خدائے واحد کی قسم جس وقت تم اپنی بستی سے ان سرزمینوں کی طرف روانہ ہوئے تھے تو میں نے دل ہی دل میں تم سے بڑی امیدیں وابستہ کیں تھیں، میں تمہارے منہ پر کہتا ہوں تم ان امیدوں سے بھی آگے واقع ہوئے ہو، میں ایک بار پھر تمہاری عظمت اور جرات کو سلام کرتا ہوں۔

بیٹے! جی مت ہلکا کرنا تم ایک کامیاب سالار ہو جرات اور ہمت کا مظاہرہ کرنے والے ہو اس معاملے میں بھی پوری دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرنا، ہاں میں نہیں یہ بتانا بھول گیا کہ تمہارے ریوڑ میں اب خوب اضافہ ہو چکا ہے۔ میں نے بستی کا ایک خاص آدمی مقرر کیا ہوا ہے جو تمہارے ریوڑ کے جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ہے۔ خریم میرے بیٹے! میں تمہارے ساتھ زیادہ تفصیل کے ساتھ گفتگو نہیں کروں گا تم تھکے ہوئے ہو تمہارا گھوڑا رام رتن اصطبل کی طرف لے گیا ہے تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو شام کے وقت تمہارے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو گی" اس پر خریم بن عمر اٹھ کھڑا ہوا اور حویلی کے اس حصے کی طرف چلا گیا جہاں اس کا قیام تھا۔ اپنے کمرے میں جانے کے بعد خریم بن عمر نے پہلے غسل کیا لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ مسہری پر بیٹھا ہی تھی کہ دروازے پر کھٹکا ہوا، چونک کر اپنی جگہ پر خریم بن عمر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کون ہے اندر آ جاؤ۔

پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے حسین و پر جمال سانکرہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے دائیں بائیں دونوں ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی گٹھڑیاں تھیں مسہری کے سامنے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سانکرہ کہنے لگی۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہیں گے، نہ ہی کھلے دل اور مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کریں گے، اگر آپ برا نہ مانیں تو یہ جو خالی نشست پڑی ہے میں اس پر بیٹھ جاؤں۔"

اس موقع پر خریم بن عمر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تو سمجھتا تھا تم سادہ اور بھولی بھالی لڑکی ہو، لیکن نہیں تم بڑی تیز طرار اور چالاک ہو باتوں باتوں میں طنز کرنے کا فن خوب جانتی ہو، کبھی تم اس کمرے میں

آئی اور میں نے تمہیں بیٹھنے کے لئے نہ کہا ہو پھر تم شکوہ اور گلہ کر سکتی ہو، نشست خالی پڑی ہوئی ہے بیٹھو کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

سانکرہ وہاں بیٹھی گٹھڑیاں بھی اس نے نشست پر رکھ لیں پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی "یہ جو آپ نے کہا ہے کہ کہو کیا کہنا چاہتی ہو یہ آپ کے دل کی آواز، آپ کے باطن کی پکار ہے کہ آپ کو میرا یہاں آنا بالکل پسند نہیں آیا بلکہ میں یوں کہہ سکتی ہوں ناگوار گزرا ہے اس کے باوجود مجھے یہاں بیٹھنا ہے، یہاں بیٹھنا میری مجبوری ہے میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں پھر بھی مجھے اس کمرے میں آنا پڑتا ہے کیونکہ زندہ رہنے کے لئے مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے۔"

خریم بن عمر مسہری پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو پیش لفظ نہ بناؤ دیباچہ بھی قائم نہ کرو جو کہنا چاہتی ہو براہ راست کہو اور یہ تم نے گٹھڑیاں کیا اٹھا رکھیں ہیں۔"

سانکرہ نے غور سے خریم بن عمر کی طرف دیکھا اور پھر بول اٹھی۔

"جس وقت آپ اپنے گھوڑے پر سوار حویلی میں داخل ہوئے تھے تو ساول نے آپ کو حویلی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی میرے پاس گئی اور مجھے آپ کی آمد سے مطلع کیا میں سمجھی آپ ابن ہارون کے پاس بیٹھے ہوں گے۔ میں ان کے پاس گئی انہوں نے مجھے آگاہ کیا اور یہ جو بڑی گٹھڑی ہے اس میں وہ کھجوریں ہیں جو ابن ہارون اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔ وہ مجھے بتا رہے تھے کہ آپ کو بصرہ کی کھجور بڑی پسند ہے اس لئے کہ آپ بصرہ میں زیر تربیت رہے ہیں وہ کھجوریں تو کافی لے کر آئے سب کو انہوں نے بانٹی لیکن سب سے بڑا حصہ آپ کے لئے رکھا ہے، یہ تو وہ کھجوریں ہیں جو ابن ہارون نے مجھے آپ تک پہنچانے کے لئے دی ہیں یہ آپ کا حصہ ہے۔

آپ کی غیر موجودگی میں کچھ لوگ میرے باپ کی طرف سے آئے تھے اور شہد کے کچھ مرتبان لائے تھے ان میں سے ایک میں نے آپ کے لئے رکھا ہے" اس موقع پر خریم بن عمر بولنے لگا تھا کہ سانکرہ نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنی انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی اور کہنے لگی۔

"ابھی میں نے اپنی گفتگو ختم نہیں کی جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ مجھے کہہ لینے دیں اس کے بعد آپ جو کچھ کہیں گے بڑے آرام اور سکون سے سنوں گی"

جواب میں خریم بن عمر مسکرا دیا اور خاموش رہا سانکرہ پھر بول پڑی۔

"آپ میری طرف اس طرح حیرت اور غور سے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ میں کوئی خلاف توقع خلاف معمول کام تو نہیں کر رہی" پھر سانکرہ نے تیسری گٹھڑی کھول دی اس کے بعد چوتھی اور پانچویں گٹھڑی بھی اس نے کھول ماری تھی۔ ان گٹھڑیوں میں برتن بندھے ہوئے تھے ان برتنوں کی طرف خریم بن عمر بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

سانکرہ بھی اس کے اس انداز سے دیکھنے پر لطف اندوز ہوتی رہی پھر کہنے لگی "میں جانتی ہوں کہ آپ نے صبح کا کھانا نہ کھایا ہو گا آپ کو بھوک لگ رہی ہو گی یہ جو ایک برتن ہے اس میں بھنا ہوا گوشت چپاتیاں ہیں۔ دوسری گٹھڑی جو میں نے کھولی ہے اس میں میٹھا پنیر ہے ایک موقع پر بنانہ بن حنظلہ نے مجھے بتایا تھا کہ پنیر آپ کی پسندیدہ غذا ہے یہ پنیر میرے باپ کی طرف سے آیا ہے۔ میں نے کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا سارا کا سارا اٹھا کر آپ کے لئے لے آئی ہوں" اب سانکرہ نے تیسرا اور چھوٹا برتن کھولا اس میں شہد تھا سانکرہ کہنے لگی "یہ شہد بھی میرے باپ نے بھیجا ہے" پھر ایک بڑی گٹھڑی جو سانکرہ کے پہلو کے پاس پڑی ہوئی تھی وہ اس نے اٹھائی اور کہنے لگی یہ جو گٹھڑی ہے اسے میں کھولوں گی نہیں اس میں ستو ہیں جس میں شکر ملی ہوئی ہے اسے جب آپ کبھی باہر جائیں تو اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لیا کریں یہ آپ کے کام آ سکتی ہے۔ میں جو کہنا چاہتی تھی کہہ چکی ہوں اب آپ اگر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں ورنہ میں چلی جاتی ہوں اس لئے کہ میں جب بھی آتی ہوں آپ نفرت کا اظہار کرتے ہیں بے زاری ظاہر کرتے ہیں اس لئے میرا یہاں زیادہ بیٹھنا آپ کی صحت پر اچھا اثر نہیں ڈالے گا۔"

خریم بن عمر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا "آج تم خلاف معمول کیا کچھ عجیب سی گفتگو نہیں کر رہی ہو؟ میں نے کبھی تمہارے ساتھ نفرت کا اظہار نہیں کیا اور پھر یہ بھی یاد رکھنا مجھے تم سے نفرت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" سانکرہ جھٹ سے بول پڑی "یہ بھی کہیں گے کہ مجھے تم سے محبت کرنے کا بھی کوئی

حق نہیں ہے" خریم بن عمر نے کچھ سوچا پھر کہہ اٹھا۔

"دیکھ سانکرہ نفرت اور محبت ایک ایسے جذبے ہیں جن کے پیچھے انسان ویران اور برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ میں ان سرزمینوں میں مسافر ہی سہی پر میں دشت کے سرابوں' بے تعبیر خوابوں اور دھندلی منزلوں کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہتا۔ سانکرہ تمہاری محبت بھی جن حالات میں جنم لے رہی ہے اس کی حیثیت بھی شکستوں کے غبار اور بے سود تمناؤں سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ محبت موجوں کے تلاطم پر بپھرے ہوئے دریاؤں کے سے حالات پیدا کر کے مخفی حروف کو زیب داستان کی طرح بھی جلی حروف میں تبدیل کر سکتی ہے' جبکہ نفرت آگ کی طرح خدوخال بگاڑ کر رکھ دیتی ہے میں یہاں ان سرزمینوں میں تمہارے موجودہ حالات کے اندر نہ محبت کا اظہار کر سکتا ہوں نہ نفرت کا' اس لئے کہ دونوں ہی میرے لئے نقصان دہ ہیں۔

سانکرہ تم کسی کی امانت ہو محبت کی یادوں کی تنگ وادی میں اتنا آگے نہ بڑھ جاؤ کہ اندھیری راتوں کی تلخی میں واپسی اور مراجعت کی ساری امیدیں کھو بیٹھو' قسم خدا پاک کی اگر تمہاری سگائی دھرم داس سے نہ ہوئی ہوتی تو میں تمہاری محبت تمہاری چاہت کو بے تنویر شب میں نوید صبح کا پیغام اور آفاق کے اسرار میں امیدوں کی بیٹھی گود سمجھ کر قبول کر لیتا بلکہ تمہارا شکریہ ادا کرتا کہ تم نے مجھے اتنی اہمیت دی۔ پر میں مجبور ہوں بے بس ہوں تمہاری محبت کا جواب محبت سے نہیں دے سکتا تم مجھ سے نفرت کرو تب بھی میں تمہاری نفرت کا جواب نفرت سے نہیں دے سکتا اس لئے کہ یہ بات میری فطرت میں سرشت اور مزاج میں داخل نہیں ہے۔ سانکرہ تم کسی کی امانت ہو کسی کے تخیل کا نقش و نگار ہو کسی کی سوچوں کا ستارا کسی کی شبوں کی تنہائی کے لئے فروزاں شمع ہو اور میں اپنی بہتری اور اپنی لالچ کی خاطر کسی کو اس کی فروزاں شمع اس کے ستارے اس کے نقش و نگار اس کی امانت سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ اگر میں ایسا کروں تو میں دنیا کا بدترین اور گھناؤنا انسان ہوں۔

سانکرہ ان دنوں تمہیں خصوصیت کے ساتھ محتاط رہنا چاہئے تمہاری ماں روشنی یہاں آئی ہوئی ہے اسے جب پتا چلے گا کہ تم اپنے منگیتر دھرم داس کو چھوڑ کر مجھ سے محبت کرنے لگی ہو مجھے اپنی زندگی اور جیون کا ساتھی بنانا چاہتی ہو تو وہ کیا سوچے

گی۔ کیا وہ یہ خیال کرنے پر مجبور نہ ہو گی کہ اس راہ پر میں نے تمہیں لگایا ہے۔ کیا وہ یہ نہ سوچے گی کہ میں نے ایک بار جو تمہاری جان اور عزت کی حفاظت کی تو میں اس کا صلہ تمہاری محبت کی صورت میں تم سے وصول کرنا چاہتا ہوں۔ ہرگز نہیں میں ایسا نہ ہونے دوں گا سانکرہ تمہارے لئے میرے دل میں بڑی عزت بڑا احترام ہے' پر یاد رکھنا یہ جانو تم کچھ ایسی زنجیروں میں بندھی ہوئی ہو جنہیں توڑنا میرے بس کی بات نہیں ہے اگر وہ زنجیریں نہ ہوتیں تو قسم خدا کی میں تمہیں اپناتے ہوئے خوشی محسوس کرتا اور اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا۔"

اس موقع پر سانکرہ کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے بڑے غور سے خریم بن عمر کی طرف دیکھا "آپ ایک بار صرف یہ کہیں کہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے تو نفرت بھی نہیں ہے۔"

جواب میں خریم بن عمر جھٹ سے بول پڑا "میں نے تم سے کہا کہ مجھے تم سے نفرت کرنے کا کوئی حق نہیں میں کھلے دل سے تمہیں کہتا ہوں کہ میں ہرگز تم سے نفرت نہیں کرتا۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ تقریباً" اپنی جگہ پر اچھل پڑی تھی پھر کہنے لگی تھی۔

"آپ جن زنجیروں کا ذکر کر رہے ہیں وہ زنجیریں ابھی تک کسی نے مجھ سے باندھی نہیں ہیں۔ میں آپ کی ساری گفتگو کا مطلب سمجھ چکی ہوں آپ کا اشارہ یہ ہے کہ میں دھرم داس کی منگیتر ہوں پر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میرے اس کے ساتھ پھیرے تو نہیں ہوئے میں اس کی بیوی تو نہیں ہوں---- قسم بھگوان کی میں نے آج تک نہ اس سے محبت کی ہے نہ کسی کے سامنے اس سے اپنی پسند کا اظہار کیا ہے۔ آپ دھرم داس سے پوچھ لیجئے گا کیا آج تک کبھی بھی میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ میں اسے پسند کرتی ہوں اسے چاہتی ہوں۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں میں نے اپنے دل میں جگہ دی ہے اور یہ بھی یاد رکھئے گا کہ عورت جسے اپنی زندگی میں ایک بار چاہتی ہے اس کے پیچھے اپنا دھن دولت تو کیا اپنی جان بھی دے دیتی ہے۔

آپ نے جو باتیں تھوڑی دیر پہلے کہیں ہیں وہ بھی درست ہیں آپ کو کہنی

چاہئے تھیں، لیکن میں آج آپ سے فیصلہ کن انداز میں گفتگو کرنے آئی ہوں اگر میری ماں میرا موجودہ منگیتر جس سے میرا اب کوئی تعلق نہیں ہے وہ آپ کے سامنے یہ کہہ دیں کہ اگر میں آپ سے محبت کروں آپ کو اپنے جیون کا ساتھی بنانا چاہوں تو ان دونوں کو کوئی اعتراض نہ ہو گا تو پھر آپ بتائیں آپ کے کیا خیالات ہوں گے پھر آپ میری محبت سے پہلو تہی کرتے رہیں گے۔"

خریم بن عمر کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھک گئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

"سانکرہ تم اگر اس حد تک دور جا چکی ہو تو پہلے تمہاری ماں اور دھرم دار اس موضوع پر میرے ساتھ گفتگو کریں اگر یہ گفتگو تمہاری موجودگی میں ہو تو پھر علیحدگی میں بھی تم سے گفتگو کرنا چاہوں گا اگر میری تسلی اور تشفی ہو گئی تو یاد رکھو میں تمہاری محبت کا جواب تم سے بڑھ کر محبت سے دوں گا۔"

سانکرہ جھٹ سے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی "بس میں یہی چاہتی تھی اب مجھے آپ سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں ہے" اس کے ساتھ ہی باہر جانے کے لئے سانکرہ مڑی چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ دوبارہ مڑ کر دیکھا اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں بیرومل کو کچھ دن کے لئے اپنے باپ کے پاس نیرون بھیج دوں میں اسے ایک انتہائی کام کے سلسلے میں وہاں بھیجنا چاہتی ہوں، امید ہے آپ اس کی اجازت دے دیں گے" "تم جب چاہو بیرومل کو نیرون بھیج سکتی ہو مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں" بڑی فراخدلی کا مظاہر کرتے ہوئے خریم بن عمر نے کہا تھا جواب میں سانکرہ کے چہرے پر شہد سے میٹھی اور قند سے زیادہ شیریں مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ دل موہ لینے والے انداز میں مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

○

حجاج بن یوسف واسط شہر میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا بیٹا عبد اللہ اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے میرے باپ رے شہر سے ایک قاصد آیا ہے وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتا ہے کوئی بری خبر رکھتا ہے۔"

حجاج بن یوسف چونکا اور جس قدر لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہیں اس نے فارغ کر دیا پھر اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا "آنے والے قاصد کو فوراً" میرے پاس لاؤ۔"

عبداللہ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ قاصد کو اپنے ساتھ لے کر آیا حجاج بن یوسف نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا قاصد کی بری حالت تھی چہرہ پریشان تھا لباس گرد سے اٹا ہوا تھا تھوڑی دیر تک بڑی شفقت بڑی رحملی کے ساتھ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

"تمہارا چہرہ تمہارا لباس بتاتا ہے کہ تم رے شہر سے لگاتار سفر کرتے ہوئے میری طرف آئے ہو تمہارا لگاتار سفر کرنا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ تم انتہائی اہم خبر رکھتے ہو۔ کہو کیا خبر لائے ہو" قاصد سنبھلا اور حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے امیر میں واقعی ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں رے اور اس کے گردونواح میں غیر مسلم کردوں نے بغاوت کر دی ہے۔ انہوں نے ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تیار کر لیا ہے اور جدھر کا رخ کرتے ہیں تباہی اور بربادی کا ایسا کھیل کھیلتے ہیں کہ پیچھے آگ اور تباہی کے سوا کچھ نہیں چھوڑتے، اگر ان کردوں کی سرکوبی نہ کی

گئی اور ان کی راہ نہ روکی گئی تو یاد رکھئے آگ کا ایسا طوفان ثابت ہوں گے جو بجھائے نہ بجھ سکے گا۔"

حجاج بن یوسف کی گردن جھک گئی تھی پھر سوچا فیصلہ کیا پھر قاصد کو اس نے مخاطب کیا۔

"تم میرے بیٹے کے ساتھ جاؤ آرام کرو میں جانتا ہوں کہ تم لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکے ہارے ہو تمہیں آرام کی ضرورت ہے" پھر حجاج بن یوسف نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"عبداللہ ذرا اپنے بھائی ابن قاسم کو فی الفور میری طرف بھیجو اس سے کہنا کہ آتی دفعہ اپنے دوست اور دست راست **جہم** بن زحر کو بھی اپنے ساتھ لیتا آئے" اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف کا بیٹا عبد اللہ باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حجاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ اس کا دوست **جہم** بن زحر بھی تھا محمد بن قاسم ایک خوبصورت نوجوان تھا آنکھیں بڑی بڑی پیشانی کشادہ بازو گول چوڑی کلائیاں بھرا ہوا بدن گلابی رنگ اور ہیبت ناک آواز تھی۔ قدرت نے اسے فولاد کا دل و جگر عطا کیا ہوا تھا قدرت کی طرف سے اسے بلند خیالی مستحکم ارادے اور بہادری کے جوہر عطا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں وہ انتہائی رحم دل اور حلیم طبع شیریں زبان اور ہنس مکھ چہرہ رکھنے والا نوجوان تھا ہر چھوٹے اور بڑے سے نہایت شیرینی اور محبت سے بات کرتا لشکر میں اس سے بڑی عمر کے لوگ جو اس کے ماتحت ہوا کرتے تھے وہ بھی اس کی بے حد عزت اور احترام کیا کرتے تھے اس کے ساتھ جو اس کا دوست **جہم** بن زحر تھا وہ بھی اس کی عمر کا ہی جیسا ایک مستحکم جوان لگتا تھا۔

محمد بن قاسم کے متعلق مورخین کے مختلف خیالات ہیں کچھ کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے چچا کا لڑکا اور حجاج کا داماد تھا کچھ کہتے ہیں محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کا بھتیجا تھا اس کا داماد نہیں تھا اس لئے کہ حجاج بن یوسف کی کوئی بیٹی نہیں تھی صرف چار بیٹے تھے ہاں حجاج بن یوسف کی ایک بہن تھی نام جس کا زینب تھا جب اس نے اپنی بہن زینب کی شادی کرنی چاہی تو زینب کو اس نے بلایا اور اس کی

شادی کے سلسلے میں دو نام اس نے پیش کئے ایک اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کا اور دوسرا اپنے چچازاد بھائی حاکم بن یعقوب کا' محمد بن قاسم کی عمر اس وقت چھوٹی تھی حجاج بن یوسف کی بہن عمر میں اس سے کافی بڑی تھی لہٰذا زینب نے اپنی عمر کے لحاظ سے محمد بن قاسم کے بجائے حاکم سے شادی کرنا پسند کی چنانچہ حجاج نے اس کی شادی حاکم سے کردی تھی۔

محمد بن قاسم حجاج کی طرح طائف میں ہی پیدا ہوا جب حجاج بن یوسف عراق کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے اپنے خاندان کے ممتاز لوگوں کو مختلف عہدوں پر مقرر کیا۔

انہیں میں محمد بن قاسم کے والد قاسم بھی تھے جنہیں اس نے بصرے کا گورنر مقرر کیا تھا محمد بن قاسم کی دینی اور عسکری تربیت بصرے کے مکتب ہی میں ہوئی محمد بن قاسم ابھی بچہ ہی تھا کہ اس کے والد نے وفات پائی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی ذہانت اور عقل مندی کے جوہر محسوس کئے جانے لگے تھے اس کا خاندان غربت کی وجہ سے تعلیم نہ دلا سکا اس لئے بڑا ہونے کے بعد دمشق میں لشکر میں داخل ہو گیا اور قابل اور تجربہ کار فوجی عہدے داروں کے تحت عسکری تربیت حاصل کی۔ بہرحال محمد بن قاسم غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا اس کی شادی کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حجاج بن یوسف کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی لہٰذا محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کا داماد بھی تھا دوسرے مورخین اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی شادی عربوں کے قبیلے بنو تمیم میں ہوئی تھی پھر یہ قبیلہ محمد بن قاسم کا ننھیالی قبیلہ بھی تھا۔ کہتے ہیں اسی سے محمد بن قاسم کے دو بیٹے ہوئے ایک کا نام عمرو اور دوسرے کا نام قاسم تھا عمرو بعد میں سندھ کا گورنر مقرر ہوا اور مشہور شہر منصورہ اس نے آباد کیا تھا دوسرا بھائی قاسم پورے پندرہ سال تک بصرے کا گورنر رہا۔

محمد بن قاسم اور اس کا دوست **جہم** بن زحر جب حجاج بن یوسف کے سامنے آن کھڑے ہوئے تو حجاج بن یوسف نے انہیں نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تو حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو مخاطب کیا۔

"بیٹے ایک زبردست مہم آن پڑی ہے اور اس مہم کے لئے میری نگاہ تم پر پڑتی

ہے رے میں کردوں نے بغاوت کھڑی کر دی ہے اور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے میری نظر انتخاب تم پر پڑی ہے کیا تم اس کے لئے تیار ہو۔"

محمد بن قاسم کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی پھر اس نے حجاج بن یوسف کو مخاطب کیا۔

"اے امیر آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں کہ میں اس مہم کے لئے تیار ہوں یا نہیں، آپ حکم دیں پھر دیکھیں میں کیسے روانہ ہوتا ہوں اور اس مہم کو سر کرتا ہوں۔"

محمد بن قاسم کا جواب سن کر حجاج بن یوسف خوش ہو گیا تھا پھر حجاج بن یوسف نے ابن قاسم کو ایک لشکر مہیا کیا جسے لے کر محمد بن قاسم اپنے ساتھ اور دست راست جہم بن زحر کے ساتھ کردوں کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے رے کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اس دوران حجاج بن یوسف کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اس۔ یزید بن مہلب اور اس کے دو بھائیوں مفضل اور عبدالملک کو زندان میں ڈال دیا اور ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ حکومت کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ حکومت کے مال میں سے لگ بھگ ساٹھ ہزار درہم بھی خوردبرد کئے ہیں۔ تینوں بھائیوں کو جیل میں ڈالنے کے بعد حجاج بن یوسف نے قسط وار رقم کی ادائیگی قبول کر لی تھی زندان میں رہتے ہوئے یزید بن مہلب اس کے دونوں بھائی جرمانے کی قسط ادا کرنے لگے تھے تاہم ان کے دو بھائی مروان بن مہلب اور حبیب بن مہلب بصرہ میں مقیم تھے اور ان دونوں کو حجاج بن یوسف نے زندان میں نہ ڈالا تھا۔

یزید بن مہلب پر بغاوت ثابت ہونے اور ساٹھ ہزار درہم کے خوردبرد ثابت ہو جانے کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنی بیوی جو یزید بن مہلب کی بہن تھی اور جس کا نام ہند بنت مہلب تھا اسے طلاق دے دی تھی۔

زندان میں رہتے ہوئے یزید بن مہلب اور اس کے دونوں بھائی جرمانے کی قسط ادا کرنے کے ساتھ ساتھ زندان سے بھاگنے کی فکر اور کوشش کرتے رہے ایک مرتبہ

زندان میں ان کا انتہائی پر خلوص جاننے والا آیا اس کے ہاتھ انہوں نے بصرہ میں اپنے بھائی مروان بن مہلب کو پیغام بھیجا کہ ہمارے لئے عمدہ قسم کے گھوڑے سدھائے جائیں اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ گھوڑے فروخت کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں، مگر جب ان گھوڑوں کا گاہک آئے تو ان گھوڑوں کی قیمت اتنی مانگی جائے کہ کوئی خرید ہی نہ سکے۔ یزید بن مہلب نے اپنے بھائی مروان بن مہلب اور حبیب دونوں کو یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ وہ زندان سے بھاگنے کی کوشش کریں گے اور ان ہی گھوڑوں پر بیٹھ کر فلسطین میں عبدالملک کے بیٹے سلیمان بن عبد الملک کی طرف جانے کی کوشش کریں گے۔

مروان اور حبیب دونوں بھائیوں نے یزید کی تجویز پر عمل کیا انہوں نے عمدہ نسل کے گھوڑے خریدے اور ان کی بہترین خدمت کرنا شروع کی۔ یزید کو جب اطلاع مل گئی کہ ان کے بھاگنے کے لئے گھوڑے تیار ہیں تب اس نے زندان سے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ زندان سے بھاگ کر کشتی کے ذریعے وہ بصرہ کا رخ کرے گا اور وہاں سے گھوڑے پر بیٹھ کر سلیمان بن عبد الملک کے پاس فلسطین چلا جائے گا۔

اپنی اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے ایک روز اس نے زندان کے محافظوں کی دعوت کی۔ زندان میں رہتے ہوئے زندان کے محافظ اس کے جاننے والے ہو گئے تھے اور پھر زندان کے محافظ یہ بھی جانتے تھے کہ یزید بن مہلب کبھی خراسان کا والی رہا ہے۔ انہوں نے یزید بن مہلب کی دعوت کو قبول کر لیا یزید اور اس کے بھائیوں نے انہیں خوب کھلایا خوب شراب پلائی یہاں تک یہ لوگ مے نوشی کے مزے اڑاتے رہے جب ان پر نشے کا غلبہ ہو گیا تب یزید نے اپنے باورچی کے کپڑے پہنے اس کے دونوں بھائی مفضل اور عبدالملک نے بھی ایسا ہی کیا یزید بن مہلب کی داڑھی کالی تھی پر اس نے اس کالی داڑھی کے اوپر سفید رنگ کی جعلی داڑھی لگا لی تھی اور قید خانے سے نکلا۔

قید خانے کے باہر جو محافظ ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے وہ بھی چوکس تھے زندان سے نکلتے ہوئے یزید بن مہلب کو ایک سپاہی نے دیکھ لیا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے

کہنے لگا "خدا جھوٹ نہ بلوائے یہ جو شخص جا رہا ہے اس شخص کی چال یزید بن مہ کی سی ہے" چونکہ رات کا سماں تھا لہٰذا اس کے ساتھیوں نے کہا جاؤ دیکھو یہ ہے۔

وہ سپاہی بھاگ کر یزید بن مہلب کے قریب گیا یزید بن مہلب کی داڑھی چونکہ کالی تھی اور اس نے حلیہ بدلا ہوا تھا لہٰذا سپاہی نے اس کی سفید داڑھی کو دیکھتے ہوئے اسے چھوڑ دیا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا "یہ تو کوئی اور ہی بوڑھا شخص ہے۔"

جس طرح یزید بن مہلب زندان سے نکلا اس طرح اس کا بھائی مفضل بھی اس کے بعد جیل سے نکل گیا اور اسے کوئی پہچان نہ سکا عبدالملک کو دیر ہو گئی وہ ذرا سے زندان سے نکلا یزید بن مہلب اور مفضل دونوں ان کشتیوں کے پاس پہنچ گئے ان کے ساتھیوں نے ان کے فرار کے لئے تیار کی تھیں۔

یزید بن مہلب اور مفضل دونوں جب کشتیوں کے پاس پہنچ گئے تو عبدالملک نے پہنچنے میں دیر کی تب یزید نے اپنے بھائی مفضل سے کہا "ہمیں یہاں سے چل د چاہئے عبدالملک آ ہی جائے گا" مگر چونکہ مفضل اور عبدالملک دونوں ایک ہی ماں تھے اور سگے بھائی تھے لہٰذا مفضل کہنے لگا "جب تک عبد الملک نہیں آئے گا یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا اگر وہ نہ آیا تو میں واپس زندان کی طرف جاؤں گا اتنے میں عبدالملک بھی پہنچ گیا اور تینوں کشتیوں میں بیٹھ کر چل دیئے۔

اگلے روز صبح کے وقت پہرے والوں کو یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا تو فورا" اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو دی گئی حجاج یہ سن کر بڑا برہم اور پریشان ہوا اسے خیال پیدا ہوا کہ یزید بن مہلب اور اس کے بھائی ضرور خراسان کی طرف گئے ہوں گے تاکہ خراسان میں اپنے حامیوں کو ا ساتھ ملا کر ایک بار پھر خراسان کی ولایت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ان حالات کے تحت حجاج بن یوسف نے تیز رفتار ہرکارے کر خراسان کے قتیبہ بن مسلم کی طرف روانہ کیے اور اسے زندان سے یزید بن مہلب اور اس بھائیوں کے بھاگ جانے کی اطلاع دی' ساتھ ہی اس نے قتیبہ بن مسلم کو حکم دیا

نہ کسی بھی وقت یزید بن مہلب اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لئے تیار رہو۔ اس طرح حجاج بن یوسف نے دوسرے اضلاع اور قلعوں کے عاملوں اور قلعداروں کو ان کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال اور روک تھام کے لئے بھی احکامات ارسال کر دیئے تھے' نیز حجاج بن یوسف نے خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک کو بھی یزید بن مہلب کے اس طرح بھاگ جانے کی اطلاع کر دی تھی اور لکھا کہ مجھے یقین ہے یہ لوگ خراسان کی طرف گئے ہوں گے۔

اب حجاج بن یوسف بڑی بے چینی اور بڑے بے تابی سے اس انتظار میں تھا کہ یزید بن مہلب اور اس کے بھائی اس کے خلاف کیا کاروائی کرتے ہیں' اکثر وہ اپنے ملنے والوں سے یہ بھی کہتا تھا کہ میرا خیال ہے کہ یزید بن مہلب اور اس کے بھائی وہی کریں گے جو اس سے پہلے ابن اشعث کر چکا ہے اور جو حشر ابن اشعث کا ہوا ہے وہی یزید اور اس کے بھائیوں کا بھی ہو گا۔

زندان سے بھاگنے کے بعد یزید اور اس کے بھائیوں نے کچھ دور تک کشتیوں میں سفر کیا گھوڑے مہیا کرنے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ جو جگہ مقرر تھی وہاں اسے گھوڑے مہیا کر دیئے گئے تھے پھر یہ تینوں بھائی ان گھوڑوں پر سوار ہو کر ارض شام کا رخ کر رہے تھے۔

جس وقت تینوں بھائی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فلسطین کا رخ کر رہے تھے ایک شخص نے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا لہٰذا اس نے حجاج بن یوسف سے جا کر کہا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے یزید بن مہلب اور اس کے دونوں بھائیوں مفضل اور عبدالملک کو فلسطین کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا ہے لہٰذا حجاج بن یوسف نے اس واقعہ کی اطلاع فورا" ولید بن عبدالملک کو کر دی تھی۔

بہرحال یزید اپنے بھائیوں کے ساتھ فلسطین پہنچا اور اپنے ایک جاننے والے شخص ابن عبدالرحمان کے ہاں اس نے قیام کیا۔ ابن عبدالرحمان سلیمان بن عبدالملک کے معزز دوستوں میں سے تھا اس نے یزید اور اس کے بھائیوں کو اپنے ایک جاننے والے سفیان بن سلیمان کے ہاں ٹھہرایا۔ ابن سلیمان نے فورا" یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کی آمد کی اطلاع فلسطین کے والی سلیمان عبدالملک کو کر دی اور اسے یہ

بھی بتا دیا کہ وہ حجاج کے خوف سے بھاگ کر آئے ہیں اور فلسطین میں آپ کے پناہ لینا چاہتے ہیں اور اس وقت میرے مکان میں ہیں۔

اس اطلاع پر سلیمان بڑا خوش ہوا اس نے کہا "کہ یزید اور اس کے بھائیوں میرے پاس لے آؤ میں ان سب کو امان دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص انہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

اس طرح یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کو سلیمان کے پاس لے جایا گیا اور اس کے سامنے پیش کیا گیا سلیمان نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی سلیمان نے فلسطین میں انہیں ایک ایسی محفوظ جگہ ٹھہرایا جہاں انہیں کسی طرف سے کوئی خطرہ یا خدشہ نہ تھا۔

حجاج بن یوسف کو جب پورا یقین ہو گیا کہ یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں نے فلسطین میں سلیمان کے پاس پناہ لے لی ہے تو اس نے ولید بن عبدالملک کو خط لکھا کہ مہلب کے بیٹوں نے خدا کے مال میں خیانت کی ہے اور مجھ سے بھاگ کر سلیمان کے پاس پناہ لے لی ہے' لہٰذا ان کے خلاف کاروائی کرنی چاہئے۔ اس سے پہلے ولید بن عبدالملک نے یہ احکامات بھی جاری کر دیئے تھے کہ مزید لشکری خراسان کی طرف بھجوائے جائیں تاکہ اگر یزید بن مہلب وہاں بغاوت کھڑی کرے تو قتیبہ بن مسلم کی اس سلسلے میں مدد کی جائے اور یزید بن مہلب اور اس کی بغاوت کو ختم کیا جا سکے۔

اب جب ولید کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یزید اس کے بھائی سلیمان کے پاس چلا گیا ہے تو اس کے دل میں اس کی طرف سے جو اندیشہ تھا وہ جاتا رہا اور اس رقم کے متعلق جو یزید نے ناجائز طریقے سے حاصل کی تھی اس کا غصہ بھی کسی قدر فرو ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سلیمان نے اپنے بھائی ولید کو لکھا کہ یزید نے میرے پاس آکر پناہ لے لی ہے ان پر تیس لاکھ درہم واجب الادا ہیں مگر حجاج نے ساٹھ لاکھ کا مطالبہ کیا ہے ان لوگوں نے تیس لاکھ تو ادا کر دیئے ہیں اگر بقیہ رقم بھی ان سے لینی ہے تو وہ رقم میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔

سلیمان کا یہ پیغام ملنے کے بعد ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو لکھا کہ جب تک

تم یزید اور اس کے بھائیوں کو میرے پاس نہ بھیجو گے اس وقت تک میں انہیں امان نہ دوں گا۔ سلیمان ہر صورت میں یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کو بچانا چاہتا تھا لہٰذا اس نے پیغام بھیجا کہ اگر میں یزید کو آپ کی خدمت میں بھیجوں گا تو خود بھی اس کے ہمراہ حاضر خدمت رہوں گا اور آپ سے خدا کا واسطہ دے کر عرض کروں گا کہ آپ مجھے رسوا نہ کریں اور جو وعدہ امان میں نے یزید اور اس کے بھائیوں کو دے دیا ہے اس میں دست اندازی نہ کریں۔

سلیمان کے اس خط سے ولید برہم ہوا اور پیغام بھیجا کہ اگر تم ان کے ہمراہ آؤ گے تو بخدا انہیں میں ہرگز امان نہ دوں گا' جب معاملے کی نزاکت اس حد تک پہنچ گئی تو ایک روز یزید خود سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھے اور میرے بھائیوں کو دمشق بھیج دیجئے کیونکہ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کے اپنے بھائی کے ساتھ تعلقات خراب ہو جائیں اور لوگوں کو میرے متعلق چہ میگوئیاں کرنے کا موقع ملے کہ بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دی۔ آپ مجھے بھیج دیجئے میرے ساتھ اپنے صاحبزادے کو بھیج دیجئے اور ایک خط نہایت نرم اور ملائم لہجہ میں لکھ کر اپنے صاحبزادے کے ہاتھ امیرالمومنین کو میری سفارش کے لئے بھیج دیجئے مجھے امید ہے اس طرح آپ کے بھائی ولید بن عبدالملک مجھے امان دے دیں گے اور اس طرح میں حجاج بن یوسف کے خطرے سے بچ جاؤں گا۔"

ولید کا حکم ملنے کے بعد سلیمان مجبور تھا کہ یزید بن مہلب کو ولید بن عبدالملک کے پاس روانہ کرے۔ ولید بن عبدالملک نے یہ بھی حکم بھیجا تھا کہ پھر یزید بن مہلب کو پابہ زنجیر کر کے اس کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ یہاں یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کی جان چھڑانے کے لئے سلیمان نے ایک ترکیب کی۔

اس نے یزید بن مہلب کو تو پابہ زنجیر کر دیا اور اپنے بیٹے ایوب کو روانہ کیا۔ ایوب کو سمجھایا کہ جب وہ دمشق پہنچے تو جس طرح یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں نے بیڑیاں پہنی ہیں اسی طرح وہ بھی بیڑیاں پہن لے۔ اس غرض کے لئے اس نے ہلکی بیڑیاں ایوب کو مہیا کر دی تھیں دراصل ایسا کر کے سلیمان چاہتا تھا کہ اپنے بھتیجے ایوب کو بیڑیوں میں دیکھ کر ولید بن عبدالملک ضرور پگھل جائے گا اور یزید بن مہلب

کو معاف کر دے گا' پس طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق یزید اور اس کے بھائی
زنجیر ہو کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق میں داخل ہونے سے پہلے ایوب نے
بھی بیڑیاں پہن لیں اس طرح اسی حالت میں ان سب کو ولید کے سامنے پیش کیا
ولید نے جب اپنے بھتیجے کو بھی بیڑیاں پہنے دیکھا تو کہنے لگا۔

"میرے بھائی سلیمان نے انتہا کر دی" اس موقع پر سلیمان نے یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کے لئے جو سفارشی خط لکھا تھا ایوب نے وہ خط ولید بن عبدالملک کو پیش کیا اور کہنے لگا۔

"اے امیر المومنین میں آپ پر قربان ہو جاؤں کہ آپ اس عہد کی حفاظت کریں جو میرے باپ نے یزید بن مہلب کے ساتھ کیا ہے آپ اس شخص کی امیدوں کو خاک میں نہ ملائیں جس نے صرف ہمارے اور آپ کے تعلقات ہی کی وجہ سے ہماری پناہ لی اور نہ آپ اس شخص کو ذلیل و رسوا کریں جو محض اس وجہ سے کہ آپ ہماری عزت کرتے ہیں باقی سب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس اپنی عزت اور آبرو بچانے کی امید لے کر آیا۔"

اس کے بعد ایوب نے خود ہی اپنے باپ سلیمان بن عبدالملک کا خط پڑھ کر سنایا جو اس نے اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کے نام لکھا تھا خط میں لکھا تھا۔

حمد و ثنا کے بعد امیر المومنین میرا خیال تھا کہ اگر میں عام سے شخص کو بھی جس نے آپ کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی ہو پناہ اور وعدہ امان دے دوں گا تو آپ میرے اس وعدہ امان اور ذمہ حفاظت کو کالعدم کر کے رسوا نہ کریں گے حالانکہ اس وقت تو میں نے ایسے شخص کو پناہ دی ہے جو ہمیشہ فرمان بردار اور احکامات کا اتباع کرنے والا رہا ہے۔

اس نے اور اس کے باپ اور اس کے تمام خاندان نے اسلام کی خدمت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جنہیں سب جانتے ہیں' میں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے چاہے تو جو کچھ وعدہ امان اور ذمہ حفاظت میں نے اپنے سر لیا ہے اسے توڑ ڈالیں اور مجھے اس طرح سخت رنج پہنچائیں اور تعلقات کو منقطع کر دیں مگر میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض بردار ہوں کہ آپ ہرگز تعلقات منقطع نہ

کریں
میرے حال پر جو آپ کی مہربانیاں اور عنایات ہیں انہیں بھی ترک نہ کیجئے کیوں کہ نہ میں جانتا ہوں نہ آپ کو علم ہے کہ میں اور آپ کب تک زندہ رہتے ہیں اور کب موت آ کر مجھے اور آپ کو جدا کر دیتی ہے۔ اس لئے یہ میری دلی تمنا اور خواہش ہے کہ جب تک میں اور آپ زندہ ہیں اس وقت تک آپ کی مہربانی اور عنایات میں میرے ساتھ کوئی کمی نہ ہو۔

اور میں امیر المومنین کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کی خوشنودی کے بعد دنیا کی کوئی اور شے مجھے اس قدر عزیز نہیں ہے نہ میرے لئے باعث خوشی ہو سکتی ہے جس قدر کہ آپ جیسے بھائی کی خوشنودی ہے' کیونکہ آپ کی خوشنودی کے لئے تو میں اللہ کی خوشنودی کا خواستگار ہوں۔ لہٰذا میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں اگر آپ تمام زمانے میں سے صرف ایک دن اپنی انتہائی عنایت اور کرم سے کام لے کر مجھے خوشی پہنچانا چاہتے ہیں اور میرے حقوق کی عزت کرنا چاہتے ہیں تو آپ میری خاطر یزید کو معاف کر دیجئے اور جو کچھ اس پر مطالبہ ہے اسے میں ادا کروں گا۔

یہ خط سن کر ولید بن عبدالملک بڑا متاثر ہوا تھا کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا گردن جھکی رہی پھر کہنے لگا۔

اچھا ہم نے اپنے بھائی سلیمان پر مہربانی اور عنایت کی' پھر اپنے بھتیجے کو اپنے پاس بٹھایا۔ یزید بن مہلب نے جب دیکھا کہ سلیمان کا خط پڑھ کر ولید متاثر ہوا ہے اور اسے یہ بھی یقین ہو گیا کہ اب اس کی معافی کے آثار نظر آتے ہیں تب اس نے ولید بن عبدالملک کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"امیر المومنین ہم پر آپ کے احسانات بہت زیادہ ہیں' چاہے انہیں کوئی اور بھول جائے مگر ہم نہیں بھول سکتے چاہے کوئی اور انہیں نہ مانے لیکن ہم ہمیشہ معترف رہیں گے۔ ہمارے خاندان نے آپ کی اطاعت میں مغرب اور مشرق میں آپ کے دشمن کے خلاف جو نمایاں خدمات انجام دیں ہیں وہ ظاہر ہیں مگر پھر بھی آپ ہی کے احسانات ہم پر بہت زیادہ ہیں جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔"

یزید بن مہلب کے یہ الفاظ سن کر ولید بڑا خوش اور مطمئن ہوا پھر اس نے یزید

کو بیٹھ جانے کے لئے کہا یزید بیٹھ گیا ولید نے اسے معافی دے دی اس کی بیڑیاں کھلوا دیں اس کے بھائیوں کی بیڑیاں بھی کھلوا کر اس طرح اس نے یزید اور اس کے بھائیوں کو معاف کر دیا اور انہیں واپس سلیمان کے پاس چلے جانے کا حکم دے دیا۔ حجاج بن یوسف نے یزید اور اس کے بھائیوں پر جو ہرجانہ عائد کیا تھا ولید نے اسے بھی معاف کر دیا۔ ساتھ ہی ولید نے حجاج کو لکھ دیا چونکہ یزید اور اس کے خاندان والے سلیمان کے پاس ہیں اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرنا چاہتا تم بھی انہیں چھوڑ دو اور آئندہ کبھی ان کے بارے میں مجھے کوئی خط وغیرہ نہ لکھنا۔

حجاج کو جب ولید کا یہ پیغام پہنچا تو وہ بھی خاموش رہا یزید کے بھائی جو بصرہ میں قیام کئے ہوئے تھے ان سے بھی اس نے درگزر کیا اس طرح سے وہ یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کو فراموش کر گیا تھا۔

معافی ملنے کے بعد یزید اور اس کے بھائی سلیمان عبدالملک کے پاس ٹھہر گئے۔ یزید بڑا سیانا اور عقلمند انسان تھا وہ سلیمان کو لباس کے اوضاع اور تراش سکھاتا تھا اور اس کے لئے عمدہ عمدہ کھانے تیار کرواتا تھا اور بیش قیمت تحائف بھیجتا جس کے جواب میں سلیمان بھی یزید کی عزت اور منزلت کرنے لگا تھا۔

اب سلیمان عبدالملک یزید بن مہلب کے اس قدر قریب ہو گیا کہ اس کا یہ حال ہوا کہ جو کوئی تحفہ اور عمدہ چیز اس کے پاس آتی اس میں سے آدھی ضرور یزید کو بھیجتا بلکہ جو لونڈی اسے بھلی معلوم ہوتی اسے یزید کے پاس بھیج دیتا اس غیر معمولی مراسم کی اطلاع مخبروں اور قاصدوں نے ولید کو پہنچا دی۔

ولید نے سلیمان اور یزید کے اس قدر قریبی تعلقات کو ناپسند کیا اس نے ایک شخص حارث بن مالک کو بھیجا اور اس سے کہا "کہ سلیمان کو میرا یہ پیغام پہنچاؤں کہ اسے اپنے خاندان کی رسم و رواج کی مخالفت کرنے والے امیرالمومنین کی اس بات کا علم ہوا کہ کوئی تحفہ یا عمدہ چیز تمہارے پاس آتی ہے تو تم آدھی یزید کے پاس بھیج دیتے ہو اور تمہاری لونڈیوں میں سے بھی کوئی لونڈی تمہارے پاس آتی ہے اور اس کے طہر کا زمانہ ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ تم اسے یزید کے پاس بھیج دیتے ہو۔ دیکھو وہاں جا کر ان افعال پر میرے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو برا بھلا کہنا اور لعنت

ت کرنا اور جو حکم تمہیں دیا گیا ہے اسے لفظ بہ لفظ پہنچانا۔"

بہرحال ولید بن عبدالملک کا پیغام حارث سلیمان بن عبدالملک کے پاس اس ن پہنچا جس وقت سلیمان قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔ حارث نے سامنے پہنچ ر سلام کیا سلیمان نے جواب نہیں دیا تلاوت سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا اور اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ حارث نے وہ تمام باتیں اس سے کہہ دیں جو ولید اس سے کہنے کے لئے کہیں تھیں۔ وہ باتیں سن کر سلیمان کا چہرہ غصے سے بگڑ گیا کہنے لگا اگر تم پر کبھی میرا بس چلا تو تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ حارث کہنے لگا برا کیا قصور میں تو صرف پیغامبر ہوں جو حکم مجھے ملا ہے اس کی میں نے تعمیل کر دی ہے"

اس طرح حارث بیچارہ ناکام لوٹ گیا اور واپس جا کر اس نے جو سلوک سلیمان اس کے ساتھ کیا تھا اس کا اظہار اس نے ولید بن عبدالملک سے نہ کیا۔ وہ ایسا احتیاط کے تحت کر رہا تھا کہ کہیں اس کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں بگاڑ نہ پیدا جائے۔

بنانہ بن حنظلہ اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ دروازے پر گودیری نمودار ہوئی وہ شرما رہی تھی چوکھٹ پر آکر کھڑی ہو گئی آنچل کا پلو اس نے منہ میں دے لیا تھا بنانہ بن حنظلہ مسکراتے ہوئے اس کی ہر حرکت کو دیکھ رہا تھا پھر بنانہ کو گودیری کی دھیمی آواز سنائی دی۔

"ابھی ابھی ساول میرے پاس گئی تھی اس نے مجھے آپ کا پیغام دیا ہے کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟"

بنانہ بن حنظلہ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا "کیا یہ گفتگو کرنے کا طریقہ ہے کہ تم چوکھٹ پر کھڑی ہوئی ہو اور میں یہاں بیٹھا ہوں یہاں نشست پر آکر بیٹھو پھر سنو میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

گودیری آہستہ آہستہ آگے بڑھی جس نشست کی طرف بنانہ بن حنظلہ نے اشارہ کیا تھا وہاں وہ بیٹھ گئی' گردن جھکی ہوئی تھی بنانہ بن حنظلہ برابر اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا کبھی کبھی چور نگاہوں سے گودیری بھی اسے دیکھ لیتی تھی۔ بنانہ بن حنظلہ نے اپنے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا سفید رنگ کے کپڑے کی ایک تھیلی نکالی اپنی جگہ سے اٹھا تھیلی اس نے گودیری کی گود میں رکھ دی۔ بنانہ بن حنظلہ کی اس حرکت پر گودیری پریشان ہو گئی تھی سوالیہ سے انداز میں وہ بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھ رہی تھی بنانہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اس نے گودیری کو مخاطب کیا۔

"گودیری حالات وقت اور تمہارے باپ نے مجھے اور تجھے دونوں کو ایک ہی راہ کا مسافر بنا دیا ہے ہم دونوں کی منزل ایک ہے ہم دونوں کے جینے کا مقصد بھی ایک ہے۔ تم نے میرے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لئے جو حامی بھری ہے اس کی مجھے

قدر خوشی ہے اس کا بیان میں الفاظ میں کر ہی نہیں سکتا۔ یہ جو تھیلی میں نے تمہاری گود میں رکھی ہے یہ مختلف جنگوں میں مال غنیمت سے میرا حصہ ہے' اس میں کچھ زیورات بھی ہیں نقدی بھی ہے اب یہ تمہارا حق ہے اس لئے کہ تم میری زندگی کا ساتھی ہونے کی حامی بھر چکی ہو یہ اپنے پاس محفوظ کر لو۔"

بنانہ بن حنظلہ یہیں تک کہہ پایا تھا کہ ایک بار پھر گودیری نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"میں انہیں کہاں سنبھالتی پھروں گی بہتر نہیں کہ آپ انہیں اپنے پاس ہی رکھیں' مجھے اگر کبھی ضرورت ہوئی تو میں آپ سے مانگ لیا کروں گی۔"

بنانہ بن حنظلہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بول پڑا۔

"نہیں یہ تم اپنے پاس رکھو تمہاری حویلی میں کوئی چور ڈاکو نہیں آتے یہ چیزیں وہاں بھی محفوظ ہیں ہاں مجھے اگر کسی شے کی ضرورت ہوئی تو میں تم سے مانگ لیا کروں گا۔"

بنانہ بن حنظلہ کے ان الفاظ پر گودیری کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی' تاہم اپنے منہ پر پلو کا آنچل رکھتے ہوئے اس نے چہرہ چھپا لیا تھا پھر وہ کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی "کیا میں اب جاؤں؟"

جواب میں بنانہ بن حنظلہ منہ سے کچھ نہ بولا اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی جس پر گودیری مڑی پھر اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گودیری جب اپنی حویلی کے دروازے پر گئی تو ٹھٹھک سی گئی۔ دروازے پر سانکرہ کھڑی تھی گودیری کو دیکھتے ہی اس نے پوچھ لیا "کہاں گئی تھی اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔"

گودیری مسکرا دی پھر مزاحیہ سے انداز میں سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی "تم تو اس طرح میری باز پرس کر رہی ہو جیسے میں چوری کر کے آ رہی ہوں' مجھے بنانہ نے بلایا تھا یہ جو تھیلی میرے ہاتھ میں ہے انہوں نے ہی دی ہے اس میں نقدی زیورات اور کچھ قیمتی اشیاء ہیں جو انہیں مال غنیمت میں ان کے حصے میں ملتی رہیں ہیں یہ مجھے انہوں نے دی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ اپنے پاس رکھو اور اس میں سے انہیں کسی

چیز کی ضرورت ہوئی تو وہ مجھ سے مانگ لیا کریں گے۔"

گودیری کی اس گفتگو کے جواب میں سانکرہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ گودیری پھر بول پڑی۔

"سانکرہ ابھی سورج غروب ہو گیا ہے کل صبح تم میرے ساتھ بازار جانا میں بنانہ بن حنظلہ کے لئے کچھ کپڑے خریدنا چاہتی ہوں" گودیری کی اس گفتگو کے جواب سانکرہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین دروازے کے سامنے خریم بن عمر نمودار ہوا۔ گودیری چونکہ دروازے کی اوٹ میں تھی دروازے کے سامنے سانکرہ کھڑی ہوئی تھی لہٰذا خریم بن عمر نے سانکرہ ہی کو مخاطب کیا۔

"میں گودیری سے ملنا چاہتا ہوں اس سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیا تم اسے تھوڑی دیر کے لئے باہر بھیج دو گی۔"

سانکرہ نے تیز نگاہوں سے خریم بن عمر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی "حویلی کے اندر آپ کے دشمن تو نہیں رہتے جو میں گودیری کو باہر بھیج دوں آپ اندر آئیں دیوان خانے میں بیٹھیں اور جو کچھ کہنا چاہتے ہیں آرام سے گودیری سے کہیں۔"

اتنی دیر تک گودیری بھی دروازے کے سامنے آ گئی اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی "بھائی آپ اندر آئیں نا' باہر کھڑے ہو کر اجنبیوں کی طرح کیوں گفتگو کرتے ہیں" اس پر خریم بن عمر حویلی میں داخل ہوا سانکرہ اور گودیری دونوں اسے دیوان خانے کی طرف لے گئی تھیں دونوں کے ساتھ وہ بیٹھ گیا پھر سانکرہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"گودیری ابھی ابھی بنانہ بن حنظلہ کے پاس سے لوٹ کر آ رہی ہے" پھر سفید کپڑے کی جو تھیلی گودیری نے اٹھا رکھی تھی وہ سانکرہ نے اٹھائی اور فضا میں لہراتے ہوئے کہنے لگی "اس تھیلی میں نقدی زیورات اور دوسری اشیاء ہیں یہ گودیری کو بنانہ بن حنظلہ نے دی ہیں تاکہ یہ اپنے پاس حفاظت سے رکھے یہ مال غنیمت میں سے اس کا حصہ ہے۔"

سانکرہ کی اس حرکت پر گودیری نے احتجاجی سے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا پھر سانکرہ دوبارہ بول پڑی۔

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے کیا تم کوئی چوری کر رہی ہو۔ سب جانتے ہیں کہ بنانہ بن حنظلہ تمہیں پسند کرتا ہے اور تم اس سے محبت کرتی ہو ایک طرح سے تم دونوں کو منسوب بھی کیا جا چکا ہے' پھر بنانہ تمہیں کوئی چیز دیتا ہے تو اس میں چھپانے کی کیا ضرورت ہے تم تو خوش قسمت ہو مجھے دیکھو میں نے جہاں محبت کی ہے وہاں مجھے دھونس دھمکی اور دھکوں کے سوا کچھ بھی نہیں ملا۔"

سانکرہ کی گفتگو میں ایک مزاح چھپا ہوا تھا لہٰذا خریم بن عمر نے اس کی ان باتوں کو محسوس نہیں کیا بلکہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ گودیری نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی خریم بھائی کے سامنے اس طرح کی گفتگو کرتی ہو' یاد رکھنا بنانہ بن حنظلہ نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ خریم بھائی تم سے نفرت نہیں کرتے تمہیں چاہتے ضرور ہیں لیکن دور اس لئے رہتے ہیں کہ دھرم داس کے ساتھ تمہاری سگائی ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں میں خود بنانہ بن حنظلہ سے ملاقات کے بعد خریم بھائی سے بھی ملی یہ ملاقات آج دوپہر کے وقت ہوئی اور میرے سامنے بھی خریم بھائی نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ تم سے نفرت نہیں محبت کرتے ہیں' لیکن یہ محبت اس وقت تک اپنے انجام کو نہیں پہنچ سکتی جب تک تم دو کشتیوں میں سوار ہو' وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ یہ ضروری نہیں کہ جس سے محبت کی جائے وہی جیون کا ساتھی بنے۔ مجھے انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اگر دھرم داس کے ساتھ سانکرہ کی شادی ہو جاتی ہے تو یہ دھرم داس کا اس پر حق ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر میں سانکرہ کو چاہتا ہوں تو سانکرہ کی شادی میرے ہی ساتھ ہونی چاہئے۔"

گودیری یہیں تک کہنے پائی تھی کہ سانکرہ اپنا منہ گودیری کے کان کی طرف لے گئی اور کہنے لگی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی دوپہر کے وقت تمہاری گفتگو خریم بن عمر کے ساتھ ہوئی اور تم نے ابھی تک مجھے بتایا نہیں۔ یاد رکھنا اگر تم مجھ پر یہ انکشاف کر دیتیں کہ خریم بن عمر نے خود تمہارے سامنے یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو اب تک میرے خون میں کئی گناہ اضافہ ہو چکا ہوتا۔"

"اچھا اب اس گفتگو کو چھوڑ پہلے خریم بھائی سے پوچھو مجھ سے کیا کہنے آئے ہیں" گودیری نے سانکرہ سے سرگوشی کی تھی اس پر سانکرہ سنبھل کر بیٹھی خریم بن عمر کی طرف دیکھا اور پھر کمرے میں اس کی آواز گونجی۔

"دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کہہ رہے تھے کہ آپ گودیری سے کچھ کہنا چاہتے ہیں جبکہ گودیری آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ گفتگو آپ علیحدگی میں کرنا چاہتے ہیں تو میں چلی جاتی ہوں۔"

خریم بن عمر نے تیز نگاہوں سے سانکرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا "ایک تو تم بولے جاتی ہو کسی دوسرے کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔ میں نے کب تم سے کہا ہے کہ میں علیحدگی میں گودیری سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں تم یہاں بیٹھو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں تمہاری موجودگی میں کہوں گا۔

سنو گودیری! گزشتہ مہم میں مول پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں نے تمہارے باپ سے ملاقات کی تھی تمہارے متعلق میں نے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی۔ تمہارا باپ تمہارے متعلق فکر مند تھا تمہاری خیریت دریافت کرتا تھا جب میں نے اس سے کہا کہ وہ یہاں بہت خوش ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ میں نے بنانہ سے تمہاری محبت اور چاہت کا اظہار بھی کیا اور تمہارے باپ نے یہاں تک اجازت دے دی کہ اگر بنانہ بن حنظلہ کے ساتھ تمہاری شادی کر دی جائے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میں نے اس سے یہ بھی پوچھا کیا تم اس شادی میں شرکت نہیں کرو گے تو وہ کہنے لگا اگر میں شادی میں شرکت کرتا ہوں تو راجہ داہر نہیں بلکہ نکامرہ قبیلے کا بڑا سردار مول بھی اس کے خلاف ہو جائے گا' لہٰذا اگر گودیری کی شادی یہیں رہتے ہوئے چپ چاپ ہو جائے تو اس میں زیادہ بہتری ہے اب تم کہو میری بہن کیا کہنا چاہتی ہو۔"

گودیری چپ چاپ بیٹھی رہی اس کی گردن جھک گئی تھی منہ سے اس نے کچھ نہ بولا تھا۔ اس موقع پر سانکرہ تھوڑی دیر تک اسے جواب طلب نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اس کی پسلیوں کے قریب اس نے کہنی ماری اور کہنے لگی۔

"کیا بھیڑ کی طرح سر جھکا کر بیٹھ گئی ہو ایسے مواقع بار بار نہیں ملتے' جب وہ تم

سے پوچھ رہے ہیں تو اپنی مرضی بتاؤ چپ رہو گی تو پچھتاؤ گی مجھے دیکھو بولتی ہوں تب بھی مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتا اور تم چپ رہتی ہو تب بھی تمہاری اتنی اہمیت ہے۔ اس موقع پر چپ رہو گی تو نقصان اٹھاؤ گی" ایک بار پھر سانکرہ نے کہنی ماری اور کہنے لگی "اب گردن اٹھاؤ اور بولو جو وہ پوچھ رہے ہیں اس کا جواب دو۔"

گودیری نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی خریم بن عمر کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"خریم بھائی آپ مجھے بہن کہہ کر پکار چکے ہیں جب آپ مجھے بہن سمجھتے ہیں تو بھائی اپنی بہن کے متعلق جو فیصلہ کرے گا مجھے منظور ہو گا میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی۔ اگر میرا باپ چاہتا ہے کہ چپ چاپ طریقے ہی سے یہ شادی ہو جائے تو اپنے باپ کی غیر موجودگی میں ایک بھائی کی حیثیت سے آپ کا فیصلہ میرے لئے آخری ہو گا جو کچھ بھی آپ کریں گے میں اعتراض نہیں کروں گی بخوشی قبول کر لوں گی۔"

گودیری کے ان الفاظ سے سانکرہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی اس نے دونوں بازو پھیلا کر گودیری کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگی "یہ بات ہوئی نہ اب آئی ہو راہ راست پر بس یوں جانو تمہارا تو کام ہو گیا" پھر سانکرہ گودیری کے کان کے قریب منہ لے گئی اور کہنے لگی "میرے لئے بھی دعا کرو کہ بھگوان کرے میرا بھی کام اسی طریقے سے ہو جائے۔"

جواب میں گودیری نے بھی سرگوشی کی۔

"آج ہی تو خریم بھائی آئے ہیں اور صبح صبح تم نے ان سے ملاقات بھی کی ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ تم اپنی ماں اور دھرم داس کو منانے کی کوشش کرو گی کہ دھرم داس اس سگائی سے دست بردار ہو جائے اگر وہ دست بردار ہو جاتا ہے تو پھر تمہارا بھی راستہ صاف ہے خریم بن عمر تمہیں اپنا لیں گے" سانکرہ کہنے لگی۔

اس سلسلے میں میں نے اپنی ماں سے بات کی ہے میری ماں تو تیار ہے اب ماں ہی اس سلسلے میں دھرم داس سے بات کرے گی' میرے خیال میں چند روز تک کوئی نہ کوئی فیصلہ سامنے آ جائے گا پھر میں فخریہ انداز میں خریم بن عمر کو اس فیصلے سے آگاہ کروں گی' شاید اس روز میں کھلے عام یہ کہہ سکوں گی کہ میں خریم بن عمر کی ہوں اور

اس کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔"

خریم بن عمر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور گودیری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"گودیری میں تمہارا شکر گزار ہوں اس لحاظ سے بھی ممنون ہوں کے تم نے سارا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا ہے اور اس لحاظ سے بھی تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم مجھے بھائی خیال کرتی ہو اور اپنے باپ کے بعد ساری ذمہ داری مجھ پر چھوڑتی ہو۔ گودیری یہاں تمہاری حیثیت خریم بن عمر کی بہن کی سی ہے اس سلسلے میں بنانہ بن حنظلہ سے بھی گفتگو کروں گا پھر مناسب موقع دیکھ کر تمہاری شادی کا اہتمام بھی کر دیا جائے گا اب میں جاتا ہوں تم دونوں بہنیں بیٹھ کر باتیں کرو۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی دیوان خانے کے دروازے پر آئی خریم بن عمر کو روکنے کے لئے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے پھر خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں اور چلے جائیں، بیٹھیں میں ماں کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتی ہوں کھانا آپ یہیں کھائیں گے اس کے بعد آپ کو جانے دوں گی ابھی آپ نے جانے کی کوشش کی تو یاد رکھئے گا لڑائی ہو جائے گی۔"

سانکرہ کی اس گفتگو کے جواب میں خریم بن عمر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ گودیری بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی "بھائی آپ بیٹھیں کھانا آپ ہمارے ساتھ کھا کر جائیں گے۔"

اس پر خریم بن عمر کہنے لگا "اگر میں نے کھانا تم دونوں کے ساتھ کھانا ہے تو بنانہ بن حنظلہ نے کیا خطا کی ہے میرے خیال میں اسے بھی بلا کر لاتے ہیں چاروں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں تم دونوں بیٹھو میں بنانہ بن حنظلہ کو بلا کر لاتا ہوں۔"

سانکرہ وہیں بازو پھیلائے کھڑی رہی اور کہنے لگی "نہیں ہرگز نہیں آپ اگر چلے گئے تو واپس نہیں لوٹیں گے میں ساول کو بھیجتی ہوں وہ بنانہ بن حنظلہ کو بلا کر لاتی ہے آپ چپ چاپ اسی نشست پر بیٹھ جائیں جہاں سے آپ اٹھیں ہیں" سانکرہ کی بات مانتے ہوئے خریم بن عمر وہاں بیٹھ گیا گودیری دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگی "خریم بھائی میں یہ تھیلی رکھ آؤں پھر آتی ہوں" اس پر سانکرہ گودیری سے

کہنے لگی۔

"تھیلی رکھنے کے ساتھ ساتھ ماں کو بھی اطلاع کر دینا کہ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کھانا یہیں کھائیں گے۔ ساتھ ہی ساول کو بھیج دو کہ وہ بنانہ بن حنظلہ کو بلا لائے میں یہیں بیٹھتی ہوں یہ نہ ہو ہم دونوں چلی جائیں اور یہ چپکے سے کھسک جائیں۔"

سانکرہ کی گفتگو سے خریم بن عمر ہنس دیا تھا سانکرہ اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی اور گودیری وہاں سے چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ساول حویلی سے نکلی تاکہ بنانہ بن حنظلہ کو بلا کر لائے اس کے پیچھے پیچھے سانکرہ کی ماں گودیری کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے خریم بن عمر نے اس کا استقبال کیا سانکرہ کی ماں روجن نے آگے بڑھ کر خریم بن عمر کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرا پھر سانکرہ کے پہلو میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

"خریم میرے بیٹے تم نے اچھا کیا کہ گودیری اور بنانہ بن حنظلہ کو ایک رشتے میں جوڑ دیا۔ بنانہ نے یہ تھیلی گودیری کو دی ہے اور اس نے میرے حوالے کر دی ہے تاکہ میں سنبھال کر رکھوں۔ گودیری بہت اچھی لڑکی ہے سانکرہ ذرا شرارتی ہے باتیں بہت کرتی ہے میرے خیال میں یہ آپ کو تنگ بھی کرتی ہو گی" سانکرہ نے ماں کی بات کاٹی اور کہنے لگی "میں انہیں کیا تنگ کروں گی الٹا یہ مجھے تنگ کرتے ہیں" روجن کسی قدر سنجیدہ ہو گئی تھی کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم میرے بیٹے آج صبح جو سانکرہ کے ساتھ تمہاری گفتگو ہوئی ہے اس سے سانکرہ نے مجھے آگاہ کر دیا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ سانکرہ تمہیں چاہتی ہے اور تم سے محبت کرتی ہے اور تم نے بھی اس کی بات مانتے ہوئے کہلایا ہے کہ اگر دھرم داس اس سے دست بردار ہو جائے تو تم اسے اپنانے میں رضا مند ہو جاؤ گے۔ بیٹے میں اسی پر تمہاری شکر گزار ہوں اس سلسلے میں ایک دو روز تک دھرم داس سے بات کروں گی مجھے امید ہے کہ میں دھرم داس کو اس پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی کہ وہ سانکرہ سے دست بردار ہو جائے۔ جس روز ایسا ہوا میں تمہاری اور

سانکرہ کی شاندار طریقے سے سگائی کروں گی میں سمجھوں گی میری زندگی میں وہ میرے لئے خوشیوں کا سب سے بڑا دن ہو گا۔"

تیز اور شرارت آمیز باتیں کرنے والی سانکرہ اس موقع پر بالکل چپ تھی شر کے باعث اس کی گردن جھک گئی تھی تاہم کبھی کبھی چور نگاہوں سے وہ خریم بن عمر طرف دیکھ لیتی تھی۔ روجن مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی وقت دیوان خانے میں بنانہ بن حنظلہ داخل ہوا اور خریم بن عمر کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔

بنانہ جب اپنی جگہ بیٹھ گیا تو روجن نے اسے مخاطب کیا۔

"بنانہ میرے بیٹے میں بے حد خوش ہوں کہ تم گودیری کا اس قدر خیال رکھے ہو" روجن نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ بیچ میں بنانہ بول پڑا۔

"خاتون محترم' خدا کے فضل سے میرا معاملہ تو سیدھا ہے گودیری کے باپ نے بھی اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا ہے کہ میں گودیری کو اور گودیری مجھے اپنا سکتی ہے' لیکن خاتون محترم اب معاملہ سارا آپ کے سر پر ہے کیا آپ سانکرہ اور میرے بھائی خریم بن عمر کی راہ صاف نہیں کر سکتیں۔" بنانہ بن حنظلہ یہاں تک کہنے پایا تھا کہ خریم بن عمر نے اسے کہنی مارتے ہوئے چپ رہنے کے لئے کہا۔ جس پر بنانہ خاموش ہو گیا کہنی مارتے ہوئے سانکرہ گودیری اور روجن نے بھی دیکھ لیا تھا لہٰذا مسکراتے ہوئے روجن بول پڑی۔

"بنانہ میرے بیٹے تمہیں اور خریم بن عمر کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سانکرہ سے متعلق میں تم سے زیادہ فکر مند ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ سانکرہ دھرم داس کو نہ چاہتی تھی نہ کبھی اس کے ساتھ اپنی پسند کا اظہار کیا ہے' بس اس کے باپ کا وہ عزیز ہے' عزیز جانتے ہوئے اس کی سگائی اس کے باپ سندر داس نے اس کے ساتھ کر دی تھی۔ اس وقت حالات کچھ پیچیدہ تھے راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ سانکرہ کو حاصل کرنے کے درپے تھا ادھر نکامرہ قبیلے کا سردار مومل بھی ہاتھ دھو کر سانکرہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور دونوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ سانکرہ کو اپنا لیں۔ میرے شوہر ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی سانکرہ کو بیاہنا نہیں

چاہتا تھے لہٰذا دھرم داس کے ساتھ جو سگائی اور منگنی کا معاملہ تھا یہ ایک طرح سے عجلت میں ہوا اس میں یوں جانو سانکرہ کی مرضی اور منشا شامل نہ تھی۔ اب جبکہ سانکرہ خریم کو پسند کرتی ہے تو اس کی مرضی اس کی رضا مندی کو سب پر فوقیت دی جائے گی۔ مجھے امید ہے میں چند روز تک حالات کو سنوار لوں گی اور دھرم داس کو اس بات پر آمادہ کر لوں گی کہ وہ سانکرہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ خریم بن عمر اور سانکرہ ایک دوسرے کے ہو سکیں۔ ان کے ایک ہونے ہی میں میری خوشی میرا سکون اور میرا روشن مستقبل ہے۔ میں آپ لوگوں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ اس سلسلے میں بیرول کو ہم نے نیرون کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اس موضوع پر وہ سانکرہ کے باپ سندر داس سے بات کرے گا پھر اس کا عندیہ لے کر لوٹے گا اس کے بعد یہ معاملہ اپنی انتہا کو پہنچے گا میرے خیال میں تم سب لوگ بیٹھو میں اور ساول کھانا تیار کرتے ہیں پھر یہیں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی روجن ساول کو لے کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھی دونوں نے مل کر کھانا تیار کروایا اتنی دیر تک دیوان خانے میں بیٹھ کر سانکرہ گودیری بنانہ بن حنظلہ اور خریم بن عمر باتیں کرتے رہے' سب نے مل کر اسی دیوان خانے میں کھانا کھایا پھر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

○

ایک روز راجہ داہر اپنے دارالحکومت اروڑھ یعنی انور کے راج محل میں اپنی رانی لاڈی اپنی دوسری رانی بہن اور بھوں مائین' اپنے بیٹے جے سینہ اور دوسرے بیٹے گوپی کے ساتھ بیٹھا آنے والے کسی قاصد کے ساتھ بڑی راز دارانہ گفتگو کر رہا تھا کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا جب قاصد نکل گیا تب اس کمرے میں موبل اور زمیش دونوں داخل ہوئے۔

راجہ داہر اس کے بیٹے جے سینہ اور گوپی نے تینوں نے اٹھ کر موبل کا بہترین استقبال اور سواگت کیا دونوں کو نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تب راجہ داہر نے انہیں مخاطب کیا۔

"مجھے افسوس ہے تمہیں تھوڑی دیر کے لئے باہر انتظار کرنا پڑا دراصل میرا قاصد ایک بڑی اچھی اور خوش کن خبر لے کر آیا تھا میں اس سے تفصیل سن رہا تھا اس لئے تمہیں اندر بلانے میں دیر ہوئی جو خبر مجھے دی گئی ہے موبل اگر تم اس پر عمل کرو تو ہم بے حد فوائد حاصل کر سکتے ہیں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ تو میں بعد میں کہوں گا پھر تم دونوں کہو تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد اور مدعا ہے۔"

راجہ داہر کے خاموش ہونے پر موبل نے عجیب سے انداز میں زمیش کی طرف دیکھا جس پر زمیش نے راجہ داہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"راجہ ہم گزشتہ کئی ہفتوں سے بڑے تکلیف دہ حالات سے گزر رہے ہیں مکران میں مسلمانوں کا نیا سالار خریم بن عمر ہمارے لئے وبال جان اور ابتلا کا ایک طوفان بنا ہوا ہے۔"

زمیش یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بیچ میں راجہ داہر نے بولتے ہوئے اس کی بات

کاٹ دی کہنے لگا۔

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مسلمانوں کے سالار خریم بن عمر نے تمہارے شہر کے باہر تمہیں بدترین شکست دی ہے تو یہ خبر پہلے ہی میرے پاس پہنچ چکی ہے اگر تم انکشاف کرنا چاہتے ہو کہ قندابیل شہر کے نواح میں اس نے میرے اور حارث علافی کے مشترکہ لشکر کو بھی شکست دی ہے تو یہ افسوس ناک خبر بھی میں دل پر پتھر رکھ کر سن چکا ہوں اور ان خبروں کے جواب میں اس سے انتقام لینے کا لائحہ عمل بھی تیار کر چکا ہوں اب تم مزید کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

زمیش دوبارہ بول پڑا۔

"راجہ اس خریم بن عمر نے یہیں پر اکتفا نہیں کیا شاید اس نے اندازہ لگا لیا ہے کہ آپ' میں اور موبل تین اطراف سے کبھی نہ کبھی اس پر حملہ ہو کر اس کی قوت کو توڑنے کی کوشش کریں گے لہٰذا وہ ایک ایک پر ضرب لگا کر ہماری قوت کو زائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس نے اپنی ابتداء موبل سے کی چند دن پہلے ساحل سمندر پر موبل پر ایسا جان لیوا شب خون مارا کہ موبل کے ان گنت مسلح جوانوں کو اس نے قتل کر دیا موبل بڑی مشکل سے کشتی پر سوار ہو کر کھلے سمندر کی طرف جا کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔

میرے مخبر نے یہ اطلاع دی تھی کہ خریم بن عمر موبل کی طرف گیا ہے لہٰذا میں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی میں ایک لشکر لے کر مکران کی طرف بڑھا لیکن یہ خریم بن عمر بڑا مکار اور عیار شخص ہے یہ مجھ پر وارد ہوا مجھے بھی اس نے شکست دی اب یکے بعد دیگرے اس نے چند دنوں میں موبل اور میری دونوں کی قوت کو ایک طرح سے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہم اسی سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں کہ اگر اس خریم بن عمر کے خلاف کوئی جلد کاروائی نہ کی گئی تو یاد رکھنا کہ وہ دشت مکران سے نکل کر ایسا پھیلے گا ایسی طوفانی شکل اختیار کرے گا جس کی راہ روکنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔"

زمیش کی ساری گفتگو سن کر فکر مندی میں راجہ داہر کی گردن جھک گئی تھی

اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"زمیش جو کچھ تم نے کہا ہے یہ ہمارے لئے واقعی لمحہ فکریہ کی بات ہے مسلمانوں کے نئے سالار کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا۔ تمہارے آنے سے پہلے مسلمانوں کے سالار سے نبٹنے کے لئے جو لائحہ عمل میں نے تیار کیا تھا وہ کچھ اس طرح تھا کہ میں اپنے قاصد بھیجنے والا تھا۔ پہلے میرا قاصد یہاں سے نیرون جاتا میرا قاصد نیرون کے والی سندر داس کو پہنچاتا اس کے بعد وہی قاصد دیبل چلا جاتا اور دیبل کے گورنر کو بھی میرا پیغام دیتا۔ میں دونوں کو یہ پیغام دینے والا تھا' کہ وہ اپنے اپنے لشکر تیار کر کے متحدہ طور پر ایک بڑا لشکر تیار کریں ساتھ ہی زمیش اور مومل کی قوت بھی ساتھ ملائیں اور ایک جرار لشکر لے کر مکران کی طرف بڑھیں اور ہر صورت میں اس خریم بن عمر کو شکست دیں اور مکران کے اندر گھستے چلے جائیں۔

اب جبکہ مومل اور زمیش تم دونوں میرے پاس آئے ہو تو میں تمہارے سامنے اس منصوبے کو آخری شکل دیتا ہوں۔ میں ابھی اپنا قاصد سندر داس اور دیبل کے گورنر کی طرف بھجواتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حصے کے لشکر پنجگور کی طرف روانہ کریں۔ حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے پہلے سے وہاں ہیں وہ بھی اس لشکر میں شامل ہوں گے ان کے ساتھی بھی ان کا ساتھ دیں گے' مومل تم بھی اپنا لشکر لے کر پنجگور چلے جانا اور اس لشکر میں شامل ہو جانا کوشش کرنا بذات خود اپنے لشکر میں شامل رہو اس طرح تین قوتوں پر مشتمل یہ لشکر پنجگور سے نکل کر مکران کا رخ کرے گا۔ زمیش تمہارا کام یہ ہو گا کہ تم یہاں سے سیدھے اپنے علاقوں کی طرف جانا اور اپنے لشکر کو لیکر نکلنا اور مغرب کا رخ کرنا جس وقت سندر داس دیبل کا گورنر اور مومل حارث علافی کے ساتھ مل کر پنجگور سے مکران کی طرف بڑھیں گے تم اپنے شہر سے مشرق کا رخ کرتے ہوئے مکران کی طرف بڑھنا جس وقت مسلمانوں کا سالار ان سے ٹکرائے تم پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جانا' تم ایسا کر گزرو تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تم مکران میں مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دو گے۔ یہ آخری لائحہ عمل ہے اور اس پر فی الفور عمل کیا جائے گا تاکہ مسلمانوں کے سالار کو مزید پھیلنے کا موقع نہ ملے--- اس لائحہ عمل کیلئے تاریخ اور

وقت طے کرنا تم لوگوں کا کام ہے۔"

راجہ داہر رکا کچھ سوچا اس کے بعد پھر بول پڑا۔

"کیا تم دونوں میرے اس لائحہ عمل سے اتفاق کرتے ہو" جواب میں مومل اور زمیش نے مطمئن انداز میں اپنے سر اثبات میں ہلا دیئے تھے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے راجہ داہر بول پڑا۔

"اب میں تم سے وہ اچھی خبر کہتا ہوں جو مجھے میرا قاصد تمہارے آنے سے پہلے بتا رہا تھا وہ اچھی خبر کچھ اس طرح ہے کہ۔

مسلمانوں کی فتوحات کی دھاک دور دور تک پھیل گئی ہے اس لئے سراندیپ کا فرمانروا اور راجہ بھی مسلمانوں سے اچھے اور بہتر تعلقات رکھنے کا خواہش مند ہے۔ وہ گزشتہ کئی ماہ سے کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے دوستی پیدا کرنے کی فکر میں تھا۔ سنا ہے اب حج کا زمانہ آ رہا ہے تو اس کے ہاں جو مسلمان آباد ہیں وہ اپنے مذہب کے مقدس مقامات کے علاوہ حج کے لئے جانا چاہتے ہیں' انہی کے ساتھ سراندیپ کا راجہ ولید بن عبدالملک کے لئے کچھ تحائف بھیجنا چاہتا ہے' جو قاصد میرے پاس آیا اس نے تحائف کی بھی تفصیل بتائی ہے اس نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ سراندیپ کا راجہ تقریباً" آٹھ جہازوں کے ذریعے حجاج بن یوسف اور ولید بن عبدالملک کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اسے تحائف بھیج رہا ہے جس میں انواع اقسام کے موتی اور جواہر' حبشی غلام اور کنیزیں اور دوسرے نہایت نادر تحائف شامل ہیں۔ یہ ساری چیزیں اس نے جمع کر رکھی ہیں اور جونہی مسلمان حج اور اپنے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے نکلیں گے آٹھ جہازوں پر مشتمل وہ تحائف روانہ کرے گا۔

مومل یہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے ایک سنہری موقع ہے' اگر تم کوشش کرو تو تحائف کے ان جہازوں کے علاوہ جو غلام کنیزیں اور لونڈیاں حجاج بن یوسف' ولید بن عبدالملک کے لئے بھجوانے کا انتظام کروایا جا رہا ہے ان سب پر تم قبضہ کر سکتے ہو اگر تم ایسا کرو تو ہم بھی مالا مال ہو جائیں گے۔ اب بولو اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو۔"

راجہ داہر کے اس انکشاف پر مول کے چہرے پر بڑی مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"راجہ آپ فکر نہ کریں ہم پیشہ ور بحری قزاق ہیں جو بھی جہاز سراندیپ کی سرزمین سے حجاج یا ولید بن عبدالملک کے لئے روانہ ہوں گے ہم ان کو منزل پر پہنچنے نہ دیں گے' راستے میں ان کی ایسی لوٹ مار کریں گے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوگی کہ جہاز کدھر گئے۔ میں یہاں سے سیدھا اپنے ٹھکانے کی طرف جاؤں گا۔ تاکہ جہاز لوٹنے کی تیاری کروں۔ زمیش **پنجگور** کی طرف جائے حارث یا اس کے بیٹوں کو لیکر میرے پاس آئے۔ پھر مسلمانوں پر حملے کا وقت اور تاریخ طے کریں گے۔"

مول کا یہ جواب سن کر راجہ داہر بڑا مطمئن اور خوش ہوا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا لگا۔

"میں نے جو تمہارے ساتھ لائحہ عمل طے کرنا تھا طے کر لیا اب تم دونوں کم از کم دو روز تک میرے معزز مہمان کی حیثیت سے اروڑھ میں قیام کرو اس کے بعد اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا" مول اور زمیش دونوں نے راجہ داہر کی اس دعوت کو قبول کیا' دو روز تک انہوں نے وہاں قیام کیا۔ وہاں سے نکل کر وہ راجہ داہر کے قاصدوں کے ساتھ پہلے نیرون گئے' نیرون کے حاکم سندر داس سے انہوں نے ملاقات کی جو راجہ داہر نے لائحہ عمل طے کیا تھا اس سے اسے آگاہ کیا پھر قاصدوں کے ساتھ ہی انہوں نے دیبل کا رخ کیا۔ وہاں جو راجہ داہر کا سپاہ سالار تھا اس سے بھی مرتب ہونے والے منصوبے کے متعلق گفتگو کی پھر مول اور زمیش تو اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے جبکہ راجہ داہر کے قاصد دیبل سے واپس اپنے مرکزی شہر اروڑھ کی طرف چلے گئے تھے۔ زمیش نے وہاں سے **پنجگور** اور مول نے اپنے ٹھکانے کا رخ کیا تھا۔

○

ادھر محمد بن قاسم ایک لشکر کے ساتھ باغی اور غیر مسلم کردوں کی بغاوت اور شورش فرو کرنے کے لئے رے شہر کی طرف روانہ ہوا' لیکن کردوں کو بھی خبر ہو چکی

تھی کہ حجاج بن یوسف نے ان کی سرکوبی کے لئے اپنے بھتیجے کو روانہ کیا ہے جو ابھی نو عمر اور نابالغ ہے' وہ خوش تھے کہ ان کے مقابلے میں ایک ایسا بچہ سپہ سالار بن کر آ رہا ہے جس کا اس سے پہلے لشکر کی کمانداری کا کوئی تجربہ نہیں' لیکن کرد نہ جانتے تھے کہ وہ بچہ جس کی ابھی مسیں تک نہ بھیگی تھیں مٹی سے کیمیا' میمنے سے چیتا' ممولے سے شاہین اور بگولے سے ایک خوفناک اور ہلا دینے والا طوفان بن کر ان کا مقابلہ کرے گا۔

غیر مسلم کرد خوش تھے بڑی تیزی سے انہوں نے پیش قدمی کی وہ بہت آگے جا کر محمد بن قاسم کا راستہ روک لینا چاہتے تھے لہٰذا رے کے بجائے **اصطخر** شہر کے باہر ریتلے میدانوں میں انہوں نے محمد بن قاسم اور اس کے لشکر کی راہ روک دی تھی۔

جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے کرد اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے آن کی آن میں مسلمانوں نے بھی اپنی صفیں درست کر لیں۔ محمد بن قاسم نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے دست راست اور اپنے بچپن کے دوست جہم بن زحر کے حوالے کیا تھا۔ جب صفیں درست ہو رہی تھیں تو اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے محمد بن قاسم قبلہ رو ہوا لمحہ بھر کے لئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر گھوڑے کی زین کے سینے پر اس کی پیشانی جھک گئی اور وہ انتہائی عاجزی سے کہہ رہا تھا۔

"اے رب کریم **اصطخر** شہر کے باہر ان صحراؤں کے اندر میرے لئے تیری ذات کے سوا نہ کوئی سائبان ہے نہ سایہ و شجر--- میرے خداوند یہ کاروانوں کی گھنٹیاں یہ جرس کی صدائیں--- چٹکتی دھوپ یہ ساعتوں اور فاصلوں کو ناپتی چاندنی یہ خواہشوں کو بے صبر کرتے سلسلے میرے اللہ سب تیری ہی گرفت میں ہیں تو اگر چاہے تو ان غیر مسلم کردوں کے سامنے میں تیری نصرت کے سہارے خاک کے ذروں کو کیمیا کر دوں۔

اے شام کے بادلوں صبح کی روشنیوں کے خداوند اے موت و نیستی' ہست و بود کے ناظم دشمن میرے سامنے جہنمی ناگوں کی پھنکار اور زندگی کو ویران اور بے

کیف کرتی بدکاریوں کی طرح کھڑا ہے مجھے توفیق دے کہ میں ان کے لئے مو
دھوپ کو زہر بنا کر رکھ دوں اور ان کے ہر سبب کے ساتھ ان کے جھوٹے مبر
زائل کرتا چلا جاؤں۔"

دعا مانگنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنا چہرہ اٹھایا سر کے اوپر رکھے فور
اس نے سفید رنگ کا جو عمامہ باندھ رکھا تھا اس کے پلو سے اس نے اپنی آنکھو
نمی صاف کی پھر دشمن کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے لاہوتی سا
کا کوئی عالم بے ہمتا یا نیل کے کنارے کوئی خاموش مجسمہ کھڑا ہو۔ اس وقت بھر
حبی مکتب کا وہ تعلیم یافتہ نابالغ بچہ اپنی شعلہ فگن آنکھوں سے دشمن کے لشکر کو
سے انداز میں گھور رہا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے کردوں کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ مح
قاسم اور اس کا ساتھی جہم بن زحر اپنی جگہ پر بالکل ستون کی طرح کھڑے ر
دشمن جب مزید کچھ آگے بڑھا تب ایک عجیب سے انداز میں محمد بن قاسم نے
تلوار فضا میں بلند کی' تلوار کا بلند ہونا تھا کہ اس کے پیچھے کھڑے لشکریوں نے
فشاں کے پھٹنے کی سی آوازوں میں اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کیں' اس کے ساتھ
بن قاسم اور جہم بن زحر کی سرکردگی میں آگے بڑھتے ہوئے وہ دشمن پر اس
حملہ آور ہوئے جیسے طلسماتی وطن کی تنہائیوں میں دردناک اضطراب نے انگڑائی
یا دود دراز کے خونی خیالات کی پرچھائیاں قبر کی طرح خاموش طلسم زاروں مے
اٹھیں ہوں۔ کرد بھی محمد بن قاسم کے لشکر پر بری طرح حملہ آور ہو گئے تھے
تیزی کے ساتھ وہ رزم گاہ میں راحت اور اضطراب سوزش و اطمینان ایک د
سے دست و گریبان ہو چکے تھے کرد یہ کوشش کر رہے تھے کہ بہت جلد آ
مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں لیکن انہیں مایوسی ہوئی اس لئے کہ روح کی گہرائیوں
اسرار حیات کی ترجمانی کرنے والے وہ مسلمان مجاہد غیر مسلم کردوں پر بے
قوت اور ماوراء طوفانوں کی آتش ناکی کی طرح ٹوٹ پڑے تھے جس سمت کا بھی
کرتے اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے صفوں کی صفیں الٹتے چلے جاتے تھے
دوپہر سے تھوڑی دیر پہلے اس جنگ کی ابتداء ہوئی تھی اور شام سے

محمد بن قاسم نے کردوں کے اس لشکر کا تقریباً صفایا کر کے رکھ دیا تھا بہت کم غیر مسلم
کردوں کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا تھا۔

کھلے میدانوں میں کردوں کو شکست دینے کے بعد محمد بن قاسم کو خوراک اور
ہتھیاروں کی صورت میں بہت کچھ ملا پھر اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ کردوں کا
ایک اور لشکر جرجان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صحرا کے اندر جمع ہو رہا ہے۔
محمد بن قاسم نے وقت ضائع نہیں کیا بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ
اس نے جرجان کی طرف کوچ کیا اور جرجان کے باہر بھی اس نے ایسے ہی کردوں کو
بدترین شکست دی جس طرح اس نے **اصطخر** شہر سے باہر دی تھی' اور وہاں اس نے
اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر لیا تھا۔ ادھر حجاج بن یوسف کو اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی
ان فتوحات کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے اس نابالغ بھتیجے کو ان علاقوں کا والی مقرر کر دیا
وہاں قیام کے دوران محمد بن قاسم نے ایک خاص نقشے کے مطابق شیراز شہر کی بنیاد
ڈالی ورنہ اس سے پہلے شیراز ایک معمولی سی چھاؤنی اور قصبہ تھا۔

ان علاقوں کا والی مقرر ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے نہایت ہی عمدگی اور
انصاف سے حکومت کی۔ تنخواہ سے جو کچھ بچ پاتا اسے تبلیغ اسلام پر صرف کر دیتا اپنی
فرصت کے اوقات میں لوگوں کے سامنے تقریریں کرتا جنہیں عوام بڑے ذوق و شوق
سے سنتے اس کے خلوص اور ایمانی قوت کی اس دور کے جید علماء اور اکابر بھی تعریف
کرتے تھے۔

کردوں کی مکمل طور پر سرکوبی کرنے کے بعد ان کے ساتھ جنگوں میں جو مال
غنیمت ہاتھ لگا وہ محمد بن قاسم نے اپنے دوست جہم بن زحر کی سرکردگی میں چند
دستوں کی حفاظت میں حجاج بن یوسف کی طرف بھجوا دیا تھا' خود اس نے ان علاقوں
کے والی کے طور پر شیراز ہی میں قیام کیا اور شیراز کو اپنا مرکزی شہر قرار دیا کیونکہ یہ
شہر اس نے خود ہی آباد کیا تھا۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں مکران کے نواح میں اپنی لشکرگاہ مستقر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رام رتن بھاگتا ہوا آیا اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ فی الفور حویلی کی طرف چلئے نکامرہ قبیلے کا سردار وانگہ کی طرف سے ایک شخص آیا ہے وہ آپ سے کوئی انتہائی اہم خبر کہنا چاہتا ہے' میں اسے اپنے ساتھ لے آتا لیکن ابن ہارون نمری نے اسے اپنے پاس روک لیا ہے لہٰذا آپ دونوں فی الفور واپس چلئے۔"

اس پر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ رام رتن کے ساتھ ہو لئے تھے۔

جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو وہاں پہلے سے ابن ہارون کے پاس ہی رائے دھرم داس اور وانگہ کی طرف سے آنے والا مخبر بیٹھا ہوا تھا۔ خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ ابن ہارون کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے پھر ابن ہارون نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

"اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس لئے کہ یہ جو دو جوان آئے ہیں ان میں دائیں طرف والا خریم بن عمر بائیں والا بنانہ بن حنظلہ ہے۔" قاصد نے اٹھ کر سے باری باری مصافحہ کیا پھر وہ خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں آپ کے نام اپنے سردار وانگہ کا انتہائی اہم پیغام لے کر آیا ہوں نے آپ کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ مجوسیوں کا سردار اور سالار زمیش نکامرہ کے سردار موئل کے ساتھ راجہ داہر کی طرف گیا ہوا تھا اور اب وہ واپس آ رہا

وانگہ کے پاس سے ہو کر واپس اپنے مسکی شہر کی طرف جائے گا۔ وانگہ نے آپ کے لئے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ کوشش یہ کی جائے کہ زمیش کو واپس نہ جانے دیا جائے راستے ہی میں اس کا کام تمام کر دیا جائے' اگر زمیش کو قتل کر دیا جاتا ہے تو پھر مسلمانوں کے لئے کرمان کی طرف سے کوئی بڑا خطرہ نہ اٹھے گا اس لئے کہ کرمان کے اندر پہلی مجوسیوں کی قوت کو یکجا کرنے والا یہ زمیش ہی ہے۔ جب یہ مارا جائے گا تو ان کی قوت آپ سے آپ کرمان کے صحراؤں کے اندر خشک پتوں کی طرح منتشر ہو کر رہ جائے گی۔ اب آپ بولئے کیا کہتے ہیں تاکہ آپ کا پیغام واپس جا کر وانگہ کو دوں۔"

یہ خبر سن کر خریم بن عمر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ آنے والے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تمہارے سردار وانگہ کے نام تمہیں کوئی پیغام نہیں دوں گا میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا پہلے بتاؤ وانگہ نے تمہیں کچھ تفصیل بھی بتائی ہے کہ زمیش کے ساتھ اس کے کتنے محافظ ہیں" اس پر آنے والا قاصد بول پڑا۔

"زمیش پہلے ہمارے سردار کے پاس ملنے کے لئے آیا تھا اس سے ملنے کے بعد وہ موئل کی طرف گیا اور موئل کو ساتھ لے کر وہ راجہ داہر کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ آٹھ دس سے زیادہ محافظ نہیں ہیں انہیں کے ساتھ وہ واپس اپنے شہر مسکی کی طرف جائے گا۔"

خریم بن عمر نے اس بار اپنے پہلو میں بیٹھے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا۔

"بنانہ میرے بھائی تم قاصد اور سب لوگوں کے کھانے کا اہتمام کرو میں اپنے گھوڑے پر زین ڈالتا ہوں اسے ضروری سامان سے آراستہ کرتا ہوں پھر میں اس قاصد کے ساتھ مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے اپنے آٹھ دس جوانوں کو لے کر وانگہ کا رخ کروں گا۔"

بنانہ بن حنظلہ فوراً وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ حویلی کے صحن میں آ کر اس نے کچھ سوچا پھر تیز تیز قدم چلتا ہوا ساتھ والی حویلی میں داخل ہوا۔ گودیری اور سانکرہ کو خریم بن عمر کے جانے کی اطلاع کی۔ ساتھ ہی انہیں کچھ لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا دوبارہ واپس آیا اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ بیٹھیں میں خود آپ کے گھوڑے کو تیار کرتا ہوں۔" اس پر خریم بن ع
نے بڑی تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"بنانہ آئندہ یہ الفاظ مت کہنا تمہاری حقیقت یہاں ان سرزمینوں میں میرے جیسی ہے' تم میرے گھوڑے پر زین ڈالنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے لشکریوں کی کمانداری کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ جس طرح خریم بن عمر یہاں لشکریوں کا سالار ہے ایسے تم بھی ہو' اگر تم یہ چاہتے ہو کہ آئندہ میں تمہارے گھوڑے پر زین ڈالوں تمہارے گھوڑے کا تنگ کسوں تو جاؤ تم میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔"

بنانہ بن حنظلہ کچھ شرمندہ سا ہو گیا تھا پھر خریم بن عمر اپنی جگہ سے اٹھا گھوڑے کی طرف گیا۔ گھوڑے پر زین ڈالی تنگ کسا دانہ قریب ہی رکھ دیا۔ گھوڑے کو پانی پلایا اور اس کے سامنے تازہ چارہ ڈالا پھر وہ دوبارہ وہاں آ کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس نے بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

"بنانہ کیا تم نے کھانا لانے کے لئے کسی کو بھیجا ہے۔"

بنانہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔

"نہیں میرے بھائی میں نے لشکرگاہ کی طرف کسی کو نہیں بھیجا میں تو اپنی بہن سانکرہ کی طرف گیا تھا گودیری بھی وہیں تھی' دونوں سے میں کہہ آیا ہوں کہ کھانا تیار کریں ساتھ ہی آپ کی روانگی کی بھی اطلاع کر آیا ہوں۔"

خریم بن عمر نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا "کیا ایسا ضروری تھا تم لشکرگاہ کی طرف کسی کو بھیجتے وہاں سے کھانا منگوا لیتے اور میں کوچ جاتا' یا یوں کروں میں رام رتن کے ساتھ کوچ کرتا ہوں لشکر گاہ میں جا کر کھانا کھاؤں گا وہیں سے آٹھ دس مسلح جوانوں کو لے کر چلا جاؤں گا۔ جو کھانا تیار ہو کر آئے گا تم سب کھا لینا" اس پر بنانہ بن حنظلہ آگے بڑھا خریم بن عمر کا بازو پکڑ لیا اور لگا۔

"نہیں میرے بھائی کھانا آپ ہمارے ساتھ کھا کر جائیں گے اس طرح ایک طرح سے اطمینان اور آسودگی ہو گی" پھر بنانہ بن حنظلہ اپنا منہ خریم بن عمر کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

"اگر میں نے اپنی بہن سانکرہ کو آپ کے جانے کی اطلاع نہ دی ہوتی تو بھلے آپ چلے جاتے لیکن اب آپ کھانا کھائے بغیر چلے گئے تو وہ برا مانے گی اور میں ایسا نہیں چاہتا۔"

بنانہ بن حنظلہ پیچھے ہٹ گیا خریم بن عمر چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حویلی کے صحن میں ساول' گودیری اور سانکرہ نمودار ہوئیں تھیں۔ گودیری اور سانکرہ تو اصطبل کی طرف چلی گئیں تھی ساول اس کمرے کے سامنے نمودار ہوئی جس کے اندر سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"کسی کو بھیجیں کھانا تیار ہے' اگر آپ لوگ کھانا وہاں جا کر کھانا چاہتے ہیں تب بھی میں دوسری حویلی کے دیوان خانے میں کھانا لگاتی ہوں۔"

ابن ہارون' بنانہ بن حنظلہ' خریم بن عمر اور سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر بنانہ بن حنظلہ کہنے لگا "یہاں برتن لانے کا کوئی فائدہ نہیں' دوسری حویلی میں جا کر کھانا کھاتے ہیں" پھر دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ نکل گئے۔ ساول کی راہنمائی میں وہ دوسری حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔ سانکرہ اور گودیری کو کسی نے شاید اصطبل کی طرف جاتے ہوئے نہ دیکھا تھا لہٰذا کسی نے ان کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔

سانکرہ اور گودیری کچھ چیزیں تیار کر کے لائیں تھیں وہ انہوں نے خریم بن عمر کے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیں' پھر سب کے پیچھے پیچھے وہ بھی حویلی میں داخل ہوئیں کھانا دیوان خانے میں لگا گیا اور پھر سب کھانا کھانے لگے تھے۔

جب سب کھانا کھا چکے تو دیوان خانے کے دروازے پر گودیری نمودار ہوئی' ہاتھ کے اشارے سے اس نے بنانہ بن حنظلہ کو بلایا۔ بنانہ بن حنظلہ دروازے کی طرف بڑھا گودیری پیچھے ہٹ گئی تھی۔ بنانہ بن حنظلہ اس کے سامنے آیا اور کہنے لگا "کیا بات ہے خیریت تو ہے۔"

اس پر گودیری مسکراتے ہوئے کہنے لگی "خریم بھائی جا رہے ہیں ساتھ والے کمرے میں سانکرہ ہے وہ کچھ کہنا چاہتی ہے خریم بھائی سے کہیں کہ وہ ساتھ والے

کمرے میں آئیں۔"

گودیری دوسری سمت چلی گئی تھی۔ بنانہ بن حنظلہ واپس دیوان خانے میں داخل ہوا اور بڑی رازداری میں خریم بن عمر کو کہنے لگا "میرے عزیز بھائی اس وقت ساتھ والے کمرے میں سانکرہ کھڑی ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بحث مت کرنا چپ چاپ ساتھ والے کمرے میں جائیں جو کچھ وہ کہنا چاہتی ہے اسے سننے پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ جائیں اور دیکھیں سانکرہ کیا کہتی ہے۔"

خریم بن عمر چپ چاپ اٹھا دیوان خانے سے نکل کر وہ ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا۔ سانکرہ وہاں بڑی بے چین اور فکر مند سی کھڑی تھی۔ شاید اسے یہ فکر مندی لاحق تھی کہ اس کمرے میں خریم بن عمر اسے ملنے کے لئے نہیں آئے گا لیکن جب خریم بن عمر اس کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسے کہنے لگی۔

"میں نے آپ کو علیحدہ اس کمرے میں بلایا ہے برا نہ مانئے گا' میں نے آپ کے گھوڑے کی خرجین میں ضروریات کی چیزوں کے علاوہ کھانے پینے کی اشیاء بھی رکھ دیں ہیں۔ آپ ایک ایسی مہم پر جا رہے ہیں جس کے لئے آپ کو کئی دن بھی لگ سکتے ہیں آپ کو مزید کسی شے کی ضرورت ہو تو بتائیں میں تیار کر دیتی ہوں" اس کے بعد سانکرہ وہ چیزیں گنوانے لگی تھی جو اس نے خریم بن عمر کے گھوڑے کی خرجین میں ڈالی تھیں' اس پر خریم بن عمر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو چیزیں تم نے گنوائی ہیں سانکرہ وہ پہلے ہی میری ضرورت سے زیادہ ہیں میں ایک بڑا بے ضرورت سا انسان ہوں تم مجھے خوامخواہ تکلفات میں ڈالتی ہو۔ بہرحال تم نے میرے لئے اس قدر اہتمام کیا اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں۔"

خریم بن عمر خاموش ہوا تو سانکرہ بول پڑی۔

"آپ کب تک یہاں سے کرچ کریں گے" اس بار سانکرہ کی آواز میں ایک دکھ ایک فکر مندی اور پریشانی گھلی ہوئی تھی۔ اس تاثر کو خریم بن عمر نے بھی محسوس کیا۔ تھوڑی دیر تک وہ بیچارہ عجیب سے جذبے میں سانکرہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"سانکرہ مجھے تمہارے جذبات کا احساس ہے یاد رکھنا میں پتھر کا کوئی بت نہیں ہوں جس پر ہوائیں یا جذبات اثر انداز نہ ہوں۔ میں کھانے کے لئے رکا ہوا تھا کھانا کھا چکا ہوں اب یہاں سے سیدھا رام رتن کے ساتھ میں مستقر کی طرف جاؤں گا' وہاں سے کچھ مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ لوں گا اور وانگہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔"

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے سانکرہ بیچاری مزید اداس اور افسردہ ہو گئی تھی خریم بن عمر باہر نکلا دیوان خانے کے دروازے کے پاس آیا اور محمد بن ہارون نمری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اب کوچ کرنا چاہتا ہوں میرے خیال میں آپ لوگ یہاں بیٹھنا چاہتے ہیں تو بیٹھیں۔"

خریم بن عمر نے اسی قدر کہا تھا کہ ابن ہارون نمری اٹھ کھڑا ہوا' اس کی طرف دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے' سب دیوان خانے سے باہر آئے پھر ہارون نمری نے اپنا ہاتھ خریم بن عمر کے شانے پر رکھا اور کہنے لگا۔

"میرے بیٹے میں مستقر تک تمہارے ساتھ جاؤں گا تمہیں خود وہاں سے رخصت کر کے آؤں گا۔"

اس حویلی سے نکل کر سب ساتھ والی حویلی میں داخل ہوئے۔ محمد بن ہارون نمری' خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور رام رتن کو لے مستقر کی طرف گئے وہاں سے خریم بن عمر نے اپنے ساتھ جانے کے لئے آٹھ دس مسلح جوانوں کو لیا پھر وہ رام رتن اور دس جوانوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

○

رات اس وقت کافی ڈھل چکی تھی جب خریم بن عمر وانگہ کے قبیلے میں داخل ہوا' باقی لوگوں کو اس نے وانگہ کے قبیلے سے باہر ریت کے ٹیلوں کی گھات میں بٹھا دیا تھا جبکہ رام رتن اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ وانگہ کی حویلی کے دروازے پر گئے دستک دی تو دروازہ کھولنے والا وانگہ ہی تھا۔ اپنی حویلی کے دروازے پر خریم بن عمر اور اس کے ساتھ رام رتن کو دیکھتے ہوئے وانگہ نے کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا وہ خریم بن عرم کی آمد کی توقع رکھتا تھا خریم بن عمر سے وہ گلے ملا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تھے پھر وانگہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا "ابن عمر اچھا کیا تم آ گئے ورنہ میں کل ایک اور قاصد آپ کی طرف روانہ کرنے والا تھا اس لئے کہ حالات میں ایک بڑی تبدیلی ہوئی ہے اور اس سے آگاہ کرنا بڑا ضروری تھا۔ دراصل راجہ داہر سے ملاقات کرنے کے بعد موئل اور زمیش دونوں نے پہلے موئل کی بستی کی طرف آنا تھا' میرے مخبروں نے ایسی اطلاع دی تھی' اب جو گذشتہ دن میرے قاصد آئے ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ موئل تو سیدھا اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا ہے اس لئے کہ راجہ داہر نے اس پر انکشاف کیا ہے کہ سراندیپ کے راجہ کے کچھ جہاز جس میں بے شمار مال و دولت اور تحائف ہیں وہ عراق کی طرف جائیں گے۔ راجہ داہر نے موئل کو ترغیب دی ہے کہ وہ ان جہازوں کو لوٹ لے۔ موئل تو اپنی بستیوں کی طرف چلا گیا ہے تاکہ کھلے سمندر کے اندر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ جہازوں پر نگاہ رکھے اور جب وہ گزریں تو ان پر قبضہ کر لے۔

اب راجہ داہر موئل اور زمیش کے درمیان جو آپ پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا گیا ہے اسے زمیش آگے بڑھائے گا۔ کہتے ہیں زمیش نے دیبل سے نکل

پنجگور کا رخ کیا پنجگور میں حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے محمد اور معاویہ قیام کئے ہوئے ہیں۔ زمیش ان سے ملے گا' پھر میرے مخبروں کا کہنا ہے کہ وہاں ملاقات کرنے کے بعد زمیش حارث علافی کے بیٹے محمد اور معاویہ کو لے کر موئل کی طرف جائے گا اور موئل سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق گفتگو ہو گی سفر کو آخری شکل دی جائے گی اس کے بعد اس کی ابتداء کی جائے گی۔

میرے مخبروں نے یہ بھی نشاندہی کی ہے کہ یہ جو معاویہ اور محمد دونوں موئل کی طرف جا رہے ہیں تو موئل شاید معاویہ اور محمد سے مشورہ بھی کرے گا کہ سراندیپ سے آنے والے جہاز جن میں تحائف لدے ہوئے ہیں جن پر مکہ کی زیارت کو جانے والے مسلمان بھی سوار ہیں ان پر حملہ کیا جائے یا انہیں لوٹ لیا جائے' تو کوئی بڑا ردعمل تو ظاہر نہ ہو گا اور وہ ان سے راہنمائی بھی حاصل کرے گا کہ کس طرح جہازوں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔"

وانگہ کے اس انکشاف پر خریم بن عمر کے چہرے پر خوشی کی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ وانگہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"وانگہ تو نے میرا سارا کام آسان کر دیا ہے' جس وقت میں مکران سے تمہاری طرف کرچ کر رہا تھا اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ ٹھانی تھی کہ زمیش کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس مکران جاؤں گا' وہاں سے اپنے لشکر کا ایک حصہ لوں گا اور پنجگور پر حملہ آور ہو کر معاویہ محمد اور ان دونوں کے باپ حارث کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کروں گا۔ اس طرح مجھے امید تھی کہ ہمارے خلاف جو اتحاد بن رہا ہے وہ نہ بننے پائے گا۔ اب زمیش معاویہ اور محمد کو لے کر موئل کی طرف جانے والا ہے تو میں راستے ہی میں ان تینوں کا خاتمہ کر دوں گا اس طرح بھی میں راجہ داہر کے منصوبہ بندی کو ناکام بنا دوں گا۔

خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو وانگہ نے اسے مخاطب کیا۔

"ابن عمر تمہارے ساتھ کس قدر مسلح جوان ہیں۔"

"میں رام رتن اور ہمارے دس مزید مسلح جوان ہیں جنہیں میں تمہاری بستی کے قریب ہی ریت کے ٹیلوں کی گھات میں بٹھا کر آیا ہوں۔"

اس پر وانگہ نے تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا "جس وقت **ہنجگور** سے موصل کی طرف جانے کے لئے زمیش' معاویہ اور محمد کوچ کرتے ہیں اگر ان کے ساتھ محافظ دستوں کی صورت میں زیادہ انفرادی قوت ہوئی تو تم کیا کرو گے۔"

خریم بن عمر کی چھاتی تن گئی اور وہ کہنے لگا "وانگہ تم فکر نہ کرو میں ان سے خوب نبٹوں گا۔ بس تم ایک کام کرو مجھے اپنے تین چار ایسے جوان مہیا کرو جو مجھے **ہنجگور** سے موصل کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف راہنمائی کر سکیں۔ وہاں میں ان کی راہ روکوں گا۔ اگر میں ان تینوں کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو گیا تو تینوں کے کٹے ہوئے سر موصل کی طرف روانہ کر دوں گا۔ اس طرح یاد رکھنا راجہ داہر نے جو منصوبہ بندی کی ہے وہ اپنے آپ خاک میں مل جائے گی۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ سے وانگہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا پھر کہنے لگا "میں تمہیں تین چار نہیں دس کے لگ بھگ مسلح جوان مہیا کرتا ہوں جو بہتر تیر انداز ہیں' میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا جب زمیش معاویہ اور محمد **ہنجگور** سے نکل کر موصل کا رخ کرتے ہیں تو جس راستے پر وہ سفر کریں گے وہ صحرائی ہے جگہ جگہ ریت کے ٹیلے ہیں اگر ان کے ساتھ محافظ دستوں کی صورت میں زیادہ انفرادی قوت ہوئی تو ریت کے ٹیلوں میں رہ کر ان پر تیر اندازی کرنا اس طرح میرے خیال میں تم ان پر قابو پا لو گے۔"

جواب میں خریم بن عمر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"وانگہ جو جوان تم مجھے مہیا کرنا چاہتے وہ کرو' ایک تو وہ ان تینوں پر قابو پانے میں میری مدد کریں گے دوسرے جن راستوں پر میں نے ان کی راہ روکنی ہے وہاں تک میری راہنمائی کریں گے" اس پر وانگہ جھٹ سے کہنے لگا۔

"میں آپ کے کچھ کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہوں اس کے بعد یہاں سے کوچ کرنا۔"

"نہیں وانگہ کھانا ہم کھا چکے ہیں' تم بس مسلح جوان مہیا کرو کچھ تیروں بھرے ترکش بھی ہمیں دے دو پھر دیکھو میں ان کا کیا حشر کرتا ہوں۔ وانگہ اس پر تیار ہو گیا۔ اس نے خریم بن عمر کو دس مسلح جوان مہیا کئے تیروں سے بھرے ترکش بھی دے دیئے اس کے بعد خریم بن عمر وہاں سے نکلا اپنے جوانوں کو جہاں گھات میں بٹھا رکھا تھا وہاں آیا اور سب کو لے کر وہ سمندر کے کنارے شمال مشرق کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

صحرا کے اندر خریم بن عمر نے اس صحرائی شاہراہ کے کنارے گھات لگائی جو **ہنجگور** سے موصل کی بستیوں کی طرف ساحل سمندر تک جاتی تھی' تاہم وانگہ کے کچھ آدمیوں کو اس نے **ہنجگور** کی طرف روانہ کیا تھا کہ وہ بر وقت اسے زمیش معاویہ اور محمد کی نقل و حرکت اور **ہنجگور** سے ان کی روانگی کی اطلاع کرتے رہیں۔

صحرا کے اندر خریم بن عمر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ لگ بھگ تین سے چار دن تک انتظار کرنا پڑا اور یہ انتظار بڑا کرب خیز اور تکلیف دہ تھا۔ خریم بن عمر نے صحرا کے اندر اپنی مہم کو کامیاب کرنے کے لئے اپنے کچھ آدمیوں کے ذمہ پانی مہیا کرنے اور خوراک صحرا تک لانے کا کام لگایا تھا۔ یوں تین دن انہوں نے کسی نہ کسی طرح گزارے۔ تیسرے روز رات کے پچھلے حصے میں وانگہ کے آدمی اس جگہ آئے جہاں خریم بن عمر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی اور خریم بن عمر کو یہ اطلاع دی کہ آنے والی صبح کو زمیش معاویہ اور محمد یہاں سے گزریں گے اور موصل کی طرف جائیں گے۔

اس خبر پر خریم بن عمر نے بے انتہا خوشی کا اظہار کیا اس لئے کہ اس کے کرب خیز انتظار کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے اس نے آنے والوں کا استقبال کرنے کے لئے تیاریاں کر لیں تھیں وانگہ کے آدمی خریم بن عمر کو یہ نہ بتا سکے تھے کہ زمیش اور معاویہ اور محمد جب ان کے پاس سے گزریں گے تو ان کے پاس کس قدر مسلح جوان ہوں گے۔

سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد خریم بن عمر اپنے سارے ساتھیوں کو اپنا لائحہ عمل سمجھاتا رہا یہاں تک کہ شمال کی طرف سے صحرا کے اندر دھول اڑنے کے

آثار دکھائی دیئے۔ خریم بن عمر سمجھ گیا کہ جن شیطانوں کا اسے انتظار ہے وہ
ہیں لہٰذا وہ سنبھل گیا۔ تھوڑی دیر بعد زمیش' معاویہ اور محمد اپنے محافظ دستوں
ساتھ وہاں نمودار ہوئے ان کے ساتھ لگ بھگ تیس پینتیس کے قریب مسلح
تھے خریم بن عمر محتاط اور چوکنا تھا جب وہ قریب آئے تب اپنے ان ساتھیوں کو لے
وہ ریت کے ٹیلوں سے نمودار ہوا جنہیں وہ مکران سے لے کر آیا تھا باقی ساتھی
وانگہ نے مہیا کئے تھے وہ گھات ہی میں رہے تھے۔

خریم بن عمر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب راہ روکی تو آنے والے
گئے پھر ان میں سے ایک نے مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"تم کون ہو اور ان صحراؤں کے اندر تم نے کیوں ہماری راہ روکی ہے۔
روکنے سے پہلے تم نے اپنی حیثیت دیکھی ہوتی۔ ہم تیس سے پینتیس اشخاص ہیں
زیادہ سے زیادہ دس بارہ ہو گے کیا تم ایسا کر کے جان بوجھ کر اور دانستہ اپنی موت
دعوت نہیں دے رہے۔"

اس پر خریم بن عمر نے انہیں مخاطب کیا۔

"پہلے یہ بتاؤ تم میں سے زمیش معاویہ اور محمد کون ہیں اس پر تین سوا
نے اپنے گھوڑوں کو ذرا آگے بڑھایا پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

"میں زمیش ہوں میرے دائیں جانب معاویہ بائیں جانب محمد ہے کہو تم
چاہتے ہو' تم کون ہو۔"

خریم بن عمر نے اس موقع پر انہیں کھولتے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا۔

"عنقریب تمہیں پتا چل جائے گا کہ میں کون ہوں؟ جہاں تک تم تینوں
ہے سب لوگ جانتے ہیں کہ تمہاری خباثتوں اور مکاریوں کی داستانیں تمہارے
ہنگامے مکران کرمان کے علاقوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ اور
جلال کی قسم اس صحرا کے اندر میں تم تینوں کو تمہارے ساتھیوں سمیت برہنہ
جگر اور شکم گرسنہ کروں گا۔ سنو ہوس کے سوداگرو تم کیا سمجھتے ہو کہ کوئی
شرارتوں کوئی تمہاری بدی کا جواب دینے والا نہیں' اس صحرا کے اندر ریت
میں میں اور میرے ساتھی تمہیں وہ روح فرسا سزا دیں گے کہ تمہاری نسلیں

گی۔

خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو زمیش نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"تم صرف ان دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ساتھ عناد و عداوت کا برتاؤ
کرنے لگے ہو' لمحوں کے اندر ہم تو اس صحرا میں تمہاری خوش کلامی تمہارے
سلاست بیان کا خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔"

خریم بن عمر نے بھی تلوار لہراتے ہوئے بڑے خوفناک انداز میں انہیں مخاطب
کر کے کہنا شروع کیا۔

"اے گناہ گار انسانو آؤ اس دشت اس صحرا میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں
پھر دیکھتے ہیں انجام کس کا برا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی زمیش معاویہ محمد اور ان
کے ساتھی تیرہ شبی میں عصیاں کے انبار کی طرح خریم بن عمر اور اس کے ساتھیوں پر
ٹوٹ پڑے تھے جبکہ خریم بن عمر بھی اپنے جان نثاروں کے ساتھ برق شکن جذبوں کی
طرح ان پر نزول کرنے لگا تھا۔

زمیش' معاویہ' محمد کا خیال تھا کہ ان کے سامنے راہ روکنے والوں کی تعداد
بہت کم ہے لہٰذا وہ بہت جلد ان پر قابو پا لیں گے' لیکن خریم بن عمر اور اس کے
ساتھی جھلسا دینے والی آگ کی طرح ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنے
لگے تھے۔ عین اس وقت جبکہ صحرا کے اندر اس ٹکراؤ کا شور مچا ہوا تھا پشت کی
جانب سے ایک ٹیلے کی اوٹ سے وہ مسلح جوان نمودار ہوئے جو وانگہ نے خریم بن عمر
کو مہیا کئے تھے' پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمیش معاویہ اور محمد کی پشت کی جانب سے اس
طرح حملہ آور ہوئے جیسے سیاہ اعمال کے اندر طوفانی عفریت گھس آتے ہیں۔ اس دو
طرفہ حملے سے ان کی حالت اتنی دگرگوں ہوئی کہ یہ ٹکراؤ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ
سکا۔ زمیش معاویہ اور محمد سمیت ان کے تقریباً" سبھی ساتھیوں کا صفایا کر دیا گیا ان
میں سے تین کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

دشمن کا صفایا کرنے کے بعد خریم بن عمر نے زمیش معاویہ اور محمد کی لاشوں کو
ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا' جب تینوں کی لاشوں کو اس کے سامنے لایا گیا تو تینوں
لاشوں کی اس نے گردنیں کاٹ دیں تھیں پھر جس قدر ان کے ہاتھوں ہلاک ہوئے

تھے انہیں دبانے کا حکم دیا۔ آن کی آن میں اس کے ساتھیوں نے صحرا کے اندر مرنے والوں کو دفن کر دیا' جو تین آدمی زندہ پکڑے گئے تھے انہیں خریم بن عمر نے اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے سامنے گئے تو خریم بن عمر نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں نے تمہارے سامنے کرمان کے نرمیش پنجگور کے معاویہ اور محمد کے سر کاٹے ہیں پہلے تم تینوں اپنے گھوڑے لے کر میرے پاس آؤ پھر میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہوں گا۔ میں تمہیں قتل نہیں کروں گا' جانے دوں گا خوفزدہ مت ہو۔''

اس پر تینوں حرکت میں آئے اپنے گھوڑوں کو پکڑ کر خریم عمر کے پاس لائے پھر خریم بن عمر نے انہیں مخاطب کیا۔

یہ تینوں کٹے ہوئے سر اٹھاؤ ایک ایک اپنے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈالو اور کٹے ہوئے سر لے کر نکامرہ قبیلے کے سردار موئل کی طرف روانہ ہو جاؤ' موئل سے جا کر کہنا کہ راجہ داہر نے تمہارے نرمیش اور حارث علافی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جو سازش تیار کی تھی وہ ناکام ہو گئی ہے۔ اسے کہنا کہ یہ تین سر میں تمہیں تحفے کے طور بھیج رہا ہوں' اگر تم ان علاقوں میں اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو چوتھا کٹنے والا سر تمہارا ہو گا۔''

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر وہ تینوں خوفزدہ ہو گئے تھے خریم بن عمر نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

''میں تمہیں عہد دے چکا ہوں کہ تمہیں مارا نہیں جائے گا لہٰذا کٹے ہوئے سر اٹھاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو۔ اس پر وہ تینوں حرکت میں آئے ایک ایک کٹا ہوا سر اٹھا کر اپنے گھوڑوں کے ساتھ بندھی ہوئی خرجینوں میں ڈال دیا' پھر خریم بن عمر کے کہنے پر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور موئل کی بستیوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ان کی روانگی کے بعد خریم بن عمر نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کیا پھر مسلح جوان اسے وانگہ نے مہیا کئے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! تم اپنے قبیلے کی طرف لوٹ جاؤ ہم جس مہم کی طرف آئے اسے کامیاب کر چکے ہیں' واپس جا کر وانگہ کو میری طرف سے سلام کہنا اور

کا شکریہ ادا کرنا اور اسے بتانا کہ جس مہم کے لئے ہم نے صحرا کے ان حصوں کا رخ کیا تھا اسے ہم کامیاب بنا چکے ہیں میرے خیال میں تم اب یہاں سے کوچ کر جاؤ۔''

خریم بن عمر کے کہنے پر وانگہ کے مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے اور پھر تھوڑی دیر بعد خریم بن عمر بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا کے اس حصے سے مکران کا رخ کر رہا تھا۔

رات آدھی کے قریب جا چکی تھی چاروں طرف ایسی خاموشی اور سکوت
انسانوں کی صدائیں منجمد ہو گئی ہوں۔ ایسے میں بنانہ بن حنظلہ چونک کر اپنے
سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اس لئے کہ حویلی میں اسے کچھ ایسی آوازیں سنائی دی تھیں
حویلی میں کچھ لوگ داخل ہوئے ہوں وہ اٹھ کر حویلی کے صحن میں آیا تو اس سے
ہی صحن میں محمد بن ہارون نمری کھڑا تھا' پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ہرچند رائے د
داس بھی باہر نکل آئے تھے حویلی میں تین سوار داخل ہوئے تھے ایک تو بیرومل تھا
دو مسلح جوان تھے۔ بیرومل نے سب سے مصافحہ کیا جو دو مسلح جوان تھے وہ ا
گھوڑوں کو بیرومل کی نشان دہی پر اصطبل میں باندھنے گئے تھے' پھر بیرومل نے بنانہ
حنظلہ کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر بنانہ بن حنظلہ نے اپنے پیچھے کھڑے د
داس اور ہرچند رائے کو مخاطب کر کے کہا "تم دونوں جا کر اب آرام کرو میرے خ
میں یہ بیرومل آیا ہے اس سلسلے میں صبح ہی بات ہو گی" بنانہ بن حنظلہ کے ان
کے ساتھ ہی دھرم داس اور ہرچند رائے واپس چلے گئے تھے۔

بیرومل اپنے آنے والے دو ساتھیوں کے ساتھ ابن ہارون نمری کے کمرے
طرف بڑھا' بنانہ بن حنظلہ بھی ان کے ساتھ تھا سب نشستوں پر بیٹھ گئے' پھر بنانہ
حنظلہ نے بیرومل کو مخاطب کیا "بیرومل اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو تمہارے کہنے
میں نے دھرم داس اور ہرچند رائے کو ان کے کمروں کی طرف بھجوا دیا ہے۔ کیا
کوئی ایسی بات کہنا چاہتے ہو جس میں کوئی خطرہ ہے یا کوئی بہت ہی بری خبر ہے جس
تعلق دھرم داس یا سانکرہ سے ہے۔"

اس موقع پر ہارون نمری بھی ایک تجسس اور سوالیہ سے انداز میں بیرومل

طرف دیکھے جا رہا تھا۔ بیرومل کے ساتھ آنے والے جوان اپنی جگہ مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بیرومل بنانہ بن حنظلہ کے سوال کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ بنانہ ایک بار پھر بول پڑا۔

"تم نے ساتھ آنے والے جوانوں کے متعلق تفصیل نہیں بتائی یہ کون ہیں اور کس مقصد کے لئے تم انہیں ساتھ لائے ہو" بیرومل اس بار دھیمے سے لہجے میں بول پڑا۔

"آپ جانتے ہیں مجھے چھوٹی مالکن سانکرہ نے اپنے باپ سندر داس کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ وہ دھرم داس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اس سے اپنا ہر رشتہ ہر تعلق منقطع کرنا چاہتی ہے اور خریم بن عمر کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

میں نے یہ پیغام سندر داس تک پہنچایا۔ سندر داس نے سارے حالات بڑے غور سے سنے پھر اس نے اپنا فیصلہ دیا کہ دھرم داس سے سانکرہ کی سگائی کو منقطع کر دیا جائے اور جب اور جس وقت بھی سانکرہ چاہے اسے خریم بن عمر کے ساتھ بیاہ دیا جائے۔ اسی بنا پر میں نے آپ کو کہا کہ دھرم داس کو اس کے کمرے کی طرف بھیج دیجئے میں یہ بات دھرم داس کے سامنے نہیں کہنا چاہتا تھا وہ کسی برے ردعمل کا اظہار بھی کر سکتا تھا۔"

بیرومل جب خاموش ہوا تو دو مسلح جوان جو اس کے ساتھ تھے ان میں سے ایک بول پڑا "اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سندر داس نے ہمیں بیرومل کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ سندر داس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر فیصلے کو دھرم داس خاموشی سے قبول کر لے تب بھی اور اگر وہ شور اور واویلہ کرے تب بھی اسے پکڑ کر نیرون میں سندر داس کے پاس پہنچا دیا جائے اور اگر وہ حد سے بڑھنے کی کوشش کرے تو پھر اس کے خلاف مناسب کاروائی بھی کی جا سکتی ہے۔ کیا آپ لوگ بتا سکیں گے کہ خریم بن عمر جسے سانکرہ کی زندگی کا ساتھی بنایا جا رہا ہے وہ اس وقت کہاں ہے۔"

بنانہ بن حنظلہ یا ابن ہارون نمری میں سے کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ بیرومل پہلے ہی بول پڑا۔

"میرے ساتھیو! میں راستے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ خریم بن عمر ان علاقوں میں مسلمانوں کی عسکری قوت کا سالار اعلیٰ ہے اس وقت اگر وہ یہاں نہیں ہے تو ضرور کسی مہم پر گیا ہو گا۔"

بیرومل یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بنانہ بن حنظلہ بول پڑا اور خریم بن عمر کی درپیش مہم کے متعلق اس نے تفصیل بتا دی تھی۔

بیرومل کے ساتھ آنے والوں میں سے جو پہلے بولا تھا وہی دوبارہ بول پڑا۔

"ابن ہارون نمری آپ ان علاقوں میں مسلمانوں کے والی ہیں بیرومل نے یہاں کے حالات کی ساری تفصیل سندر داس سے کہی تھی سندر داس نے اپنی بیٹی سانکرہ سے متعلق ایک خط بھی ہمارے حوالے کیا ہے وہ خط آپ کے نام ہے" اس کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ نکال کر اس نے ابن ہارون نمری کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اس موقع پر قریب ہی جلتی ہوئی مشعل بنانہ بن حنظلہ نے اٹھائی اور ابن ہارون کے قریب کر دی تھی۔ ابن ہارون نے خط کو کھولا تھوڑی دیر اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر بیرومل کو تھماتے ہوئے کہا تم ہی اسے پڑھ کر مجھے سناؤ اس پر بیرومل نے نیرون کے راجہ سندر داس کا وہ خط پڑھ کر سنا دیا تھا جس میں لکھا تھا۔

مکران میں مسلمانوں کے امیر میں آپ کی سلامتی آپ کی بھلائی کا خیر خواہ ہوں میں آپ سب کا ممنون اور شکرگزار ہوں کہ میری بیٹی اور میری بیوی کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور جس طرح بیرومل نے مجھے بتایا ہے اس کے مطابق وہ وہاں امن اور خوشیوں سے بھری ہوئی زندگی بسر کر رہی ہیں یہ میرے لئے بڑی اہمیت کا معاملہ ہے۔ مسلمانوں کے امیر میں صداقتوں کا احترام کرنے والا انسان ہوں اپنی بیٹی کے لئے ہلاکتوں کا نشان اور اس کیلئے ماحول کا زہر نہیں بننا چاہتا' مجھے بتایا گیا ہے کہ میری بیٹی مکران میں مسلمانوں کے سالار اعلیٰ خریم بن عمر کو پسند کرتی ہے اسے اپنی زندگی اپنے جیون کا ساتھی بنانا چاہتی ہے میرے لئے خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ میری بیٹی کسی کو پسند کرتی ہے۔ دھرم داس سے اس نے کبھی نہ گفتگو کی نہ اپنی پسند کا اظہار کیا بس ماحول کے کڑے پن کو دیکھتے ہوئے ہم نے دھرم داس کے ساتھ اس کے پھیرے

طے کئے۔ اس نے بخوشی انہیں قبول کر لیا پر دھرم داس کے ساتھ اس کے پھیرے نہیں ہوئے اور ایک دن پہلے ہی وہ اغوا ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئی اس میں بھی بھگوان کی مرضی تھی۔

میری بیٹی اگر خریم بن عمر کو اپنے جیون کا ساتھی بنانا چاہتی ہے اور اس سے محبت کرتی ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں محبت جب وارد ہوتی ہے تو من کے عناصر تک کو تبدیل کر کے رکھ دیتی ہے حواس پر پوری طرح چھا جاتی ہے پھر ساتھ ہی محبت کے یہ جذبے اجل کے سیاہ خانوں میں روشنی کے ڈوبے چاند مایوسی کے جنگل میں زندگی کی تڑپ بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔ میں اپنی بیٹی کی محبت کے آڑے نہیں آؤں گا نہ ہی یہ کہوں گا کہ اسے زبردستی دھرم داس سے بیاہ دیا جائے اس لئے کہ میں ایسا کروں تو میری بیٹی دھرم داس ہی نہیں مجھ سے بھی نفرت کرنے لگے گی اور نفرت اس عفونت کی طرح ہے جسے دیکھتے ہی ذہن منجمد ہو جائے۔

میری بیٹی کا خریم بن عمر سے محبت کرنا میرے لئے ایک حسین اور دلکش حقیقت ہے۔ میں اس حقیقت کو قبول کرتا ہوں۔ میری بیٹی نے اپنے لئے اپنے جیون کا جو پریتم چنا ہے اسے بھی میں دل سے قبول کرتا ہوں اپنی بیٹی کے جذبات کی نفی کرتے ہوئے میں اس کی محبت کو الم بھری داستان نہیں بنانا چاہتا اس لئے کہ میری یہ بیٹی میرے لئے فہم و ادراک کی شبنم اور مسکراتی ہوئی نئی سحر ہے میں اسے اندھی قلب کے کالے نشتروں کے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔ میرے لئے یہی سب سے بڑھ کر خوشی کا امر ہے کہ میری بیٹی آپ لوگوں کے ہاں خوش اور مطمئن ہے۔

اے مسلمانوں کے امیر میں جانتا ہوں کہ اس وقت حالات ایسے ہیں کہ میں آپ کے پاس نہیں آ سکتا اگر ممکن ہوا تو کچھ انتظار کیا جائے ہو سکتا حالات ایسی کروٹ لیں کہ میں اپنی بیٹی کو نیرون میں بلا کر پورے شاہی لوازمات کے ساتھ اس کی شادی خریم بن عمر کے ساتھ کروں' اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حالات اور وقت کا تقاضا ایسا ہے کہ خریم بن عمر اور سانکرہ کو میاں بیوی کے بندھن میں فوراً" باندھ دینا چاہئے تو آپ ایسا کر گزریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میں نے جو اپنی خوشیوں کا اہتمام کرنا ہے وہ بعد میں کوئی مناسب موقع دیکھ کر کر لوں گا۔

مجھے امید ہے کہ اگر خریم بن عمر اور سانکرہ کو میاں بیوی کے بندھن میں باندھا جاتا ہے تو دھرم داس کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا میں جو مسلح جوان بھجوا رہا ہوں وہ دھرم داس کو سمجھا دیں گے اگر وہ نہ سمجھا اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا یا کسی کا ناشائستہ فعل کا مرتکب ہوا تو اس کے ساتھ کیا کرنا ہے یہ میں نے مسلح جوانوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے سارے معاملے سے یہ اچھی طرح نبٹ لیں گے۔ میری دعائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں میری دلی خواہش ہے کہ بھگوان کرے آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ میری بیوی اور بیٹی مکران میں خوش اور آسودہ رہیں۔

اس کے نیچے سندر داس کا نام لکھا ہوا تھا اور اس کی مہر ثبت تھی۔

سندر داس کا خط سن کر ابن ہارون نمری مطمئن اور آسودہ سا ہو گیا تھا۔ بنانہ بن حنظلہ کی بھی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی' پھر بنانہ بن حنظلہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بیرومل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیرومل آنے والے دونوں معزز مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ' رات کافی ہو چکی ہے اب تم جا کر آرام کرو میں بھی اپنے کمرے کی طرف جاتا ہوں" اس پر بنانہ بن حنظلہ وہاں سے اٹھ گیا تھا بیرومل اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر حویلی کے اس حصے کی طرف چلا گیا تھا جس میں اس کا قیام تھا۔

○

اگلے روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے بنانہ بن حنظلہ اور ابن ہارون نمری نماز کے بعد گھوڑ دوڑ کے لئے نکلنے والے تھے کہ تقریباً" بھاگتی ہوئی گودیری حویلی میں داخل ہوئی اور بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کرتے ہوئے زور زور سے چلانے لگی۔

"بھگوان کے لئے سانکرہ کو بچائیے بھگوان کے لئے سانکرہ کو بچائیے ورنہ دھرم داس اسے اور اس کی ماں کو مار دے گا۔"

گودیری کی اس پکار پر بنانہ بن حنظلہ اور ابن ہارون متجسس اور دنگ رہ گئے

گودیری کی اس آہ پکار کو بیرومل اور ہرچند رائے نے بھی سن لیا تھا وہ بھی بھاگتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔ بیرومل کے ساتھ سندر داس کے جو مسلح جوان آئے تھے وہ بھی باہر نکل آئے تھے اس موقع پر گودیری پھر بول پڑی۔

"دیر نہ کیجئے جلدی کیجئے دھرم داس نے سانکرہ کی ماں کو بری طرح مارا پیٹا ہے اب وہ سانکرہ کو بالوں سے پکڑ کر حویلی کے صحن میں گھسیٹتا ہوا لا رہا ہے' وہ اسے کہیں لے جانا چاہتا ہے۔"

گودیری کے یہ الفاظ سننا تھے کہ بنانہ بن حنظلہ اور سندر داس کے دونوں مسلح جوان سب سے پہلے دوسری حویلی کی طرف بھاگے ان کے پیچھے پیچھے بیرومل ہرچند رائے اور ابن ہارون بھی جا رہے تھے۔ بنانہ بن حنظلہ جس وقت دوسری حویلی کے دروازے پر گیا تو اس نے دیکھا دھرم داس بالوں سے پکڑ کر سانکرہ کو باہر لا رہا تھا اور زور زور سے چلاتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔

"اگر تو میری نہیں بن سکی تو کسی کی بھی نہ بن کر رہ سکے گی میں پہلے خود تجھے بے آبرو کروں گا اور پھر خود تجھے مومل کے حوالے کر کے آؤں گا تاکہ تو ساری عمر غم میں آگ کی طرح زندگی بسر کرتی رہے' اب میں تجھے چین نہیں لینے دوں گا۔"

سانکرہ کے ساتھ دھرم داس کا یہ رویہ بنانہ بن حنظلہ کے لئے یقیناً" ناقابل برداشت تھا وہ کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ سندر داس کے دونوں مسلح جوان لپکتے ہوئے آگے بڑھے ایک نے زور دار طمانچہ دھرم داس کے منہ پر مارا' دھرم داس ایک طرف گر گیا پھر اس جوان نے دھرم داس کو مخاطب کیا۔

"کتے کی اولاد تیری یہ مجال کہ تو ہماری چھوٹی مالکن کو یوں بالوں سے پکڑ کر کھینچے تجھے تو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے" سندر داس کا دوسرا آدمی آگے بڑھا اور اس نے بڑی بری طرح زمین پر گرے ہوئے دھرم داس کو اپنے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا وہ دونوں انتہائی غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے دھرم داس پر ضربیں لگا رہے تھے اس دوران سانکرہ بیچاری اٹھ کھڑی ہوئی بھاگ کر وہ بنانہ بن حنظلہ کے پہلو میں آن کھڑی ہوئی اور بڑی بیچارگی اور بڑی بے بسی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بنانہ میرے بھائی مجھے اس دھرم داس کے شر اس کے جبر سے بچاؤ یہ مجھے بے

آبرو کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے اور کہہ رہا تھا کہ میں تجھے مول کے پاس لے
جاؤں گا۔"

بنانہ بن حنظلہ تڑپ کر آگے بڑھا سانکرہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

"میری بہن ابھی تیرے محافظ زندہ ہیں اس دھرم داس کی کیا مجال کہ تم
یہاں سے اٹھا کر بے آبرو کرے اور مول کے پاس لے جائے۔"

سندر داس کے آدمیوں نے جب سانکرہ کی یہ آہ و پکار سنی تو انہوں نے د
داس کو اٹھایا اور زور دار انداز میں اس کے منہ پر طمانچے مارنے لگے تھے۔ اتنے
تک حویلی کے اندرونی حصے سے ساول بھی بھاگتی ہوئی آئی اور بنانہ بن حنظلہ
مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"خدا کے لئے سانکرہ کی ماں کو دیکھئے وہ بے حس ہو چکی ہے اس دھرم
نے اسے بڑا مارا ہے اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ بری طرح دیوار سے ٹکرائی اس
پھٹ چکا ہے وہ بے ہوش پڑی ہے اسے دیکھئے۔"

بنانہ بن حنظلہ گودیری اور سانکرہ بھاگتے ہوئے حویلی کے اندرونی حصے
طرف گئے تھے۔ ابن ہارون اپنی جگہ کھڑا رہا اور سندر داس کے دونوں جوانو
مخاطب کر کے کہنے لگا "تم دونوں اس دھرم داس کو پکڑے رکھو اس نے انتہائی
اور گری ہوئی حرکت کی ہے یہ واقعی سزا کے قابل ہے۔"

تھوڑی دیر بعد حویلی کے اندرونی حصے سے سانکرہ گودیری اور ساول کی
پکار کی آواز سنائی دی وہ بری طرح رو رہی تھیں، پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے بنانہ
حنظلہ اپنی تلوار بے نیام کرتا ہوا حویلی کے اندرونی حصے سے نمودار ہوا
دروازے کی طرف آیا اور سندر داس کے دونوں آدمیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا

"اس دھرم داس نے سانکرہ کی ماں کو اس قدر مارا ہے کہ وہ مر چکی ہے
زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے یہ قاتل ہے۔"

اس انکشاف پر ابن ہارون کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں تانبا ہو کر رہ گیا
سندر داس کے دونوں آدمیوں کی حالت ناقابل بیان تھی دونوں نے ایک دوسرے
طرف دیکھتے ہوئے ایک جھٹکے سے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، پھر ان میں سے

نے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مہاراج آپ کو کسی ردعمل کے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس دھرم
داس کے متعلق ہمارے مالک سندر داس نے بڑے واضح احکامات دئے تھے۔ اب اس
کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے۔" پھر ایک ساتھ دونوں نے اپنی تلواریں برسائیں دھرم
داس کا انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

شام تک سانکرہ کی ماں روجن کا کریا کرم کر دیا گیا جبکہ دھرم داس کی لاش کو
کووں اور گدھوں کی خوراک بننے کے لئے باہر پھینک دیا گیا تھا۔

○

ایک روز مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ مستقر میں داخل ہوا۔ ابن ہارون نمری بنانہ بن حنظلہ کو بھی اس کی آمد کی خبر ہو گئی تھی لہٰذا وہ بھی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت تک مکران اور اس کے نواح میں مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں خریم بن عمر کے ساتھ ہی انہوں نے مغرب کی نماز مستقر میں ادا کی۔ نماز کے بعد خریم بن عمر کو لے کر ابن ہارون اور بنانہ بن حنظلہ ایک طرف کھڑے ہو گئے پھر ابن ہارون نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم میرے بیٹے تمہارے بعد ایک بہت بڑا حادثہ ہوا ہے اور تمہیں آتے ہی اس کی تفصیل بتانا ضروری ہے دھرم داس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے سانکرہ کی ماں مر چکی ہے۔"

یہ خبر سن کر خریم بن عمر چونک اٹھا تھا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ابن ہارون نمری بول پڑا اور تفصیل کے ساتھ اس نے بتا دیا کہ کیسے بیرومل سندر داس کے آدمیوں کے ساتھ لوٹا اور سندر داس کا خط پیش کیا۔ خط کا متن بھی اس پر ظاہر کر دیا گیا پھر اگلے روز دھرم داس کا روجن کو مارنا اس کا فوت ہو جانا اور سانکرہ کے ساتھ زیادتی کرنا' پھر سندر داس کے آدمیوں کے ہاتھوں اس کے مارے جانے کے سارے واقعات تفصیل سے کہہ دیئے تھے۔

یہ سارے واقعات سن کر دکھ اور غم میں خریم بن عمر کی گردن جھک گئی تھی کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر وہ ہارون نمری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"لشکر گاہ میں کھانا تیار ہو رہا ہے کھانا کھا کر چلتے ہیں' میں سانکرہ سے ملوں گا اس کی ماں کے مرنے کا اس سے اظہار افسوس کروں گا" اس پر بنانہ بن حنظلہ فوراً بول پڑا۔

"نہیں خریم بن عمر ابھی چلتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم لوگ پہلے جو کھانا کھاتے تھے وہ لشکر گاہ ہی سے جاتا تھا لیکن اب سانکرہ' گودیری اور ساول نے ہمیں ایسا کرنے سے منع کر دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اگر آپ نے لشکرگاہ ہی سے کھانا کھانا ہے تو ہم تینوں کا وہاں رہنے کا کیا فائدہ۔ میں اور ابن ہارون نمری نے بھی ان کی بات کو تسلیم کر لیا ہے اب وہ تینوں ہمارے کھانے کا اہتمام کرتی ہیں' کھانے کی تمام اشیاء انہیں بہم پہنچائی جاتی ہیں لہٰذا چلو چلیں کھانا سب مل کر وہیں کھائیں گے پہلے سانکرہ سے ملو اسے تمہاری طرف سے تسلی اور تشفی کی بڑی ضرورت ہے۔"

بنانہ بن حنظلہ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کہتا چلا گیا۔

"اب عمر میرے بھائی سندر داس نے جو ابن ہارون نمری کے نام خط لکھا تھا جس میں نے سانکرہ کا دھرم داس سے ناطہ توڑنے اور تم سے تعلق جوڑنے کا مشورہ دیا تھا وہ خط بھی ہم نے سانکرہ کو دے دیا ہے اس کے پاس وہ خط ہے۔ چلو چلتے ہیں پہلے تم سانکرہ کی حویلی میں اس سے جا کر ملو اس کے بعد اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔"

خریم بن عمر نے بنانہ بن حنظلہ کی تجویز کو پسند کیا پھر تینوں لشکرگاہ سے حویلی کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خریم بن عمر نے اس حویلی کے دروازے پر دستک دی جس میں سانکرہ گودیری اور ساول کی رہائش تھی' تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والی گودیری تھی۔ گودیری کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر بول پڑا۔

"گودیری میری بہن کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔"

گودیری نے دروازہ کھول دیا ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی پھر خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ابن عمر میرے بھائی آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ اندر آنے کے لئے مجھ سے ایسے اجازت مانگ رہے ہیں جیسے آپ اجنبی ہیں' پہلے آپ کا یہاں آنا نہیں ہوا آپ بغیر اجازت بلا جھجک اس حویلی میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

خریم بن عمر اندر داخل ہوا گودیری نے دروازہ بند کر دیا خریم بن عمر نے پھر گودیری کو مخاطب کیا۔

"گودیری میری بہن! سانکرہ اس وقت کہاں ہے۔"

گودیری نے سامنے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"خریم بھائی آپ کے آنے کی اطلاع ہو چکی ہے جس وقت بنانہ بن حنظلہ اور ابن ہارون نمری لشکر گاہ کی طرف گئے تھے تو ہمیں بتا کر گئے تھے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ آئے ہیں۔ میں ساول اور سانکرہ بڑی بے چینی سے آپ ہی کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ سانکرہ اس وقت دیوان خانے میں ہے یوں جانو وہ اس وقت آپ کے انتظار ہی میں دیوان خانے میں بیٹھی ہے۔ اسے امید تھی کہ لشکر گاہ سے ادھر آتے ہی آپ اس سے ملنے ضرور آئیں گے لہٰذا وہ دیوان خانے میں آپ کی منتظر ہے جائیں وہاں اس سے مل لیں۔"

خریم بن عمر آہستہ آہستہ دیوان خانے کی طرف بڑھا راستے میں ساول دیوان خانے سے نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ خریم بن عمر نے اسے مخاطب کر کے پوچھا "ساول کیسی ہے" ساول مسکرا دی اور کہنے لگی "میں تو ٹھیک ہوں آپ اندر جائیں سانکرہ آپ کا انتظار کر رہی ہے" اس پر خریم بن عمر دیوان خانے میں داخل ہوا اندر سانکرہ بیٹھی ہوئی تھی خریم بن عمر کو دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

دکھ اور غم میں خریم بن عمر آگے بڑھا سانکرہ کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے سانکرہ بھی بیٹھ گئی پھر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"سانکرہ مجھے تمہاری ماں کے مرنے کا انتہائی دکھ اور افسوس ہے کاش میں یہاں ہوتا تو اس حادثے کو روکنے کی پوری کوشش کرتا۔"

یہاں تک کہتے ہوئے خریم بن عمر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سانکرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کے بعد اس کی ہچکیاں اور سسکیاں کمرے میں بلند ہونے لگیں تھیں۔ خریم بن عمر بیچارہ اپنی جگہ پر بیٹھا بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ سانکرہ کچھ سنبھلی تب پھر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"مجھے اس بات کا سخت افسوس اور صدمہ ہے کہ تمہارے باپ کے بھیجے ہوئے مسلح جوانوں کے ہاتھوں تمہارا منگیتر مارا جا چکا ہے تمہاری ماں اور تمہارے منگیتر کا یہ حادثہ میری وجہ سے ہوا اور میں انتہا درجہ نادم ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں یہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ چونکی اپنے آنسو اس نے پونچھ لئے اور خریم بن عمر کی طرف احتجاجی انداز میں دیکھتے ہوئے بول پڑی۔

"یہ حادثہ آپ کی وجہ سے کیسے پیش آیا آپ کا اس میں کیا دوش اور قصور یہ تو دھرم داس حد سے زیادہ بے غیرت ہو گیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آپ یہاں نہیں ہیں تو اس نے میرے اور میری ماں کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کی۔ پہلے میری ماں پر دباؤ ڈالتا رہا کہ سانکرہ کو خریم بن عمر سے نہ ملنے دیا جائے میری ماں جب نہ مانی تو اس نے اس بات پر زور ڈالا کہ سانکرہ کے ساتھ میرے پھیرے کرا دیئے جائیں۔ میری ماں نے اسے صاف بتا دیا کہ سانکرہ تمہیں نہیں خریم بن عمر کو پسند کرتی ہے لہٰذا اس کی شادی تمہارے ساتھ نہیں خریم بن عمر کے ساتھ ہو گی اگر تم اس سلسلے کو ناپسند کرتے ہو تو واپس نیرون چلے جاؤ۔

دھرم داس نے صلح صفائی سے کام لینے کی بجائے میری ماں پر ہاتھ اٹھانا شروع کر دیا میں اور گودیری نے آگے بڑھ کر چھڑانا چاہا تو اس نے زوردار انداز میں میری ماں کو دھکا دیا میری ماں بری طرح دیوار سے ٹکرائی میں اپنی ماں کی طرف بھاگنا چاہتی تھی کہ دھرم داس نے مجھے بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا صحن میں لے گیا۔ اس دوران گودیری نے بھاگ کر بنانہ بن حنظلہ کو بتا دیا تب سب لوگ آئے۔ جب وہ حویلی میں آئے تو وہ اس وقت مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا لیکن بھلا ہو بنانہ بن حنظلہ کا اور اس کے ساتھ آنے والے بیرومل اور میرے باپ کے بھیجے ہوئے دونوں مسلح جوانوں کا کہ انہوں نے میری جان چھڑائی پھر جب انہیں پتا چلا کہ میری ماں دھرم داس کی وجہ سے مر گئی ہے تو جو دو جوان میرے باپ کی طرف سے آئے تھے انہوں نے دھرم داس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا' اگر آپ اس سارے حادثے کو اپنے ذمے لیتے ہیں تو میں اس کو تسلیم نہیں کرتی اس میں آپ کا کیا دوش جب میری ماں

نے صاف دھرم داس کو بتا دیا تھا کہ سانکرہ تمہیں نہیں خریم بن عمر کو پسند کرتی ہے تو اسے چاہئے تھا کہ راستے سے ہٹ جاتا' میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش نہ کرتا۔ میں اسے کئی بار بتا چکی تھی کہ دھرم داس میں تمہارے لئے نہیں خریم بن عمر کے لئے پیدا ہوئی ہوں لہٰذا میرے آڑے آنے کی کوشش نہ کرنا۔ جب میں اس سے یہ الفاظ کہتی تو وہ خاموش رہتا' اگر کچھ بولتا تب میں اسے پوری طرح سمجھاتی اور اسے یہاں سے نیرون بھجوا دیتی لیکن لگتا تھا اسے کسی مناسب وقت کا انتظار تھا اس نے جب دیکھا کہ آپ یہاں نہیں ہیں تو یہ ہنگامہ کھڑا کر دیا۔"

خریم بن عمر کی گردن جھکی رہی سانکرہ جب خاموش ہوئی تو وہ پھر بول پڑا۔

"لیکن سننے والے تو مجھے اس معاملے میں ملوث کریں گے جب بھی کسی کو پتا چلے گا کہ دھرم داس نے اس وجہ سے تمہاری ماں کو مارا اور پھر اس بنا پر قتل ہوا تو لوگ یہی کہیں گے کہ اگر سانکرہ خریم بن عمر کی طرف متوجہ تھی تو خریم بن عمر نے بھی اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ میں تمہیں پہلے بھی سمجھایا کرتا تھا کہ تمہاری منگنی تمہاری سگائی دھرم داس کے ساتھ ہو چکی ہے لہٰذا مجھ سے ملنا جلنا تمہارا اچھا نہیں لیکن وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ اب جب تمہارے باپ کو خبر ہو گی کہ دھرم داس کے ہاتھوں اس کی بیوی ماری گئی ہے اور اس کے بھیجے ہوئے مسلح جوانوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہو گیا ہے تو کیا وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے گا کیا وہ اس حادثے کا ذمہ دار مجھے نہ ٹھہرائے گا۔"

خریم بن عمر کے خاموش ہونے پر سانکرہ فوراً بول پڑی کہنے لگی آپ کو قصور وار کیوں ٹھہرایا جائے گا۔ بیرومل کو جب میں نے اپنے باپ کے پاس بھجوایا تھا تو میں نے اپنے باپ کو صاف کہلوایا تھا کہ میں دھرم داس کو پسند نہیں کرتی اور نہ ہی اسے اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتی ہوں۔ میں نے باقاعدہ آپ کا نام لے کر بتا دیا تھا کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں آپ کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں میرے اس پیغام کے جواب میں جو خط میرے باپ نے لکھا تھا وہ آپ نے نہیں پڑھا اگر آپ اس خط کو پڑھ لیں تو آپ کی ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ میں آپ کو وشواس دلاتی ہوں کہ میرے پتا کبھی بھی آپ کو قصور وار نہیں ٹھہرائیں گے" اس

کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے سانکرہ نے اپنے باپ کا خط نکالا اپنی جگہ سے اٹھی اور خط خریم بن عمر کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگی "آپ اسے پڑھیں اس کے بعد کسی بات کا فیصلہ کریں" دوبارہ سانکرہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی خریم بن عمر خط پڑھنے لگا تھا۔

خط پڑھنے کے بعد خریم بن عمر نے کاغذ تہہ کر لیا تھوری دیر تک اس کی گردن جھکی رہی سانکرہ برابر ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی پھر سانکرہ نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا اب بھی آپ اس سلسلے میں خود کو قصور وار تصور کرتے ہیں۔ جو مسلح جوان میرے باپ نے بھیجے تھے وہ واپس چلے گئے ہیں اگر وہ یہاں ہوتے میں انہیں آپ کے روبرو کرتی میرے باپ نے صاف طور پر انہیں حکم دے رکھا تھا کہ دھرم داس کو بتا دیا جائے کہ اس کے ساتھ سانکرہ کی منگنی اور سگائی ختم کی جاتی ہے۔ آنے والے ان دو جوانوں کو میرے باپ نے صاف احکامات جاری کر دیئے تھے کہ اس سلسلے میں اگر دھرم داس حد سے بڑھنے کی کوشش کرے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے یہ ساری باتیں میرے باپ کی طرف سے آنے والے جوانوں نے بتائی تھیں۔ اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ ہو تو اس سلسلے میں آپ میرے بھائی بنانہ بن حنظلہ اور ابن ہارون نمری سے بھی پوچھ سکتے ہیں یہ ساری باتیں ان جوانوں نے ان دونوں سے بھی کہیں تھیں مجھے امید ہے آپ میری باتوں کا اعتبار کر لیں گے اور جو حادثہ پیش آیا اس کا ذمہ دار اپنے آپ کو نہ ٹھہرائیں گے۔

سانکرہ کی باتوں کے جواب میں خریم بن عمر تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کی گردن جھکی رہی کچھ سوچتا رہا پھر اس نے سانکرہ کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

"سانکرہ یہ کوئی چھوٹا یا معمولی حادثہ نہیں ہے بہت بڑا المیہ ہے۔ جب تمہارے باپ کو اپنی بیوی کے مرنے کی خبر ہو گی تو سوچو اس کی کیا حالت ہو گی اور پھر جب تمہاری سگائی دھرم داس سے ہو چکی تھی تو تمہیں اسی سمت رہنا چاہئے تھا میری طرف نہیں بڑھنا چاہئے تھا۔

سانکرہ شروع شروع میں محبت وحشی جذبوں کی طرح اٹھتی ہے خوابوں کے سنسار سی حسین لگتی ہے پھر جب حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے تو سیاہ بختیوں کے

ساہے اور جان کو سلگا دینے والی آتش غم کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ میں نے
تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ میرے پاس نہ کوئی خاندانی توقیر ہے نہ سنہری تقدیر۔ میں
معمولی ساگڈریا ہوں بالکل اکیلا ہوں نہ کوئی بھائی نہ بہن نہ ماں نہ باپ اب تک میں
بے نشان فاصلوں اور بے انت رابطوں میں وحشتوں کے غبار اور شام الم کی طرح
زندگی بسر کرتا رہا ہوں میرے مقدر میں گاتے چاند کے گیت نہ ہنستے ستاروں کے نغمے
تھے۔

تم نے مجھ سے جو محبت کی ہے یاد رکھنا شروع شروع میں یہ تمہیں فضاؤں میں
بکھرے نشیلے خوابوں اور بستی بستی خوشبو جیسی لگے گی' لیکن جب عملی طور پر تم میری
اصلیت میری حقیقی زندگی سے گزرو گی تب تمہیں اپنی یہی محبت کڑی دھوپ کی اذیت
اور گھور سی مایوسی دکھائی دے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے
کے بعد تمہاری گھنی چھاؤں سی خواہشیں خون میں نہا جائیں اور تمہاری دلفریب
مسکراہٹیں آنسوؤں میں ڈوب جائیں۔

سانکرہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں یہ جو مجھے مکران میں لشکریوں کا سالار اعلیٰ
مقرر کیا گیا ہے یوں جانو یہ بھی وقت کا ایک بہت بڑا حادثہ ہے یہ حادثہ پلٹ بھی سکتا
ہے' اگر مجھے میری کسی ادا کی وجہ سے سالار بنایا جا سکتا ہے تو میری کسی خطا کی وجہ
سے واپس اپنی اصلیت کی طرف بھی لوٹایا جا سکتا ہے۔ میں کوفہ کے نواح کی ایک
چھوٹی سی بستی کا گڈریا ہوں میرے پاس چھوٹا سا مکان ہے اس گھر میں ایک چھوٹے
سے ریوڑ کے ساتھ اکیلا رہتا ہوں۔ کیا تم اس کچے مکان میں بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے
ساتھ رہنا پسند کرو گی۔

خریم بن عمر کے ان سوالات کا جواب سانکرہ دینا ہی چاہتی تھی کہ اچانک
کمرے میں ابن ہارون نمری داخل ہوا۔ پیچھے بنانہ بن حنظلہ تھا۔ بن ہارون فوراً
بول پڑا "خریم بن عمر میرے بیٹے تم جھوٹ کہتے ہو تم کسی بستی کے معمولی گڈریے
نہیں ہو یاد رکھنا جس منصب پر تم فائز ہو اگر تمہیں اس منصب سے ہٹا دیا جاتا ہے
اور تم واپس اپنی بستی کی طرف جاتے ہو تو اس بستی میں تمہاری حیثیت ایک معمولی
گڈریے کی سی نہیں بلکہ ہارون نمری کے بیٹے کی سی ہو گی۔ میں جانتا ہوں سانکرہ

ہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے تمہیں پسند کرتی ہے تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی
انے کا تہیہ کئے ہوئے ہے تم کیوں اسے اپنے سے دور ہٹاتے ہو۔ یاد رکھنا میں یہ بھی
جانتا ہوں کہ تم اندر ہی اندر سانکرہ کو چاہتے ہو اس سے محبت کرتے ہو اور اس کے
غیر نہ رہ سکو گے' پھر تم کیوں اسے اپنے آپ سے جدا کرتے ہو یہ تمہاری زندگی
ہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

خریم بن عمر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سانکرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"میں اب جاتا ہوں اس لئے کہ----"

خریم بن عمر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سانکرہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور
س کی راہ روکتے ہوئے کہنے لگی "آپ نے جانا کہاں ہے میں کھانا لگانے لگی ہوں
ہیں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے" اتنی دیر تک ابن ہارون نمری بنانہ بن حنظلہ بھی آگے
بڑھے۔ ابن ہارون نمری نے خریم بن عمر کو اس کے بازو سے پکڑ کر نشست پر بٹھایا
خود بھی وہاں بیٹھ گیا۔ دوسری جانب بنانہ بن حنظلہ بیٹھ گیا تھا۔ سانکرہ باہر نکل گئی
تھی تھوڑی دیر بعد سانکرہ گودیری اور ساول کھانا لے آئیں سب وہاں بیٹھ کر کھانا
کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد ابن ہارون تھوڑی دیر تک خریم بن عمر کے ساتھ بڑی راز
دارانہ گفتگو کرتا رہا کبھی اس کے کان میں کھسر پھسر کرتا کبھی دھیمے لہجے میں گفتگو کرتا
اس دوران کبھی خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوتی کبھی ابن ہارون نمری
ہنس دیتا' پھر ابن ہارون نمری اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے
لگا۔

"سانکرہ میری بیٹی' تم ذرا میرے ساتھ آؤ" سانکرہ گودیری اور ساول کے
درمیان بیٹھی ہوئی تھی فوراً" اٹھی ابن ہارون نمری کے ساتھ ہو لی۔ ابن ہارون نمری
اسے باہر برآمدے میں لے گیا ایک جگہ ستون کے پاس رکا اور سانکرہ کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

"سانکرہ میری بیٹی میری بچی اگر خریم بن عمر کی حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے
ایک فرزند کی سی ہے تو تیری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹی سے کم نہیں ہے۔ میری بچی

یہ مت خیال کرنا کہ یہاں تو اکیلی ہے یہاں تیرا کوئی پرسان حال نہیں۔ میں یہاں تیرے باپ کی جگہ ہوں سن کھانا کھانے کے بعد میں نے تفصیل کے ساتھ خریم بن عمر کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کی ہے اور اس گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے بس بے چارہ اپنا بھرم رکھے ہوئے ہے۔ دراصل یہ بڑا حقیقت پسند انسان ہے سچ بولنے والا ہے کسی کو اندھیرے میں رکھنے والا نہیں ہے۔ بے شک میں اسے اپنا بیٹا سمجھتا ہوں لیکن اس نے کبھی مجھ پر بوجھ بننے کی کوشش نہیں کی' اگر بستی میں میں نے اسے کچھ دینا چاہا تب بھی اس نے انکار کر دیا بس بیچارہ چھوٹا سا ریوڑ چرا کر اپنی گزر بسر کرتا رہا ہے جو باتیں اس نے تم سے کہیں وہ سچ اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ بیٹی اگر کبھی اسے اس منصب سے ہٹا دیا جاتا ہے تو تم اس کے ساتھ رہتے ہوئے پچھتاؤ گی تو نہیں کہ تمہیں ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی بسر کرنا پڑ رہی ہے جو ایک گڈریا ایک چرواہا ہے۔"

ابن ہارون نمری کے اس سوال پر سانکرہ کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

"آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں' میں نے خریم بن عمر کو چاہا ہے اس سے محبت کی ہے بھیڑ بکریاں چرانا تو ایک بڑا برکت والا پیشہ ہے۔ بھگوان نے چاہا تو میں کبھی انہیں دکھ اور تکلیف نہ دوں گی اگرچہ اپنے اس منصب سے ہٹا دیئے جاتے ہیں تب بھی میری محبت میں کوئی فرق نہیں آئے گا کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں ان کے ساتھ رہتے ہوئے کوفہ کی نواحی بستی میں ان کے ساتھ مل کر بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے بھی فخر محسوس کروں گی۔"

تھوڑی دیر تک ابن ہارون نمری بڑے غور سے سانکرہ کی طرف دیکھتا رہا اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی گئی پھر اس کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"میری بیٹی تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے تو صحیح معنوں میں اس قابل ہے کہ تجھے خریم بن عمر کی زندگی کا ساتھی اور اس کے جیون کا رفیق بنایا جائے' تو جا اندر جا کر بیٹھ میں بنانہ بن حنظلہ کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ بنانہ بن حنظلہ کو میں سمجھا دیتا ہوں کہ وہ گودیری سے کہے گا کہ وہ ساول کو لے کر حویلی کے دوسرے حصے کی

طرف چلی جائے اس طرح تمہیں اس دیوان خانے میں تھوڑی دیر کے لئے خریم بن عمر کے ساتھ بیٹھنے کا موقع دیتے ہیں تاکہ تم دونوں کے درمیان ابھی تھوڑا بہت جو حجاب ہے وہ بھی دور ہو جائے گا۔"

ابن ہارون کے کہنے پر سانکرہ اندر چلی گئی جس نشست سے اٹھی تھی اس پر بیٹھ گئی پھر ہاتھ کے اشارے سے بنانہ بن حنظلہ کو ابن ہارون نے باہر بلایا بنانہ جب اس کے پاس آیا تو ابن ہارون نے اسے مخاطب کیا۔

"بنانہ میرے بیٹے واپس جاؤ گودیری کو کہو وہ ساول کو لے کر حویلی کے دوسرے حصے کی طرف جائے اور میں تم اپنی حویلی کی طرف جاتے ہیں۔ یہاں تھوڑی دیر کے لئے خریم بن عمر اور سانکرہ کو تنہائی میں بیٹھنے دو تاکہ دونوں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہیں رفع ہو جائیں۔ میں نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھا دیا ہے مجھے امید ہے جب یہ تنہائی میں گفتگو کریں گے تو ایک دوسرے کے بالکل قریب آ جائیں گے۔"

بنانہ بن حنظلہ اندر داخل ہوا گودیری سے اس نے تھوڑی دیر کے لئے سرگوشی کی جس پر گودیری مسکرائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی ساول کا ہاتھ اس نے پکڑا اور کہنے لگی آؤ ساول اس کے ساتھ ہی گودیری اسے لے کر حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی جبکہ ابن ہارون اور بنانہ بن حنظلہ اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔

دیوان خانے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر خریم بن عمر نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"یہ ابن ہارون تمہیں علیحدگی میں لے جا کر کیا کہہ رہے تھے" سانکرہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگی "پہلے آپ یہ بتائیں آپ سے وہ کیا کہہ رہے تھے اس لئے کہ وہ کمرے میں بیٹھ کر آپ سے بھی سرگوشی کر رہے تھے۔"

خریم بن عمر ہنس دیا اور کہنے لگا "اچھا پہلے تم یہ بتاؤ کہ ابن ہارون نے تمہیں اور تم نے ان سے کیا کہا" اس پر سانکرہ تیز نگاہوں سے خریم بن عمر کی طرف دیکھتی رہی پھر بول پڑی۔

"میں نے انہیں کیا کہنا تھا بس ان کے سامنے میں نے آپ سے اپنی محبت کا

اظہار کیا ہے ویسے بھی اب اس پردیس میں آپ ہی میرے لئے بربریت کے اندھیروں اور جذبوں کے جنگل میں روشنی اور تحفظ کا مینار ہیں آپ بتائیں آپ کے میرے متعلق کیا جذبے کیا خیالات ہیں۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا سائکرہ کی طرف دیکھتا رہا اس کے بعد وہ بھی بول پڑا۔

"سائکرہ اب حالات اس موڑ اس دوراہے پر آن کھڑے ہوئے ہیں کہ مجھے اپنا باطن تجھے صاف صاف دکھانا پڑے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا رہا ہوں لیکن دھرم داس کی وجہ سے چپ تھا چاہت کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں تو میں تمہیں صاف طور پر کہہ سکتا ہوں کہ آج کے بعد تم میرے لئے خوش الحان موسیقی کی ترنم ریزی کی طرح ہو اور عقل و شعور کے افق پر پرندوں کی چہچہاہٹ اور چرواہوں کی بانسریوں کا گیت ہو۔ تمہاری طرف غلط انداز میں بڑھنے والا ہر ہاتھ کاٹ دوں گا ہر اس آنکھ کو پھوڑ دوں گا جو بدی کے ارادے سے تمہیں دیکھنے کی کوشش کرے گی اب کہو تم کیا کہتی ہو۔"

خریم بن عمر کے اس طرح اظہار محبت کرنے پر خوشی اور مسرت میں سائکرہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ کچھ دیر تک وہ جواب دینے کے لئے مناسب الفاظ ہی تلاش نہ کر سکی اس کی گردن جھک رہی تھی اور عجیب سے لطف میں وہ مسکرا رہی تھی اس موقع پر خریم بن عمر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر تم میرے ان جذبوں کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تو پھر میں چلتا ہوں۔

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سائکرہ تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی بڑی تیزی سے آگے بڑھی اس بار ذرا بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے خریم بن عمر کے دونوں ہاتھ اپنے نرم گداز اور خوبصورت ہاتھوں میں لئے پھر اپنا سر اس کی چھاتی پر رکھ دیا اور بڑی سپردگی اور چاہت میں کہنے لگی۔

"میرے لئے یہی سب سے بڑا انعام اور خوشی ہے کہ آپ میرے ہیں بس اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہئے' اگر آپ مجھے کسی چھپر کسی کوہستانی کھوہ میں بھی رکھیں گے تو قسم بھگوان کی اور قسم آپ کے خداوند قدوس کی ہر جگہ میں آپ

ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ ہوں گی۔"

سائکرہ کے ان الفاظ پر خریم بن عمر خوش ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

"سائکرہ آج سے میں تمہارا پاسبان ہوں تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم مجھ سے مانگنا اب مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں" سائکرہ علیحدہ ہوئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"جائیں گے کہاں آپ کے کمرے کی چابیاں تو میرے پاس ہیں چلیں میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں آپ کے کمرے کی صفائی تو میں نے کر دی ہے" اس پر خریم بن عمر جھٹ سے بول دیا "ہاں چلو میں تمہیں خود کہنے لگا تھا کہ میرے ساتھ کمرے میں چلو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" پھر دونوں دیوان خانے سے باہر آئے حویلی کے دوسرے کمرے کے سامنے گودیری اور ساول کھڑی تھیں انہیں مخاطب کر کے سائکرہ کہنے لگی۔

"گودیری میں تھوڑی دیر تک آ رہی ہوں ان کے ساتھ ان کے کمرے تک جا رہی ہوں" اس موقع پر ہاتھ بلند کرتے ہوئے خریم بن عمر نے بھی گودیری کو مخاطب کیا۔

"گودیری میری بہن میرے اور سائکرہ کے درمیان جو دھند تھی وہ چھٹ چکی ہے تم فکر مند نہ ہونا آج کے بعد سائکرہ میری محبت میری امانت ہے۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر گودیری اور ساول دونوں خوشی میں جھوم گئیں تھیں' بھاگتی ہوئی آگے بڑھیں پھر ایک ساتھ دونوں سائکرہ سے لپٹ گئیں اور گودیری سائکرہ سے کہنے لگی۔

"سائکرہ اس موقع پر میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں" پھر گودیری نے خریم بن عمر کی طرف دیکھا "ابن عمر میرے عزیز بھائی میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے سائکرہ کو وہ اہمیت دی جس کی یہ حقدار اور جس کی یہ طلب گار تھی۔

سائکرہ کو آپ نے اپنے کمرے میں لے جا کر کوئی راز داری کی بات کرنی ہے تو پھر میں اور ساول یہیں رہتے ہیں' اگر ایسی بات نہیں تو ہم دونوں بھی ساتھ چلتے

ہیں" اس پر خریم بن عمر کہنے لگا "ہاں تم دونوں بھی ساتھ چلو" پھر وہ تینوں خریم بن عمر کے ساتھ اس حویلی سے نکل گئیں تھیں۔

حویلی کے صدر دروازے کے پاس آ کر گودیری نے ساول سے نہ جانے کیا گفتگو کی کہ ساول لوٹ گئی۔ دوسری حویلی میں داخل ہونے کے بعد خریم بن عمر اور سانکرہ کے ساتھ جانے کے بجائے گودیری کہنے لگی "آپ ذرا چلیں میں بنانہ بن حنظلہ سے مل کر آتی ہوں" پھر گودیری مڑی اور بنانہ بن حنظلہ کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

سانکرہ اور خریم بن عمر آگے بڑھے سانکرہ نے مقفل دروازہ کھولا دونوں اندر داخل ہوئے اپنے دونوں کمروں کا خریم بن عمر نے جائزہ لیا پھر کہنے لگا۔

"سانکرہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری رہائش کو اس قدر صاف ستھرا رکھا ہے اس پر سانکرہ جھٹ سے بول پڑی۔

"آج تو آپ نے میرا شکریہ ادا کر دیا ہے آج کے بعد کبھی میرے لئے ایسے الفاظ نہ استعمال کیجئے گا اس لئے کہ آپ کی خدمت اور آپ کے کام کاج کرنا صرف میری اخلاقیات میں شامل نہیں بلکہ اب یہ میرا فرض بنتا ہے۔"

خریم بن عمر کو کچھ یاد آ گیا پھر وہ سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا "سانکرہ تم بیٹھو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں" سانکرہ تڑپ کر خریم بن عمر کے سامنے آئی اور کہنے لگی "آپ کہاں جا رہے ہیں" اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خریم بن عمر نے بڑے پیار سے کہنا شروع کیا "فکر مند نہ ہو میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر تو نہیں جا رہا ہوں ذرا بیرومل کو بلاتا ہوں میرے گھوڑے کو اصطبل میں لے گیا تھا میرے گھوڑے کے ساتھ خرجین تھی وہ میں منگوانا چاہتا ہوں۔"

یہاں تک کہتے کہتے خریم بن عمر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اس لمحہ بیرومل دروازے پر نمودار ہوا۔ وہ خریم بن عمر کے گھوڑے کی چرمی خرجین اٹھائے ہوئے تھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیرومل میں تمہاری ہی طرف جانے والا تھا مجھے اپنے گھوڑے کی خرجین چاہئے تھی اس میں میرا کچھ سامان ہے" دروازے پر کھڑے ہی کھڑے بیرومل بول پڑا۔

"آپ کو خرجین دینے کے ساتھ ساتھ میں آپ کو اور چھوٹی مالکن سانکرہ کو مبارکباد دینے آیا ہوں۔ میرے رام رتن اور ہرچند رائے کے لئے آج کا دن انتہائی خوشی اور شبھ گھڑی کا دن ہے کہ آپ اور سانکرہ کے درمیان جو دوریاں اور غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہو گئی ہیں اور آپ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنانے کا فیصلہ کیا ہے"

بیرومل کی اس گفتگو سے خریم بن عمر اور سانکرہ دونوں مسکرا دیئے تھے پھر بیرومل کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کہنے لگا "تم دروازے پر کیوں کھڑے ہو خرجین مجھے دو اور یہاں مسہری پر آ کر بیٹھو" بیرومل نے آگے بڑھ کر چرمی خرجین خریم بن عمر کو تھما دی اور خود آگے بڑھتے ہوئے ایک مسہری پر بیٹھ گیا تھا۔ خریم بن عمر نے سانکرہ کو اشارے سے اپنے ساتھ آنے کو کہا اور خود دوسرے کمرے کی طرف گیا سانکرہ اس کے پیچھے پیچھے دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی خریم بن عمر نے چرمی خرجین کے اندر سے کچھ نقدی نکالی اور سانکرہ کو دیتے ہوئے کہا۔

"سانکرہ اس نقدی کے تین حصے کرو ایک حصہ بیرومل کو دے دو باقی دونوں حصے بھی اس کے حوالے کر دو یہ دونوں حصے بیرومل رام رتن اور ہرچند رائے کو دے دے گا۔ اس نے ہمارے تعلقات کی بحالی پر مبارک باد دی ہے اور یہ انعام کا حقدار ہے۔"

خریم بن عمر کے ایسا کرنے پر سانکرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی پہلے آگے بڑھ کر اس نے خریم بن عمر کے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر کہنے لگی "آپ اس قابل ہیں کہ آپ کی پرستش کی جائے۔"

سانکرہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ خریم بن عمر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہنے لگا "یہ کفر کے الفاظ ہیں آئندہ کبھی ایسا نہ کہنا۔ پرستش کے قابل صرف میرے خداوند قدوس کی ذات ہے اس کے علاوہ سب اس کے بندے اس کے غلام ہیں اور بندگی اور غلامی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنے آقا جو سارے جہاں کا رب اور پالنے والا ہے اس کے سامنے ہی دست طلب دراز کرے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔"

سانکرہ چپ چاپ خریم بن عمر کے ساتھ ہولی پھر اس نے اس رقم کے تین

حصے کیے بیرومل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"یہ جو تین حصوں میں منقسم رقم ہے اس میں ایک حصے کے بیرومل تم حقدار ہو باقی دو حصے رام رتن اور ہرچند رائے کو ہماری طرف سے دے دینا۔ تم نے ہمیں مبارکباد دی ہے تم اس کے حقدار ہو۔ رام رتن اور ہرچند رائے کو بھی آگاہ کر دینا کہ اب میرے اور خریم بن عمر کے درمیان کوئی غلط فہمی کوئی دھند نہیں ہے۔"

بیرومل نے خریم بن عمر اور سانکرہ کا شکریہ ادا کیا پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا خریم بن عمر نے خرجین سانکرہ کو تھمائی اور کہنے لگا۔

"سانکرہ اس خرجین میں ایک چابی ہو گی وہ نکالو اور وہ جو سامنے لکڑی کا چھوٹا سا بکس رکھا ہے اس کا قفل کھولو۔"

سانکرہ نے خرجین کے اندر سے چابی نکالی لکڑی کے صندوق کا قفل کھولا صندوق کے اندر پہلے سے کچھ نقدی پڑی ہوئی تھی اس موقع پر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"اس خرجین کے اندر جو نقدی ہے وہ بھی لکڑی کے اس صندوق میں رکھ دو اور اس کی چابی اپنے پاس رکھو" سانکرہ نے گھورنے کے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھا پھر سوالیہ سے انداز میں پوچھنے لگی۔

"لکڑی کے صندوق کی چابی تو میں اپنے پاس رکھ لیتی ہوں اس میں آپ کا سارا جمع خزانہ بھی ہے۔ پہلے یہ بتائیں کہ میری حیثیت کیا ہو گی کیا میں ان چیزوں کی امانت دار یا محافظ ہوں گی یا۔۔۔۔"

سانکرہ کہتے کہتے رک گئی شاید وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکی تھی یا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا جواب میں خریم بن عمر بول پڑا۔

"تمہاری حیثیت امانت دار کی نہیں ہاں تم اپنے آپ کو مالک زیادہ محافظ کم خیال کر سکتی ہو۔ اب میرے کمرے کی ہر شے کی نگرانی تمہارے ذمے ہے میں کل یہاں سے کوچ کروں گا اس لئے ہر چیز تمہاری حفاظت میں ہو گی۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ چونکی تھی کچھ متفکر ہو گئی تھی پھر پوچھنے لگی

"آپ آج تو آئے ہیں کل آپ کہاں اور کدھر کا رخ کریں گے۔"

خریم بن عمر سانکرہ کے اس سوال کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ کمرے کے دروازے پر ابن ہارون نمری بنانہ بن حنظلہ اور گودیری نمودار ہوئے تھے زیادہ چپ رہا تینوں آگے بڑھے خریم بن عمر اور سانکرہ نے اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر ان تینوں کا استقبال کیا سب نشستوں پر بیٹھ گئے تو گفتگو کا آغاز ابن ہارون نمری نے کیا۔

"خریم بن عمر میرے بیٹے سانکرہ میری بچی میں بے حد خوش ہوں کہ تم دونوں کے درمیان جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہو چکیں ہیں۔ میں گودیری کا بھی شکر گزار اور ممنون ہوں کہ اس نے یہ خبر دی کہ تم دونوں اس کمرے میں آئے ہو بہر حال بچے میرے لئے یہ انتہائی خوشی کا معاملہ ہے کہ تم دونوں آپس میں راضی ہو گئے ہو۔ اب میرا ارادہ ہے کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر تمہاری اور سانکرہ و بنانہ بن حنظلہ اور گودیری کی شادی کا اہتمام کر دوں گا۔ میری کوشش یہ ہو گی کہ اس شادی میں سانکرہ اور گودیری کے باپ اور اہل خانہ بھی شامل ہوں۔ میں کسی نہ کسی طرح ایسی ترکیب نکالنے کی کوشش کروں گا اس لئے میں تم لوگوں کی شادی میں کچھ تاخیر کروں گا ہو سکتا ہے حالات ایسے ہوں جائیں کہ سانکرہ اور گودیری کے اہل خانہ ان کی شادیوں میں شریک ہو سکیں۔"

ابن ہارون یہاں تک کہنے کے بعد رک گیا اس لئے کہ گودیری آگے بڑھی سانکرہ کے کان میں کوئی کھسر پھر کرنے لگی تھی اس پر سانکرہ اور گودیری نے ایک قہقہہ لگایا۔ خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ اور ہارون نمری بھی مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر ابن ہارون نمری نے پوچھ لیا۔

"میری بچیوں کیا معاملہ ہے کیا تمہاری خوشی تمہاری مسکراہٹ میں ہم تینوں شامل نہیں ہو سکتے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سانکرہ نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"دراصل معاملہ یہ ہے کہ یہ جو لکڑی کا صندوق کھلا ہے اس پر گودیری کی نظر پڑی اور یہ مجھ سے پوچھنے لگی کہ لکڑی کا صندوق کیوں کھلا ہوا ہے' کیا خریم بن عمر کے خزانے کی چابیاں تمہارے پاس آ گئی ہیں اور میں اسے بتا رہی تھی کہ ہاں اس

صندوق کی چابیاں میرے پاس آ گئیں ہیں۔"

ابن ہارون نے اس بار گفتگو کا رخ موڑا اور خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"خریم میرے بیٹے یہ تو ایک موضوع ہے اور اس موضوع کے لحاظ سے میں بے حد خوش ہوں کہ تم اور بنانہ بن حنظلہ نے سانکرہ اور گودیری کو اپنی زندگی کا ساتھی چن لیا ہے اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں وہ کچھ اس طرح ہے کہ اب تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔

میرے بیٹے نرمیش کا تم خاتمہ کر چکے ہو معاویہ اور محمد بھی ٹھکانے لگ چکے ہیں۔ اب ہمارے سامنے حارث علافی ہے جب تک اس کا خاتمہ نہیں ہوتا وہ راجہ داہر کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف سازشیں تیار کرتا رہے گا' سب سے بڑھ کر ابھی نکامرہ قبیلے کا سردار موبل زندہ ہے وہ بھی سازشوں میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ جب تک موبل اور حارث علافی کا خاتمہ نہیں ہوتا اس وقت تک مکران کے اندر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ بند نہیں ہو گا اب تم بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

خریم بن عمر نے کچھ سوچا پھر ابن ہارون نمری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ تینوں کی آمد سے پہلے میں سانکرہ کے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ میں کل یہاں سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کرمان کا رخ کروں گا اس میں شک نہیں کہ نرمیش کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے لیکن اکیلے نرمیش کے ختم ہونے سے کرمان کے اندر مجوسیوں کی جو قوت ہے وہ ختم نہیں ہو جائے گی۔ وہ پھر کسی کو اپنا سردار سربراہ چن لیں گے اور ہمارے خلاف ریشہ دوانی میں مصروف ہو جائیں گے اس طرح ایک سانپ کے مرنے سے اس کی جگہ دوسرا سانپ لے لے گا۔ میں ان سانپوں کے ٹھکانے ہی کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

کل میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کرمان کا رخ کروں گا کرمان کے تینوں شہروں مسکی' ماہان اور اناس میں اس وقت مجوسیوں کی قوت ہے میں ان تینوں شہروں میں موجود مجوسیوں کی ساری طاقت اور عسکری قوت کو تہس نہس کر کے رکھ دوں گا جب میں ایسا کر چکوں گا تو خداوند قدوس نے چاہا تو مغرب کی طرف سے مکران کے

مسلمانوں کو بالکل عافیت نصیب ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہمارے سامنے صرف دو دشمن ہوں گے موبل اور راجہ داہر اس لئے کہ حارث علافی بھی راجہ داہر کا ایک مہرہ ہے اور ان دو قوتوں سے ہم نبرد آزما ہوتے رہیں گے' اگر راجہ داہر نے پر پرزے نکالنے کی کوشش کی تو اس سلسلے میں تیز رفتار قاصد حجاج بن یوسف کی طرف بھجوائیں گے اور راجہ داہر کی شکایت کی جائے گی کہ اس کے خلاف بڑی کاروائی کی ابتداء کی جائے۔ مجھے امید ہے کہ اگر مسلمانوں کو مکران کے اندر کوئی بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تو حجاج بن یوسف یا ولید بن عبدالملک راجہ داہر کے خلاف کوئی بڑی کاروائی کرنے سے ہچکچائیں گے نہیں' بہرحال یہ طے شدہ ہے کہ کل میں اپنے لشکر کے ساتھ کرمان کا رخ کروں گا۔"

جب تک خریم بن عمر بولتا رہا ابن ہارون نمری اور بنانہ بن حنظلہ بالکل چپ سنتے رہے جب خریم بن عمر کہہ چکا تو بنانہ بن حنظلہ بول پڑا۔

"خریم بن عمر میرے عزیز بھائی ہر بار کی مہموں میں تم ہی دقت اور تکلیف اٹھاتے ہو۔ اس طرح لوگ یہ نہ کہیں گے کہ بنانہ بن حنظلہ تو مکران کے اندر آرام کر رہا ہے اور بیرونی دشمنوں کے خلاف خریم بن عمر نبرد آزما ہے اور تکلیفیں اٹھا رہا ہے۔ میرے عزیز بھائی اب تم یہاں رہو یہاں سانکرہ کو بھی تمہاری ضرورت ہے اس بار مجھے کرمان کا رخ کرنے دو۔ میں مجوسیوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور مجھے امید ہے کہ تمہاری خواہش کے مطابق نتائج برآمد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

بنانہ بن حنظلہ کی اس گفتگو کے جواب میں خریم بن عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

"بنانہ میرے بھائی اس موضوع پر پہلے بھی میری تمہاری گفتگو ہو چکی ہے تم فارغ نہیں ہو تم مکران میں مسلمانوں کی عزت و ناموس کے محافظ ہو اگر میری غیر موجودگی میں کوئی مکران کا رخ کرتا ہے تو تم اس قوت کو روک سکتے ہو۔ جہاں تک میرا باہر کی مہموں میں جانے کا تعلق ہے جو لشکر میں اپنے ساتھ لے کر جاتا ہوں اسے میں نے ان مہموں کے لئے پوری طرح تربیت یافتہ کر رکھا ہے۔ میرے اشاروں پر وہ چلتے ہیں اور ایسی ضرب لگاتے ہیں کہ دشمن کو اٹھنے کا موقع نہیں دیتے۔ میرے بھائی پہلے

کی طرح تم یہاں مکران میں ایک محافظ ایک پاسبان کی حیثیت سے رہو گے جبکہ میں کرمان کا رخ کروں گا میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں بیرونی قوتوں سے نپٹتا رہوں گا بس تم مکران کی حفاظت کے ذمہ ار ہو اب اس سے آگے مزید کوئی گفتگو نہ کرنا۔"

ابن ہارون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"بیٹے اگر تم نے یہاں سے کوچ کرنا ہے تو آرام کرو میں بنانہ بن حنظلہ اور گودیری جاتے ہیں' اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اٹھے اور کمرے سے نکل گئے تھے سانکرہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی "آپ تھکے ہارے آئے ہیں آرام کریں میں اب جاتی ہوں کل میں آؤں گی اور خود آپ کے کوچ کی تیاری کراؤں گی" جواب میں خریم بن عمر نے اثبات میں گردن ہلا دی تب سانکرہ بھی باہر نکل گئی تھی اگلے روز خریم بن عمر مکران سے کرمان کی طرف کوچ کر چکا تھا۔

○

نکامرہ قبیلے کے سردار مول کو سراندیپ کے راجہ کی طرف سے آنے والے بحری جہازوں کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا جن کے اندر حجاج بن یوسف اور ولید بن عبدالملک کے لئے تحائف تھے اور کچھ مسلمان تھے جو سراندیپ میں آباد تھے اور حج کی غرض سے خانہ کعبہ کا رخ کئے ہوئے تھے۔ جب جہازوں کا یہ بیڑہ دیبل کے سامنے کھلے سمندر میں پہنچا تو مخالف ہواؤں کے طوفانوں نے ان جہازوں کو بے قابو کر کے ساحل دیبل پر پہنچا دیا۔ اس وقت دیبل سندھ کی بندرگاہ اور راجہ داہر کے علاقے کا مشہور شہر تھا یہاں راجہ داہر کی طرف سے گورنر اور سپہ سالار رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں دیبل کبھی مغربی سندھ کا مشہور شہر تھا اور قدیم بندرگاہ بھی' ایران عراق افریقہ کے جہاز یہاں آکر ٹھہرتے تھے اب اس شہر کا کہیں نام و نشان نہیں اور نہ اس کا محل دقوع ابھی تک صحیح طور پر متعین ہو سکا ہے۔ اس شہر کی قدامت کے متعلق مورخین سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ دیبل چھٹی صدی عیسوی میں رائے گھرانہ کے عہد حکومت تک موجود تھا۔

دیبل کے متعلق پہلا تاریخی حوالہ ہمیں بلاذری کی فتوح البلدان میں ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ہجری پندرہ میں عثمان بن ابی العاص کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر کیا تو انہوں نے اپنے بھائی مغیرہ کو خلیج دیبل روانہ کیا جنہوں نے ہندوستان کی تین بندرگاہوں دبیل' بروچ اور تھانے پر حملہ کیا۔

پھر ہمیں دیبل کا تذکرہ محمد بن قاسم کی سن سات سو بارہ میں اس کی فتح اور اس کے بعد سندھ میں عربوں کے دور حکومت میں مسلسل حوالے ملتے ہیں' عرب کے سیاح اور جغرافیہ دان سعودی' اصطخری' ابن حوقل اور آخر میں مقدسی خود دیبل

آتے تھے جنہوں نے اس شہر کا تذکرہ اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

ان کے علاوہ کچھ اور سفرناموں میں دیبل کا تذکرہ ملتا ہے ان تمام شواہد سے مورخین اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ تیرہویں صدی کے نصف تک دیبل اچھی یا خراب حالت میں موجود تھا۔ گمان غالب یہ ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں جب عرب حکومت کمزور پڑی تو اس وقت دیبل کی اہمیت کم ہونے لگی۔

دوسری طرف مقامی حالت کی تبدیلی کی وجہ سے دریائے سندھ کی ختم ہونے والی شاخ میں ردو بدل کے سبب خود دریائے سندھ کی ایک شاخ پر ایک نئی بندرگاہ کی سہولت پیدا ہوئی جسے لوہارانی بندر کہا جاتا تھا۔

گیارہویں صدی عیسوی کے شروع دور کا محقق البیرونی دیبل کے ساتھ ساتھ ایک دوسری بندرگاہ لوہارانی کا بھی تذکرہ کرتا رہا ہے غالباً" اس بندرگاہ کی سہولت نے دیبل کی اہمیت کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا اس کے دو سال بعد دیبل بالکل ختم ہو گیا۔

چنانچہ سن تیرہ سو تینتیس (1333) میں ابن بطوطہ لاہری بندر کے قریب چھ سات میل پر ایک شہر کے خرابے کا تذکرہ کرتا ہے شاید جس شہر کا اس نے ذکر کیا ہے وہ پرانا شہر دیبل ہی ہو گا۔

بہر حال بندرگاہ دیبل تقریباً" چھ سو برس تک سندھ کی ایک اہم بندرگاہ رہی اور اس عرصے میں سندھ کی سیاسی اور اقتصادی تاریخ اسی دیبل سے وابستہ تھی' اسی وجہ سے دیبل کی تباہی کے بعد سندھ کے لوگ نئی بندرگاہ کو بھی دیبل ہی کا نام دیتے تھے۔

گویا بندرگاہ کے ساتھ دیبل کا نام لازم ملزوم تھا آخری دور کی تاریخ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے سولہویں صدی کے پرتگیزی مصنفین نے لاہری بندر کو لاہوری بندر لکھا ہے اس کے بعد انگریز مورخین بھی اس کو سٹی دیول اور لاہری بندر لکھتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ دیول بندر اور لاہری بندر دونوں علیحدہ علیحدہ تھے' لیکن اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آخر دیبل کہاں تھا۔

قیاس اور قرائن سے کام لیتے ہوئے مورخین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ڈاگھودر بھنبھور ہاڑی مرڈ اور تھنب والی مسجد' ان مقامات میں سے کسی ایک مقام کو دیبل

ر دیا جا سکتا ہے لیکن تاریخی روشنی اور محکمہ آثار قدیمہ کی اس تحقیق کی بناء پر جو نے اب تک کیں ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بھنبھور کے کھنڈرات کا دیبل ہونا یادہ قرین قیاس ہے۔

دیبل ان دونوں بحری قزاق نکامرہ قبائل کا مرکز تھا یہی نکامرہ قبائل مسلمانوں کے جہازوں پر حملہ آور ہوئے ان پر قبضہ کر لیا جہازوں کو انہوں نے لوٹا اور مردوں رتوں کو گرفتار کر کے سارے سامان اور جوہرات پر قبضہ کر لیا۔ کہتے ہیں جس قدر وں کو قیدی بنایا گیا انہیں اروڑ یعنی راجہ داہر کے مرکزی شہر الور کی طرف روانہ کر یا تھا اور کچھ کو دیبل میں بھی رکھا گیا۔

سراندیپ کے راجہ کے آدمیوں اور عورتوں نے بہت کہا کہ ہم یہ سامان سلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالملک اور حجاج بن یوسف کے لئے لے جا رہے ہیں ر انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور سب کو قیدی بنا کر کہا گیا کہ تمہارا اگر سرپرست ر تو اس کے توسط سے تم خود کو پھر خرید کر آزادی حاصل کر سکتے ہو۔

جس وقت مسلمانوں کو گرفتار کر کے قیدی اور اسیر بنایا جا رہا تھا اس وقت ایک رت جس کا تعلق عربوں کے قبیلہ بنی عزیز سے تھا اس نے جہاز پر کھڑے لے آسمان کی طرف دیکھا اپنے خداوند قدوس کو اپنی مدد اپنی حمایت کے لئے پکارا اس کے بعد اس نے اپنا رخ عراق کی طرف کیا اور زور زور سے پکارنے لگی یا حجاج یا جاج اغثنی (یعنی اے حجاج میری مدد کو پہنچ۔)

جس وقت نکامرہ قبیلے کے لوگ مسلمانوں کے جہازوں پر حملہ آور ہوئے تو کچھ سافر کسی نہ کسی طرح چھوٹی کشتیوں میں بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ان سافروں نے عراق کا رخ کیا تاکہ مسلمانوں کی حالت زار جا کر حجاج بن یوسف سے یان کریں۔

ایک روز حجاج بن یوسف کے بیٹے عبداللہ نے خراسان کے اس قاصد کو اس کے سامنے پیش کیا جو اس سے پہلے بھی قتیبہ بن مسلم کے متعلق خبریں حجاج بن

یوسف کو پہنچاتا رہا تھا۔

جب وہ قاصد حجاج بن یوسف کے سامنے گیا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بن یوسف تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

"تمہارا چہرہ تمہاری چمکتی ہوئی آنکھیں مجھے بتاتی ہیں کہ تم میرے لئے قتیبہ مسلم کی طرف سے کوئی اچھا پیغام لے کر آئے ہو جو کچھ تمہارے پاس ہے بیاز ناکہ میں اس سے باخبر ہوں" اس پر قاصد بول پڑا۔

"امیر محترم آپ جانتے ہیں کہ چین کے بادشاہ کی ہمشیرہ کے بیٹے نے دوا ایک لشکر جمع کیا تھا اور قتیبہ بن مسلم کے خلاف لشکر کشی کی تھی لیکن قتیبہ بن نے ان سب کو مار بھگایا۔ اس کاروائی کے بعد قتیبہ بن مسلم اپنے مرکزی شہر مرو آیا پھر اسے مرو میں زیادہ دن رہنا نصیب نہ ہوا۔ اس لئے کہ بخارا، کشی نسف صغد کے حکمرانوں اور بڑے بڑے سرداروں نے قتیبہ بن مسلم کے خلاف بغ کھڑی کر دی قتیبہ ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ مرو سے نکلا اور باغیوں پر حملہ ہو کر ان سب کو بدترین شکست دی اور اپنی فرماں برداری پر مجبور کیا اور دوبا لوٹ آیا۔

خراسان کا یہ علاقہ ہی کچھ ایسا ہے کہ یہاں بار بار نافرمانی اور بغاوتیں کھڑی ہوتیں ہیں قتیبہ بن مسلم پھر مرو میں چند ہفتے ٹھہرا کہ اس دوران بخارا او حکمرانوں نے اردگرد پھیلے غیر مسلم ترکوں کو اپنے ساتھ ملا کر بغاوت کھڑی کر دی بارغیس کا غیر مسلم حکمران نیزک قتیبہ بن مسلم کا فرماں بردار رہا اور اس نے بن مسلم کو پیشکش کی کہ وہ اس کے ساتھ مل کر باغیوں کی بغاوت فرد کرنے تیار ہے۔

قتیبہ بن مسلم نے نیزک کی اس پیشکش کو قبول کیا نیزک کو اس نے ساتھ لیا اور بخارا کی طرف بڑھا غیر مسلم ترکوں نے زور دار حملہ کیا اور اپ حملے میں قتیبہ بن مسلم کے مقدمتہ الجیش کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا، لیکن بعد قتیبہ بن مسلم اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس انداز اور اس قوت کے ساتھ حملہ ہوا کہ دشمن کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو اس نے تہس نہس کر کے رکھ دیا

مسلم حکمران اس جنگ میں زخمی ہو کر بھاگے اور مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح کے نتیجے میں بخارا اور صغد کے حکمرانوں نے جزیہ دینے اور آئندہ قتیبہ بن مسلم کا فرماں بردار رہنے کا عہد کیا جس پر قتیبہ بن مسلم لوٹ کر مرو کی طرف چلا گیا۔

پھر نجانے بارغیس کے حکمران نیزک کو جو اس سے پہلے قتیبہ بن مسلم کے ساتھ فرماں برداری کا اظہار کرتا رہا تھا کیا ہوا اس کے دماغ میں کوئی خرابی آئی کہ اس نے قتیبہ بن مسلم کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی۔ اردگرد کے حکمرانوں نے دیکھا کہ نیزک نے قتیبہ بن مسلم کے خلاف بغاوت کر دی ہے تو اس بغاوت کو دیکھتے ہوئے بلخ، بازان، طالقان، جوز جان اور کچھ دوسرے علاقوں کے حکمرانوں اور عاملوں نے بھی پر پرزے نکالے بغاوت کھڑی کی اور نیزک کے ساتھ مل گئے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قتیبہ بن مسلم نکلا لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے بھائی عبدالرحمان بن مسلم کو دیا اور اسے یروقان کی طرف روانہ کیا۔ خود لشکر کا دوسرا حصہ لے کر نیشاپور کی طرف روانہ ہوا دراصل وہ دشمن کے لئے دو بڑے محاذ کھولنا چاہتا تھا اور اسے دو حصوں میں بانٹ کر قرار واقعی سزا دینا چاہتا تھا۔

قتیبہ بن مسلم کا یہ منصوبہ کامیاب رہا باغیوں پر دو طرف سے جان لیوا حملے کئے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو قرار واقعی سزا دی گئی سب نے عجز اور فرماں برداری کا اقرار اور ادا جزیہ کا وعدہ کیا اس جنگ میں بارغیس کا حکمران نیزک گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ قاصد رکا دم لیا پھر دوبارہ اس نے حجاج بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم خراسان کے متعلق ابھی تک یہی خبریں ہیں اور یہی خبریں قتیبہ بن مسلم کے کہنے پر میں آپ تک پہنچانے آیا تھا اگر آپ اجازت دیں تو دو دن یہاں عراق میں قیام کروں اس کے بعد واپس خراسان کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔"

حجاج بن یوسف قاصد کی اس گفتگو سے بے حد خوش ہوا انعام کے طور پر اسے ایک بھاری رقم دی اور اسے دو دن عراق میں قیام کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ یہاں

تک کہ وہ قاصد اس کے پاس سے چلا گیا تھا۔

قاصد کو گئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حجاج بن یوسف کا بیٹا پھر اندر آیا اور حجاج بن یوسف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے میرے محترم باپ جو لٹے پٹے لوگ جو فریادی بن کر آئے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں وہ کچھ بتاتے نہیں کہتے ہیں ہم نے جو کچھ کہنا ہے حجاج بن یوسف سے کہیں گے۔"

حجاج بن یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے بیٹے کو کہا کہ وہ انہیں اندر لائے۔ عبداللہ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوگ آئے جو نکامرہ قبیلے کے سردار موکل کے آدمیوں کے ہاتھوں بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ان کی حالت بری ہو رہی تھی جب وہ حجاج بن یوسف کے سامنے آئے تو ان کی حالت دیکھتے ہوئے حجاج بن یوسف تڑپ اٹھا انہوں نے حجاج بن یوسف کو بتایا کہ کس طرح سراندیپ کے راجہ نے اس کے لئے اور ولید بن عبدالملک کے لئے تحائف بھیجے تھے اور اس میں کچھ مسلمان بھی مکہ کا رخ کر رہے تھے اور کیسے سندھ کے راجہ داہر نے اپنے شہر دیبل کے قریب اپنے بحری قزاقوں کے ذریعے ان پر حملہ کروایا اور انہیں لوٹ لیا اور کیسے وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر اس کے سامنے آئے۔

یہ ساری داستان سن کر حجاج بن یوسف کی آنکھیں دوپہر کی جھلساتی دھوپ میں الاؤ کی دھکتی آگ اور چہرہ غصے اور انتقام میں فنا کے آنچل کی طرح ہو گیا تھا' وہ کچھ بولا نہیں غصے اور غضبناکی میں اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا پھر جب آنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ جس وقت قزاق مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور ایک جہاز کے تختے پر ایک لڑکی کھڑی ہو کر اپنے خداوند قدوس کے علاوہ حجاج بن یوسف کو بھی پکار رہی تھی تب زخمی اور ڈس لینے والے سا کی طرح حجاج بن یوسف اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور زور دار آواز میں کہنے لگا۔

"لبیک یا بنت قومی لبیک" تین بار یہ فقرہ اس نے دہرایا یعنی اے میری قوم کی بیٹی میں حاضر ہوں۔ اس موقع پر حجاج کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی تاہم اس کی آنکھوں کے اندر قہرمانیت اور انتقام کے جذبے جوش مار رہے تھے چہرہ غصے اور

غضبناکی میں تپ کر تابناک ہو چکا تھا۔ کچھ دیر وہ عجیب سے جذبے میں کھڑا رہا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا "لاریب میں شر کے خلاف خاموشی اختیار کرنے والا انسان نہیں ہوں' میں ان کے جسموں کو شل احساس کو مردہ دل کو لہو لہو کر دوں گا۔ گو اس کائنات کی ہر شے صحرا میں قدموں کے نشانات کی طرح عارضی ہے پھر میرے خداوند نے چاہا تو حملہ آوروں پر میں ایسی ضرب لگاؤں گا کہ ان کے مقدر میں نہ کوئی نوحہ نہ کوئی چشم نم ہو گی اور وہ بے کفن اور بے گور رزق کرگساں کی طرح ہمارے سامنے بے بس ہوں گے۔

دشمنوں نے ہمارے لوگوں پر حملہ آور ہو کر نفرتوں کی آگ کو ہوا دی ہے' اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ لٹنے والے اپنے ہمدردوں اپنے قرابت داروں سے دور تھے تو یہ ان کا دھوکہ ان کا فریب ہے ہم تو ان کی نیتوں کے فساد کو بھیانک کالک کی طرح مل دیں گے۔

کچھ دیر حجاج کے جذبات ایسے رہے پھر اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ آنے والے ان لٹے پٹے لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائے ان کی بہتر خاطر مدارت کی جائے اور انہیں ہر قسم کی مالی امداد مہیا کی جائے۔ حجاج بن یوسف کا بیٹا ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ حجاج بن یوسف نے اسی وقت ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے راجہ داہر کے نام ایک خط مکران کے والی محمد بن ہارون کی طرف بھجوایا اور محمد بن ہارون کو ہدایت کی کہ یہ خط میں اپنے ایک خصوصی قاصد کے ذریعے بھیج رہا ہوں جب یہ قاصد تمہارے پاس پہنچے تو تم اپنے کسی معتبر سالار کو اس قاصد کے ساتھ داہر کے پاس بھیجو جو اس سے کہے کہ وہ تحائف جو خلیفہ کے لئے لنکا کے راجہ نے بھیجے تھے لوٹا دے اور ان بیواؤں یتیموں اور حاجیوں کو آزاد کر دے جنہیں دیبل کی بندرگاہ کے قریب سے لوٹ لیا گیا ہے۔

جو خط حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کے نام لکھا تھا اس کا متن کچھ اس طرح تھا۔

"سندھ کے راجہ داہر کو خبر ہو کہ ہمارے ملک کے لوگ جو تمہارے علاقے میں قید کر لئے گئے ہیں انہیں باعزت طریقے سے واپس کرو اور مال و اسباب کا جو

نقصان ہوا ہے اس کا تاوان ادا کرو۔"

اس قدر خط لکھنے کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنی مہر ثبت کی اور دستخط کئے تھے۔

حجاج بن یوسف نے یہ خط جس قدر معقول اور شریفانہ انداز میں لکھا تھا اس کا جواب بھی اس قدر معقول ہونا چاہئے تھا لیکن راجہ داہر نے اس خط کا جواب نہایت بے پروائی اور فریب سے دیا۔ لکھا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے جن پر ہمارا بس نہیں چلتا۔

داہر کا یہ جواب جب حجاج کو ملا تو اس نے ولید بن عبدالملک کے پاس ایک عرض داشت بھیجی اور تمام حالات لکھ کر سندھ پر حملے کی اجازت طلب کی' لیکن ولید نے اس کی اجازت نہ دی۔ حجاج نے چند دن کے بعد بارگاہ خلافت میں دوسری عرضداشت پیش کرتے ہوئے لکھا کہ میرا خیال ہے امیرالمومنین نے کثیر اخراجات کی وجہ سے سندھ پر حملے کی اجازت نہیں دی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم میں جو رقم شاہی خزانے سے خرچ ہو گی میں اس سے دوگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کرا دوں گا ولید نے یہ سوچتے ہوئے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے حجاج کو سندھ پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

جس وقت یہ سارے واقعات پیش آ رہے تھے اس وقت خریم بن عمر کمران کی طرف اپنی کاروائی میں مصروف تھا۔

ولید بن عبدالملک کی اجازت ملتے ہی حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن نبہان کی سپہ سالاری میں ایک لشکر دیبل کی طرف روانہ کیا راجہ داہر کے لشکر اور عبداللہ بن نبہان کے درمیان خوفناک جنگ ہوئی بدقسمتی سے اس جنگ کے دوران عبداللہ بن نبہان شجاعت اور دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہوا اور مسلمان اپنا مقصد نہ حاصل کر سکے عبداللہ بن نبہان کی شہادت کے بعد حجاج نے فوراً" بدیل بن طہفہ کے نام احکام بھیجے کہ وہ دیبل پر حملہ آور ہو بدیل اس وقت عمان میں تھا اور اس کے ساتھ ہی نے مکران کے والی محمد بن ہارون کے نام فرمان جاری کیا کہ جیسے ہی بدیل پہنچے اس کی امداد کے لئے فوراً" تین ہزار لشکر کا انتظام کرو۔

محمد بن ہارون ان دنوں عجیب سے شش و پنج میں تھا اس لئے کہ آدھا لشکر لے خریم بن عمر مکران کی طرف جا چکا تھا جبکہ آدھا اس کے پاس تھا بہرحال حجاج کا حکم ...ہی بدیل مکران پہنچا محمد بن ہارون نے جو لشکر مکران میں تھا اس کے حوالے کر

بدیل اس سارے لشکر کو لے کر دیبل کی طرف روانہ ہوا دیبل والوں کو جیسے اس کے آنے کی اطلاع ملی فوراً" ہی داہر کے پاس الور قاصد بھیجے اور بدیل کے ...نے کی اطلاع دی۔

راجہ داہر نے جلدی سے اپنے لڑکے جے سینہ کو اور چار ہزار سواروں کو جو ...ن گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار تھے دیبل روانہ کیا۔

لیکن راجہ داہر کے بیٹے کی آمد سے پہلے ہی بدیل اپنے لشکر کے ساتھ دیبل ...چکا تھا۔ دیبل کے نواح میں اس کا ٹکراؤ دیبل کے سپہ سالار سے ہوا اور اس ... میں بدیل نے دیبل کے سپہ سالار کو بدترین شکست دی اور وہ شکست کھا کر شہر ...محصور ہو گیا۔

اتنی دیر تک راجہ داہر کا بیٹا بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا دیبل میں جو ...محصور تھا وہ بھی نکل آیا ایک بار پھر دیبل کے نواح میں گھمسان کی لڑائی شروع ...ئی یہ لڑائی صبح سے شام تک جاری رہی طرفین بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے ابھی ...ہ فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ بدیل کا گھوڑا ہاتھیوں کو دیکھ کر بھڑکا اور بدیل گھوڑے ...ے زمین پر گر پڑا۔ راجہ داہر کے کچھ لشکریوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا سالار اپنے ...وڑے سے گر گیا ہے تو انہوں نے گھیر کر بدیل کو قتل کر دیا۔

حجاج بن یوسف کو جب بدیل کی شہادت کی خبر ہوئی تو اسے بے حد صدمہ ہوا۔ ...ں کے صدمے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس نے موذن سے کہا کہ جب تم ...ان دیا کرو تو ہر اذان کے بعد مجھے بدیل کا نام یاد دلاتے رہا کرو تاکہ میں اس کے لئے ...ں وقت تک دعا کرتا رہوں جب تک اس کا بدلہ نہیں لے لیتا۔

مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے نیرون کا راجہ سندر داس بڑا فکر مند ہوا وہ ...جھ گیا تھا کہ یہ جو بدیل شہید ہوا ہے تو مسلمان اس کا انتقام ضرور لیں گے لہٰذا اس

نے اپنے مشیروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ یقیناً" عرب اس کا انتقام لیں گے اور ان کے حملے کا پہلا نشانہ ہم لوگ ہوں گے اگر اس وقت ان کی اطاعت قبول کر لی جائے تو ہمارا شہر بربادی سے محفوظ رہے گا۔

یہ سندرداس کا بہترین فیصلہ تھا اپنے مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد راجہ داہر کو اطلاع دیئے بغیر اس نے ایک وفد حجاج بن یوسف کی طرف بھجوایا اور جزیہ قبول کرتے ہوئے امن کا طالب ہوا۔ حجاج نے اس وفد کی عرضداشت قبول کر لی اور ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ جب ہم تمہاری سرزمینوں پر حملہ آور ہوں گے تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

بدیل کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف کا ایک جاننے والا شخص جس کا نام عامر بن عبداللہ تھا وہ حجاج بن یوسف سے ملنے آیا اور حجاج بن یوسف سے اس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسے ہندو سندھ کے محاذ کا سپہ سالار بنا کر بھیجا جائے وہ اس کی خواہش کے مطابق نتائج نکالے گا۔

لگتا تھا حجاج بن یوسف پہلے ہی اس سے متعلق کوئی فیصلہ کر چکا تھا لہٰذا عامر بن عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا تھا تمہاری یہ التجا فضول ہے میں نے خود بھی قرعہ ڈالا ہے مجھے جہاں تک انداز ہے وہ یہ کہ سندھ عمادالدین محمد بن قاسم کے ہاتھوں فتح ہو گا۔

بدیل کی شہادت کے بعد جب حجاج بن یوسف نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سندھ پر ایک زوردار حملہ کرے گا' ساتھ ہی اس نے یہ بھی فیصلہ کر لیا کہ جو لشکر سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کرے گا اس کا سالار اعلیٰ محمد بن قاسم کو بنائے گا اس وقت محمد بن قاسم فارس میں تھا اور اس فیصلے سے چند دن پہلے حجاج بن یوسف اسے کردوں کے خلاف شہر پر لشکر کشی کرنے کا حکم دے چکا تھا۔ محمد بن قاسم رے جانے کی تیاری میں مصروف تھا کہ اچانک حجاج کا خط اس کے نام پہنچا کہ رے کے بجائے سندھ جاؤ اور اس کا انتظار کرو جو میں تمہارے لئے خشکی کی راہ سے بھیج رہا ہوں۔

اس حکم کے ملتے ہی محمد بن قاسم نے اپنا ارادہ بدل دیا اور وہ شیراز شہر میں ٹھہر کر لشکر کا انتظار کرنے لگا جس کا فیصلہ حجاج بن یوسف نے کیا تھا۔ حجاج نے سندھ پر

حملہ آور ہونے کے لئے پوری تیاری کی تھی اس زمانے میں جبکہ وہ سندھ کے لئے لشکر تیار کر رہا تھا اس نے ایک جمعہ کو عوام کے سامنے خطبہ دیا اس خطبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جنگ کے متعلق اس کے جذبات اور احساسات کیا تھے اس نے عوام کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تم لوگوں کو واقف کر دینا چاہتا ہوں کہ وقت بدلنے والا ہے اور وہ دو دھاری تلوار کی طرح ہے کہ کبھی ہمارے موافق ہے اور کبھی ہمارے خلاف ہے۔ جب وہ ہمارے موافق ہو تو ہمیں اپنے لشکروں کو ترتیب دینی چاہئے اور جب وہ ہمارے خلاف ہو تو ہمیں مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے اور ان مصائب کو مٹانا چاہئے۔ ہمیں خدائے تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی فیضیانہ عنایتوں پر بھروسہ کرنا چاہئے تاکہ وہ ہم پر مزید نوازشات فرمائے اور ہم پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند نہ کرے اور ہم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔"

لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے حجاج بن یوسف نے مزید کہا کہ "مجھے بدیل جیسے سپہ سالار کی شہادت کا بے حد غم ہے ہر لحہ اس کے انتقام کی آوازیں میرے دل کے کانوں میں آتی رہتی ہیں اور میں فوراً' ان کو جواب دیتا رہتا ہوں کہ خدا کی قسم عراق کی جو دولت میرے قبضے میں ہے میں اسے اس مہم پر خرچ کرنے کے لئے پورے طور پر تیار ہوں۔ بدیل کے انتقام کی آگ کا شعلہ کبھی نہیں بجھے گا جب تک میں اس کا بدلہ نہ لے لوں اور یہ دھبہ اپنے نام سے دھو نہ ڈالوں۔"

حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک خوب تربیت یافتہ لشکر کا انتخاب کیا اس نے چھ ہزار دلیر اور بہادر شامی لشکر میں سے منتخب کئے اور بکثرت جوان مرد دوسرے لشکروں سے چنے' چھ ہزار تیز رفتار گھوڑے ان بہادروں کی سواری کے لئے دیئے اس کے علاوہ بوجھ لادنے والے کئی ہزار اونٹ ساتھ کئے۔ اس اہتمام سے اس لشکر کا سروسامان کیا کہ اہل لشکر کو جن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی مہیا کر دیں یہاں تک کہ سوئی دھاگہ تک بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ فوج کے آرام اور اس کی خوراک کا اس حد تک انتظام کیا کہ عرب سرکہ بہت شوق سے کھاتے تھے اس نے روئی سرکے میں بھگو کر سائے میں خشک کی پھر اس روئی کے گٹھے

بنوا کر جہازوں میں روانہ کئے تاکہ جب لشکر کو سرکے کی ضرورت ہو تو روئی تر کر کے اس کو چھان لیا جائے اور لشکریوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو عام سامان رسد کے ساتھ تیس ہزار دینار بھی ساتھ دیئے تاکہ فوج کو اخراجات کی تکلیف نہ ہو۔

اس کے علاوہ عسکری قوتوں کا تمام سامان جہازوں پر لاد کر سمندری راستے سے دیبل کی طرف بھیجا جس میں کئی منجنیقیں تھیں جن سے دشمن کے قلعے پر پتھر پھینکے جا سکتے تھے ان سے ایک کا نام عروس تھا یہ اتنی بڑی منجنیق تھی کہ بیک وقت سو آدمی اسے حرکت میں لاتے تھے۔

محمد بن قاسم کا دوست اور دست راست جہم بن زحر جس نے ان دنوں واسط ہی میں قیام کر رکھا تھا یہ لشکر لے کر شیراز پہنچا پھر محمد بن قاسم کی سرکردگی میں یہ لشکر شیراز سے روانہ ہو کر خشکی کے راستے سے مکران پہنچا مکران میں محمد بن ہارون نمری اور بنانہ بن حنظلہ نے محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں کا شاندار استقبال کیا۔

اس دوران میں کئی ماہ تک خریم بن عمر کرمان میں مجوسی لشکریوں کے ساتھ الجھا رہا کبھی وہ مسکی کا رخ کرتا تو مجوسی مہان اور اناس شہروں میں اپنی قوت جمع کرتے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے جب وہ ان دونوں شہروں کا رخ کرتا تو وہ مسکی کو اپنا مرکز بنا لیتے۔ اس طرح خریم بن عمر کئی ماہ تک ان مجوسیوں کے ساتھ الجھا رہا تاہم متواتر ان کے ساتھ شب خون کا کھیل کھیلتے ہوئے اس نے مسکی مہان اور اناس شہروں میں جس قدر مجوسیوں کی قوت تھی اس کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

مجوسیوں کے ساتھ اس ٹکراؤ کے دوران ہی خریم بن عمر کو اطلاع ملی کہ نکامرہ قبیلے کے سردار مول نے مسلمانوں کے ان جہازوں پر حملہ کیا جو سراندیپ سے عراق کی طرف جا رہے تھے۔ مسلمانوں کو لوٹا اور قیدی بنا لیا یہ خبر ملتے ہی خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ وانگہ کے قبیلے کا رخ کیا اس سلسلے میں اس نے وانگہ کے ساتھ صلاح مشورہ کیا وانگہ نے اسے کشتیاں مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک لشکر بھی دیا جس کے ساتھ خریم بن عمر خشکی اور سمندر کے اندر مول کے بحری قزاقوں کے ساتھ ٹکراتا رہا۔

اس ٹکراؤ کا اصل مقصد یہ تھا کہ ان مسلمان قیدیوں کو تلاش کیا جائے اور جو

سامان مسلمانوں سے چھینا گیا ہے اسے بازیاب کرایا جائے۔ سمندر اور خشکی کے اندر خریم بن عمر کئی ہفتوں تک بحری قزاقوں سے الجھتا رہا لیکن نہ ہی اسے مسلمان قیدیوں کا کوئی سراغ ملا نہ ہی وہ مسلمانوں کا لوٹا ہوا سامان بازیاب کرانے میں کامیاب ہوا تھا۔ مول کے بحری قزاقوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران ہی ایک قاصد محمد بن ہارون نمری کے ہاں سے وانگہ کے قبائل میں پہنچا وانگہ نے خریم بن عمر سے رابطہ قائم کیا اور اسے یہ اطلاع دی کہ عراق سے ایک لشکر محمد بن قاسم کی سرکردگی میں مکران پہنچا ہوا ہے۔ وہ لشکر اس کا منتظر ہے اور محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ خبر ملتے ہی مول کے بحری قزاقوں کے ساتھ خریم بن عمر نے ٹکراؤ ختم کر دیا اور اپنے لشکر کو لے کر اس نے مکران کا رخ کیا تھا۔

○

خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو لشکرگاہ کی طرف بھجوا دیا اور خود اپنی قیام گاہ کی طرف گیا دوسری جانب محمد بن قاسم بنانہ بن حنظلہ ابن ہارون نمری نئے آنے والے سالاروں کے ساتھ مستقر میں خریم بن عمر کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھا۔

خریم بن عمر کو حویلی کی طرف آئے ہوئے سانکرہ نے دیکھ لیا چاہا اس کے پاس تھی بھاگتی ہوئی وہ گئی خریم بن عمر کے کمرے کھولے خریم بن عمر نے حویلی کے صحن میں اپنے گھوڑے کو کھڑا کیا اس کی زین نہیں اتاری اپنے کمروں کی طرف گیا اس نے سانکرہ سے بھی کوئی بات نہ کی اس کی اس حرکت اس لوک پر سانکرہ پریشان اور افسردہ تھی کمرے میں داخل ہو کر خریم بن عمر نے اپنا بستر لپیٹا رسی باندھی اور اپنی پیٹھ پر باندھ لیا پھر سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے بحری قزاقوں کو تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ جن مسلمانوں کو قیدی بنایا گیا ہے میں انہیں بھی نہیں ڈھونڈ سکا یہ میری بدترین ناکامی ہے میں اب یہاں لشکروں کا سالار رہنے کے قابل نہیں نہ میں اس قابل ہوں کہ یہاں قیام کروں۔ میں واپس جاؤں گا میں ایک ناکام سالار ہوں مجھے کمانداری کرنے کا کوئی حق نہیں۔ واپس جا کر اپنی بستی میں اپنے ریوڑ کو چرا کر پہلے کی طرح زندگی کے دن گزاروں گا' اگر ان حالات میں تم میرے ساتھ جانے کو تیار ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتی تو میرا گھوڑا صحن میں کھڑا ہے میں اس پر سوار ہوتا ہوں اور کوچ کر جاتا ہوں۔ میں اپنی اس ناکامی کی وجہ سے ابن ہارون نمری محمد بن قاسم اور دیگر سالاروں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا چپکے سے انہیں بتائے بغیر اپنی بستی کی طرف چلا جانا چاہتا ہوں۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ بیچاری رونے لگی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ خریم بن عمر اپنی پیٹھ پر اپنا بستر باندھے صحن کے اس حصے کی طرف چل دیا جہاں وہ اپنا گھوڑا کھڑا کر کے آیا تھا۔ روتی بین کرتی ہوئی سانکرہ اس کے پیچھے پیچھے ہولی ساتھ ہی وہ اسے کہتی بھی جا رہی تھی "میں آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں اگر آپ واپس جانے کا تہیہ ہی کر چکے ہیں تو میں آپ کا ساتھ آپ کا سنگ کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی آپ کے ساتھ مل کر آپ کا ریوڑ چرایا کروں گی۔"

خریم بن عمر جب اپنے گھوڑے کے پاس آیا تو چونک پڑا۔ اسی لمحہ محمد بن قاسم' ابن ہارون نمری' بنانہ بن حنظلہ اور نئے آنے والے سالار حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ بنانہ بن حنظلہ بھاگ کر خریم بن عمر کے پاس آیا اس کی حالت دیکھتے ہوئے وہ حیران رہ گیا تھا' پھر محمد بن قاسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تعارف کروایا۔ سانکرہ ابھی تک پیچھے کھڑی رو رہی تھی۔ محمد بن قاسم جب قریب آیا تو اسے گلے ملنے کے بجائے خریم بن عمر نے اپنی تلوار بے نیام کی اپنے دونوں ہاتھوں میں تلوار تھامی' پھر تلوار کو اس نے محمد بن قاسم کے قدموں میں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میری پیٹھ پر بندھا ہوا بستر میری کل کائنات ہے یہی لے کر میں عراق سے آیا تھا میں کئی ہفتے سمندر میں سرگرداں رہا لیکن میں نہ مسلمانوں کے جہازوں پر حملہ کرنے والوں کو تلاش کر سکا نہ مسلمان قیدیوں کا سراغ لگا سکا' یہاں میری حیثیت ایک سالار کی سی تھی میں ناکام رہا ہوں لہٰذا میں واپس جاؤں گا مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں یہاں رہ کر لشکریوں کی کمانداری کروں۔"

محمد بن قاسم نے اسے اس کے دونوں شانوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اسے گلے سے لگا لیا علیحدہ ہونے کے بعد خریم بن عمر نے پھر محمد بن قاسم کو مخاطب کیا۔

"میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کے لئے ظلمت کی گہرائیوں میں نور کی تلاش کے لئے نکلا تھا' میں ان کے غم کو خوشی ان کی بدبختی کو خوش بختی میں تبدیل نہ کر سکا افسوس میں خونی راتوں کی پرچھائیوں میں امن و صداقت کا پرچم بلند نہ کر سکا اور دشمن کے ناروا جبر کے سامنے نہ میں حملہ آوروں کو تلاش کر سکا نہ اسیروں کو

ڈھونڈ سکا۔ سمندر کے اندر مجھے ہر سو مرنے والے اور اسیر ہونے والے مسلمانوں کی آہیں اور ہر سو ان کی چیخیں سنائی دیتی رہیں نہ جانے انہیں زمین کا بطن نگل گیا یا آسمان کی رفعتوں نے اٹھا لیا آنے والے مہربان سالار میں واپس جاؤں گا میں اپنی پوری تیاری کر چکا ہوں یہ جو لڑکی جو میرے پیچھے کھڑی ہے اس کا نام سانکرہ ہے یہ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے یہ بھی میرے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔"

خریم بن عمر جب تک بولتا رہا محمد بن قاسم سنتا رہا اس کی آنکھوں سے اس دوران ایک لطیف روشنی پھوٹتی رہی اور اس کے لرزیدہ ہونٹ ملے رہے' پھر وہ کچھ اس طرح مخاطب ہوا کہ شفقت اس کے الفاظ سے ٹپکتی تھی اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"میری قوم کے مہربان سالار ابھی تو نہ میں تمہاری ملاقات کے فرض سے لطف اندوز ہوا ہوں نہ تمہاری محبت کی تاثیر کا مزہ چکھا ہے' میرے مہربان ساتھی انسان کی زبان سے زیادہ فصیح اور عورت کی آنکھوں سے گرتے آنسو سے زیادہ کارگر کوئی شے نہیں ہوتی۔ ایک عورت کی پکار ہی پر ہم یہاں آئے ہیں تم فکر مند کیوں ہوتے ہو تم واپس نہیں جاؤ گے۔ یاد رکھنا تمہارے ساتھ میں دشمن پر بپھرے ہوئے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوں گا' ظالموں کے ظلم و جبر اور سنگ دلی اور ان کے فولادی چنگل سے اپنے اسیر بھائیوں کو ہم نجات ضرور دلائیں گے۔ سورج ہمیشہ تاریکی میں سے طلوع ہوتا ہے اس کے بعد چار سو روشنی پھیلا کر ہر شے کو منور کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دشمن ہماری دل آزاری اور خرابی کا باعث بنا ہے لیکن قسم اس خدائے بزرگ کی جس نے سورج کو زندگی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے' ہم تو ان دشمنوں کا شور مچاتے صحراؤں میں ایسا تعاقب کریں گے کہ انہیں کہیں بھی جائے پناہ نہ ملے گی۔ سن خریم بن عمر مجھے تم سے ایسے رویئے کی ہرگز توقع نہیں تھی تم مجھے امید افزا کرنے کے بجائے مایوس اور خوفزدہ کر رہے ہو۔

میں شیراز میں مقیم تھا کہ حجاج بن یوسف نے لشکر میری طرف روانہ کیا جس کے ساتھ میں نے سندھ پر حملہ آور ہونا ہے۔ اس لشکر کا کماندار میرا عزیز دوست

جہم بن زحر تھا وہ اس وقت یہاں موجود ہے میں اس کا تمہارے ساتھ تعارف کرواتا ہوں۔ جہم بن زحر کے ہاتھ جو خط حجاج بن یوسف نے مجھے بھجوایا تھا اس میں جو تمہارے متعلق لکھا تھا اسے پڑھ کر کسی اور کو تعجب ہوتا' لیکن میں ہرگز پریشان نہیں ہوا۔ حجاج یوسف نے تمہاری اس انداز میں تعریف کی تھی کہ اگر وہ الفاظ میں تمہیں سنا دوں تو یقیناً" تم اپنی ذات پر فخر کرنے لگو۔ خریم بن عمر تمہارا نام میرے لئے نیا نہیں ہے حجاج بن یوسف نے جہم بن زحر کے ہاتھ جو پیغام بھجوایا اس میں لکھا تھا کہ تم بصرہ کے حربی مکتب کے تعلیم یافتہ ہو میں بھی اسی مکتب میں پڑھتا رہا ہوں۔ قسم خداوند قدوس کی اس مکتب میں سب سے اچھے بہترین انداز میں کامیابی حاصل کرنے والے اور حربی اور دینی جوہر میں نمایاں مقام حاصل کرنے والے طالب علموں میں تمہارا نام میں نے سرفہرست دیکھا تھا۔ شیراز سے ہی مجھے تمہارے ساتھ ایک عقیدت ہو گئی تھی اور میں تم سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ اب تم جو اپنی پیٹھ پر بستر باندھ کر میرے سامنے آ گئے ہو تو قسم خدائے پاک کی تمہاری عزت تمہاری عظمت میری نگاہوں میں اور نمایاں ہو گئی ہے۔ تم تو چھوٹی سی ایک ناکامی پر اتنے بڑے منصب سے دستبردار ہو رہے ہو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ جو خط حجاج بن یوسف نے مجھے لکھا تھا اس میں اس نے تمہیں میرا نائب مقرر کیا ہے لشکریوں میں میرے بعد تمہاری حیثیت سب سے اعلیٰ اور ارفع ہو گی اور تمہارے ہر حکم کا اتباع کیا جائے گا۔ جنگوں کے اندر بھی تمہارا مشورہ اولین طور پر زیر غور ہو گا۔ میں تو جہاز کے عرشے پر کھڑا ہو کر اپنے خداوند قدوس کے بعد حجاج بن یوسف کو پکارنے والی عورت کی پکار کے جواب میں ان سرزمینوں کی طرف آیا ہوں اور تم اپنا بستر باندھ کر واپس جانے کی تیاریاں کر رہے ہو' گو تمہاری یہ ادا بہت اچھی ہے لیکن اصولوں کے خلاف ہے تم میرے ساتھ رہو گے لشکر میں تم میرے نائب ہو گے تمہارے صلاح مشورے سے ہی حملوں کو آخری شکل دی جائے گی اپنی پیٹھ سے بستر اتارو۔ تم معمولی گڈریے نہیں ایک اعلیٰ پائے کے سالار بننے کے لئے پیدا ہوئے ہو بستر اتارو تاکہ اپنے ساتھ آنے والے دوسرے سالاروں سے میں تمہارا تعارف کراؤں۔"

خریم بن عمر حرکت کرنا ہی چاہتا تھا کہ بنانہ بن **حنظلہ فوراً** آگے بڑھا اور خریم بن عمر کی پیٹھ سے بستر کھول کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔ سانکرہ جو پیچھے کھڑی ابھی تک رو رہی تھی۔ جب خریم بن عمر کی پیٹھ سے بستر اتار دیا گیا تو اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اب ہلکی ہلکی سی دلفریب مسکراہٹ اس کے چہرے پر کھیل رہی تھی، پھر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"ابن عمر میں جانتا ہوں کہ سانکرہ نام کی یہ لڑکی تمہیں پسند کرتی ہے۔ یاد رکھو میں ایک ماہ سے یہاں قیام کئے ہوئے ہوں اور تمہارا انتظار کر رہا ہوں میں یہاں کے حالات سے پوری طرح واقف ہوں۔ گودیری بنانہ بن حنظلہ کو پسند کرتی ہے میں اس سے بھی واقف ہوں پہلے پیچھے مڑو سانکرہ کو تسلی دو اسے بھیجو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔"

خریم بن عمر مڑا سانکرہ کے سامنے آن کھڑا ہوا اب اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جواب میں سانکرہ بھی مسکرا رہی تھی پھر خریم بن عمر نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ سب سے پہلے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے میرے ساتھ یہاں سے میری بستی کی طرف جانے کا راستہ اختیار کیا، میں جانتا ہوں کہ تم میرے لئے کس قدر پر خلوص اور جانثار ہو۔ جاؤ اپنی حویلی کی طرف چلی جاؤ میں اب واپس نہیں جاؤں گا لشکر میں موجود رہوں گا۔"

خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ نے بڑے دلفریب انداز میں ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر اسے مخاطب کیا۔

"میرا دل کہتا تھا آپ واپس نہیں جائیں گے" پھر سانکرہ مڑی اور ساتھ والی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔ خریم بن عمر پھر محمد بن قاسم کے سامنے آن کھڑا ہوا محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے اپنے سالاروں کا تعارف کرواتا شروع کیا۔

"یہ جو میرے بائیں جانب قطار میں جوان کھڑے ہیں یہ سارے میرے لشکر کے چھوٹے بڑے سالار ہیں۔ جو شخص پہلے نمبر پر ہے یہ میرا بہترین دوست ہے بصرہ کے مکتب میں میرے ساتھ پڑھتا بھی رہا ہے نام اس کا جہم بن زحر ہے۔ اس کے

ساتھ ذکوان بن علوان ہے، تیسرے نمبر پر عطا بن ملاک قلبی ہے، چوتھے نمبر پر صارم بن صارم ہے، یہ سارے نایاب قسم کے سالار ہیں مجھے امید ہے آنے والی جنگوں میں یہ میرے اور تمہارے ماتحت بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔"

جب تک محمد بن قاسم بولتا رہا خریم بن عمر مسکراتا رہا اس کے خاموش ہونے کے بعد وہ آگے بڑھا باری باری اس نے سب سے پرجوش مصافحہ کیا۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے محمد بن ہارون نمری کو مخاطب کیا۔

"ابن نمری آپ گزشتہ کئی دن سے بخار میں مبتلا ہیں کمزور ہیں آپ جا کے آرام کریں" اس پر ابن ہارون نمری کہنے لگا۔

"آپ میری تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کیجئے، بخار کی حالت میں بھی میں آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں" پھر سب حویلی کے اس حصے کی طرف بڑھے جو حصہ ابن ہارون نمری کی قیام گاہ تھا۔ ایک کمرے میں سارے بیٹھ گئے اس کے بعد محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابن عمر تم مکران میں لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہو۔ اب جبکہ میں بھی ایک لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ گیا ہوں تو تمہاری حیثیت پورے لشکر میں میرے نائب کی سی ہو گی۔ تمہارے بعد بنانہ بن حنظلہ کی اہمیت ہو گی اس کے بعد باقی سالاروں کا نمبر آتا ہے تم یہاں پہلے سے رہ رہے ہو لہٰذا میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ ہمیں کب اور کس سمت سے اپنے کام کی ابتداء کرنی چاہئے۔

مکران کے اندر ہمیں یہاں کی حفاظت کے لئے کیا انتظامات کرنے چاہئے۔"

محمد بن قاسم کے خاموش ہونے پر خریم بن عمر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر شاید وہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گیا محمد بن قاسم کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"یہاں سے نکل کر ہمیں قنزپور (پنجگوں) کا رخ کرنا چاہئے **پنجگور** میں شہر کی حفاظت کے لئے خاصا بڑا لشکر ہے اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد مزید پیش قدمی کرتے ہوئے ہمیں ارمن بیلہ کا رخ کرنا ہو گا۔ ان دونوں شہروں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے بعد ہمارا ہدف سمندر کے کنارے دیبل شہر ہو گا۔

جہاں تک مکران کی حفاظت کا تعلق ہے تو اگر محمد بن ہارون نمری مان جائیں تو

یہ یہیں قیام کریں ان کے ساتھ چند دستے مکران کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے جائیں گے باقی سارے لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔"

خریم بن عمر یہیں تک کہہ پایا تھا کہ محمد بن ہارون نمری فوراً" بول پڑا۔

"ابن عمر میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ بیٹے اب تک تم صرف اکیلے ہی مختلف جنگوں اور مہموں میں حصہ لیتے رہے ہو اور میں خوش ہوں کہ تم ہر مہم میں کامیاب لوٹے ہو' میں اور بنانہ بن حنظلہ ایک طرح سے بے کار ہی مکران میں پڑے رہے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ میں بذات خود جنگوں میں حصہ لوں' لہٰذا میں مکران میں قیام نہیں کروں گا۔ مکران میں چند دستے حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے جائیں ان پر کسی کو کمانڈار مقرر کر دیا جائے مکران کے لئے یہی کافی ہے۔ اب مکران پر کسی سمت سے حملے کا خدشہ بھی نہیں ہے مجوسیوں کی قوت کو تم نے بالکل تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے مول ساحل سمندر کو چھوڑ کر کاٹھیاوار کی طرف بھاگ چکا ہے۔ سمندر کے کنارے صرف وانگہ ہے جو ہمارا بہترین دوست ہے وہ اپنے قبائل کے لوگوں کے ساتھ ساحل سمندر پر اپنی بستیوں میں پہلے کی طرح رہ رہا ہے' اگر مکران کو کسی قسم کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ نہ صرف مکران کی حفاظت میں ہمارا ہاتھ بٹا سکتا ہے بلکہ دشمن کی پیش قدمی سے پہلے بھی ہمیں اطلاع کر سکتا ہے' لہٰذا مکران کو کوئی خطرہ نہیں جو میں یہاں قیام کروں میں آپ کے ساتھ روانہ ہوں گا اور باقاعدہ جنگوں میں حصہ لوں گا۔

خریم بن عمر اب میرے موضوع پر کوئی گفتگو نہیں ہو گی بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں کہ پہلے قنزپور اس کے بعد ارمن بیلہ کا رخ کرنا چاہئے' اور تم نے یہ واضح نہیں کیا سانکرہ اور گودیری کو کیا کرنا چاہئے۔"

جواب میں خریم بن عمر نے کچھ سوچا اور پھر وہ بول پڑا۔

"سانکرہ گودیری اور ساول کو ہم ساتھ رکھیں گے دیبل کے بعد ہمارا رخ نیرون شہر کی طرف ہو گا ان تینوں کو نیرون شہر میں چھوڑ دیا جائے گا نیرون کا حکمران سندرداس ہمارا حلیف ہے۔"

خریم بن عمر مزید کہتا کہ بیچ میں محمد بن قاسم بول پڑا۔

"ابن عمر تم نے سندر داس کا نام لیا تو مجھے خوب یاد آیا حجاج بن یوسف نے

مجھے جو خط لکھا تھا اس میں اس نے مجھے اس علاقے کے متعلق اطلاعات فراہم کی ہیں ان اطلاعات کے مطابق سندر داس نے اپنے کچھ قاصد تحائف کے ساتھ حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کئے تھے اور نہ صرف امان طلب کی تھی بلکہ ان علاقوں میں راجہ داہر کے خلاف اس نے ہماری مدد کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لہٰذا میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں کہ دیبل سے نکل کر نیرون کا رخ کیا جائے گا اور سانکرہ اور گودیری دونوں کو وہاں چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا فی الحال یہ بہتر نہیں ہو گا کہ گودیری اپنے باپ کی طرف روانہ ہو جائے" اس پر ہارون نمری فوراً" بول پڑا۔

"میری تجویز ہے کہ گودیری سانکرہ کے ساتھ نیرون کی طرف جائے اور ہمیں کچھ ستانے کا موقع مل جائے تو اس دوران گودیری اور سانکرہ کی شادی سندر داس کے شہر نیرون میں کر دی جائے گی۔ میرے خیال میں اگر گودیری سے مشورہ کیا جائے تو وہ بھی اپنے باپ وانگہ کے پاس جانے کے بجائے سانکرہ کے ساتھ نیرون کا رخ کرنا پسند کرے گی۔ اس سلسلے میں اس سے بات بھی کر لوں گا۔ ویسے اگر دونوں لشکر میں ہی رہنا چاہیں تب بھی کوئی حرج نہیں کہ آپ کے لشکر میں لشکریوں کے اہل خانہ بھی ہیں۔"

محمد بن قاسم نے ہارون نمری کی ان ساری تجاویز سے اتفاق کیا تھا۔ دو روز تک پورے لشکر نے وہیں قیام رکھا اپنے کوچ کی تیاریاں مکمل کیں اس کے بعد چند دستے مکران کی حفاظت کے لئے چھوڑے گئے باقی لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف روانگی ہوئی۔ سب سے پہلے **پنجگور** کا رخ کیا گیا **پنجگور** کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے چند یوم تک وہیں قیام رکھا اس کے بعد ارمن بیلہ یعنی ارمابیل کا رخ کیا یہ شہر بھی بغیر کسی مزاحمت کے فتح ہو گیا۔ ابن ہارون چونکہ جنگوں میں حصہ لینا چاہتا تھا اور لشکر میں شامل ہوا تھا' لشکر میں جو طبیب تھے انہوں نے ابن ہارون کا بڑا علاج کیا لیکن وہ جانبر نہ ہوا۔ ارمن بیلہ ہی میں اس نے وفات پائی وہیں اسے دفن کر دیا گیا۔

ارمن بیلہ میں محمد بن قاسم نے چند دن قیام کیا۔ قیام کے دوران محمد بن قاسم نے اپنے سارے سالاروں کو جمع کیا۔ دراصل دیبل کا رخ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنے لشکر کی ترتیب کو درست کر لینا چاہتا تھا۔ جب سارے سالار اس کے سامنے آ گئے

تب اپنے پہلو میں بیٹھے خریم بن عمر کو اس نے مخاطب کیا۔

"ابن عمر میرے عزیز ہم نے ابھی تک دو چھوٹے چھوٹے شہر فتح کیے ہیں ان میں کوئی مزاحمت کرنے والی قوت نہیں تھی بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے ان دونوں شہروں کو فتح کر لیا ہے۔ اب ہمارا رخ دیبل شہر کی طرف ہو گا دیبل شہر کی طرف جانے سے پہلے میرے بھائی میں اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لینا چاہتا ہوں اس لئے میں نے سارے سالاروں کو بلا لیا ہے جو ترتیب آج طے کی جائے گی وہ سب جنگوں میں چلتی رہے گی۔"

اپنے ذہن میں میں نے ایک ترتیب سوچ رکھی ہے وہ میں تم سب کے سامنے کہتا ہوں اس سلسلے میں اگر کوئی اعتراض ہو تو بولے۔

"لشکر کو تین حصوں میں رکھا جائے گا قلب میمنہ اور میسرہ قلب میرے پاس رہے گا جہم بن زحر اور صارم بن صارم دونوں میرے نائب کی حیثیت سے قلب میں کام کریں گے۔ لشکر کے دوسرے حصے کا کماندار خریم بن عمر ہو گا پہلے کی طرح بنانہ بن حنظلہ اس کا نائب ہو گا۔ لشکر کے تیسرے حصے کی کمانداری ذکوان بن علوان کے ذمہ ہو گی اور عطاء بن مالک اس کے نائب کی حیثیت سے ہو گا۔ بس آنے والے دنوں میں لشکر کی ترتیب یہی رہے گی اس سلسلے میں تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہو یا کسی تبدیلی کا خواہش مند ہو تو کہے۔"

سب خاموش رہے اس پر محمد بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا "تم سب کی خاموشی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ تم میری تجویز سے متفق ہو' لہٰذا آج کے بعد لشکر کے تین حصے ہوں گے اور تینوں حصوں کی کمانداری اسی طرح ہو گی جس طرح طے کی گئی ہے۔ اب تم سب لوگ میرے ساتھ آؤ تاکہ لشکر کو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے جو لشکر پہلے سے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے ساتھ کام کرتا رہا ہے وہ ان ہی کے پاس ہو گا' جو لشکر میں لے کر آیا ہوں اس میں سے اگر تعداد کے لحاظ سے ان کو مزید لشکری ملے تو ان کو دیئے جائیں گے بقیہ لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا" اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سارے سالاروں کے ساتھ لشکر کی تقسیم کے لئے وہ نکل کھڑا

ہوا تھا۔

لشکر کی تقسیم کے بعد چند دن مزید محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ ارمن بیلہ میں قیام کیا یہیں قیام کے دوران حجاج بن یوسف کی طرف سے ایک خط محمد بن قاسم کو آیا جس میں اس نے لشکر کو جنگ کے متعلق ضروری ہدایات دیتے ہوئے لکھا تھا۔

"جب تم ان منزلوں تک پہنچو جو کہ سندھ کی حدود کے اندر ہیں اور تمہیں دیبل نظر آنے لگے تو تم اپنی قیام گاہوں کے متعلق بہت احتیاط برتو پھر جہاں کہیں اپنی قیام گاہ کے گرد خندق کھودو تاکہ وہ خندق تمہاری حفاظت اور سلامتی کا کام انجام دے۔

رات کا زیادہ حصہ جاگتے رہو جو لوگ قرآن پڑھ سکتے ہیں وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف رہیں باقی لوگ دعا میں اور لشکر کی حفاظت میں چوکنے ہو کر گزاریں۔

خدا کا ذکر ہر وقت زبان پر جاری رکھو خدا کی نصرت اور مدد ہر وقت طلب کرتے رہو تاکہ خدائے تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے اور زیادہ تر لاحول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر خدا سے مدد چاہو۔

جب تم دیبل کے گردونواح میں پہنچو تو ایک خندق' بارہ گز اور چھ گز گہری کھودو جب تک دشمن کے مقابل ہو تو خاموش رہو خواہ دشمن تم کو گالیاں دے اور شور و غوغا کرے۔ اور اس وقت تک جنگ نہ شروع کرو جب تک میں تمہیں مزید ہدایات نہ لکھوں اور وہ ہدایات جو میں تمہیں دوں ان پر حرف بہ حرف عمل کرو اگر تم نے ان پر عمل کیا تو انشاء اللہ فتح تمہاری یقینی ہو گی۔"

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ارمن بیلہ سے کوچ کیا اور دیبل کا رخ کیا۔ جمعہ کے روز محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ دیبل پہنچا۔ جمعہ کا خطبہ خود محمد بن قاسم نے نکا سے باہر دیا اور باجماعت نماز کی امامت کی' اتفاق سے اسی دن وہ جہاز بھی سازو سامان لے کر پہنچ گئے جو حجاج بن یوسف نے لشکر کے لئے روانہ کئے تھے۔ ان جہازوں میں سامان رسد کے علاوہ قلعہ کشائی کے آلات اور منجنیقیں بھی تھیں ان میں عروس نام کی وہ بڑی منجنیق بھی تھی جسے پانچ سو جوان کھینچتے تھے اس منجنیق کو

چلانے والا ایک شامی جوان تھا جس کا نام جعونہ تھا کہتے تھے اس کا نشانہ بڑا بے خطا تھا۔

دیبل پہنچ کر محمد بن قاسم اور خریم بن عمر نے شہر کا جائزہ لیا اس نے دیکھ دیبل شہر کی آبادی بہت بڑی تھی شہر میں ایک عالیشان دیول یعنی مندر تھا۔ اس دیوا کی نسبت سے اس شہر کا نام دیبل پڑا۔ مندر کا گنبد بہت بڑا اور بلند تھا جو بہت دو سے نظر آتا تھا اس گنبد کی چوٹی پر ایک بہت لمبے بانس پر ریشم کا ایک سبز پر آویزاں تھا اور اس گنبد سے بھی چالیس گز اونچا تھا۔

اس جھنڈے کے متعلق شہر والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جب تک یہ جھنڈا ہوا میں لہرا رہا ہے شہر کو کوئی فوج فتح نہیں کر سکتی۔ مندر میں سات سو پجاری تھے اور شہر گرد فصیل بنی ہوئی تھی۔

محمد بن قاسم جیسے ہی دیبل پہنچا دیبل کی فوجیں اس کی آمد کی خبر سن کر شہر دروازے بند کر کے بیٹھ گئیں محمد بن قاسم نے یہ دیکھ کر کہ دیبل کے لشکری شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جابجا مورچے قائم جائیں بالکل اسی طرح جس طرح حجاج بن یوسف نے ہدایات جاری کیں تھیں۔

تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کر سکے چنانچہ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھود اور مورچے قائم کر کے اسلامی لشکر نے شہر کو محاصرے میں لے لیا تھا۔ دیبل لشکری کبھی کبھی شہر پناہ سے نکل کر حملہ آور ہوتے اور پھر شہر پناہ کے دروازے بند لیتے' لیکن چونکہ ابھی تک حجاج بن یوسف کی طرف سے جنگ کی اجازت نہیں ملی اس لئے اسلامی لشکر ان حملوں کو جھیل رہا تھا۔ اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا یہاں کہ آٹھویں روز حجاج کا حکم پہنچا کہ جنگ شروع کر دی جائے یہ حکم نامہ ملتے ہی محمد قاسم نے اپنے سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا تاکہ ان سے مشورہ کرنے کے جنگ کی ابتداء کی جا سکے۔

سارے سالاروں کے جمع ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے انہیں مخاطب کر ہوئے کہنا شروع کیا۔

"عزیزو حجاج بن یوسف کا حکم نامہ ہمارے پاس پہنچ گیا ہے اس نے شہر

ہونے کی اجازت دے دی ہے جس جگہ ہم لوگ اس وقت بیٹھے ہیں یہاں میں جہم بن زحر صارم بن صارم اپنے لشکر کے ساتھ رہیں گے ہمارے دائیں جانب م بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ ہوں گے بائیں جانب ذکوان بن علوان اور عطاء بن اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہوں گے۔

شہر کی فصیل کا صدر دروازہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اگر دشمن صدر دروازے سے نکلتا ہے تو وہ پہلے میرے ساتھ ٹکرائے گا۔ خریم بن عمر تم اور ذکوان علوان دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ انتظار کرو گے۔

اپنے دائیں بائیں نگاہ رکھنا اپنے مخبروں کو بھی پھیلا کر رکھنا باہر نکلنے کے لئے ن ہی راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر اپنی پشت کو محفوظ کرنے کے بعد تم بھی دائیں یں سے دشمن پر ٹوٹ پڑنا۔ اس طرح لمحوں کے اندر ہم دشمن کا صفایا کر کے رکھ یں گے۔

اور اگر دشمن شہر کے مختلف دروازوں سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی شش کرتا ہے تو سامنے والے دروازے کو میں سنبھال لوں گا' جو لوگ دائیں طرف ے نکل کر آئیں گے خریم بن عمر تم ان پر حملہ آور ہو جانا بائیں جانب والوں کو ان بن علوان سنبھال لے گا۔"

محمد بن قاسم ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس ے محافظ دستوں کا سالار بھاگا بھاگا آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے امیر! دیبل شہر سے ایک برہمن نکلا ہے وہ فی الفور آپ کی خدمت میں اضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ بتاتا ہیں۔ اس نے صرف یہ الفاظ کہے ہیں کہ مسلمان اس وقت شہر پر حملہ آور ہونے کوشش و پیچ سے کام لے رہے ہیں میں بتا سکتا ہوں کہ شہر کیسے فتح ہو سکتا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر محمد بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور اپنے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا "برہمن کو بلاؤ تاکہ میں جانوں کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

وہ سالار پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد وہ برہمن کو لے کر آیا برہمن نے محمد بن قاسم کو تعظیم دی محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے سالار نے کہا کہ تم دیبل شہر کی فتح کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو، کہو تمہارے پاس کہنے کو کیا ہے۔"

"محمد بن قاسم کو وہ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا پھر کہنے لگا "اگر مجھے جان کی امان دی جائے تو میں وہ راز بتا سکتا ہوں جس کے تحت شہر کو فتح کیا جا سکتا ہے" اس پر محمد بن قاسم نے اسے امان دی تب برہمن پھر بولا۔

"بھگوان امیر کی عمر دراز کرے ہمیں ہمارے نجوم کی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ آپ سندھ کا ملک فتح کر لیں گے لیکن جب تک یہ بت خانہ برقرار ہے اس شہر کو فتح کرنا ممکن نہیں، آپ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ بت خانہ مسمار ہو اس پر جو جھنڈا لہرا رہا ہے وہ کسی طرح پارہ پارہ ہو جائے اسی میں شہر کی فتح کا راز ہے جس روز یہ جھنڈا اگر گیا یوں جانیں یہ شہر اسی روز فتح ہو جائے گا۔"

برہمن یہ کہہ کر خاموش ہوا پھر کہنے لگا "مجھے اجازت دیں اب میں جاتا ہوں جو راز تھا وہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے" اس پر جب محمد بن قاسم نے اسے جانے کی اجازت دی تو وہ برہمن چلا گیا۔

"محمد بن قاسم کو جب شہر والوں کے اس عقیدے کا حال معلوم ہوا تو اس نے عروس منجنیق چلانے والے جعونہ کو بلایا جو نشانے بازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر تم اس جھنڈے اور مندر کے گنبد کو منجنیق کے ذریعے پتھروں سے گرا دو تو میں تمہیں دس ہزار درہم انعام دوں گا۔"

جعونہ کہنے لگا "عروس نامی منجنیق لائی جائے میں تین پتھروں سے جھنڈے اور گنبد کو گرا دوں گا" محمد بن قاسم نے کہا "اگر تو ایسا نہ کر سکا تب اور اگر منجنیق کو نقصان پہنچا تب تمہاری کیا سزا ہونی چاہئے۔"

جعونہ مسکرایا اور کہنے لگا "اگر میرا نشانہ خطا ہو جائے تو میرے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔"

جعونہ سے یہ گفتگو کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اس ساری صورت حال کو تحریری طور پر حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کیا۔

حجاج بن یوسف کو اس جنگ سے اس قدر دلچسپی تھی کہ اس نے محمد بن قاسم ے سندھ کی لڑائی کے حالات جاننے کے لئے خط کتابت کا اس قدر عمدہ انتظام کیا تھا کہ سندھ کا ہر خط ساتویں دن عراق میں اسے مل جاتا اور ایک ہی ہفتے میں اس کا واب سندھ پہنچ جاتا تھا۔

حجاج کو جب یہ خط ملا تو اس نے جواب میں لکھا کہ ہمیں وہ شرائط منظور ہیں جعونہ سے کی گئی ہیں اس نے مزید جنگ کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے محمد بن قاسم لکھا "کہ جب تم جنگ شروع کرو تو لشکر کو اس طرح ترتیب دینا کہ سورج تمہاری ت پر رہے تاکہ تم دشمن کی نقل و حرکت کو اچھی طرح دیکھ سکو۔

دن کے ابتدائی حصے میں جنگ شروع کر دو، جنگ شروع کرنے سے پہلے خدائے الیٰ سے نصرت اور مدد طلب کرو اگر سندھ کا کوئی شخص رحم اور پناہ کے لئے خواست کرے تو اس کو امن دو لیکن دیبل والوں کو کبھی پناہ نہ دینا اس لئے کہ اس نے سراندیپ سے آنے والے مسلمانوں پر مظالم کئے ہیں اور ہمارے جہازوں کو لوٹا ہے۔"

حجاج بن یوسف نے یہ بھی لکھا تھا کہ عروس نامی منجنیق کو مشرق کی سمت گاڑ کر یہ پایہ کم کر کے مندر کے گنبد کو نشانہ لے کر سنگ باری کرے پھر یقیناً "فتح تمہاری گی۔"

بس محمد بن قاسم نے حجاج کی ہدایت کے مطابق دیبل پہنچنے کے نویں روز جب اب طلوع ہو رہا تھا منجنیق کو نصب کرنے کا حکم دیا کہ مندر پر سنگ باری کی ئے

سب سے پہلا پتھر عروس نے پھینکا پھر دوسری منجنیقوں سے پتھروں کی بارش ہو ئی عروس کے اس پتھر سے گنبد ٹوٹ گیا جھنڈا گر پڑا جھنڈے اور گنبد کے گرتے ہی میں ہلچل مچ گئی اور شہر کے مختلف دروازوں سے دیبل کے لشکری مسلمانوں پر حملہ ہونے کے لئے پیش قدمی کرنے لگے تھے۔

لشکر کے جس حصے کی کمانداری محمد بن قاسم کر رہا تھا اس کے سامنے دیبل کی ل کے اندر جو دروازہ تھا اس کے اندر سے دیبل کے لشکری کچھ اس طرح نکلے

جیسے کالے کوسوں کی پرہول رات میں خزاں کے نشانوں پر سوار جھکڑ اور گہرے ابار کے ساگر سے طوفان بدوش بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں' وہ محمد بن قاسم پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے محمد بن قاسم اس موقع پر ساکت پانی میں عکس اور برف سے لدے کوہستانوں کی طرح پر سکون تھا' تاہم اس کی آنکھوں میں اس موقع پر جلال بھرا تبسم اور چہرے پر جذبات کی طغیانی تھی حملہ آور جب نزدیک آئے تب اپنے آپ کو مخاطب کر کے محمد بن قاسم کہنے لگا۔

"لاکھ لات ومنات اپنا روپ بدلیں پر ہمیں تو ہر حال میں اس نگار خانہ کن میں بدی کو اپنا رنگ دکھانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور پھر عجیب سے انداز میں اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ بس یہ نعرہ بلند کرنا تھا کہ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے لشکریوں کو حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔ یہ حکم ملتے ہی محمد بن قاسم اور اس کے لشکری پر غیض و برہم امواج کی یورش اور مبتلائے رنج و غم کر دینے والے دشت ویران کے بگولوں کی طرح دیبل کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اتنی دیر تک دائیں جانب سے دوسرے دروازے سے نکل کر دیبل کے لشکری فتنہ دہر ستم بالائے ستم ڈھاتی مہیب شیطانی قوتوں کی طرح لشکر کے اسی حصے کی طرف بڑھے جس کی کمانداری خریم بن عمر کر رہا تھا' اور بنانہ بن حنظلہ اس کا نائب تھا۔ جونہی دیبل کے لشکری قریب آئے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ بھی زور دار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے قوی بازوؤں والے بدوؤں کے ذوق و میلان اور بت شکن حوصلوں کی طرح اپنے لشکریوں کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے تھے۔ عین اسی وقت بائیں جانب سے بھی نسلی تعصب کے عفریت اور طبقاتی نفرت کی آگ کی طرح دیبل کے لشکری نموا دار ہوئے۔ ان پر ذکوان بن علوان او عطاء بن مالک قانون قدرت کے طابع رہنے والے بے غرض اور جفاکش مجاہدوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے دیبل کے نواح میں زندگی کی امواج اخلاقی زوال سے گلے ملنے لگی تھی افق تا افق ایک عجیب سی خون آلود اضطراب انگیزیاں پھیلنے لگیں تھیں۔

تھوڑی دیر تک جنگ کے بعد ہی دیبل کے لشکریوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر انہوں نے کچھ دیر مزید مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنے کی کوشش کی تو مسلمان مکمل طور پر ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔ للہذا دیبل شہر میں راجہ داہر کا جو گورنر تھا وہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ قاسم کو اس شہر کے لوگوں کو امن دینے کی اجازت نہیں۔

تین روز تک فتنہ برپا کرنے والوں کا قتل عام کیا گیا شہر کے فتح ہوتے ہی دیبل کا گورنر بھاگ نکلا بہرحال شہر میں امن قائم ہونے کے بعد محمد بن قاسم کے حکم پر پیمائش کرنے کے بعد زمین کے قطعات مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔

بحری قزاقوں نے جن مسلمانوں کو لوٹا تھا ان کا مال اور جن مسلمانوں کو اسیر بنایا گیا تھا ان میں سے کچھ کو دیبل میں رکھا گیا تھا اور کچھ راجہ داہر کے مرکزی شہر اروڑھ یعنی الور بھیج دیا گیا تھا۔

محمد بن قاسم نے جب دیبل کو فتح کیا تو دیبل کے زندان میں سے سراندیپ کے وہ مسلمان قیدی بھی نکلے جن کی آزادی کے متعلق حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو لکھا تھا اور راجہ داہر نے فریب سے جواب دیا تھا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے جن پر ہمارا بس نہیں چلتا۔

دیبل کے فتح ہوتے ہی راجہ داہر کے فریب کا پردہ اس طرح چاک ہوا کہ محمد بن قاسم نے جیل کے داروغہ جس کا نام قبلہ تھا بلوا کر حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ قبلہ نہایت عقل مند و ہوشیار اور ہندوستان کا مشہور ادیب ماہر انشاء پرداز اور صاحب علم انسان تھا۔

اس نے محمد بن قاسم سے کہا "کہ قبل اس کے آپ مجھے سزا دیں آپ مسلمان قیدیوں کو بلوا کر پوچھئے کہ میرا سلوک ان کے ساتھ کیسا رہا ہے اور میں نے ان کے آرام اور سزا کے ہلکا کرنے میں کس قدر کوشش اور جدوجہد کی ہے جب تک آپ یہ معلوم نہ کر لیں مجھے قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔"

محمد بن قاسم نے داروغہ قبلہ کی یہ بات سن کر حکم دیا کہ جیل خانے سے مسلمان قیدیوں کو لایا جائے۔ مسلمان قیدی لائے گئے محمد بن قاسم نے بڑے پرتپاک

انداز میں ان کا خیر مقدم کیا بڑی نرمی سے ان سے پیش آیا ان کی حوصلہ افزائی کی پھر انہیں اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا "کہ زندان کے اس داروغہ کا تمہارے ساتھ کیا سلوک تھا۔"

جس قدر قیدی دیبل کے زندان سے ملے تھے ان سب نے یک زبان ہو کر کہا "ہم لوگ قبلہ کے شکرگزار ہیں اس نے ہماری تسلی اور تشفی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس کا برتاؤ اس کا سلوک ہمارے ساتھ نہایت مشفقانہ اور رواداری کا تھا یہ ہمیں ہمیشہ یقین دلاتا رہا کہ گھبراؤ نہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں وہ وقت ضرور آئے گا جب اسلامی لشکر یہاں آئے گا اور تمہیں اس مصیبت اور اسیری سے نجات دلائے گا۔"

محمد بن قاسم کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ زندان کے داروغہ کے ساتھ نہایت اچھی طرح پیش آیا بڑا عمدہ سلوک اس کے ساتھ کیا اور پھر داروغہ کو محمد بن قاسم نے اسلام کی دعوت دی۔ داروغہ زندان نے بخوشی اسلام قبول کر لیا محمد بن قاسم نے دیبل میں اپنا ایک والی مقرر کیا اور زندان کے داروغہ کو اس والی کے حوالے کرتے ہوئے کہا "وہ تمام معاملات میں اس داروغہ زندان سے مشورہ کر لیا کرے اور آمد و خرچ کے حسابات کی توثیق اس سے کرایا کرے دیبل کا والی محمد بن قاسم ایک شخص حمید بن وداع بغدادی کو مقرر کیا تھا۔ اس والی نے محمد بن قاسم کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ اس داروغہ زندان سے بہترین اور عمدہ قسم کا سلوک کرے گا اس کے بعد شہر کا نظم نسق درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے شہر کے اندر مسجد تعمیر کروائی یہ سندھ میں پہلی مسجد تھی جو تعمیر ہوئی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے غنیمت کے سارے مال کو جمع کیا جو اسے پنجگور کے علاوہ ارمن بیلہ اور دیبل سے حاصل ہوا تھا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ خزانے میں جمع کروا دیا گیا اس کے علاوہ جو مال بچا وہ لشکریوں میں ان کی قابلیت اور عہدوں کے مطابق تقسیم کیا گیا گھوڑ سوار کو شتر سوار اور پیادے سے دوگنا حصہ ملا۔

دیبل کے فتح ہونے کی خبر راجہ داہر کو ہو چکی تھی اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ دیبل کا حاکم فرار ہو کر نیرون پہنچ چکا ہے اسے اسلامی لشکریوں کی جرات مندی

دلیری کی بھی اطلاع مل چکی تھی۔ اس کے باوجود اس نے ایک خط محمد بن قاسم کو لکھا یہ خط محمد بن قاسم کو اس وقت ملا جب وہ دیبل کے انتظامات درست کرنے میں مصروف تھا اس خط میں راجہ داہر نے لکھا تھا۔

"یہ خط داہر چچ کے بیٹے کی طرف سے ہے جو سندھ کا بادشاہ اور ہندوستان کا راجہ ہے جس کا حکم دریا اور جنگل پر چلتا ہے محمد بن قاسم کا نام ہے جو انسانوں کے قتل کرنے میں حریص اور بے رحم ہے اس نے بیوقوفی سے اپنے لشکر کو تباہی اور ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔"

راجہ داہر نے مزید یہ لکھا۔

"تم سے پہلے بھی کچھ لوگوں کے دماغ میں یہ خبط سمایا کہ وہ سندھ اور ہند کو فتح کریں لیکن اس شہر دیبل میں ہم نے ان کو بری طرح شکست دی۔ اب یہ سودا تمہارے دماغ میں سمایا ہے۔ دیبل کی فتح پر آج تم پھولے نہیں سماتے دیبل کی فتح پر تمہیں فخر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دیبل ایک معمولی قصبہ ہے جہاں پر بیوپاری اور کاروباری لوگ رہتے ہیں جنہیں بیوپار اور کاروبار کے سوا جنگ سے کوئی واسطہ نہیں' دیبل میں کوئی مضبوط قلعہ ہے اور نہ وہ ہماری فوجوں کا مرکز ہے۔

ان حالات میں شکست دینا کوئی بڑی بات نہیں اگر ہمارا وہاں ایک بھی بہادر سپہ سالار ہوتا تو تمہیں ناکوں چنے چبوا دیتا اور تمہارے لشکر میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھو ابھی تمہیں میرے لڑکے جے سینہ سے واسطہ ہی نہیں پڑا جس کے قہر سے بڑے بڑے بادشاہ پناہ مانگتے ہیں ہندوستان کے بڑے بڑے راجہ اس کے سامنے پیشانی رگڑتے ہیں۔

میرے بیٹے جے سینہ کے پاس ایک سو مست ہاتھی ہیں اور خود سفید ہاتھی پر سوار ہوتا ہے جس کا مقابلہ نہ گھوڑے کر سکتے ہیں نہ کوئی بڑے سے برا بہادر۔ غرور کا مست ہو کر تمہارا بھی وہی انجام ہو گا جو اس سے پہلے تمہارے مسلمان جرنیل بدیل کا ہوا تھا۔"

محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے خط کا جواب دینے میں تاخیر نہیں کی جس روز راجہ داہر کا جو قاصد خط لے کر آیا تھا محمد بن قاسم نے اسی وقت اس خط کا جواب

لکھا اور اس کے قاصد کے ہاتھ بھیجا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو مخاطب کر کے لکھا تھا۔

"یہ خط محمد بن قاسم کی طرف سے ہے جو سرکشوں اور مغروروں سے مسلمانوں کا انتقام لینے والا ہے کافر جاہل اور منکر داہر بن چچ برہمن غدار کے نام جو بے وفا زمانے کے ردوبدل اور ظالم وقت کے گھمنڈ پر مغرور ہے۔

اس کے بعد داہر کو معلوم ہو کہ تم نے اپنی جہالت اور بیوقوفی سے جو کچھ لکھا ہے تم اپنی رکیک رائے پر جس طرح مغرور ہو وہ خط مجھے پہنچا تم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مضمون سے واقفیت ہوئی طاقت حشمت ہتھیار سامان ہاتھیوں اور لشکر کے متعلق تم نے جو کچھ بھی لکھا ہے مجھے ہر ایک بات معلوم ہوئی اور میں نے اسے سمجھا۔

سن داہر ہماری ساری قوت اور مدد کا مدار خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے۔ اے بدبخت انسان ہاتھیوں اور لشکر پر کیا فخر، گھمنڈ کرتا ہے ہاتھی تو ایک عاجز ترین شے ہے جو مچھر جیسے جانور کو بھی اپنے جسم سے نہیں ہٹا سکتا اور تم جن گھوڑوں اور سواروں کو دیکھ کر حیران ہو گئے ہو وہ اللہ کے سپاہی ہیں۔

داہر تمہاری بری عادتوں اور تکبر کی وجہ سے ہمیں تم پر لشکر کشی کا خیال پیدا ہو کیونکہ تم نے سراندیپ کے جہاز روک کر مسلمانوں کو قید کیا حالانکہ دنیا کے تمام ممالک مسلمانوں کے خلیفہ کی برتری اور حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ صرف تم ہی سرکشی اور عناد اختیار کیے ہوئے ہو بیت المال کے خزانے کا وہ مال یعنی خراج جو کہ تم سے پہلے کے بادشاہ اور حاکم خود پر لازم اور واجب سمجھ کر ادا کرتے تھے وہ بھی تم نے روک لیا ہے۔

اور جب تم نے اپنے آپ کو ناپسندیدہ حرکات میں ملوث کر کے خدمت سے انکار کیا اور ان بری باتوں کو جائز سمجھا اس وقت دارالخلافہ سے فرمان جاری ہوا کہ تیرے ان کرتوتوں کا بدلہ لینے کے لئے تجھ سے جنگ کرنے کے لئے رخ کروں۔

مجھے یقین ہے میرا اور تمہارا مقابلہ جہاں کہیں ہو گا میں خدائے تعالیٰ کی مدد سے جو ظالموں کو مغلوب کرنے والا ہے تمہیں مغلوب اور ذلیل کروں گا اور تمہارا سر

کاٹ کر عراق بھجوا دوں گا یا اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ یہ جہاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے کفار اور منافقین کے خلاف یہ جہاد میں نے خود اپنے اوپر واجب سمجھ کر خدائے پاک کی رضا مندی کے لئے قبول کیا ہے اور اس کے احسان کا امیدوار ہوں کہ ہمیں فتح اور کامیابی عطا فرمائے گا۔"

محمد بن قاسم راجہ داہر کو خط روانہ کرنے کے بعد فارغ ہوا ہی تھا کہ خریم بن عمر اس کے پاس سے اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تھوڑی دیر تک لوٹتا ہوں ذرا زخمیوں کی دیکھ بھال کر لوں" محمد بن قاسم نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی وہاں سے ہٹ کر خریم بن عمر چند قدم ہی گیا تھا کہ بنانہ بن حنظلہ بھی اس سے آن ملا دونوں آگے بڑھنے لگے ابھی وہ اپنے لشکر کے زخمیوں کی دیکھ بھال کر ہی رہے تھے کہ ان کے لشکر کا ایک سپاہی قریب آیا اور خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا "ایک نوجوان آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ ابھی ابھی لشکر میں داخل ہوا ہے وہ نیرون کے حاکم سندر داس کی طرف سے آیا ہے۔"

خریم بن عمر چونکا اور آنے والے اس لشکری سے کہا کہ اس آنے والے قاصد کو بلا کر لاؤ' تھوڑی دیر بعد وہ لشکری سندر داس کے قاصد کو لے کر آیا اور خریم بن عمر کے سامنے لا کھڑا کیا خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے اس سے پرجوش مصافحہ کیا پھر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا تم حاکم نیرون سندر داس کی طرف سے آئے ہو۔"

"آنے والے قاصد نے بڑے احترام میں جب اپنی گردن کو خم کیا تو خریم بن عمر بول پڑا۔

"کیا اس کی طرف سے تم کوئی پیغام لے کر آئے ہو' یہ پیغام کس کے لئے ہے میرے نام یا محمد بن قاسم کے لئے" اس پر قاصد کہنے لگا۔

"اس نے مجھے کوئی تحریری پیغام نہیں دیا صرف اتنا کہا ہے کہ میں خریم بن عمر سے ملوں اور اس سے اس کی بیٹی اور بیوی کا احوال جان کر واپس آؤں۔"

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک آنے والے قاصد کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا "کیا تم سندر داس کی بیٹی سانکرہ کو جانتے ہو اور سانکرہ تمہیں پہچان لے گی" اس پر آنے والا قاصد جھٹ سے بول پڑا۔

"میں سندر داس کا چوبدار ہوں بڑی مالکن روجن اور چھوٹی مالکن سانکرہ دونوں ہی مجھے خوب اچھی طرح جانتی ہیں۔ آپ مجھے ان کے پاس لے چلیں میں خود ہی ان سے گفتگو کر لوں گا۔"

اس پر خریم بن عمر ایک طرف چل دیا قاصد کو اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا اس جگہ جہاں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے خیمے تھے ان دونوں کے خیموں کے درمیان ایک بڑا خیمہ تھا اس کے سامنے خریم بن عمر کھڑا ہوا اور آواز دی۔

"سانکرہ اور گودیری میں خریم بن عمر ہوں میرے ساتھ بنانہ بن حنظلہ ہے اور ایک قاصد سانکرہ کے باپ سندر داس کی طرف سے آیا ہے ہم تینوں اندر آ سکتے ہیں۔"

خریم بن عمر کا یہیں تک کہنا تھا کہ دوسرے ہی لمحے سانکرہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ ایک نگاہ اس نے خوش کن انداز میں خریم بن عمر پر ڈالی پھر قاصد کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی "تم کس وقت آئے ہو" آنے والے قاصد نے بڑی عاجز مندی میں سانکرہ کو تعظیم دی وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ خریم بن عمر نے پھر سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ تم ہمیں یہاں دروازے پر ہی کھڑا رکھو گی یا اندر آنے کے لئے بھی کہو گی" سانکرہ بیچاری شرمندہ سی ہو گئی ایک دم پیچھے ہٹ گئی اور کہنے لگی "آپ اندر آئیں میں نے کبھی آپ کو روکا ہے" اس پر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ قاصد کو لے کر اندر داخل ہوئے' تینوں ایک لمبی نشست پر بیٹھ گئے گودیری اور سانکرہ دونوں ان کے سامنے بیٹھ گئی تھیں پھر قاصد نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"چھوٹی مالکن بڑی مالکن اس وقت کہاں ہیں میں ان سے بھی گفتگو کرنا پسند کروں گا" جواب میں سانکرہ کا چہرہ اتر گیا آنکھوں میں نمی آ گئی پھر اس نے وہ سارے حالات سنا ڈالے تھے جنکے تحت اس کی ماں ماری گئی تھی' پھر اس نے آنے والے

قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے حیران کن انداز میں پوچھا۔

"میرے باپ نے جو مسلح جوان ہماری طرف بھجوائے تھے انہوں نے ہی دھرم داس کو قتل کر دیا تھا اور ان کی موجودگی ہی میں میری ماں کا کریا کرم ہوا تھا کیا انہوں نے واپس جا کر میرے باپ سے میری ماں کے مرنے کے اطلاع نہیں کی۔"

قاصد کی گردن تھوڑی دیر کے لئے جھکی رہی پھر وہ کہنے لگا۔

"ان دونوں نے یہ سارے حالات ضرورت سنائے تھے دھرم داس کے ناروا سلوک کا ذکر بھی کیا تھا جسے سن کر مالک بڑے خفا اور برہم ہوئے تھے۔ جب ان جوانوں نے انکشاف کیا کہ کس طرح بالوں سے پکڑ کر دھرم داس نے آپ کو گھسیٹا تو مالک نے کہا کہ دھرم داس کو قتل کر دینا چاہئے تھا تو ان جوانوں نے کہا ہم نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پر حیرت ہے انہوں نے بڑی مالکن کے مرنے کا ذکر نہیں کیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد سانکرہ نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

"یہ بتاؤ میرا باپ کیسا ہے" قاصد نے ایک رحم انگیز نگاہ سانکرہ پر ڈالی اس کے بعد وہ بول پڑا۔

"مالک ٹھیک ہیں جس روز میں نیرون سے ادھر آنے کے لئے روانہ ہوا اسی روز وہ اروڑھ کی طرف چلے گئے تھے۔ راجہ داہر نے انہیں طلب کیا شاید وہ کسی اہم موضوع پر ان سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ راجہ داہر کو خبر ہو چکی ہے کہ مسلمانوں نے دیبل پر حملہ آور ہو کر دیبل پر قبضہ کر لیا ہے۔ راجہ داہر شاید یہ بھی سمجھ رہا ہے کہ دیبل کے بعد مسلمان نیرون کا رخ کریں گے' لہٰذا نیرون کے دفاع اور استحکام کے لئے وہ ہمارے مالک سے گفتگو کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ راجہ داہر کی طرف گئے ہیں' میرے خیال میں چند روز تک وہ واپس آ جائیں گے وہ آپ کی خیریت سے متعلق پریشان تھے اور پوچھ رہے تھے کہ آپ کب تک نیرون کا رخ کریں گی۔"

اس موقع پر سانکرہ نے عجیب سے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی "آپ اسے جواب دیں کہ اب ہمارا آئندہ لائحہ عمل کیا ہے" خریم بن عمر نے فورا" قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہم دیبل پر قابض ہو چکے ہیں' بس کچھ ہی دن تک

ہمارا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا ہمارا رخ نیرون کی طرف ہو گا تم ہمارے ساتھ جانا میرے خیال میں یہاں سے کوچ کرنے میں زیادہ دن نہیں لیں گے تم تھکے ہارے ہو اٹھو پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد آرام کرو" اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا بنانہ بن حنظلہ اور قاصد بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ قاصد کو لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

○

دیبل کی فتح اور وہاں کے انتظامات درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ منجنیقیں اور دیگر عسکری سامان کشتیوں میں لاد کر نالہ ساکرہ کے ذریعے روانہ کیا گیا۔ ساکرہ کو گھیار کا نام بھی دیا گیا ہے سندھ میں آج بھی میرپور ساکرہ موجود ہے یعنی وہ میرپور جو خط ساکرہ میں ہے دیبل سے کوچ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ ٹھٹھہ میں قیام کیا۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جس وقت محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور ہوا اس وقت ٹھٹھہ آباد نہ ہوا تھا لیکن یہ درست نہیں۔ سندھ کے قدیم اور تاریخی شہروں میں جو اہمیت دیبل اور ٹھٹھے کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ عہد حاضر کے مورخوں نے دونوں شہروں میں جس قدر دلچسپی لی ہے اتنی تاریخی نکتہ نظر سے کئی باتیں ان دونوں شہروں کے متعلق ایسی ہیں کہ وہ ابھی تک ایک حل طلب مسئلہ بنی ہوئی ہیں وہ مسائل جو ان دونوں شہروں کے متعلق ابھی تک دھند میں پڑے ہوئے ہیں ان میں پہلی چیز یہ ہے کہ دیبل کی آبادی کے متعلق ہم آج تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے کہ وہ کس جگہ آباد تھا۔ دوسری بات جو دیبل کے متعلق آج تک عیاں نہیں ہو گی وہ یہ کہ شہر کب آباد ہوا اسی کے ساتھ سندھ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے طالب علم کے ذہن میں ٹھٹھے کے متعلق جو سوالات ابھرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ٹھٹھہ کب آباد ہوا اور شہر کا بانی کون تھا؟ کیا ٹھٹھہ اس جگہ آباد ہوا جہاں دیبل آباد تھا یا کسی علیحدہ جگہ آباد ہوا کیا۔ ٹھٹھہ اور دیبل دونوں ایک وقت میں آباد تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے ٹھٹھہ اور دیبل ایک ہی شہر کے نام ہیں لیکن یہ درست

نہیں ہے۔ یہ ہیں چند سوالات جن کی وجہ سے دور حاضر کی تاریخ کو خوردبین سے دیکھا جا رہا ہے اور آثار اور تاریخ کے چھپے ہوئے گوشوں کو بے نقاب کیا جا رہا ہے آج بھی سندھ کی تاریخ کے ان مسائل پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ٹھٹھہ اور دیبل دونوں ایک ہی وقت میں موجود تھے دیبل کیونکہ کاروباری شہر تھا لہٰذا اس کے مقابلے میں ٹھٹھہ کو کچھ زیادہ اہمیت اور شہرت حاصل نہ ہوئی۔ ٹھٹھہ اس وقت منظر عام پر آتا ہے جب ہجری چھ سو اٹھاون میں دیبل گم ہو گیا۔ اس کے گم ہو جانے کے بعد ٹھٹھہ کو اہمیت حاصل ہوئی اور ہجری چھ سو اکہتر سے کچھ پہلے یہ اس علاقے کا بڑا شہر بن کر ابھرا اور دیبل کا قائم مقام کہلایا۔

بہر حال ٹھٹھہ میں مختصر قیام کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر کوچ کیا اور سیسم کے مقام پر جا کر پڑاؤ کیا۔ سیسم کے مقام پر محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کی طرف سے ایک خط ملا خط میں لکھا تھا۔

"حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کو یہ جاننا چاہئے کہ ہمارے دلی ارادوں اور ہمت کا مدعا یہ ہے کہ ہر حال میں کامیابی حاصل ہو انشاء اللہ تم کامیاب اور فتح مند ہو گے اور اللہ عزوجل کے احسان سے دشمن دنیا کی سزا اور عاقبت کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار اور مغلوب رہے گا۔

بیٹے تمہیں ہرگز یہ خیال بھول کر بھی دل میں نہ لانا چاہئے کہ تمام ہاتھی گھوڑے دولت اور دشمن کا تمام مال و اسباب تمہاری ملکیت ہو جائے گا بلکہ تم اپنے رفیقوں کے ساتھ ایک پر مسرت زندگی بسر کرو اور ہر ایک کے ساتھ احترام اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ انہیں یہ یقین دلاؤ کہ یہ ملک تمہارا ہے۔

جب تم کوئی قلعہ فتح کرو تو اس میں لشکر کی ضروریات کی کوئی چیز بھی تمہارے ہاتھ آئے تو وہ لشکر اور لشکر کی تیاریوں پر خرچ کرو۔

اشیاء کی قیمتوں کی شرح مقرر کرنا تاکہ تمہارے لشکر میں غلہ سستا ملے جو کچھ دیبل میں رہ گیا ہے وہ لشکر کی رسد کی فراہمی پر خرچ کرو بجائے اس کے کہ وہ دیبل میں ذخیرے کی صورت میں پڑا رہے۔ جب تم ان علاقوں کو فتح کرو ان علاقوں کے لوگ تمہارے ساتھ مطمئن زندگی بسر کریں مفتوحہ علاقے کے لوگوں کی دلجوئی کرنا تاکہ

کسان پیشہ ور اور تاجر خوش حال اور آسودہ ہوں اور ملک سرسبز اور شاداب رہے۔"

اس خط پر بیس رجب ہجری تیرانوے کی مہر تھی سیسم سے کوچ کرنے کے بعد محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ نیرون کوٹ کی طرف بڑھا جو دیبل سے پچیس فرلانگ پر تھا اور ساتویں دن نیرون کوٹ کے باہر کے مقام پر محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ گرمی کا موسم تھا اور پانی کا میلوں پتا نہ تھا لشکر کو پانی کی سخت تکلیف ہوئی لشکر کو پانی کی تکلیف دیکھ کر محمد بن قاسم نے کہا کہ نماز استسقاء ادا کی جائے سب نے مل کر نماز استسقاء ادا کی اور نہایت ہی گڑگڑا کر دعائیں مانگی گئیں محمد بن قاسم نے نماز کی خود ہی امامت کی اور اس کی دعا کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

"اے گمراہوں اور پریشانیوں کے راہبر اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے بسم اللہ الرحمن رحیم کے وسیلے سے میری دعا کو سن۔"

خدا نے مجاہدین کی دعا کو کچھ اس طرح قبول فرمایا کہ خوب بارش ہوئی چاروں طرف پانی ہی پانی ہو کر رہ گیا ہر چیز جل تھل ہو کر رہ گئی اور مسلمان لشکری جو پانی کی طلب محسوس کر رہے تھے وہ ختم ہوئی۔

سیسم سے روانہ ہو کر محمد بن قاسم جب نیرون پہنچا تو نیرون کا راجہ سندر داس اس وقت راجہ داہر کے پاس گیا ہوا تھا، گو اس نے حجاج بن یوسف کو خط لکھ کر پہلے ہی امان طلب کر لی تھی لیکن اس امان کا اس نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا اس لئے کہ اگر راجہ داہر کو سندر داس کی اس حرکت کا پتا چل جاتا تو وہ سندر داس کو ایسی سزا دیتا جو تاریخ میں عبرت بن کر رہ جاتی۔

سندر داس نے اپنے لشکریوں اپنے مشیروں اور شہر کے لوگوں تک کو یہ خبر نہ لگنے دی تھی کہ خفیہ ہی خفیہ قاصد بھیج کر حجاج بن یوسف سے پہلے ہی امان طلب کر رکھی ہے اس لئے محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ نیرون پہنچا تو سندر داس کی غیر موجودگی میں شہر والوں نے جب محمد بن قاسم کی آمد کی خبر سنی تو وہ شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔

محمد بن قاسم نے بھی نیرون کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی بلکہ نیرون شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا وہ جانتا تھا کہ سندر داس راجہ داہر سے ملاقات

کرنے کے لئے اروڑھ گیا ہوا ہے اور محمد بن قاسم یہ بھی جانتا تھا کہ حجاج بن یوسف حاکم نیرون سندر داس اور شہر والوں کو پہلے ہی امان دے چکا ہے۔ لہٰذا شہر والوں نے جب اس پر دوازے بند کئے تو اس نے کوئی اعتراض کیا نہ بلکہ چپ چاپ پڑاؤ کر لیا دراصل اسے اروڑھ سے سندر داس کی واپسی کا انتظار تھا۔

○

ایک روز محمد بن قاسم خریم بن عمر' زکوان بن علوان اور بنانہ بن حنظلہ دیگر سالاروں کے ساتھ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے کہ ایک لشکری بھاگا بھاگا آیا اور محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یا امیر نیرون کا حاکم سندر داس جو راجہ داہر سے ملاقات کرنے کے لئے اروڑھ گیا ہوا تھا واپس آ چکا ہے وہ ہمارے لشکر میں داخل ہوا ہے' اسے خیمہ گاہ میں بٹھایا ہے وہ آپ سے ملاقات کا منتظر ہے۔"

اس خبر پر ایک بار مسکراتے ہوئے محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا "آؤ سندر داس سے ملاقات کرتے ہیں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے" اس پر سب تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے محمد بن قاسم کے خیمے کی طرف ہو لئے تھے۔

جب خیمے میں داخل ہوئے تو اندر اپنے چند محافظوں اور ساتھیوں کے ساتھ سندر داس بیٹھا ہوا تھا۔ محمد بن قاسم جب اپنے سالاروں کے ساتھ اندر داخل ہوا تو سندر داس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر استقبال کیا پہلے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کروایا بعد میں محمد بن قاسم نے سب سے مصافحہ کیا۔ جس وقت سب سے مصافحہ کیا جا رہا تھا تو سندر داس بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کر رہا تھا جب خریم بن عمر کی باری آئی تو مصافحہ کرنے کے ساتھ اس نے خریم بن عمر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگا "تمہارے ساتھ تو ایک رشتہ ہے میں اپنی بیٹی کے انتخاب کی داد دیتا ہوں میں تمہیں ان سرزمینوں میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

سندر داس کے ان الفاظ پر خریم بن عمر مسکرا دیا تھا پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے اس کے بعد سندر داس نے گفتگو کا آغاز کیا وہ محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہہ

رہا تھا۔

"میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری غیر موجودگی میں میرے شہر پر حملہ نہیں کیا گو شہر کے محافظوں نے دروازے بند کر دیئے تھے ایسا انہوں نے میرے یہاں نہ ہونے کی وجہ سے کیا تھا۔"

سندر داس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ محمد بن قاسم بول پڑا۔

"سندر داس تم نے جو قاصد حجاج بن یوسف کی طرف بھجوائے تھے ان کے زریعے اس شہر کو امان دی جا چکی ہے اور جسے امان دی جاتی ہے اس کا ہم احترام کرتے ہیں۔ جب تک تم نہ لوٹتے ہم شہر والوں سے کوئی تعرض نہ کرتے اب جبکہ تم آ گئے ہو تو شہر والوں کو بتا دو کہ ہم ان پر حملہ آور نہ ہوں گے سب کو امان دی جا چکی ہے۔"

سندر داس تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر اس کی آواز خیمے میں گونجی تھی۔

"اب شہر والوں کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں انہیں سب کچھ سمجھا چکا ہوں۔ پہلے میں نے اس امان کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا میں جانتا تھا کہ کسی کے بھی کان میں یہ بھنک پڑ گئی تو وہ راجہ داہر سے جا کر کہے گا اور راجہ داہر میرے لئے عذاب بن کر نازل ہو گا۔ اب میں نے شہر میں منادی کرا دی ہے کہ شہر کو امان دے دی گئی ہے آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں میں نے شہر کے سارے دروازے کھلوا دیئے ہیں آپ جس دروازے سے چاہیں نیرون شہر میں داخل ہو سکتے ہیں نیرون اب آپ کا شہر ہے۔ اس کا انتظام بھی میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد محمد بن قاسم نے کہنا شروع کیا۔

"سندر داس میں یہیں خیمہ زن رہوں گا نیرون میں داخل نہیں ہوں گا نیرون کی حاکمیت پر تم برقرار رہو گے۔"

سندر داس اس گفتگو کے جواب میں جھٹ سے بول پڑا۔

"میرے محترم کیا آپ بتائیں گے کہ نیرون کے بعد آپ کدھر کا رخ کریں گے اس لئے کہ آپ کا سامنا کرنے کے لئے راجہ داہر نے جنگ کی پورے زور و شور سے تیاریاں کر رکھی ہیں وہ اور اس کا بیٹا جے سینا ان دنوں جنگی تیاریوں کو عروج پر لے جا

چکے ہیں۔ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں لہٰذا آپ کو بتانا میرا فرض ہے کہ انکا مقابلہ کرنے کے لئے ہمہ وقت آپ کو تیار رہنا چاہئے۔"

"سندر داس تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے راجہ داہر لاکھ تیاری کر لے جب وہ ہمارے سامنے آئے گا تب پتا چلے گا کہ اس کی تیاریاں کہاں تک اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ بڑے اعتماد کے ساتھ سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم نے کہنا شروع کیا تھا۔ سندر داس میں یہاں سے راجہ داہر کے مرکزی شہر کا رخ نہیں کروں گا سندر داس دیبل شہر کو فتح کرنے کے بعد میں نے وہاں قیام کیا اور میری تبلیغ کے جواب میں کچھ لوگوں نے وہاں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک شخص جس نے اپنا نام ہی مولانا اسلامی رکھ لیا ہے وہ اس وقت میرے لشکر میں شامل ہے اور وہی ان جنگوں میں میری راہنمائی کرے گا۔ تمہاری آمد سے پہلے میں اس سے مشورہ کر چکا ہوں میں تمہیں اس سے ملاؤں گا بھی اس کا کہنا ہے کہ نیرون کے بعد ہمیں راجہ داہر کا سامنا نہیں کرنا چاہئے نہ ہی اس کے مرکزی شہر کی طرف جانا چاہئے بلکہ ہمیں سیون کا رخ کرنا چاہئے سیون اور ملحقہ علاقوں کو فتح کرنے کے بعد مولانا اسلامی کا دعویٰ ہے کہ راجہ داہر خود اپنی کمین گاہ سے نکلے گا اور ہمارے مقابل آئے گا' اس طرح اسے بھی اپنے مرکزی شہر سے دور ہونا پڑے گا اور اس پر قابو پانا ہمارے لئے آسان ہو گا جائے گا۔

مولانا اسلامی کی اس تجویز کو میں نے پسند کیا ہے۔ مجھے تمہاری آمد کا انتظار تھا اب میں یہاں سے سیون کا رخ کروں گا اس کے بعد دوسرے شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد مجھے امید ہے کہ ہمارا ٹکراؤ راجہ داہر سے براہ راست ہو گا۔"

سندر داس کچھ دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

"میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اور آپ سے یہ بھی کہتا ہوں کہ جب آپ یہاں سے کوچ کریں گے تو نیرون کے لئے اپنا کوئی ناظم مقرر کر دیجئے گا میں آپ کے ساتھ آپکے لشکر میں رہوں گا اس واسطے کہ تینوں شہر اور اس کے نواح میں سب بدھ مت کے لوگ آباد ہیں گو سیون کا حاکم جس کا نام بجے رائے ہے وہ ہندو ہے اور راجہ داہر کا بھتیجا ہے مجھے امید ہے اگر میں آپ کے ساتھ ہوں گا تو سیون

اور اس کے نواح کے بدھ مت کے لوگ میری وجہ سے ضرور آپ کا ساتھ دیں گے اور سیون کو فتح کرنے میں میرے خیال میں کوئی زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

میری دوسری التجا آپ سے یہ ہے کہ آپ چند روز تک نیرون میں قیام کریں اور مجھے مہمان نوازی کا موقع دیں۔"

"سندر داس میں تمہاری تجویز کو پسند کرتا ہوں تمہارے کہنے پر میں لشکر کے ساتھ چند روز تک یہاں قیام کروں گا۔ میں جانتا ہوں باطنی طور پر تم اپنی بیٹی سانکرہ سے ملنے کے لئے بے چین ہو گے لہٰذا تم سے یہاں قیام کے دوران ملاقات ہوتی رہے گی خریم بن عمر کے ساتھ جاؤ اور سانکرہ سے ملاقات کرو۔"

اس پر سندر داس اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور خریم بن عمر کی طرف دیکھنے لگا اس موقع پر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

"ابن عمر میرے بھائی سندر داس کے ساتھ جاؤ اور اس کی بیٹی سانکرہ سے اس کی ملاقات کراؤ" خریم بن عمر فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس موقع پر سندر داس نے محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم اپنی بیٹی اور گودیری سے ملاقات کرنے کے بعد میں ان دونوں کو شہر لے جاؤں گا میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں کہ آج شام آپ کی اور آپ کے سالاروں کی میرے ہاں ضیافت ہو گی' سانکرہ اور گودیری اس ضیافت کا اہتمام کریں گی لہٰذا میں ان کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں سر ہلایا تب سندر داس خریم بن عمر کے ساتھ باہر نکلا' سندر داس کے ساتھ جو مسلح جوان تھے انہیں سندر داس نے ایک جگہ رکنے کے لئے کہا خود وہ خریم بن عمر کے ساتھ چل دیا۔ سانکرہ کے خیمے کی طرف جاتے ہوئے اچانک سندر داس مزید خریم بن عمر کے قریب ہوا اور بڑی راز داری سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن بیٹے مجھے سانکرہ اور تم لوگوں کا بڑی بے چینی سے ان علاقوں کی طرف آنے کا انتظار تھا اب جبکہ تم پہنچ گئے ہو تو میری خواہش یہ ہے کہ یہاں قیام کے

دوران تمہاری سانکرہ اور گودیری اور بنانہ بن حنظلہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے" اس پر چلتے چلتے خریم بن عمر رک گیا اور سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس سے پہلے محمد بن قاسم کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے اس سلسلے میں سانکرہ اور گودیری سے بھی مشورہ کیا تھا اور سب نے مل کر یہ طے کیا تھا کہ راجہ داہر کسی وقت ہم سے ٹکرا سکتا ہے میری اور بنانہ بن حنظلہ کی شادی سانکرہ اور گودیری کے ساتھ راجہ داہر کے ٹکراؤ کے بعد ہو گی میرے خیال میں آپ کو بھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

سندر داس کچھ دیر تک مسکراتا رہا اس کے بعد اس نے خریم بن عمر کی طرف دیکھا۔

"دیکھو بیٹے اگر تم لوگ یہ فیصلہ کر چکے ہو تو میں اس سے مکمل اتفاق کرتا ہوں" سندر داس کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ خریم بن عمر ایک خیمے کے سامنے رک گیا تھا وہ خیمہ سانکرہ اور گودیری کا تھا پھر خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر خریم بن عمر نے سانکرہ کو آواز دی۔

سانکرہ نے شاید خریم بن عمر کی آواز پہچان لی تھی لہٰذا باہر آنے کے بجائے وہ خیمے کے اندر سے ہی بولی۔

"اجنبیوں کی طرح باہر سے کیوں پکار رہے ہیں اندر آ جائیں" اس پر خریم بن عمر نے مسکراتے ہوئے سندر داس کی طرف دیکھا' سندر داس خیمے میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے خریم بن عمر نے اسے روک دیا۔ اس کے بعد اس نے باہر کھڑے ہی کھڑے سانکرہ کو مخاطب کیا۔

"سانکرہ ذرا باہر آؤ نیرون شہر سے ایک صاحب آئے ہیں وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں" خیمے کے اندر ہی رہتے ہوئے سانکرہ نے پھر جواب دیا۔

"آپ خود پہلے اندر آئیں جب تک میرے باپ اروڑھ سے نہیں لوٹتے اس وقت تک میں نیرون کے کسی شخص سے ملنا پسند نہیں کروں گی آپ اندر آئیں باہر کیوں کھڑے ہیں۔"

تھوڑی دیر تک خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر خریم بن عمر مسکراتا رہا اس

کے بعد پھر بول پڑا "اچھا ایسا کرو تم دروازے پر آؤ میری بات سنو اس کے بعد میں خیمے میں داخل ہوں گا" ساتھ ہی خریم بن عمر سندر داس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

خریم بن عمر کا کہا مانتے ہوئے سانکرہ دروازے پر آئی سندر داس چونکہ خریم بن عمر کے پیچھے تھا لہٰذا سانکرہ اسے نہ دیکھ سکی۔ سانکرہ نے بڑے غور سے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے گلے شکوؤں سے بھرپور آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"آپ یہ کیا اجنبیوں نا آشناؤں کی طرح خیمے کے دروازے کے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ اندر آئیں پھر میں آپ سے بات کرتی ہوں" اس کے ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر سانکرہ نے خریم بن عمر کا بازو پکڑ لیا اسے خیمے کی طرف کھینچا جونہی اس نے خریم بن عمر کو آگے کھینچا اسے اپنا باپ نظر آیا۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے خریم بن عمر نے سانکرہ کو مخاطب کیا۔ "ان سے ملو یہ وہ مہمان ہیں جو تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے سانکرہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی خریم بن عمر کا بازو چھوڑتے ہوئے وہ بھاگی اور سندر داس سے لپٹ گئی تھی۔ سندر داس نے اس کی پیشانی اور سر چوما پھر تینوں خیمے میں داخل ہوئے۔ گودیری نے بھی سندرد داس کا سواگت کیا سندر داس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا۔

"گودیری میری بیٹی میں خوش ہوں کہ تم بھی یہاں سانکرہ کے ساتھ ہو" پھر گودیری کے کہنے پر سندر داس ایک نشست پر بیٹھ گیا تاہم خریم بن عمر کھڑا رہا گودیری نے تیز نگاہوں سے خریم بن عمر کی طرف دیکھا اور کہا "آپ بھی بیٹھ جائیے۔"

خریم بن عمر نے اس بار سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ سانکرہ سے بات چیت کریں میں جاتا ہوں تھوڑی دیر بعد میں آؤں گا۔"

سندرد داس نے ہاتھ بڑھا کر خریم بن عمر کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن عمر میرے بیٹے تم کیسی اجنبیوں والی گفتگو کرتے ہو' میرے لئے اب تم اور سانکرہ ایک جیسے ہو وہ کون سی گفتگو ہے جو میں سانکرہ کے ساتھ تمہاری غیر

موجودگی میں کرنا پسند کروں گا' ہرگز نہیں تم یہاں میرے پاس رہو گے" خریم بن عمر بیٹھ گیا سانکرہ بھی خریم بن عمر کے پاس بیٹھی پھر گودیری اور سانکرہ کو مخاطب کرتے ہوئے سندر داس کہنے لگا۔

"میری بچیو! تمہاری طرف آنے سے پہلے میں تفصیل کے ساتھ محمد بن قاسم سے گفتگو کر چکا ہوں۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ بھی وہیں تھے تم ابھی میرے ساتھ نیرون جاؤ گی۔ میں محمد بن قاسم اور اس کے سارے سالاروں کی شام کے وقت ضیافت کرنا چاہتا ہوں اور تم دونوں بہنیں مل کر اس ضیافت کا اہتمام کرو گی' میرے خیال میں میں زیادہ دیر تک تمہارے خیمے میں نہیں رہوں گا تیاری کرو اور میرے ساتھ چلو تاکہ ضیافت کے انتظامات کو آخری شکل دیں" اس پر سانکرہ اور گودیری دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں جلدی جلدی انہوں نے اپنا سامان سمیٹا پھر وہ سندر داس کے ساتھی چلی گئیں تھیں جبکہ خریم بن عمر محمد بن قاسم کے خیمے کا رخ کر رہا تھا۔

○

نیرون میں قیام کے درروان محمد بن قاسم نے وہاں ایک مسجد تعمیر کروائی اور سجد کے لئے امام اور موذن مقرر کر کے حکم دیا کہ پانچوں وقت اذان دی جائے اور امت کروائی جائے اور باجماعت نماز کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے بصرہ کے رہنے والے ایک شخص کو نیرون شہر کا ناظم مقرر کیا اس لئے کہ ندر داس نے اس کے ساتھ ہی وہاں سے کوچ کرنا تھا۔ نیرون کے سارے انتظامات درست کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم نے نیرون سے کوچ کیا اب اس کا رخ سیون کی طرف تھا۔

مورخین کا کہنا ہے کہ سیون کی طرف جاتے ہوئے محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ راستے میں موج کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ یہ جگہ سیون کے راستے میں تھی لغت کے اعتبار سے موج کے معنی لہریا تیز بہتے پانی کے ہیں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کسی برساتی ندی کے قریب پہنچا تھا اور وہیں اس نے قیام کیا تھا۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نیرون میں محمد بن قاسم نے دعا مانگی تھی جس کے بعد سخت بارش ہوئی تھی اس سے پتا چلتا ہے کہ بارش کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ موج سے متعلق مختلف مورخین نے مختلف لکھا ہے مشہور مورخ بلاذری کا بیان ہے کہ محمد بن قاسم نے دریا مہران کے اس طرف ایک نہر کو عبور کیا جبکہ مورخ یعقوبی کہتا ہے کہ محمد بن قاسم نے مہران کے اس طرف سندھ کی ایک نہر پار کی اور وہاں سے سیون کا رخ کیا۔

بلاذری اور یعقوبی کے ان حوالوں کا لفظ موج لکھنے والوں کی عبارت میں پوری مطابقت ہے ظاہر ہے جس جگہ بھی مورخ نے موج لکھا ہے تو دوسروں نے اسے نہر

لکھا ہے دونوں مورخ اسے ممالک اسلامیہ سے مغرب کی طرف لکھتے ہیں۔ ان کا بیان یہ ہے کہ وہ مہران کے اس طرف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ نہر مہران کے مغرب میں تھی سندھ کے جغرافیے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد اور سیون کے درمیان مغرب کی طرف کوہستانی علاقے میں دریائے سندھ کی کسی بھی شاخ کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ محمد بن قاسم سے پہلے یا بعد کی تاریخ سے بھی اس خطے میں کسی مغربی شاخ کا پتا نہیں چلتا اگر مہران کے مغرب کی جانب کوئی نہر ہو سکتی ہے تو وہ کوئی برساتی ندی نالہ ہی ہو سکتا ہے جسے موج یا نہر کا نام دیا گیا ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ وہ کون سا نالہ ہے جسے نیرون سے سیون کی طرف جاتے ہوئے محمد بن قاسم نے پار کیا کیونکہ اس خطے میں صرف نئنی سن نام کا ایک قدیمی نامہ ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ یہی نالہ ہے جسے سندھ کے مورخوں نے موج اور عرب تاریخوں میں اسے نہر کا نام دیا گیا ہے۔

اگر ہم اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ جس نہر یا نالے کو محمد بن قاسم نے عبور کیا وہ یہی نالہ ہے تو اس نالے کے مغرب میں عامری کے قریب قدیمی ٹیلے اور کھنڈرات ملتے ہیں اس طرح مقام لکی بھی بہت پرانا ہے جو اپنے قریب کے پہاڑوں اور پانی کے چشمے کی وجہ سے بدھ مذہب کے راہبوں کے رہنے کے لئے ایک موزوں مقام ہو سکتا ہے لہٰذا مورخین کا خیال ہے کہ نالہ مذکورہ کے قریب ہی وہ جگہ تھی جہاں محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔

○

موج کے لوگ بدھ مت کے پیروکار تھے۔ یہ علاقہ اس وقت سیون کے ماتحت تھا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سیون کا حاکم بجے رائے راجہ داہر کا بھتیجا تھا جیسے ہی محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ موج پہنچا موج کے حاکم نے شہر کے لوگوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ اب کیا صورت اختیار کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کا لشکر ان کے شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور کسی بھی وقت ہم پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔

موج کے حاکم نے بدھ مت کے راہبوں کو بھی طلب کیا جنہیں اس زمانے میں شمنی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ انہیں بھی بتایا گیا کہ مسلمانوں کا لشکر ان کے قریب

پڑاؤ کئے ہوئے ہے لہٰذا ہمیں کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔ اس طرح موج کے حاکم نے بدھ مت کے سرکردہ لوگوں اور شمنی یعنی راہبوں سے مشورے شروع کئے۔ آخر یہ طے پایا کہ سیون کے حاکم کو جو ہندو ہے قاصد بھیجا جائے اور اسے لکھا جائے کہ بہانہ حرام ہے یوں بھی آپ تو ایک محفوظ مقام پر ہیں اور ہم غیر محفوظ جگہ پر ہیں۔ ہمیں حالات کے لحاظ سے خوف ہے کہ اگر مسلمانوں کے ساتھ ہماری لڑائی شروع ہو گئی تو ہمیں نقصان پہنچے گا۔ ہم نے مسلمانوں کے متعلق یہ بھی سنا ہے کہ جو ان سے امن چاہتا ہے اسے وہ نہیں لوٹتے اپنے وعدے کے نہایت پابند ہیں اپنے مفتوح شہر کی حفاظت کرتے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں اور ہمارا مشورہ قبول کریں تو ہم آپ کیلئے اور اپنے لئے ان سے امان طلب کریں۔

بدھ مت کے اکابر اور راہبوں یعنی شمنیوں سے مشورہ کرنے کے بعد اس مضمون کا ایک خط لکھ کر تیز رفتار قاصد کے ذریعے موج کے حاکم نے سیون کی طرف راجہ داہر کے بھتیجے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

بدھ مت کے اکابر اور شمنیوں پر مشتمل موج کے حاکم نے جو مجلس بلائی تھی وہ مجلس ابھی جاری تھی کہ اس میں نیرون کا حاکم سندر داس داخل ہوا اور سندر داس کو سب جانتے اور پہچانتے تھے۔ جونہی وہ اس مجلس میں داخل ہوا اس کے احترام میں سب کھڑے ہوئے۔ موج کے حاکم نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ پرجوش مصافحہ کیا اور اپنے قریب نشست پر بٹھایا۔

سندر داس کو دیکھ کر سب ایک دم سے حیران اور پریشان تھے پھر گفتگو کا آغاز موج کے حکمران نے کیا تھا اور جس مقصد کیلئے اس نے مجلس طلب کی تھی وہ مقصد اس نے سندر داس سے بیان کیا۔ جواب میں سندر داس نے اسے مخاطب کیا۔

میں تمہاری اس مجلس کی نوعیت کو سمجھتا ہوں تم نے جو قاصد بھجوایا ہے وہ بھی اچھا کیا ہے۔ میں تمہیں ایک ہی مشورہ دوں گا کہ مسلمانوں کی اطاعت کر لو ورنہ یاد رکھو بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ اس کے بعد سندر داس نے خود مسلمانوں کی اطاعت کرنے اور اپنی بیٹی سانکرہ کو مسلمانوں کے سالار خریم بن عمر سے شادی کرنے کا اظہار کر

نیرون کے حاکم سندر داس کے اس انکشاف پر جہاں سارے لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا وہاں ایک طرح سے وہ مطمئن بھی ہوئے کم از کم سندر داس بھی ان کے ساتھ ہے پھر موج کے حاکم نے سندر داس کو مخاطب کیا۔

محترم سندر داس یہ تو ہم جانتے ہیں ہمارے قریب ہی مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ کر چکا ہے اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے جو قاصد سیون کے حاکم بجے رائے کی طرف بھجوایا ہے ہمیں اس کا جواب آنے تک مسلمانوں کے ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ جاری نہیں رکھنا چاہیے اس پر مشورہ دیتے ہوئے سندرداس بول پڑا۔

تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں جب تک میں یہاں ہوں مسلمان تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ پر ایک بات یاد رکھنا اگر حاکم سیون بجے رائے مسلمانوں سے ٹکرانے اور جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو تم ہرگز اس کا ساتھ نہ دینا' اگر ایسا کرو گے تو بچ جاؤ گے اور خوش حال زندگی بسر کرو گے اور اگر تم لوگوں نے بجے رائے کی حمایت کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تمہارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ بجے رائے تو بڑا معمولی سا حاکم ہے میں مسلمانوں کے جوش ان کے ولولوں اور ایمانی قوت کا اندازہ لگانے کے بعد یہ تک کہہ سکتا ہوں کہ راجہ داہر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اس لئے میں تمہیں تمہاری فلاح' تمہاری بہبود اور بھلائی کیلئے یہی مشورہ دوں گا کہ کبھی کسی موقع پر بھی مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا۔

جب تک سندر داس بولتا رہا بدھ مت کے سارے اکابر اور موج کا حاکم بھی بڑے انہماک سے اسے سنتے رہے جب وہ خاموش ہوا تو ایک راہب اٹھا اور سندر داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سندر داس آپ ہمارے لئے بڑے عظیم اور محترم ہیں ہم آپ کے اس ارادے کی بھی داد دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے شہر کو مسلمانوں سے بچایا اور اب آپ مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہیں۔ اب میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جو قاصد ہم نے خط دے کر بجے رائے کی طرف بھجوایا ہے اگر بجے رائے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر تو ہم اس کا ساتھ نہیں دیں گے اور اگر بجے رائے

ہمارے خط کا جواب ہی نہیں دیتا تو پھر کیا کریں۔

سندر داس کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے اس راہب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ بات قبل از وقت ہے جو تم نے کہی ہے پہلے اپنے قاصد کو لوٹنے دو۔ بجے رائے کے جواب کا انتظار کرو اگر بجے رائے جنگ نہیں کرنا چاہتا مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنا چاہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر تم بھی مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینا اگر وہ جنگ پر کمربستہ ہوتا ہے' تو اس کا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ مل جانا بس دونوں طرف سے تمہاری بھلائی ہی بھلائی ہے۔

اس کے ساتھ ہی سندر داس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور موج کے حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب جاتا ہوں جب تک سیون کی طرف بھیجا ہوا تمہارا قاصد نہیں لوٹتا مسلمان تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ میں ابھی جا کر ان کے سپہ سالار اعلیٰ محمد بن قاسم سے بات کر لیتا ہوں پر ایک بات یاد رکھنا جونہی وہ قاصد لوٹتا ہے تم اس وقت سیون کے حاکم بجے رائے کے جواب سے ہمیں مطلع کرو گے تاکہ اس کے مطابق کارروائی کی جائے۔

موج کے حاکم ہی نے نہیں بلکہ سارے بدھ مت کے بڑوں اور راہبوں نے بھی سندر داس کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر سندر داس وہاں سے چلا گیا تھا۔

○

چند یوم کے بعد موج کے حاکم نے جو قاصد بجے رائے کی طرف بھیجا تھا لوٹ آیا۔ بجے رائے نے موج کے حاکم کے خط کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ یہ ساری خبریں قاصد نے موج کے حاکم سے آ کر کہہ دیں تھیں۔ موج کے حاکم نے یہی خبریں محمد بن قاسم کے لشکر میں سندر داس کو پہنچا دی تھیں۔ بس ان خبروں کا پہنچنا تھا کہ موج کے لوگوں نے فیصلہ کیا اور وہ ایک گروہ کی شکل میں محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح موج پر بھی محمد بن

قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔

موج میں چند دن قیام کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے وہاں سے کوچ کیا اور سیون کا رخ کیا۔ سیون کا حاکم بجے رائے گو ہندو تھا لیکن وہاں کی آبادی کا کثیر حصہ بدھ مت کا پیروکار تھا جو جنگ کو ناپسند کرتے تھے۔

سیون پہنچ کر محمد بن قاسم نے اپنے جاسوس اور مخبر سیون شہر میں داخل کر دیئے تھے تاکہ وہ اسے شہر کے اندرونی حالات سے مطلع کریں۔ ان مخبروں نے آکر محمد بن قاسم کو اطلاع دی کہ شہر کے لوگ تو لڑنے کیلئے تیار نہیں البتہ شہر کے اندر جو لشکر ہے وہ آمادہ جنگ ہے۔

یہ خبر سن کر محمد بن قاسم نے سیون کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور منجنیقوں سے قلعہ کی دیواروں پر سنگ باری شروع کر دی تھی۔ سنگ باری سے قلعے کے اندر لوگ گھبرا اٹھے اور بجے رائے حاکم سیون سے کہا کہ ہم مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے جنگ موقوف کی جائے لیکن بجے رائے نہ مانا۔

شہریوں کو جب بجے رائے کے اس جواب کی خبر ہوئی تو انہوں نے باہم مل کر ایک مشورہ کیا اور رات کی تاریکی میں چوری چوری ایک قاصد محمد بن قاسم کی طرف روانہ کیا اور اپنی طرف سے ایک پیغام بھی دیا تاکہ وہ جنگ کے نقصانات سے بچ سکیں۔

یہ قاصد صبح ہی صبح مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوا۔ ایک لشکری سے اس نے محمد بن قاسم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ اسے پکڑ کر محمد بن قاسم کے خیمے کی طرف لے گیا۔ خیمے میں اس وقت محمد بن قاسم کے ساتھ خریم بن عمر' ذکوان بن علوان' بنانہ بن حنظلہ' جہم بن زحر' عطا بن مالک' صارم بن صارم اور کچھ دیگر چھوٹے سالار بیٹھے ہوئے تھے اور سیون پر آخری ضرب لگانے کے متعلق بحث ہو رہی تھی۔

جو لشکری سیون کے قاصد کو لے کر آیا تھا اس نے آکر محمد بن قاسم کے محافظ دستوں کے سالار سے بات کی لہٰذا سالار اندر چلا گیا۔ محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

امیر محترم سیون کے شہریوں کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اس کے پاس ہریوں کی طرف سے ایک پیغام ہے وہ آپ سے کہنا چاہتا ہے۔

محمد بن قاسم نے اپنے سالار کو فوراً قاصد کو اندر لانے کیلئے کہا۔ تھوڑی ہی دیر بد قاصد اندر داخل ہوا تو محمد بن قاسم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پہلے یہ بتاؤ تمہیں کس نے بھیجا ہے اور کیا پیغام لے کر آئے ہو۔ اس پر قاصد مد بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

مسلمانوں کے امیر مجھے سیون شہر کے سرکردہ لوگوں نے روانہ کیا ہے۔ آپ کی لرف بھیجنے سے پہلے ان لوگوں نے سیون کے حاکم بجے رائے سے التماس کی تھی کہ سلمانوں سے جنگ نہ کی جائے اور ان کی اطاعت قبول کر لی جائے' لیکن بجے رائے یں مانا آخر شہریوں نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا۔ شہریوں کی طرف سے آپ کے م پیغام یہ ہے کہ سیون کے اکثر لوگ غریب کسان' بیوپاری' کاریگر اور دوسرے پیشہ رلوگ ہیں جن کا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں۔ سیون کے لوگ حاکم شہر بجے رائے ے متنفر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ یقین کیجئے کہ اس کے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں کہ آپ امقابلہ کر سکے وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ قلعہ بند ہو کر آپ کا مقابلہ کرتا رہے۔ جنگ لوطول دے ساتھ ہی اس نے کچھ قاصد راجہ داہر کی طرف روانہ کئے ہوئے ہیں ں کا ارادہ ہے کہ راجہ داہر اس کی مدد کیلئے ضرور ایک لشکر روانہ کرے گا اور اتنی پرتک وہ آپ کو روکے رکھے گا۔ اس طرح وہ آپ کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

آنے والا قاصد جب خاموش ہوا تو لمحہ بھر کیلئے محمد بن قاسم کے چہرے پر بڑی نگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اپنا منہ وہ اپنے پہلو میں بیٹھے خریم بن عمر کی لرف لے گیا۔ تھوڑی دیر تک بڑی رازداری کے ساتھ وہ خریم بن عمر سے مشورہ لرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم واپس چلے جاؤ ہماری طرف سے شہریوں کو پیغام پہنچانا کہ بجے رائے کو ہم یا میدھا کریں گے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا اور شہریوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا نہ شہر میں قتل و غارت کی جائے گی نہ لوٹ مار سے کام لیا جائے گا۔ شہریوں لو میری طرف سے یقین دلانا کہ تم لوگ بجے رائے کا ساتھ نہ دو۔ بجے رائے کا شہر

جانب' ذکوان بن علوان اپنے لشکر کے ساتھ بائیں جانب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے شہر کی فصیل پر سنگ باری کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

تھوڑی دیر کی سنگ باری کے بعد شہر کی فصیل کا وہ حصہ ٹوٹ گرا تھا جس پر سنگ باری کی گئی تھی۔ بس شہر کی فصیل کا ٹوٹنا تھا کہ شہر کے اندر جو لشکر تھا وہ اس طرح باہر نکلا جیسے ٹھنڈے سانسوں کی لبریز خاموشی میں کپڑے پھاڑ دینے والی آندھیوں کے جھکڑ اٹھتے ہیں۔ یا خزاں کے طلسمی سکوت اور عالم خود فراموشی میں باغیانہ ہنگامہ کھڑے کر دینے والے باغی نکل کھڑے ہوں۔ شہر سے نکلتے ہی وہ اپنے سامنے محمد بن قاسم کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

سامنے کی طرف محمد بن قاسم تھا' دائیں جانب خریم بن عمر اور بائیں جانب ذکوان تھا۔ شہر سے نکل کر بجے رائے کے لشکر نے جب حملہ کیا تب سامنے کی طرف سے محمد بن قاسم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہواؤں کی گہری سنسناہٹوں' تلخیاں بڑھاتی آندھیوں کے شور کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اسی لمحہ دائیں جانب سے خریم بن عمر انتظار و اضطراب کے عالم میں شور کرتے بگولوں کے زور کی طرح ٹوٹ پڑا جبکہ بائیں جانب سے ذکوان بن علوان بھی ہر خباثت' ہر مکاری کو تلوار کی دھار پر کند کر دینے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو چکا تھا۔

سیون کا وہ لشکر اس تین طرفہ حملے کو برداشت نہ کر سکا۔ اکثر تہہ تیغ ہو گئے باقی نے ہتھیار ڈال کر امان طلب کر لی۔ سیون کا حاکم بجے رائے اس لشکر میں شامل نہیں تھا تاہم وہ شہر میں موجود تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ تہہ تیغ کر دیا گیا ہے اور باقی بچنے والوں نے ہتھیار پھینک کر امان طلب کر لی ہے تب وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شہر سے نکل بھاگا۔

فرار ہونے کے بعد بجے رائے نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور بودھیہ کے علاقے میں پہنچا۔ اس زمانے میں بودھیہ کے علاقے کا حاکم کاکا بن کوتل تھا۔ وہ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اس کا پایہ تخت سیسم تھا۔ یہ شہر جھیل کنبھ کے کنارے آباد تھا۔ جھیل کنبھ وہی ہے جسے آج کل منچھر جھیل کہتے ہیں۔ اس منچھر جھیل کے کنارے پرانا شہر سیسم آباد تھا۔

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ سیسم وہی شہر یا قصبہ ہے جسے آج کل شاہ حسن کہتے ہیں جو منچھر جھیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے لیکن دوسرے مورخین کا کہنا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قصبہ شاہ حسن بہت بعد کے زمانے کی بستی ہے۔ سیسم کے قلعے کے متعلق وثوق سے صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ منچھر جھیل کے کنارے یا اس کے مغربی نالے کے کنارے واقع تھا۔

بہرحال سیون سے بھاگ کر سیون کے حاکم بجے رائے نے حاکم سیسم کاکا بن کوتل کے پاس اس کے مرکزی شہر سیسم میں پناہ لے لی تھی۔

بجے رائے کے بھاگ جانے کے بعد سیون کے شہری گروہ در گروہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت قبول کرنا شروع کر دی۔ اس طرح محمد بن قاسم سیون کے قلعے پر قابض ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے کچھ دن سیون میں قیام کر کے لشکر کو آرام اور ستانے کا موقع دیا اور ساتھ ہی ساتھ وہاں کے نظم و ضبط کو درست کیا اور نئے حاکم مقرر کئے اور سیون کی فتح کی اطلاع اس نے حجاج بن یوسف کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے بھجوائی۔

اسی زمانے میں جب سیون کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم سیون میں ٹھہرا ہوا تھا سیون کے قرب و جوار میں آباد چنا قوم نے اپنا ایک مخبر حالات معلوم کرنے کیلئے محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف بھیجا۔

اتفاق سے چنا قوم کا یہ مخبر محمد بن قاسم کے پڑاؤ میں پہنچا اس وقت نماز کا وقت تھا اس نے دیکھا کہ اذان ہوئی اور اذان کے ساتھ ہی سارا لشکر نماز کے لئے جمع ہو گیا سب نے وضو کیا تھوڑی دیر بعد نماز کھڑی ہوئی محمد بن قاسم نے امامت کی سب نے مل کر اس کے پیچھے نماز پڑھی۔

پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ نماز کے ارکان ادا کرنے میں سب اپنے امام کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے اتباع میں ذرا بھی فرق نہیں ہونے دیتے۔

چنا قوم کا مخبر یہ نظم و ضبط دیکھ کر حیران اور بے حد متاثر ہوا۔ اس نے واپس جا کر اپنی قوم سے تمام کیفیت بیان کی اور کہا میں نے ان لوگوں میں جو اتفاق اور اتحاد دیکھا ہے مجھے یقین ہے ان پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔

چنا قوم کے لوگوں نے یہ سنا تو وہ بیش قیمت تحائف لے کر محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوئے۔ جب یہ لوگ محمد بن قاسم کے پاس پہنچے تو اس وقت کھانے کا وقت تھا۔ دستر خوان بچھایا جا رہا تھا۔ انہوں نے نہایت عقیدت اور محبت سے اپنے تحائف محمد بن قاسم کو پیش کئے اور بخوشی اسلام قبول کر لیا۔

محمد بن قاسم نے انہیں دیکھ کر کہا یہ قوم تو مرزوق ہے یعنی اللہ ان کے رزق اور روزی میں برکت عطا فرمائے گا اسی وقت سے چنا قوم کا نام مرزوق بھی مشہور ہو گیا تھا۔

○

سانکرہ اور گودیری اپنے خیمے میں بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ سانکرہ کا پ سندر داس کھنکارتے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ دونوں سنبھل کر بیٹھ گئیں۔ ر داس آگے بڑھا اور اپنی بیٹی سانکرہ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ کچھ سوچا پھر سانکرہ کو ب کیا۔

سانکرہ میری بیٹی خریم بن عمر اور بنانہ تو یہاں نہیں ہیں۔

سانکرہ اور گودیری نے بیک وقت سندر داس کی طرف دیکھا۔ انہوں نے ازہ لگایا کہ وہ کچھ پریشان اور الجھا ہوا تھا۔ اس صورتحال پر سانکرہ نے فوراً اپنے پ کو مخاطب کیا۔

اے میرے باپ کیا بات ہے کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ کیا کوئی کام تھا جس بنا پر خریم اور بنانہ کو ہماری طرف آنا چاہیے تھا۔

سندر داس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔ وہ شاید تھوڑی دیر د یہاں سے کوچ کریں گے اس لئے میرا اندازہ تھا کہ کوچ سے پہلے وہ دونوں تم وں سے ملنے کیلئے ضرور آئیں گے۔ سندر داس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سانکرہ نے ں کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے تو یہی سنا تھا کہ لشکر چند دن ک مزید یہاں قیام کرے گا اس کے بعد اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گا۔ آپ ید یہ بتا رہے ہیں کہ خریم اور بنانہ یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ کیا وہ دونوں سی نئی مہم پر روانہ ہونے والے ہیں۔

سندر داس نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر سانکرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول ٹھا

میری بیٹی تو ٹھیک کہتی ہے۔ وہ دونوں واقعی ایک علیحدہ مہم پر روانہ ہونے والے ہیں اور پھر اس وقت خریم بن عمر بڑا پریشان ہے۔ اس لئے کہ ایک قاصد گودیری کے باپ وانگہ کی طرف سے آیا ہے اور اس نے دو خبریں دی ہیں۔ ایک خبر کی تو کوئی اہمیت نہیں اس سے نبٹنے کے لئے ہی خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ یہاں سے کوچ کریں گے دوسری خبر جو ہے اس نے واقعی خریم بن عمر کو پریشان اور فکر مند کر دیا ہے۔

سندر داس کے ان الفاظ پر سانکرہ بیچاری کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں تھیں۔ پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ گودیری بھی اداس دکھائی دے رہی تھی۔ پھر سانکرہ بول پڑی۔

اے میرے باپ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کھل کر کہیں تاکہ میں جانوں کہ کیا معاملہ ہے۔

سن بیٹی تھوڑی دیر پہلے گودیری کے باپ وانگہ کی طرف سے کچھ قاصد آئے اور محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ دو اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ کہ حارث علافی کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد زندہ ہیں۔ سانکرہ اور گودیری تم دونوں کو یاد ہو گا کہ ایک مہم کے دوران خریم بن عمر نے ایران کے مجوسیوں کے راہنما زمیش' معاویہ اور محمد کی راہ روکی تھی۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اب وانگہ نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ زمیش کے ساتھ جو معاویہ اور محمد نام کے جوان مرے تھے وہ حارث علافی کے بیٹے معاویہ اور محمد نہیں تھے کیونکہ حارث علافی کے قبیلے کے بہت سے لوگ حالات کے ماتحت راجہ داہر کے لئے کام کر رہے ہیں جس وقت زمیش نے صلاح مشورے کے لئے مول کی طرف جانا تھا پہلے ہی طے تھا کہ حارث علافی کے بیٹے معاویہ اور محمد زمیش کے ساتھ مول کی طرف جائیں گے' لیکن کہتے ہیں یہ حارث بڑا سیانا آدمی ہے اسے کہیں سے یہ بھنک پڑ گئی تھی کہ خریم بن عمر ضرور حملہ آور ہو گا اسے زمیش کے مرنے یا اس کی جان ضائع کرنے کی کوئی پروا نہیں تھی لہٰذا اس نے اپنے بیٹوں کو بچا لیا۔ اپنے قبیلے میں سے دو اور جوان جن کے نام معاویہ اور محمد تھے زمیش کے ساتھ روانہ کر دیئے۔ اس طرح جو معاویہ اور محمد زمیش کے ساتھ مارے گئے وہ حارث علافی کے بیٹے نہیں کوئی اور تھے۔ یہ تو

پہلی خبر ہے اور اس خبر نے یقیناً خریم بن عمر کو پریشان کیا ہے۔ وہ تو یہ سوچے ہوئے تھا کہ زمیش کے علاوہ محمد اور معاویہ کا کام تمام کر دیا اور اب حارث علافی سے کسی بڑے خطرے کی امید نہیں جبکہ وانگہ نے یہ اطلاع دی ہے کہ مرنے والے حارث علافی کے بیٹے نہیں تھے بلکہ حارث علافی ان دنوں اروڑھ پہنچ چکا ہے اور راجہ داہر کا مشیر ہے جبکہ اس کے بیٹے محمد اور معاویہ بھی پنجگور چھوڑ چکے ہیں۔ وہ دونوں راجہ داہر کے بیٹے کے مشیر ہیں زندہ سلامت ہیں۔

یہ تو پہلی خبر ہے جو خریم بن عمر کی پریشانی کا باعث بنی ہے۔ دوسری خبر جو گودیری کے باپ وانگہ کے قاصد لائے ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے محمد بن قاسم کو بتایا ہے کہ نکامرہ قبیلے کا بڑا سردار مول ساحل سمندر پر اپنے قبیلے کی پوری طاقت کے ساتھ جمع ہوا ہے۔ اس نے اپنے کچھ قاصد وانگہ کی طرف روانہ کئے۔ وانگہ پر اس نے شک و شبہ کا اظہار کیا ہے کہ وہ درپردہ اس کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرتا رہا ہے۔ وانگہ اس معاملے کو ٹال رہا ہے۔ اس نے اپنے قاصد مول کی طرف روانہ کئے اور اسے یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ اس نے جو کچھ سنا ہے غلط ہے۔ وہ مول کا وفادار اور جانثار ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب وانگہ پریشان اور فکرمند ہے۔ اسے خدشہ ہے کہ مول ضرور اس پر حملہ آور ہو گا اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا لہٰذا اس نے قاصد محمد بن قاسم کی طرف بھجوائے ہیں اور یہ استدعا کی ہے کہ کیونکہ وہ ماضی میں مسلمانوں کا ساتھ دیتا رہا ہے لہٰذا اب موقع ہے کہ مسلمان مول کے خلاف اس کی مدد کریں۔ محمد بن قاسم نے اس کی التجا کو قبول کر لیا ہے اور تھوڑی دیر تک خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ساحل سمندر کی طرف جائیں گے۔ پہلے وہ وانگہ سے ملیں گے۔ اس کے ساتھ سارا معاملہ طے کرنے کے بعد سول پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔

سندر داس کی اس گفتگو نے سانکرہ اور گودیری دونوں کو پریشان کر دیا تھا۔ اس موقع پر سانکرہ نے کچھ سوچا پھر سندر داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے میرے باپ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم بھی ان کے ساتھ روانہ ہوں۔

سانکرہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ گودیری بولی اور اس کی بات کاٹ دی کہنے

گی۔

سانکرہ ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں بھی لشکر میں ان کے ساتھ روانہ ہونا چاہیے۔ اس طرح میں اپنے باپ سے مل لوں گی۔ پتا نہیں وہاں حالات کیا ہیں۔ میں یہاں خواہ مخواہ فکر مند پڑی رہوں گی۔ اپنے باپ سے ملنے کے بعد پھر میں لشکر کے ساتھ لوٹ آؤں گی۔

سانکرہ اور گودیری کی اس گفتگو کا جواب سندر داس دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحے خیمے کے دروازے پر کوئی کھنکارا پھر آواز آئی میں خریم بن عمر ہوں میرے ساتھ بنانہ بن حنظلہ ہے۔

سانکرہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اگر آپ دونوں ہیں تو اندر آ جائیں باہر کیوں کھڑے ہیں۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں خیمے میں داخل ہوئے۔ آگے بڑھ کر وہ سندر داس کے قریب بیٹھ گئے۔ اس موقع پر سندر داس نے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عمر میرے بیٹے وانگہ کی طرف سے جو قاصد آئے تھے اور انہوں نے جو خبریں دیں ہیں وہ میں نے تفصیل کے ساتھ سانکرہ اور گودیری سے کہہ دی ہیں۔ میرے بیٹے میں خود یہ سوچ رہا تھا کہ تمہارے ساتھ میں لشکر میں رہوں گا۔ وانگہ سے میں مل لوں گا اور مول کا انجام بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا۔ سانکرہ اور گودیری بھی ضد کر رہی ہیں کہ یہ بھی آپ لوگوں کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوں گی۔ اب تم دونوں بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔

سندر داس کے ان الفاظ پر خریم بن عمر سنجیدہ سا ہو گیا تھا۔ گردن اس کی تھوڑی دیر کے لئے جھکی رہی کچھ سوچا اس کے بعد اس نے سندر داس کو مخاطب کیا۔

میرے خیال میں سانکرہ اور گودیری دونوں کو ہمارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے کہ میں اور بنانہ بن حنظلہ مول کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گئے ہیں۔ پہلے یہی فیصلہ ہوا تھا کہ بنانہ بن حنظلہ میرے ساتھ جائے گا لیکن بعد میں صلاح مشورہ کے بعد محمد بن قاسم نے تھوڑی سی تبدیلی کر دی ہے۔

دراصل محمد بن قاسم پہلے ہی بنانہ بن حنظلہ کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ میری روانگی کے بعد وہ اپنی نئی مہم پر روانہ ہو گا اس کے ساتھ ہی ذکوان بن علوان نے بھی ایک موقع پر محمد بن قاسم سے یہ گزارش کی تھی کہ اسے خریم بن عمر یعنی میرے تحت کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس بنا پر اب محمد بن قاسم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اور ذکوان بن علوان تو مول کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو جائیں گے بنانہ بن حنظلہ یہیں رہے گا۔

اب نئی صورتحال کے تحت گودیری کا میرے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ اور سانکرہ یہاں رہیں۔ مول کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے نہ جانے حالات کیسے ہوں یہاں سے روانہ ہونے کے بعد میں اور ذکوان بن علوان دونوں گودیری کے باپ وانگہ کا رخ کریں گے۔ وانگہ کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد میں مول کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ اس مہم کے دوران ہمیں خطرات بھی پیش آ سکتے ہیں لہٰذا میں نہیں پسند کروں گا کہ سانکرہ اور گودیری کو اپنے ساتھ گھسیٹتا پھروں۔

خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو سانکرہ کچھ بولنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی گودیری بول پڑی۔

خریم میرے بھائی آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ اگر بنانہ بن حنظلہ آپ کے ساتھ نہیں جا رہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو آپ کے ساتھ جاؤں گی اس لئے کہ اس طرح میں اپنے باپ سے بھی مل لوں گی اور آپ ہی کے ساتھ واپس آ جاؤں گی۔ جہاں تک سانکرہ کا تعلق ہے تو اسے بھی آپ اپنے ساتھ لے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے میرے ساتھ رہے گی اس کا دل بھی لگا رہے گا۔ میرے خیال میں۔۔۔

گودیری کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس موقع پر خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے موہ لینے والے انداز میں سانکرہ بول پڑی تھی۔

اگر آپ مجھے اور گودیری کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں تو آپ کا کیا جائے گا۔ آپ ویسے ہی کہہ چکے ہیں کہ پہلے آپ لشکر کے ساتھ گودیری کے باپ وانگہ کا رخ کریں گے۔ میں اور گودیری دونوں بہنیں وہیں قیام کریں گی اور جب آپ اپنی مہم سے فارغ ہوں گے تو آپ کے ساتھ ہی ہم واپس آ جائیں گی۔ میرے خیال میں ہم

دونوں کے اس طرح آپ کے ساتھ جانے پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

سانکرہ جب خاموش ہوئی تو اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سندرداس نے خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

خریم میرے بیٹے اگر بنانہ بن حنظلہ ہمارے ساتھ نہیں جا رہا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ گودیری تو بہرحال جائے گی یہ تو اپنے باپ سے ملنا چاہتی ہے اور میں بھی تمہارے ساتھ روانہ ہوں گا اس لئے کہ میں وانگہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اس لئے میری بیٹی بھی جائے گی۔ خریم میرے بیٹے ہم تینوں اگر تمہارے ساتھ جاتے ہیں تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

اس موقع پر خریم بن عمر کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی پھر اس نے ایک نگاہ اپنے سامنے سانکرہ پر ڈالی۔ اس موقع پر سانکرہ نے بڑے موہ لینے والے انداز میں اپنی تھوڑی کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ ساتھ ہی کچھ اس انداز میں گردن ہلائی جو خریم بن عمر کو اشارہ تھا کہ مجھے ضرور اپنے ساتھ لے کر چلیں۔

سانکرہ کی اس ادا پر خریم بن عمر کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

بنانہ میرے بھائی اگر گودیری اپنے باپ وانگہ سے ملنے کیلئے میرے ساتھ جاتی ہے تو تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ جواب میں مسکراتے ہوئے جب بنانہ بن حنظلہ نے نفی میں سر ہلا دیا تب خریم بن عمر نے سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مجھے آپ تینوں کے ساتھ جانے میں کوئی اعتراض نہیں۔ لشکر تھوڑی دیر تک کوچ کرے گا لہٰذا آپ تینوں تیاری کر لیں۔ آپ تینوں میرے ساتھ جائیں گے۔

خریم بن عمر کے اس جواب پر تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر تھوڑی ہی دیر بعد خریم بن عمر اور ذکوان بن علوان اپنے لشکر کے ساتھ سیون سے سمندر کا رخ کر رہے تھے۔

○

خریم بن عمر کے کوچ کر جانے کے بعد محمد بن قاسم نے بھی اپنی اگلی مہم کا آغاز کیا۔ سیون کا والی بجے رائے چونکہ شکست کھانے کے بعد سیسم شہر کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں جا کر اس نے پناہ لے لی تھی لہٰذا محمد بن قاسم نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے سیسم کا رخ کرنے کا ارادہ کیا۔ سیسم کا حاکم اس وقت کاکا نام کا ایک شخص تھا۔ اس کے پاس جا کے بجے رائے نے پناہ لی تھی۔

اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم نے سیون سے کوچ کیا۔ راستے میں جو بڑے بڑے شہر پڑتے تھے ان کو فتح کرتے ہوئے محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ کاکا کی حدود میں پہنچا۔ اردگرد کے لوگ جنہیں پہلے سے خبر ہو چکی تھی کہ اسلامی لشکر ایک سیلاب کی طرح مختلف شہروں‘ قصبوں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے انہوں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے لشکر پر ایسا جان لیوا شب خون مارا جائے کہ مسلمان پیش قدمی کرنا بھول جائیں اور پسپا ہونے پر مجبور ہو جائیں۔

چنانچہ راستے میں پڑنے والے شہر اور قصبوں کے لوگوں نے اکٹھے ہو کر باہم مشورہ کیا اور شب خون مارنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔ چنانچہ اپنے کچھ سمجھ دار لوگوں کو بسم کے حاکم کاکا کی طرف بھیجا اور اطلاع دی کہ ہمارا ارادہ ہے کہ مسلمانوں پر شب خون مارا جائے اور شب خون بھی ایسا ہو کہ مسلمان اس شب خون کے نتیجے میں سنبھلنے نہ پائیں اور آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں۔

کاکا بڑا عقلمند شخص تھا اور حالات زمانہ سے واقف تھا۔ اس نے پہلے تو ان کی اس تدبیر کی تعریف کی اور ان کی ہمت بھی بندھائی پھر اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ مقامی لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کہ مسلمان

ان کے مقابلے میں حرب و ضرب کے فن میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود کاکا نے فیصلہ کیا کہ جو لوگ شب خون کا مشورہ لے کر آئے ہیں ان کی مدد ضرور کرنی چاہیے۔ لہٰذا اس نے انہیں یقین دلایا کہ تم شب خون مارو اس شب خون میں اس کے لشکر کا ایک حصہ بھی شامل ہو گا۔

چنانچہ سیسم کے حاکم کاکا نے ایک ہزار بہترین مسلح جوان جو جنگ کا عمدہ تجربہ رکھتے تھے شب خون مارنے والوں کے ساتھ کئے۔ شب خون مارنے والوں میں چنا قوم کی اکثریت تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابھی تک محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور یہ لوگ ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔

جب یہ شب خون مارنے والا لشکر تیار ہو گیا تب سیسم کے حکمران کاکا کے کہنے پر برہمن نامی ایک کمیہ کو اس لشکر کا سالار بنایا گیا۔ شب خون کے سارے طریقے طے کر لئے گئے اور شب خون مارنے والوں کو یہ یقین بھی ہو گیا تھا کہ وہ ہر صورت میں مسلمانوں کے خلاف کامیاب رہیں گے۔ یوں کاکا بذات خود بھی شب خون مارنے والے لشکر سے ملا اور ان کی کامیابی کیلئے دعا کی۔ رات کی تاریکی میں یہ لشکر مسلمانوں پر شب خون مارنے کیلئے روانہ ہوا۔

پر اس لشکر کی بدقسمتی کہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر شب خون مارنے والا یہ لشکر راستے سے بھٹک گیا اور صبح تک حیران اور سرگراں پھرتا رہا جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو قلعہ سیسم کے قریب ہی پایا۔

اس صورتحال پر شب خون مارنے والے سرکردہ لوگ اپنے سالار برہمن کے ساتھ ایک بار پھر سیسم کے حکمران کاکا کے پاس پہنچے اور رات کو جو ان پر بیتی تھی وہ کہہ سنائی۔

کاکا نے جان لیا کہ تقدیر ان کا ساتھ نہیں دے رہی لہٰذا اس نے انہیں مشورہ دیا کہ اب تم لوگ مسلمانوں پر شب خون مارنے کا ارادہ ترک کر دو اگر نہ ایسا کرو گے تو یاد رکھنا تباہ ہو کر رہ جاؤ گے۔

ساتھ ہی کاکا نے ان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ تم جو رات بھر بھٹکتے رہے ہو یاد رکھنا تمہارا یہ بھٹکنا تمہاری تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے لہٰذا میں نے

ارادہ کیا ہے کہ اپنے عمائدین کے ساتھ سیسم سے نکل کر خود محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اس کے سامنے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری کا اظہار کر دوں گا۔

ادھر کاکا یہ ارادہ کر رہا تھا ادھر محمد بن قاسم کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ دشمن کے ایک گروہ نے اس پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا لہٰذا اگلے روز محمد بن قاسم نے بنانہ بن حنظلہ کو لشکر کا ایک حصہ دیا اور سیسم کی طرف اسے روانہ کیا تاکہ حالات کا جائزہ لے کہ اب کیا صورتحال ہے۔

بنانہ بن حنظلہ سیسم کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر فرمانبرداری کا اظہار کرنے کیلئے کاکا بھی سیسم سے روانہ ہو چکا تھا۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ کاکا نے بنانہ بن حنظلہ کو شب خون کے تمام حالات سنا ڈالے اور بتایا کہ کس طرح وہ لوگ راستہ بھٹک گئے جس کی بنا پر اس نے سمجھ لیا کہ تقدیر الٰہی یہی ہے کہ مسلمان اس ملک کو فتح کریں۔ اس لئے وہ اطاعت قبول کرنے کیلئے محمد بن قاسم کی طرف جا رہا ہے۔

بنانہ بن حنظلہ کاکا کو اپنے ساتھ لے کر محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا۔ کاکا نے محمد بن قاسم کو اپنی اطاعت اور فرمابرداری کا یقین دلایا۔ کاکا کو جب محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا تو محمد بن قاسم نے کاکا کو مخاطب کر کے پوچھا جب تمہارے ملک میں کسی کی عزت افزائی کی جاتی ہے تو کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

جواب میں کاکا سوچوں میں کھو گیا کچھ دیر غور و فکر کرتا رہا پھر محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہمارا امتیازی نشان کرسی اور ریشمی کپڑا ہے جو ہم سر پر پگڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں۔ یہی ہمارے سرداروں کا شاندار لباس ہے۔

محمد بن قاسم نے کاکا کو مقامی دستور کے مطابق کرسی اور ریشمی کپڑے سے نوازا۔ کاکا کی اس سرفرازی پر اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کیلئے خیرسگالی کا جذبہ پیدا ہوا۔

محمد بن قاسم نے کاکا کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اسی دوران سیسم سے یہ خبر آئی کہ کاکا کی خیر موجودگی میں بجے رائے نے سیسم پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو لشکر لے کر وہ سیوستان

سے سیسم کی طرف بھاگا تھا اسے بھی اس نے استوار کر لیا ہے اور سیسم شہر میں جو کاکا کا لشکر تھا اسے بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے لہٰذا اس نے ایک طرح سے کافی قوت پکڑی ہے اور وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔

اس صورتحال سے کاکا بڑا پریشان ہوا۔ وہ امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بجے رائے جسے اس نے اپنے ہاں پناہ دی اس طرح اس کے ساتھ غداری کرے گا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے شہر پر قبضہ کرے گا لہٰذا ان حالات میں محمد بن قاسم نے سیسم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو کاکا نے پوری طرح محمد بن قاسم کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔

محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ سیسم پہنچا تو بجے رائے اپنے کاکا کے لشکر کے ساتھ سیسم سے نکلا اور قریب کے صحراؤں سے اٹھتی سیاہ آندھی اور سرخ کوہستانوں سے جنم لینے والے خونی طوفان کی طرح محمد بن قاسم کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا۔

اپنوں کے لئے بہار خزاں خود سروں کے لئے سیل بے کراں جیسے محمد بن قاسم کے مجاہدوں نے بجے رائے کے حملے کو خوب روکا۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو سازشوں کی دھوپ، محسنوں کے روپ سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ بجے رائے جب حملہ آور ہو چکا تب انہوں نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور محمد بن قاسم کے کہنے پر وہ فولاد شکن ارضی اور سماوی قوتوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

سیسم شہر کے باہر ہولناک رن پڑا۔ اس جنگ کے دوران سیون کا سابق والی بجے رائے اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ قتل ہوا اور سیسم شہر پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا۔

سیسم کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اس علاقے میں خراج قائم کیا اور وہاں کے سارے لوگوں کو امن و حفاظت میں لینے کا حکم دیا۔ چند روز اس نے سیسم میں قیام کیا۔ وہاں اپنا ایک والی مقرر کیا۔ سیسم کی فتح کے بعد مغربی سندھ کے سارے علاقے پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مغربی سندھ کے تمام سردار محمد بن قاسم کے حسن اخلاق اور بلند کرداری سے بے حد متاثر ہوئے۔ محمد بن قاسم کے حسن سلوک

کی وجہ سے یہ بات ان کے قلب میں نقش ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کی حکومت خدا کی طرف سے ان کے لئے ایک رحمت ہے۔

سیسم میں قیام کے دوران محمد بن قاسم کو حجاج کا خط ملا کہ وہ سیسم سے نکل کر نیرون کا رخ کرے۔ نیرون ہی میں کچھ عرصہ قیام کرے اور راجہ داہر سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرے۔ حجاج بن یوسف کی طرف سے یہ حکم ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کی طرف بھی قاصد بھجوا دیا تاکہ نکامرہ قبیلے سے نبٹنے کے بعد وہ بھی نیرون کا رخ کرے۔

ایک روز رات کے پچھلے حصے میں خریم بن عمر وانگہ کی بستیوں کے قریب پہنچا۔ اپنے لشکر کو اس نے صحرا کے اندر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔ ذکوان بن علوان کو اس نے لشکر میں چھوڑا خود سندر داس، سانگرہ اور گودیری کے ساتھ وہ وانگہ کی بستی کی طرف روانہ ہوا۔

ابھی سورج طلوع نہ ہوا تھا کہ خریم بن عمر نے وانگہ کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولنے والا خود وانگہ تھا۔ وانگہ نے جب اپنے دروازے پر سندر داس، سانگرہ، اپنی بیٹی گودیری اور خریم بن عمر کو دیکھا تو اس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک گودیری بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گئی تھی۔ سب اندر داخل ہوئے۔ ایک بڑے کمرے میں نشستوں پر بیٹھ گئے پھر وانگہ نے سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے لئے آج کا دن انتہائی خوشی کا دن ہے۔ سندر داس آپ کی آمد نے یوں جانیں میری حویلی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپ گودیری کو بھی ساتھ لے آئیں ہیں اس سے میرا جی اور خوش ہو گیا ہے۔ کیا بنانہ بن حنظلہ بھی آیا ہے یا آپ اسے لشکر میں چھوڑ آئے ہیں اس پر خریم بن عمر کہنے لگا۔

وانگہ بنانہ بن حنظلہ ہمارے ساتھ نہیں آیا۔ محمد بن قاسم نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔ اس کی جگہ ایک دوسرا سالار جس کا نام ذکوان بن علوان ہے وہ

میرے ساتھ ہے۔ میں نے لشکر کو قریبی صحرا کے اندر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ ذکوان بن علوان ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ سارا معاملہ تمہارے ساتھ طے کرلیا جائے۔

میری اس طرف آمد سے سندر داس سانکرہ اور گودیری نے بھی خوب فائدہ اٹھایا۔ یہ بھی میرے ساتھ چلے آئے۔ گودیری تم سے ملنے کے لئے واقعی بڑی بے چین تھی اور اب کہو تم کیا معاملہ طے کرنا چاہتے ہو۔

وانگہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

خریم بن عمر میرے بیٹے میں نے کیا معاملہ طے کرنا ہے مجھے تو موبل کی طرف سے دھمکیاں مل رہی ہیں۔ وہ اب میری طرف سے مکمل طور پر مشکوک ہو چکا ہے اور اسے یقین ہو گیا ہے کہ میرے مسلمانوں کے ساتھ مراسم ہیں اور میں اندر ہی اندر خفیہ طور پر ان سے معاملات طے کر رہا ہوں۔ اب جبکہ تم یہاں آگئے ہو تو میں سمجھتا ہوں موبل سے مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ اب وہ حملہ آور بھی ہو گیا تو اس سے نبٹا جا سکتا ہے۔ ویسے موبل سے نپٹنے کیلئے تمہارے پاس کوئی لائحہ عمل ہے اگر ہے تو کہو۔

خریم بن عمر کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی وہ کچھ سوچتا رہا پھر وانگہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

وانگہ سیون سے چلتے ہوئے ہی میں نے ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا کہ موبل سے کس طرح نبٹنا ہے۔ وہ میں تم سے کہتا ہوں اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو میرے خیال میں ہم موبل کو مکمل طور پر نیست و نابود کر کے رکھ سکتے ہیں۔

وانگہ تم جانتے ہو کہ میں اس سے پہلے بھی موبل پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کی بستی کو نقصان پہنچایا تھا لیکن وہ اپنے مسلح جوانوں کو کشتیوں میں لے کر کھلے سمندر کی طرف چلا گیا۔ میرے پاس چونکہ کشتیوں کا کوئی اہتمام نہ تھا لہٰذا میں کھلے سمندر کے اندر اس کا تعاقب نہ کر سکا۔ اس لئے میرے ہاتھوں موبل تباہی و بربادی سے بچ گیا۔ لیکن اس دفعہ میں نہیں چاہتا کہ موبل پہلے والے حالات اور پہلے والی داستان اور کہانی دہرائے اس بار میں حملہ آور ہونے میں تبدیلی چاہتا ہوں اور اس حملے میں

نہیں بھی اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہوں۔

وانگہ میرے لشکری لگاتار سفر کرتے ہوئے یقیناً تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں۔ میں انہیں دو دن ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کروں گا اس کے بعد میں موبل کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہوں۔ حملہ آور ہونے کا منصوبہ کچھ اس طرح ہے کہ جس قدر مسلح جوان تمہارے پاس ہیں ان کے ساتھ تم اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر کھلے سمندر کی طرف جانا اور موبل کی بستیوں کے عین سامنے رات کی تاریکی میں اپنی کشتیاں کھڑی کر دینا۔ میں موبل پر سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی حملہ آور ہو جاؤں گا اس بار میں اس پر شب خون نہیں مارنا چاہتا اس لئے کہ رات کی تاریکی میں وہ کشتی میں سوار ہو کر بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

اس دفعہ میرے حملہ آور ہونے کا طریقہ بھی مختلف ہو گا۔ لشکر کے دو حصے ہوں گے ایک حصہ میں اپنے پاس رکھوں گا دوسرا ذکوان بن علوان کو دوں گا۔ ذکوان بن علوان کے ذمے یہ کام لگاؤں گا کہ وہ ساحل کے ساتھ ساتھ رہے۔ میں موبل پر حملہ آور ہوں گا میرے حملے کے نتیجے میں موبل کے لوگ جو بھاگ کر سمندر کا رخ کریں گے ذکوان بن علوان ان سے نبٹے گا اور انہیں کشتی میں سوار نہیں ہونے دے گا۔ ایک طرح سے ذکوان بن علوان لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ سمندر کے کنارے کشتیوں کے سامنے کھڑا ہو جائے گا اور موبل کے بھاگنے والے مسلح جوانوں کو کشتیوں پر بیٹھنے نہیں دے گا اگر کوئی ادھر ادھر سے ہوتا ہوا کشتی پر بیٹھ بھی جائے تو تم سمندر میں تیر اندازی کروا کے ان کا خاتمہ کرتے چلے جانا۔

تمہیں تمہاری کشتیوں کے ساتھ سمندر کے اندر میں ایک احتیاط کے تحت کھڑا کر رہا ہوں کہ اگر موبل کسی طرح سے کشتی میں سوار ہو کر بھاگنے کی کوشش بھی کرے تب بھی اس کی راہ روکی جا سکے۔ اس بار میں اسے بھاگنے نہیں دینا چاہتا۔ اس کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ آنے والے دنوں میں وہ ہمارے لئے کسی تکلیف، کسی اذیت کا باعث نہ بنے۔ ویسے میری اور ذکوان بن علوان کی کوشش ہو گی کہ موبل کے کسی آدمی کو بھاگ کر کھلے سمندر کی طرف جانے کا موقع نہ ملے۔ جب تم دیکھو کہ موبل کے مسلح جوانوں کو مکمل طور پر ہم نے روک دیا ہے تو تم بھی اپنی کشتیاں ساحل

کی طرف لے جانا اور موصل کے خلاف ہمارے ساتھ مل جانا۔ اس طرح میرے خیال میں ہم بہت جلد موصل اور اس کے مسلح جوانوں کا صفایا کر کے رکھ دیں گے۔ یہ جو منصوبہ میں نے تم سے کہا ہے اس پر پہلے سے میں اور ذکوان بن علوان متفق ہو چکے ہیں۔

وانگہ تھوڑی دیر تک بڑے توصیفی انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتا رہا۔ سندر داس گودیری اور سانکرہ کے چہرے پر اس موقع پر دلفریب اور خوش کن تبسم تھا پھر وانگہ کی آواز گونج گئی۔

خریم بن عمر میرے بیٹے تم واقعی ایک لاجواب سالار ہو۔ موصل سے نبٹنے کے لئے جو طریقہ کار تم نے طے کیا ہے اس سے میں مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ یوں جانو تم دو دن کیلئے میرے پاس مہمان ہو اس کے بعد ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔

وانگہ جب تک میں موصل سے نبٹ نہیں لیتا سندر داس سانکرہ اور گودیری یہیں تمہارے پاس رہیں گے۔

خریم بن عمر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس موقع پر سانکرہ بول پڑی تھی۔ میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتی جس وقت محترم وانگہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ کشتی مین بیٹھ کر کھلے سمندر کی طرف جائیں گے تو میں اور گودیری بھی محترم وانگہ کے ساتھ اس کی کشتی میں ہوں گی۔ میرے باپ سندر داس بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے اس لئے کہ محترم وانگہ تو اپنے سارے مسلح جوانوں کے ساتھ کشتیوں میں بیٹھ کر دشمن سے نبٹنے کیلئے روانہ ہو جائیں گے آپ بھی یہاں سے کوچ کر جائیں گے ہمارا یہاں رہنا بے کار ہے اس لئے ہم وانگہ کی کشتی ہی میں رہیں گے اور جب آپ موصل پر حملہ آور ہوں گے تو ہم بھی کشتیوں سے نکل کر ساحل پر آ جائیں گے۔ میرے خیال میں آپ کو میری اس تجویز سے کوئی اختلاف نہیں ہو گا۔

خریم بن عمر کے جواب دینے سے پہلے ہی گودیری بول پڑی او خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

خریم میرے بھائی سانکرہ نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے میں سانکرہ اور س کے محترم والد بھی کشتی میں بیٹھ جائیں گے اور ہم اپنی آنکھوں سے موصل کی بسی اور لاچارگی کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں۔

خریم بن عمر تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

اگر تم دونوں کی یہی مرضی ہے تو تم دونوں وانگہ کے ساتھ اس کی کشتی میں ہ جانا سندر داس بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ میرے خیال میں تم لوگ بیٹھو میں اہوں اس پر وانگہ چونک پڑا اور کہنے لگا۔

خریم میرے بیٹے میں نے تم سے کہا تھا کہ تم یہاں دو دن ایک معزز مہمان کی یثیت سے رہو گے اس پر خریم بن عمر کہنے لگا۔

نہیں وانگہ سندر داس سانکرہ اور گودیری یہیں رہیں گے میں واپس لشکر گاہ میں ؤں گا۔ لشکر میں رہنا میرا انتہائی ضروری ہے۔ ضد مت کرنا مجھے ہر صورت میں لے جانا ہے۔ وانگہ نے ایک نگاہ سانکرہ، گودیری اور سندر داس پر باری باری ڈالی ن میں سے جب کوئی بھی نہ بولا تو وانگہ کہنے لگا۔ اچھا بیٹے تمہاری یہی مرضی ہے تو ہی سہی۔ دو دن بعد ہم اپنے کام کی ابتدا کریں گے اس کے ساتھ ہی سندر داس ر وانگہ کے ساتھ خریم بن عمر نے مصافحہ کیا۔ ایک الوداعی نگاہ اس نے باری باری کرہ اور گودیری پر ڈالی پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

○

دو دن بعد سمندر کے کنارے انقلاب رونما ہوا۔ جس وقت تاروں کی پوشاک ے رات مجذوب دماغوں کے غضبناک گروہوں کی طرح رخصت ہو رہی تھی منجمد ات کھل رہے تھے اور سوچوں کے شعلے بیدار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ خریم بن عمر ر ذکوان بن علوان اپنے لشکر کے ساتھ موصل کی بستیوں کے قریب نمودار ہوئے پھر لے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق آدھے لشکر کو لے کر ذکوان بن علوان سمندر سامنے پھیل گیا تھا جبکہ دوسرے آدھے کے ساتھ خریم بن عمر موصل پر حملہ آور کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے لہو کے عظیم قطروں سے تجسس کے افسانے لکھنے والے مجاہد، جوان ارادوں کے مالک اپنے عظیم سالار خریم بن عمر کی سرکردگی میں مول کی بستیوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے موت کی سی نگاہ زبان برق بن کر ٹوٹتی ہے۔ جیسے دلدل کی جھاڑ کو بہا لے جانے والا تباہ کن سیلاب نمودار ہوتا ہے۔ خریم بن عمر تکبیریں بلند کرتا ہوا مول کی بستیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

اس موقع پر جبکہ مجاہد کرنوں کی طرح مول کی بستیوں میں گھس رہے تھے عقل کچھ اور چاہ رہی تھی۔ پر فطرت مطالبہ کر رہی تھی کہ سیل وقت اور کتاب وحشت سے بدی کی ابتدا کرنے والوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔

جس وقت خریم بن عمر مول پر حملہ آور ہوا مول کی بستیوں میں ایک افراتفری اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک اس طرح ان پر کوئی حملہ آور ہو سکتا ہے۔ کچھ دیر تک انہوں نے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مقابلہ کرنا بیکار ہے حملہ آور بڑی تیزی سے ان کا قتل عام شروع کر چکے ہیں تو وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے سمندر کی طرف بھاگے۔

مول بلند آواز میں چلاتے ہوئے اپنے لوگوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس وقت مشرق سے سورج طلوع ہوتے ہوئے تانک جھانک کر رہا تھا۔ چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ خریم بن عمر نے ذکوان بن علوان اور اپنے لشکریوں کو پہلے ہی تنبیہہ کر رکھی تھی کہ کوشش کی جائے مول کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ مول کے کہنے پر جب اس کے مسلح جوان کشتیوں میں بیٹھنے کے لئے سمندر کی طرف بھاگے تب ان کے خلاف دوسرا انقلاب نمودار ہوا۔

سامنے کی طرف سے ذکوان بن علوان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے نقش نگار کا کوئی ماہر کوئی جگر سوختہ بندہ خدا، منکرات و فواحش میں داخل ہونے کیلئے حق و صداقت کے ساتھ قیام و سجود کا حق ادا کرتا ہے۔ اب ہر سمت سے مسلمان مجاہد مول کے لشکریوں اور ان کی بستیوں میں اس طرح گھسنے لگے تھے جیسے نفرت کے گھپ اندھیرے کڑے پن اور تنگ نظری میں صدیوں پرانے رشتوں کو طول دینے والے گونجتے کرب داخل ہوتے ہیں۔

جس وقت مسلمان چاروں طرف سے سمٹتے ہوئے مول کے مسلح جوانوں پر قابو پا رہے تھے قافلہ سحر ستم کی رات میں احادیث شوق کی طرح مسلمان مجاہدوں کو یکجہتی اور تنظیم کے ساتھ اپنی فتح کے اصولوں کو مرتب کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ مول کے لشکریوں کیلئے اس حملے کے باعث چاروں طرف زندگی کی محرومیوں میں حسرتوں کے انبار لگنے لگے تھے۔ وہ خوفزدہ چہروں، پھٹی پھٹی آنکھوں سے ویرانوں کا دل روشن کر دینے والے مجاہدوں کو روشنی کی پہلی کرن کی طرح اپنے اندر گھستا ہوا دیکھ رہے تھے چاروں طرف انہیں اپنے لئے تباہیاں اور بربادیاں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔

گو وانگہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ کشتیوں میں بیٹھ کر ساحل کے قریب آ گیا تھا لیکن اسے جنگ میں حصہ لینے کا موقع ہی نہ ملا۔ خریم بن عمر جب حملہ آور ہوا اور اس کے حملے سے بچنے کے لئے مول کے مسلح جوانوں نے ساحل کی طرف بھاگنا چاہا تو ذکوان بن علوان نے انہیں ایسا کرنے نہ دیا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ یوں ثامرہ قبیلے کے اس حصے کا ایک طرح سے خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ مول کو خریم بن عمر کی ہدایت کے مطابق زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

جنگ کا جب خاتمہ ہو گیا تو وانگہ کی کشتیاں بھی کنارے پر آ لگیں۔ اس کے مسلح جوان ساحل پر اتر گئے۔ وانگہ سندر داس، سانکرہ اور گودیری بھی ساحل پر اتر گئے اور اس جگہ آن کھڑے ہوئے جہاں خریم بن عمر اور ذکوان بن علوان کھڑے تھے۔ وانگہ سندر داس سانکرہ اور گودیری نے خریم بن عمر کے پاس آ کر اس شاندار فتح پر اس کو مبارکباد دی۔ اس موقع پر خریم بن عمر، ذکوان بن علوان کے قریب ہوا اور اس کے ساتھ کوئی سرگوشی کی جسے سنتے ہوئے ذکوان بن علوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ چند مسلح جوان تھے جنہوں نے مول کو پکڑ رکھا تھا۔

مول جب خریم بن عمر کے سامنے آیا اور اس نے خریم بن عمر کے پاس وانگہ کو کھڑے دیکھا تو اس نے قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور زمین پر تھوکتے ہوئے اس نے وانگہ کو مخاطب کیا۔

اگر مجھے خبر ہوتی کہ تم میرے ساتھ غداری کرو گے تو میں بہت پہلے تیری گردن

کاٹ چکا ہوتا۔

وانگہ نے جواب میں قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

مومل تم کیسی بدتمیزی کی گفتگو کرتے ہو۔ جب قدرت نے اس سرزمینوں میں تمہاری گردن کاٹنے کا فیصلہ کر رکھا تھا تو پھر تم میری گردن کیسے کاٹ سکتے تھے۔ مومل تم نے جو بدتمیزیاں مسلمانوں کے خلاف کیں ان کا خمیازہ تو تمہیں بھگتنا ہی پڑے گا۔ میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے قافلوں پر حملہ آور مت ہونا ورنہ پچھتاؤ گے لیکن تم نے میری ایک بات نہ سنی۔ مسلمانوں کے قافلوں کو تم نے سمندر کے اندر لوٹا اب اس کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ مسلمانوں کا لشکر سندھ میں داخل ہو چکا ہے۔ ان گنت شہروں پر قبضہ کر چکا ہے اور اب مجھے امید ہے کہ ان کا ٹکراؤ راجہ داہر کے ساتھ ہونے والا ہے۔ راجہ داہر کا انجام میرے خیال میں اس سے بھی بدتر ہو گا جو تمہارا ہونے والا ہے۔

مومل نے وانگہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی گردن جھک گئی تھی۔ وانگہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

مومل یہ جو جوان میرے پہلو میں کھڑا ہے اس کا نام خریم بن عمر ہے۔ میرے خیال میں یہ نام تم نے ضرور سن رکھا ہو گا۔

خریم بن عمر کا نام سن کر مومل چونکا۔ ایک بھرپور نگاہ اس نے خریم بن عمر پر ڈالی پھر دوبارہ اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اس موقع پر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

مومل تو نے نہ صرف سمندر کے اندر سفر کرنے والے مسلمان قافلے پر حملہ کرنے کی جرات اور جسارت کی بلکہ مکران کے اندر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تو راجہ داہر اور نرمیش کے مفادات کی نگاہ داری کرتا رہا۔ مسلمانوں کو تو نے ان گنت بار نہ صرف نقصان پہنچایا بلکہ ان کے خلاف سازش بھی کی۔ لہٰذا میں اس جرم میں تیرے قتل کا حکم دیتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ذکوان بن علوان کو خریم بن عمر نے مخصوص اشارہ کیا۔ ذکوان بن علوان حرکت میں آیا۔ مومل کو سمندر کے کنارے لے جایا گیا اور اس کا

خاتمہ کر دیا گیا۔ دو روز تک خریم بن عمر نے وہاں قیام کیا۔ لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس وقت تک محمد بن قاسم کی طرف سے اس کے پاس قاصد پہنچ چکا تھا۔ جس نے اسے خبر دی کہ وہ نیرون کا رخ کرے بس دو دن بعد اس نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ وانگہ اپنی بستیوں کی طرف چلا گیا تھا جبکہ خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ نیرون کا رخ کر رہا تھا۔

حجاج بن یوسف ایک روز واسط شہر میں اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے خراسان کی طرف سے آنے والا ایک قاصد کھڑا تھا اور وہ اسے قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں سمرقند کے علاوہ دیگر شہروں کے فتح ہونے کی تفصیل بتا رہا تھا۔ ایسے میں حجاج بن یوسف کا کاتب اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محمد بن قاسم کی طرف سے قاصد آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

ان الفاظ پر حجاج بن یوسف چونکا پہلے قاصد کو اس نے فارغ کر دیا۔ کاتب کو حکم دیا کہ محمد بن قاسم کی طرف سے آنے والے قاصد کو اندر لایا جائے۔ کاتب پھر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ محمد بن قاسم کے قاصد کو لے کر آیا۔ قاصد نے حجاج بن یوسف کو تعظیم دی اور کہنے لگا۔

امیر محترم میرے پاس محمد بن قاسم کا ایک خط ہے جو آپ کے نام ہے۔

اس موقع پر حجاج بن یوسف نے اپنے کاتب کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس قاصد سے خط لو اور مجھے پڑھ کر سناؤ اور ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے قاصد کو بیٹھنے کیلئے کہا۔ قاصد نے خط نکال کر کاتب کو تھما دیا اور اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ کاتب نے خط کھولا پھر وہ پڑھ رہا تھا محمد بن قاسم نے لکھا تھا۔

اے عمر آپ کے کہنے پر میں نیرون لوٹ آیا ہوں۔ فی الحال ہم ایک قلعے کے قریب ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ قلعہ سکندر کی مضبوط دیوار سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ نیرون کا قلعہ بھی راجہ داہر کی راجدھانی کے قریب ہے جو اس وقت ہمارے

ضے میں ہے۔ سیسم اور سیون کا قلعہ بھی خدا کے فضل سے ہمارے قبضے میں ہے۔ یہاں سے داہر کے چچا زاد بھائی بجے رائے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ امید ہے اسی طرح دشمن کے تمام قلعے ہمارے قبضے میں آ جائیں گے اور ہر جگہ مسجدیں بنا دی گئی ہیں تاکہ پانچوں وقت نماز اور عبادت ہوتی رہے۔ چنانچہ ان مساجد میں اذان خطبے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد کاتب رکا دم لیا اس کے بعد کہتا چلا گیا تھا۔

ہم طاقت اور پناہ کیلئے ہر وقت اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی اطلاع کر رہے ہیں کہ داہر کے گورنروں میں سے ایک گورنر مہران کے مشرق کی طرف اس وادی میں ہے جو کچھ کے سمندر کا جزیرہ ہے۔ یہ قلعہ بیٹ کہلاتا ہے اور اس کے والی کا نام بھتائی بن راسل ہے۔ عام طور پر لوگ اسے وسایو بن سربند بھی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کا بیٹا داہر کے مقربان خاص میں سے ہے۔

دیبل کے جو لوگ ہم سے مل گئے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمارا خیرخواہ ہے۔ اس نے ہم سے امیدیں وابستہ کر کے التجا کی ہے کہ ہم اس سے عہد نامہ مستحکم کریں اور خدا کے فضل سے یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور وہ ہمارے ساتھ مل گیا تو ہمیں دریا کے عبور کرنے میں بڑی سہولت ہو گی۔ اللہ کے حکم سے سب کچھ درست اور ٹھیک ہو جائے گا۔

محمد بن قاسم کا خط سن کر حجاج بن یوسف تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ شاید وہ اس خط سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا۔ اس کے بعد قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا محمد بن قاسم کو میری طرف سے خط لکھو۔

اے فرزند میں جانتا ہوں دشمن تمہارے خلاف مدافعانہ جنگ کے منصوبے مرتب کر رہے ہیں اور تم قوی دل رہو اور جس قدر مال خرچ کر سکو کرو' اور مخالفوں کے حق میں بخششوں اور انعامات کی بارش کرو' جو کوئی بھی جاگیر طلب کرے تم اسے ناامید نہ کرو' بلکہ ان کی التجاؤں کو قبول کر کے اپنے فرامین اور امن ناموں سے ان کو تسلی دو۔

کاتب لکھتا جا رہا تھا۔ حجاج بن یوسف کچھ دیر رکا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کاتب کو

مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

لکھو کہ سلطنت حاصل کرنے کیلئے چار طریقے ہیں۔ اول صلح ہمدردی چشم پوشی اور رشتہ داری، دوئم مال کا خرچ کرنا، انعامات اور عطیے دینا، سوئم دشمنوں کی مخالفتوں کے طوفان میں صحیح رائے قائم کرنا اور ان کے مزاج کو معلوم کرنا۔ چوتھے رعب، ہیبت، دلیری قوت اور دبدبہ۔

تمہیں ہر طرح ان دشمنوں کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور مقامی والی جو التماس کریں انہیں عہد ناموں سے تسلی دو۔ جب وہ تمہاری خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اوپر خراج مقرر کر لیں تو پھر وہ جو بھی نقد یا سامان خزانے میں پہنچائیں اسے قبول کرو اور ہر ایک کو تسلی دو۔ اگر کسی کو قاصد بنا کو بھیجنا چاہو تو وہ شخص ایسا ہونا چاہیے کہ اس کی عقل، مذہب، دور اندیشی، ذہانت اور امانت پر تمہیں اعتماد ہو۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی غلط آدمی کے بھیجنے کی وجہ سے اس کی گفتگو اور بات چیت سے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ اس کو دشمنوں کے مکر، آفت دھوکے اور بدعہدی سے محفوظ رکھنا، ضروری کاموں کی تکمیل میں دور اندیشی اور ہوشیاری کے شرائط بجا لاؤ اور داہر سے خبردار رہنا۔

اے فرزند عظیم جب کبھی تم کسی کو اپنا قاصد بنا کر کہیں روانہ کرو تو اسے وصیت کرو کہ وہ دشمن کے میل جول اور ہم نشینی سے کہیں بدل نہ جائے اور اسے خیرخواہی کے شرائط وضاحت سے بتاؤ کہ اگر وہ پیغام پہنچانے کیلئے مخالف کے سامنے جائے تو تمام سرداروں اور اراکین دولت کے سامنے بے خوفی سے پیغام دے اور ان کا جواب بھی اچھی طرح سنے۔

اور اپنے قاصدوں کی ہمت دل کش وعدوں سے بڑھانی چاہیے اور انہیں بتانا چاہیے کہ تم سارے اسلامی لشکر کے پیشوا اور امام ہو اور سب تمہاری بات پر آنکھ لگائے ہوئے ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ پیغام کو پوری طرح پہنچاؤ۔ مسلمانوں کا قاصد شستہ اور مہذب ہونا چاہیے کہ بات کو پرشکوہ اور بغیر کسی کمی و بیشی کے ادا کرے۔

دشمن کو پہلے توحید پر ایمان لانے کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر کے اطاعت کرے گا اسے مال، شہر، زمین اور کھیت عطا کئے جائیں گے اور جو اسلام کے سامنے سر نہ جھکائے تو اسے دھمکی دو تاکہ وہ فرماں بردار ہو جائے۔ اگر اس کے باوجود سرکشی کرے تو پھر اس سے صاف کہہ دو کہ تم نے اطاعت سے منہ موڑا اس لئے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ، لیکن داہر اور اس کے لشکر کو دریائے مہران عبور کرنے کا اختیار نہ دو بلکہ ان سے کہو کہ تم تیار ہو تو پھر تمہارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن کیونکہ ہم اتنا طویل راستہ طے کر کے آئے ہیں اس لئے ہمیں مہران کو عبور کرنا اور مقابلے میں آنا ہے تاکہ طرفین کے درمیان کو شک و شبہ نہ رہے۔

جس جگہ بھی دشمن کا مقابلہ کرو وہ جگہ کشادہ میدان ہونا چاہیے تاکہ پیدل لڑنے والا اپنے سامنے آنے والے پیدل کو اور سوار مقابل کے سوار کو خوب اچھی طرح دیکھ سکے۔ جب جنگ شروع کرو تو اللہ تعالیٰ کے کرم پر توکل کرو اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور دیکھو قضا اور قدر پردہ غیب سے کیا ظاہر کرتی ہے اور وہاں سے کس فریق کی بادشاہی ختم ہونے کا حکم جاری ہوتا ہے، اور اگر وہ پیغام بھیجیں کہ دریائے مہران سے تم گزرتے ہو کہ ہم گزریں تو انہیں اختیار دینا بلکہ کہنا کہ میں ہی دریا کو عبور کر کے آتا ہوں تاکہ تمہارا رعب اور ہیبت دشمن پر اثر انداز ہو اور وہ پکار اٹھیں کہ اگر لشکر اسلام میں قوت یا طاقت نہ ہوتی تو وہ یوں بے دھڑک ہمارے مقابلے پر نہ آتا۔

سنو فرزند تمہارے لشکر میں عربوں کی جو جماعت تمہاری اطاعت میں ہے امید ہے وہ لوگ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور جنگ سے منہ نہ موڑیں گے بلکہ جان کی بازی لگا دیں گے اور خدا پر بھروسہ کر کے شوق سے جنگ کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے۔

میں جانتا ہوں وہ لڑائی میں اور تمہاری اطاعت میں مخلص ثابت ہوں گے تاکہ خدا کی رضا حاصل کر سکیں۔ سن فرزند دریا کو ایسی جگہ سے پار کرنا جہاں تم مضبوطی سے قدم جما سکو اور سیدھی سادھی راہوں سے بھی سمجھ بوجھ کر گزرنا اور طریقہ عزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ گزرتے وقت لشکر کو محتاط رکھنا اور لشکر کا۔ میمنہ،

میسرہ، قلب، مقدمہ اور ساقہ بالکل سیدھا رکھنا۔ کسی بھی لشکری کو اکیلا مت چھوڑنا جس طرح میں نے کہا ہے ایسا کرتے ہوئے دریا عبور کرو گے تو دشمن پر تمہارا وہ رعب بیٹھے گا کہ تمہارا سامنا کرتے ہوئے وہ ہچکچائیں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے حجاج بن یوسف خاموش ہو گیا۔ کچھ سوچا پھر کاتب کو مخاطب کر کے کہنے لگا ایک بار یہ خط مجھے پڑھ کر سناؤ کاتب نے جو کچھ لکھا پڑھ کر سنایا۔ حجاج بن یوسف مطمئن ہو گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا جو قاصد آیا ہے اس کے ہاتھ محمد بن قاسم کو میرا یہ خط بھجواؤ پھر کاتب اپنی جگہ سے اٹھا اور محمد بن قاسم کی طرف سے آنے والے قاصد کو اپنے ساتھ باہر لے گیا تھا۔

حجاج بن یوسف کا خط ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے راجہ داہر سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ راجہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے راستے میں تین بڑی رکاوٹیں آتی تھیں جنہیں پہلے دور کرنا انتہائی اہم تھا۔ پہلا اشبہار کا قلعہ تھا جہاں بہت بڑی لڑاکا قوت تھی۔ دوسرا بیٹ کا قلعہ جہاں دیبل کا سابق حکمران جاہین محمد بن قاسم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد پناہ گزین ہوا تھا اور یہاں اس نے ایک بہت بڑی عسکری قوت جمع کر لی تھی۔ راجہ داہر نے بھی اسے ایک لشکر مہیا کیا تھا تاکہ محمد بن قاسم اگر اروڑھ کی طرف بڑھتا ہے تو بیٹ میں اس کی راہ روکی جائے۔

تیسری بڑی قوت کچھ اور سورتھ کا حاکم موکو تھا۔ ان تینوں قوتوں سے نبٹنے کے بعد محمد قاسم راجہ داہر سے ٹکرا سکتا تھا۔ لہٰذا نیرون سے کوچ کرنے کے بعد سب سے پہلے محمد بن قاسم نے قلعہ اشبہار کا رخ کیا۔

اشبہار کے لوگوں نے کافی جنگی تیاری کر رکھی تھی اور اس کے چاروں طرف خندق کھودی تھی۔ وہ قلعے کے مغرب میں رہنے والے جٹوں اور دیہاتیوں کو بھی ملا کر قلعے میں لے گئے تھے۔ محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ اشبہار کے قریب پہنچا اور وہاں اس نے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ جب وہاں پڑاؤ قائم ہو گیا تو اس نے اپنے سالاروں کو اپنے پاس بلایا جب سارے سالار جمع ہو گئے تو محمد بن قاسم نے خریم بن

عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بھائی میں لشکریوں کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں تم محسوس نہیں کرو گے۔ یہ تبدیلی میں ذکوان بن علوان کے کہنے پر کر رہا ہوں۔ دراصل ذکوان کا کہنا ہے وہ تمہارے ماتحت جنگوں میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ لشکر کی کمانداری پسند نہیں کرتا لہٰذا میں بنانہ بن حنظلہ کو تم سے لے رہا ہوں۔ تمہارے پاس تمہارے نائب کی حیثیت سے ذکوان بن علوان رہے گا۔ میرے ساتھ پہلے کی طرح جہم بن زحر ہو گا۔ بنانہ بن حنظلہ اسی لشکر کی کمانداری کرے گا جس کی کمانداری پہلے ذکوان بن علوان کرتا رہا ہے اور صارم بن صارم اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ اس سلسلے میں اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔

اس موقع پر خریم بن عمر نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے بنانہ بن حنظلہ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے اس طرح دیکھنے سے محمد بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر میں تمہاری تیز نگاہوں کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا بنانہ بن حنظلہ نے نہیں کہا بنانہ بن حنظلہ تو تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرنا چاہتا ہے۔ میں نے خود یہ فیصلہ کیا ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ فیصلہ ذکوان بن علوان کی التجا پر کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں تم اسے قبول کر لو گے۔

اس بار خریم بن عمر نے محمد بن قاسم کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

امیر محترم! میں آپ کے فیصلے کو قبول کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس تبدیلی سے ہماری کارکردگی میں خداوند قدوس نے چاہا تو کوئی فرق نہیں آئے گا۔ خریم بن عمر جب خاموش ہوا تو محمد بن قاسم نے پھر کہنا شروع کیا۔

عزیزو! اشبہار کے قلعے کا محاصرہ کیا جائے گا فی الحال منجنیقوں کے ذریعے شہر پر سنگ باری نہیں کی جائے گی۔ لشکر کے سارے حصوں کو شہر کے اطراف میں پھیلا دیا جائے گا محاصرے میں اس قدر سختی کی جائے کہ نہ باہر سے کوئی چیز آنے پائے نہ شہر سے نکل کر کوئی چیز مضافات کی طرف جائے۔ میرے خیال میں اس طرح تنگ آکر خود

ہی محاصرین اطاعت اور فرمابرداری اختیار کر لیں گے۔

محمد بن قاسم کہتے کہتے رکا کچھ سوچا پھر اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا تھا۔

عزیزو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محاصرے کے دوران رات کے وقت قلعے کے اندر جو لشکر ہے باہر نکل کر ہم پر شب خون مارے۔ لشکر کے جس حصے پر بھی شب خون مارا جائے دوسرے حصے فوراً اس کی طرف لپکیں اور اس کی مدد کریں۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کریں تو دشمن کے شب خون کو بھی ہم ناکام بنا دیں گے اور دشمن کے پاس ہمارے سامنے فرمابرداری اور اطاعت کے سوا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

سارے سالاروں نے محمد بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر اشہار کے قلعے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ چند روز تک یہ محاصرہ خاموشی سے جاری رہا۔ قلعے کے اندر جو لشکر تھا اس نے کوئی حرکت نہ کی' پھر ایک روز اچانک ایسا ہوا کہ قلعے کے جس دروازے کے سامنے خریم بن عمر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھا اس دروازے سے قلعے کا لشکر بگولوں کی یلغار کی طرح نکلا اور حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ اچانک اور دفعتاً" ہوا تھا۔ گو خریم بن عمر اس حملے کو روکنے کیلئے تیار تھا تاہم اس نے اس موقع پر ایک بہترین قدم اٹھایا۔ جس وقت دشمن حملہ آور ہوا تھا اپنے لشکر کے ساتھ وہ پیچھے ہٹا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ دشمن کا سارا لشکر ایک بار شہر سے باہر نکل آئے اور اس سے ٹکرائے اس کے بعد جوابی کارروائی کی جائے۔

خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹتا رہا یہاں تک کہ قلعے کے اندر جس قدر لشکر تھا وہ سارا نکل کر اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ عین اسی موقع پر دائیں بائیں محمد بن قاسم اور بنانہ بن حنظلہ اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ دائیں بائیں سے دشمن پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

خریم بن عمر نے جب اندازہ لگایا کہ دشمن کے پہلوؤں پر محمد بن قاسم اور بنانہ بن حنظلہ ضرب لگانا شروع ہو گئے ہیں تب وہ بھی سنبھلا پھر اچانک اس کے لشکر میں خداوند قدوس کے نام کی تکبیریں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر جوابی کارروائی کرتے ہوئے اس طرح حملہ آور ہوا تھا جیسے کہر کے غلاف میں دبی آتش بھڑک اٹھتی ہے۔ جیسے زندگی کے اسرار میں فنا کے آنچل تلخیوں کی عمیق

برائیاں پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔

اس سہہ طرفہ حملے کو قلعے کا محافظ لشکر زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ تھوڑی دیر مزید جنگ رہی تو شکست ان کا مقدر بن جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے پلٹ کر پھر قلعے میں داخل ہونا چاہا لیکن اب ایسا ناممکن تھا۔ اس لئے کہ بنانہ بن حنظلہ اور محمد بن قاسم نے ان کی واپسی کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں۔ پھر تین اطراف سے ان کا قتل عام شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ان کے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا۔ یوں اشہار کے قلعے پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا۔

اشہار پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم قلعے میں داخل ہوا۔ قلعے والوں نے امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ ان پر خراج لگا کر وہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔ کچھ دن لشکر کو وہاں ستانے کا موقع فراہم کیا پھر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر بیٹ کے قلعے کی طرف بڑھا۔

بیٹ کے قلعے میں اس وقت دیبل کا سابق والی جاہین ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ محمد بن قاسم بیٹ کے قلعے کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس نے قلعے سے باہر نکل کر محمد بن قاسم کی راہ روکی' لیکن تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد جاہین کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ یوں بیٹ کے قلعے پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اشہار اور بیٹ دونوں قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے سورتھ کے حاکم موکو کو ایک پیغام بھجوایا۔ تیز رفتار قاصد کے ذریعے اس نے راجہ موکو کو لکھا کہ ہماری اطاعت قبول کر لو جس علاقے کے تم حاکم ہو اس علاقے کی حکومت تمہارے پاس ہی رہنے دی جائے گی۔ جواب میں موکو نے لکھا کہ جو وعدہ آپ نے مجھ سے کیا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں اور میں آپ کی اطاعت دل و جان سے چاہتا ہوں بلکہ اپنے ظن میں بہتر سمجھتا ہوں اگر کسی بہانے سے یہ حادثہ پیش آئے تو پھر ہم حکم کے تابع رہنا لازمی سمجھیں گے۔

لیکن جن بادشاہوں کے نمک کا حق ہم خدمت گاروں پر لازم ہے کہ ان سے عہد شکنی اور بے وفائی کرنا ایسا گناہ اور خیانت ہے جو دور اندیشی اور امانت سے بعید

ہے اور جب تک مخالف کی طاقت سے ایسا خوف پیدا نہ ہو جو کہ نفس اور جان کا خطرہ بن جائے اس وقت تک امانت اور دور اندیشی سے کنارہ کش ہو جانا ناپسندیدہ طریقہ ہے۔

اس نے مزید لکھا کہ راجہ داہر ہمارا عزیز ہے اگر وہ سربلند ہے تو اس کی سربلندیوں میں ہمارا بھی حصہ ہو گا۔ اس کے آرام اور تکلیف میں شریک ہونا ہمارا فرض ہے لیکن یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ ملک اب ہمارے ہاتھوں سے نکل کر دوسروں کے پاس جانے والا ہے۔ عقل مند انسان وہ ہے جو موقع سے فائدہ اٹھائے۔

آپ نے چونکہ مجھ پر بھروسہ کیا ہے اور فیاضی سے پیش آئے ہیں اس لئے اس کا تقاضا ہے کہ میں بھی آپ کا ساتھ دوں لیکن اگر میں بغیر جنگ کے آپ کے ساتھ ہو جاؤں تو میں خاندان اور لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاؤں گا۔ بس میں چاہتا ہوں کہ ایسی تدبیر کی جائے جس سے میں آپ کا تابع فرمان بھی ہو جاؤں اور میری عزت پر حرف گیری بھی نہ آئے اور اپنے عوام کے علاوہ راجہ داہر کی نظروں میں بھی نہ گروں۔

اس سلسلے میں جو تدبیر میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کے بہانے سے ایک قصبے ساکرا کی طرف جاتا ہوں آپ ایسا کیجئے کہ ایک لشکر میرے تعاقب میں لگا دیجئے گا میرے ساتھ میرے محافظ دستے بھی ہوں گے۔ بس لشکر ہم پر حملہ آور ہو ہم کوئی مزاحمت نہیں کریں گے اس طرح آپ اس لشکر کے ذریعے مجھے گرفتار کر لیجئے گا۔

جب میں گرفتار ہو جاؤں گا تو راجہ داہر یہی سمجھے گا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کے لئے ساکرا جا رہا تھا کہ مسلمان مجھ پر حملہ آور ہوئے اور میرے محافظ دستوں کو شکست دے کر انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اس طرح میں اپنے راجہ اور بھایا دونوں کی نظروں میں باعزت رہوں گا۔

محمد بن قاسم نے موکو کی اس تجویز کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق اپنے عمائدین اور محافظ دستوں کے ساتھ موکو ساکرا روانہ ہوا۔ محمد بن قاسم نے بنانہ

حنظلہ کو چند دستے دیکر ساکرا کی طرف روانہ کیا۔ بنانہ نے موکو کو گرفتار کر کے محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا۔ گرفتار ہونے والوں میں اس کے خاندان کے علاوہ بیس بڑے بڑے ٹھاکر بھی موجود تھے۔

جب موکو کو اس کے خاندان کے ٹھاکروں سرداروں اور محافظوں کے ساتھ محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا تو محمد بن قاسم ان کے ساتھ نہایت عزت اور احترام سے پیش آیا۔ اس نے اپنے قریب ایک نشست پر موکو کو بیٹھنے کیلئے کہا۔ موکو بیٹھ گیا۔ محمد بن قاسم نے ایک لاکھ درہم بطور انعام اسے دیئے اور خلعت سے سرفراز کیا۔ پھر اسے ایک سبز چتر جس پر مور بنا ہوا تھا دیا۔ اس کے خاندان کے لوگوں اور ساتھیوں کو بھی خلعت اور گھوڑے عطا کئے۔ اس کے علاوہ بیٹ کے علاقے کی حکومت موکو کے سپرد کی گئی۔ مزید نوازش یہ کی کہ ایک تحریری فرمان جاری کیا کہ موکو کی حکومت نسل در نسل اس کے خاندان میں قائم رہے گی۔

مورخین کا خیال ہے کہ موکو کو جو انعام دیا گیا یہ اپنی قسم کا پہلا عطیہ تھا جو مسلمانوں نے دیا اور اس کی درخواست پر قصبہ وجورحہ کی اراضی بھی بطور ملکیت لکھ کر موکو اور اس کے فرزندوں کو تفویض کی گئی اور اسے ضرورت کے وقت کشتیاں بھی فراہم کرنے کی نصیحت کی گئی۔

موکو سے نبٹنے کے بعد محمد بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کرنے کی فکر میں
کہ راجہ داہر کو معلوم ہوا کہ اس کے حاکم بغاوت کر کے یکے بعد دیگرے مسلمانو
سے ملتے جا رہے ہیں۔ اس صورتحال پر وہ بے حد برہم ہوا۔ لہٰذا محمد بن قاسم
نبٹنے کے لئے اس نے ایک کافی بڑا اور جرار لشکر تیار کیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کر
کیلئے بھیجا۔

یہ لشکر دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم کے لشکر کے سا
آیا۔ دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ راجہ داہر کے لشکر کی بدقسمتی
دریائے سندھ کے کنارے محمد بن قاسم' خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے را
داہر کے اس لشکر کو بھی بدترین شکست دی اور بچے کھچے لشکری بھاگ کر اروڑھ
طرف چلے گئے۔

محمد بن قاسم جانتا تھا کہ اب اس کا ٹکراؤ براہ راست راجہ داہر کے ساتھ ہ
لہٰذا اس نے مناسب سمجھا کہ قبل اس کے کہ لڑائی شروع کی جائے ایک قاصد را
داہر کے پاس روانہ کیا جائے تاکہ وہ اس سے بات کرے۔ ممکن ہے اس گفتگو
کوئی بہتر نتیجہ نکلے۔ اس بات چیت کیلئے محمد بن قاسم نے دو اشخاص کا انتخاب کی
ایک انتہائی عمدہ جنگجو اور مذہب سے عقیدت رکھنے والا شامی نوجوان تھا۔ دوسرا
اسلامی۔ یہ شخص دیبل کا رہنے والا تھا اور محمد بن قاسم کے ہاتھوں اس نے اسلا
قبول کر لیا تھا' حلقہ بدوش اسلام ہونے کے بعد اس نے مولانا اسلامی کا خطاب پایا

بہرحال محمد بن قاسم نے ان دونوں کو راجہ داہر کے دربار میں بھیجا۔

جب یہ دونوں راجہ داہر کے دربار میں پہنچے تو داہر کے رواج کے مطابق دونو

نہ اس کے سامنے سر جھکایا اور نہ سجدہ کیا۔ راجہ داہر کو ان پر بہت غصہ آیا۔
نے مولانا اسلامی کو مخاطب کیا کیونکہ وہ اسے پہلے سے جانتا تھا۔ غصے اور قہرمانیت
مولانا اسلامی سے کہا۔

تم شاہی آداب کیوں نہیں بجا لائے حالانکہ تم اس ملک کے باشندے ہو۔
آداب سے واقف ہو کیا تم کو اس سے روک دیا گیا ہے۔

مولانا اسلامی نے ایک نگاہ اپنے ساتھی شامی نوجوان پر ڈالی۔ نگاہوں ہی نگاہوں
اشارہ ہوا پھر مولانا اسلامی نے راجہ داہر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سن راجہ خدا کے فضل سے میں مسلمان ہو چکا ہوں جب تک بس آپ کے
ے پر تھا اور آپ کی رعایا میں تھا میں آپ کے دربار کے آداب بجا لانا ضروری
تا تھا۔ اب میں مسلمان ہوں مسلمان سوائے اللہ کے کسی کے سامنے سر جھکانا جائز
ما سمجھتے۔

راجہ داہر کو یہ سن کر اور بھی غصہ آیا اور کہا کہ اگر تم ایلچی بن کر نہ آئے
ے تو میں تم کو ضرور قتل کرا دیتا۔ مولانا اسلامی نے کہا کہ میرے قتل سے عربوں کا
ئی نقصان نہیں ہو گا لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے خون کا بدلہ مسلمان
طرح لیں گے جس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔

راجہ داہر کچھ سوچتا رہا پھر مولانا اسلامی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

تم میرے لئے اپنے سالار کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔ اس بار
لانا اسلامی نے اپنے شامی ساتھی کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس شامی نوجوان کی
ائی تن گئی۔ اس نے راجہ داہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہم تیرے لئے یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ تو ہماری اطاعت اور فرمانبرداری
تیار کرے۔ ہمارے ساتھ جنگ اور رزم گاہ کو نہ سجائے۔ اگر تم ہماری اطاعت
لئے ہو تو تمہارے لئے روحوں کی تسکین دلوں کی امید افزائی ہو گی' اگر تم ایسا
نہ کرتے تو یاد رکھنا فطرت سے بغاوت کرو گے۔ اپنی سرزمینوں میں نزع کی بے
ات حکایات کو جنم دو گے۔ ہم لوگ آئینہ گردش دوران میں امن و صداقت کے
م بلند کرنے والے ہیں۔ ہم سے ٹکراؤ گے تو اپنی راتیں اجاڑ' شامیں اداس' دن کو

ناروا جبر کا شکار کر لو گے۔ سن راجہ جو قوت بھی ہم سے ٹکرائی خون میں نہائی
داستانوں کو جنم دیتی چلی گئی جس نے بھی ہمارے سامنے تلوار کو بے نیام کیا شورش
جذبات میں اس کے لئے آہوں کے سفینے ہر سو فغاں' ہر سمت آہیں اٹھ کھڑی
ہوئیں۔ راجہ اگر تم بھی ہمارے خلاف رزم گاہ کو سجاؤ گے تو سن لینا تمہارے ایسا
کرنے سے نبضِ ہستی رکے گی ساز حیات ٹوٹیں گے وقت کی گردش میں ہر حال
شعلے کی زبان اختیار کرے گی۔ بہتر یہی ہے کہ ہماری اطاعت کو قبول کرو اس طرح تم
اپنے غم کو خوشی بدبختی کو خوش بختی میں تبدیل کر سکتے ہو۔

راجہ ایک قاصد کی حیثیت سے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ہمارے خلاف
بغاوت اور سرکشی اختیار نہ کرنا اگر ایسا کرو گے تو یاد رکھنا ہمارے مجاہد خشونت آمیز
برق کی کڑک کی طرح آگے بڑھیں گے۔ تمہاری سرزمینوں پر ظلمت کی پرچھائیوں کی
طرح پھیل جائیں گے۔ پھر ان سرزمینوں میں ایسا ہولناک حادثہ ہو گا کہ بھوکی چیلیں
اور کوے زمین پر اتریں گے۔

راجہ داہر اب تک بڑے صبر اور تحمل سے یہ گفتگو سنتا رہا تھا۔ جب قاصد
خاموش ہوا تو وہ بڑے پر غیض اور برہم لہجے میں بول پڑا۔ تم ہماری طاقت اور قوت
سے واقف نہیں ہو تمہارا جرنیل مختصر سا لشکر لے کر ہماری سرزمین میں داخل ہو
ہے۔ جب ہم خم ٹھونک کر اس کے سامنے آئیں گے تو یاد رکھنا وہ ہمیں بدمست
قہرمانوں سے کم نہیں پائے گا اور اپنی سرزمینوں میں ہم اسے ایسا مبتلائے رنج و
کریں گے کہ اس کے پاس پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔

اس موقع پر اس شامی نوجوان کے چہرے پر ایک مختصر سی مسکراہٹ نمودار
ہوئی۔ ایک بار اس نے کھا جانے والے انداز میں راجہ داہر کی طرف دیکھا۔ اس
بعد راجہ کے قصر میں اس کی آواز پھر گونج گئی تھی۔

راجہ تم کس قوم کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہو' وہ قوم جو دجلہ
نیل تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس قوم کے قوی بازوؤں والے مجاہد جب سپاہ گرانہ قابلیت
کے ساتھ اپنے دشمنوں پر وارد ہوتے ہیں تو وہ زبردستوں کے لئے ہیبت گاہ' زیردستوں
کیلئے پناہ گاہ بن جاتے ہیں۔ راجہ تم لوگ زندگی کو ترستے ہو ہم موت کی تمنا کرتے

لوگ ہیں۔ زندگی جس کا آغاز رحم مادر اور انجام قبر پر ہوتا ہے قسم خداوند واحد
شریک کی اس زندگی کو تو ہم اپنی چھاتی پر سجائے پھرتے ہیں۔ راجہ جس طرح
بہاروں میں مسکراتی ہے گرما میں قہقہے لگاتی ہے خزاں میں آہیں بھرتی ہے سرما
روتی ہے ایسے ہی ہمارے قانون فطرت کے پاسبان مجاہد بزم یاراں میں حریر و گل
بھی بڑھ کر ہیں۔ پیاسے نفس کے لئے لبوں کا تریاق امن اور خیر کے طلبگاروں
جمال و مہر کا منبع ہیں۔ راجہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے خلاف جنگ
طرح نہ ڈالنا اگر ایسا کرو گے یاد رکھنا ہمارے مجاہد رموز کن فیکون سے نکل کر
بیابانوں کی ریگ کی طرح تمہاری سرزمینوں پر چھا جائیں گے اور تمہارے قصر
میں حسد و نسلی تعصب کے اندر ذلت اور مسکنت کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔
میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے سالار محمد بن قاسم نے جو سب سے بڑا پیغام
طرف بھجوایا ہے وہ یہ ہے کہ بتاؤ تم دریائے مہران کو عبور کر کے ہماری طرف
گے یا ہم دریائے مہران کو عبور کر کے تمہارے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کیلئے پیش
کریں۔ شامی جوان یہاں تک کہنے کے بعد رکا۔ دم لیا اور اس کے بعد اپنی گفتگو
سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سن راجہ تمہیں دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لینی چاہیے یا تو تم دریا
کر کے ہمارے پاس آؤ اس صورت میں تمہارے لئے راستہ چھوڑ دیا جائے گا
روکا نہیں جائے گا یا پھر ہمارے لئے راستہ دو تاکہ اسلامی لشکر دریا کو عبور کر
تمہارا مقابلہ کرے۔

شامی نوجوان کی اس گفتگو سے راجہ داہر کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو
تھا۔ کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے اس شامی نوجوان کو
رہنے کیلئے کہا۔ اس وقت اس کے پہلو میں ایک طرف اس کا وزیر دوسری جانب
شہ علافی بیٹھا ہوا تھا۔ راجہ داہر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے وزیر کی طرف دیکھا جس کا
بدھ کر تھا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو مسلمانوں کے سفیر نے آخری بات کی ہے اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا
ہئے۔

سیاکر نام کا وزیر کہنے لگا حضور میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو دریا کے اس پار آنے دیا جائے کیونکہ دریا کے اس طرف سارا ہمارا علاقہ ہے۔ جب وہ ہمارے علاقے میں آئیں گے تو دریائے سندھ ان کے پیچھے ہو گا۔ جب ہمارے لشکریوں سے ان کا مقابلہ ہو گا تو غلہ اور ہتھیار سب ہمارے پاس موجود ہوں گے اور دریا کے اس طرف سے مسلمانوں کو کوئی مدد نہیں مل سکتی اس طرح ہماری فتح اور مسلمانوں کی شکست یقینی ہو جائے گی۔

اپنے وزیر سیاکر کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد راجہ داہر نے اپنے پہلو میں بیٹھے حارث علافی کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

حارث علافی تم نے سنا میرا وزیر کہتا ہے کہ مسلمانوں کو دریا پار کرنے دینا چاہیے تاکہ ان کے پیچھے دریائے مہران ہو انہیں اپنی پشت کی طرف سے کوئی رسد کوئی کمک نہ ملے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس طرح ہم مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حارث کچھ دیر سوچتا رہا پھر راجہ داہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے خیال میں تمہارے وزیر کی رائے درست نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی عادات اور طبع سے واقف ہی نہیں۔ اول تو محمد بن قاسم جو لشکر لے کر آیا ہے اس میں بڑے بڑے سورما' بڑے بڑے بہادر اور شجاع مجاہد شامل ہیں اور وہ موت کے سامنے زندگی کی پرواہ کرنے والے نہیں ہیں۔

دوسرے یہ کہ مسلمان جب لڑائی کیلئے نکلتے ہیں تو سر ہتھیلی پر رکھ کر نکلتے ہیں ان کا بھروسہ صرف خدا پر ہوتا ہے اور وہ ہروقت خدا سے دعا کرتے ہیں کہ الہٰی تیرے بندے ہیں تیرے دین کو پھیلانے کی خاطر میدان میں آئے ہیں' الہٰی ہمیں لڑائی میں شہادت اس وقت عطا فرما جبکہ ہم اپنے سے دوگنوں کو مار لیں۔

حارث یہاں تک کہنے کے بعد رکا دم لیا کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

راجہ مسلمان جب اپنے دشمن کے مقابل آتے ہیں تو وہ اس قدر بہادر

ہیں کہ لڑائی سے منہ پھیرنا نہیں جانتے تاوقتیکہ وہ اپنے دشمن کو پسپا نہ کر لیں۔ میری رائے میں انہیں دریا کے اس پار ہی رہنے دیجئے اور کشتیوں کے ملاحوں کو اور اردگرد بسنے والے دوسرے قبائل کو حکم دیجئے کہ وہ غلہ' لکڑی اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء ان کے لشکر میں نہ پہنچائیں۔ ان پر معیشت کو تنگ کر دیں۔ شاید اس تدبیر سے کوئی بہتر صورتحال نکل آئے ورنہ اگر ایک بار مسلمانوں نے دریا پار کر لیا تو یاد رکھنا دنیا کی کوئی طاقت ان کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی۔

حارث علافی کا جواب سن کر راجہ داہر تھوڑی دیر تک خاموش رہا اسے چپ سی لگ گئی تھی۔ پھر اپنے وزیر سیاکر سے کہنے لگا۔

تمہارے اور حارث علافی کے مشورے میں بڑا فرق' بڑا تفاوت اور بعد ہے جس کی بنا پر میں کوئی آخری فیصلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں دوسرے عمائدین کے علاوہ اروڑھ کی اس ساحرہ سے بھی مشورہ کروں گا جو گزرے ہوئے حالات کے علاوہ آنے والے حالات کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ (مورخین نے اس ساحرہ کا ذکر تفصیل سے کیا لیکن اس کا نام کہیں نہیں لکھا)

تم ایسا کرو مسلمانوں کے ان دونوں سفیروں کے طعام اور قیام کا عمدہ بندوبست کرو ساتھ ہی آج رات ساحرہ کو میرے پاس لے کر آؤ میں ساحرہ سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی سلطنت کے دوسرے عمائدین سے بھی صلاح مشورہ کروں گا۔ اس کے بعد کل ان دونوں قاصدوں کو اپنا آخری جواب دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی راجہ داہر اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ اس کا وزیر سیاکر دونوں قاصدوں کو ساتھ لے گیا تھا۔

○

اسی روز راجہ داہر کے سامنے سندھ کی ساحرہ کو پیش کیا گیا۔ یہ ساحرہ اپنے کام میں بڑی ماہر تھی اور سحری علوم میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی جب ساحرہ کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا تو راجہ نے اسے پوری صورت حال سے آگاہ کیا اور محمد بن قاسم کے قاصد جو پیغام لے کر آئے تھے وہ بھی اسے سنایا اور اس نے ساحرہ سے درخواست کی کہ وہ اپنا حساب لگا کر بتائے کہ آنے والا وقت کس بات کی نشاندہی کرتا

ہے۔

راجہ داہر کے کہنے پر ساحرہ نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ کافی دیر تک وہ ایک طرح کے مراقبے میں ڈوبی رہی پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور عجیب سے انداز میں اس نے راجہ داہر کی طرف دیکھا ساتھ ہی اس نے راجہ داہر کو مخاطب بھی کیا۔

راجہ ! میں طلسم سکوت سے لبریز آکاش کے کنارے دھواں دھواں دیکھتی ہوں کہ کالے کوسوں کی پرہول رات میں نہ کوئی پنکھ ہے نہ کوئی پکھیرو۔ راجہ یہ حملہ آور بھی عجیب ہیں میں دیکھتی ہوں کہ امن کے غاروں میں بھوک سے مرنے والے کتوں کو گدھوں اور چیلوں کی خوراک بنایا جا رہا ہے۔ گہرے اوہام کے ساگر میں افق کی جبیں کو لہو رنگ دیکھتی ہوں راجہ میرے حساب میں تیری گھات میں ہزاروں چیلے ہیں۔

ساحرہ رکی دوبارہ مراقبے میں چلی گئی کافی دیر تک گہرا سکوت رہا پھر اس نے راجہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

اس بار میں نے طلائی اور مرمریں سلوں سے مزین ایک قربان گاہ پر دھوئیں کی تاریک نقاب کے اندر دیوی دیوتاؤں کے مجسموں کو سرنگوں ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کی شعاعوں میں مرمریں ستونوں کی طرح کھڑی روحوں کو میں نے اس جگہ سے رشتہ منقطع کرتے دیکھا ہے۔ راجہ سرسبز میدانوں شاداب چراگاہوں میں تاریک رات کو خیمہ زن ہوتے دیکھا ہے۔ سن راجہ میں نے اپنے حساب میں اپنی نگاہوں کے سامنے یہ منظر بھی دیکھا کہ آزادی کی دیوی تلواروں کی باڑھ پر قانون کو کند کرتی ہے۔ غلہ جمع کرنے والوں پھل توڑنے والوں انگور اور انار کا رس نچوڑنے والوں کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنی رگ رگ سے غم نچوڑتے ہیں۔ ہر عشرت ہستی ہر شوق و شیفتگی کو میں نے پامال دلوں کا عنوان بنتے دیکھا ہے۔ ہر اشتیاق و تمنا ہر مخفی جذبہ میں نے دیکھا ماتھے کا پسینہ پلکوں کا آنسو بن کر بہہ گیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ساحرہ جب خاموش ہوئی تو تھوڑی دیر تک راجہ داہر سوچتا رہا پھر اس نے ساحرہ کو مخاطب کیا۔

ساحرہ تم نے پیچ دار لفظوں میں میرے ساتھ گفتگو کی ہے میں کچھ سمجھا نہیں

ں کر بتاؤ میں دریائے سندھ کو عبور کروں تب میری کامیابی ہے یا حملہ آور دریائے ندھ کو عبور کریں اس میں میری کامیابی ہے۔ ساحرہ پھر مراقبے میں چلی گئی آخر کہنے لگی

میں مہران کے دونوں کناروں کو لہو رنگ دیکھتی ہوں۔ میں مہران کے پانی کو بھی رخ ہوتے دیکھ چکی ہوں۔ راجہ میں نے جو اپنا حساب لگایا ہے اس میں مجھے دھواں دھواں، لہو ہی لہو اور لہو رنگ کہر اور دھند کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں کوئی صاف واضح جواب نہیں دے سکتی کہ آپ والی جنگ میں کون فاتح کون توح ہو گا۔ بہرحال اپنے حساب سے میں نے جو کچھ دیکھا وہ تمہیں بتا دیا ہے' ریائے سندھ کو عبور کرو یا وہ دریائے سندھ کو عبور کریں کنارے اور ساگر دونوں ہی دلو ہیں اس کے علاوہ راجہ میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے۔

ساحرہ کے جواب پر راجہ داہر فکر مند ہو گیا تھا تاہم اس نے ساحرہ کو جانے کی جازت دے دی تھی۔

ساحرہ سے مشورہ کرنے کے اگلے روز راجہ داہر نے اپنے عمائدین سے بھی مشورہ کیا۔ اس کے بعد اس نے محمد بن قاسم کے قاصدوں کو طلب کیا اور انہیں جواب دیا کہ محمد بن قاسم کو جا کر کہہ دو مجھے تمہاری کوئی بات منظور نہیں میرا تمہارا فیصلہ تلوار ہی سے ہو گا۔ دریا کے پار کرنے میں تم کو اختیار ہے اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا خواہ تم آؤ یا ہم آئیں ہم ہروقت لڑائی کیلئے تیار ہیں۔

دونوں قاصد یہ جواب لے کر لوٹ گئے اور سارا واقعہ محمد بن قاسم سے بیان کیا۔ ادھر راجہ داہر نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور دریا کے قریب ہی اس نے اپنے لشکریوں کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ادھر محمد بن قاسم نے بھی جس جگہ پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے کوچ کیا۔ کوچ کرنے سے قبل اس نے حجاج بن یوسف کو پوری کیفیت سے آگاہ کر دیا پھر اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر آکر پڑاؤ کر گیا اور اس نے حجاج بن یوسف کو جو خط لکھا تھا اس خط کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی روز بعد ایک تیز رفتار قاصد حجاج بن یوسف کی طرف سے آیا اور اس نے محمد بن قاسم کے خط کا جواب پیش کیا۔ جواب میں حجاج بن یوسف نے لکھا تھا۔

تم نے جو دریائے سندھ کو عبور کرنے اور داہر کے ساتھ لڑائی کے متعلق لکھا ہے مجھے خدا کے فضل سے امید ہے کہ تم ضرور کامیاب اور فتح مند ہو گے اور تمہارا دشمن داہر ذلیل و خوار ہو گا۔

کیونکہ پانچ وقت کی نمازوں اور تہجد میں ایسا کوئی وقت نہیں گزرتا جس میں تمہارے لئے غائبانہ دعا کی امداد نہ کی جاتی ہو کہ خدا تعالیٰ تمہیں دشمن پر فتح یاب

کرے اور تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہوں۔

بیٹے ازل میں جو حکم مقدر ہو چکا ہوتا ہے پردہ مراد سے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا رہا ہوں کہ اے خدا تو ایسا بادشاہ ہے کہ تیرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ لشکر اسلام کو اس کی حیثیت سے زیادہ عزت اور کامیابی عطا کر۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے تم مقصد حاصل کر کے ہم سے آن ملو گے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو دریا کو عبور کرو اور تائید الٰہی کی التجا کرتے رہو اور اس کی رحمت کو اپنے لئے پناہ جانتے رہو تاکہ وہ اپنی عقل پر غرور کرنے والے شروں سے تمہیں محفوظ رکھے۔

جب تم دشمن کے مقابل ہو تو رضا الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی پوری شجاعت اور ہمت کا مظاہرہ کرو کیونکہ فتح اور تائید الٰہی تمہارے ہم رکاب اور قوت تمہارے ساتھ اور مددگار ہے۔ اور خدائے واحد کی امداد اور مسلمانوں کی تلوار تمہاری طرف سے ان مخالفوں پر مسلط ہو جائے گی۔ خداوند قدوس ان کی خبیث ذات کو مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں کو خوراک بنائے گا۔ غضب الٰہی کا دروازہ ان کیلئے کھلا ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ پورے انتقام اور عبرت ناک انجام کے سزاوار ہوں گے۔

جس وقت دریائے مہران کو عبور کرنا چاہو تو دریا کے گھاٹوں کو اچھی طرح دیکھ لینا اور دریا پار کرنے کا مکمل انتظام کرنا۔ پہلے علاقے کے ملاحوں کو جو کشتیوں پر ہوں اپنے پختہ وعدوں سے اپنا مطیع اور مخلص بنانا اور انہیں اچھی طرح پہچان لینا پھر دریا کو پار کرنا۔

چونکہ پانی تمہاری پشت پر ہو گا لہٰذا اس طرف سے تمہیں دشمن کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہو گا تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اس کے بعد جب تم ان کے قصبوں شہروں بستیوں اور قلعوں میں داخل ہو گے تو کسی بھی شخص کی مجال نہ ہو گی کہ تم سے جنگ کر سکے وہ ہرگز تمہاری سمت رخ نہ کریں گے اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔

وہ جس قلعے کو بھی پناہ بنا کر اپنا سہارا بنائیں گے اس پر جس وقت تمہاری نظر پڑے گی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے اس کے دروازے تم پر کھل جائیں گے ان کے دلوں پر تمہاری تلواروں کی ہیبت کا ایسا رعب اور خوف غالب ہو جائے گا کہ ان کا بھی ہتھیار ان کے کام نہ آئے گا اور یہی رعب تمہیں فتح مند اور کامیاب کرے گا جب وہ بھاگیں تو فوراً ان کے اسباب اور خزانے پر قبضہ کرنا لیکن خود کو ان کے دھوکے اور فریب سے بچانا۔ پھر ہر ایک کو اسلام کی طرف بلانا اور جو اسلام سے مشرف ہو اس کی تربیت بھی کرنا۔ اس طرح کہ وہاں دین کا کوئی دشمن باقی نہ رہے کہ جس کا خون تمہاری تلواروں کے لئے مباح ہو۔

اس کے بعد آیت الکرسی کی صورت میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے لئے ایک دعا لکھی تھی اور تاکید کی تھی کہ وہ ہر موقع پر اس دعا کو کام کی ابتدا کرتے وقت پڑھ لیا کرے۔ خط کے آخر میں کاتب کا نام حمران اور ساتھ ہی ہجری تاریخ لکھا ہوا تھا۔

خط کا کاتب حمران بن ابان تھا جس کی مختصر سوانح حیات یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جب خالد بن ولید کی سرکردگی میں اسلامی لشکر نے عین التمر فتح کیا اس وقت قریب کے گاؤں میں بچے املا کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حمران بن ابان ان بچوں میں شامل تھا۔

اپنے بڑوں کے ساتھ بچے بھی جنگی قیدیوں کی حیثیت سے نظر بند ہوئے۔ حمران کو حضرت عثمانؓ نے خرید کر آزاد کیا اور اسے فن کتابت کی تعلیم دلوائی۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کاتب اور حاجب کی حیثیت سے مقرر ہوا۔ شروع میں حضرت عثمانؓ کی مہر بھی اس کی تحویل میں رہا کرتی تھی۔

اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے بصرے کا حاکم مقرر ہوا۔ زیاد کی گورنری کے زمانے میں وہ کچھ عرصہ شیراز اور فارس کا عامل بھی رہا پھر حجاج بن یوسف کے دور میں حجاج کا کاتب رہا۔ حمران کو حدیث کے راویوں میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی اس مختصر سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حمران کتابت کا ماہر اور ایک عمدہ قسم کا نایاب کاتب تھا۔)

خط پڑھنے کے بعد محمد بن قاسم تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں کھویا رہا۔ اس وقت اس کے ساتھ خریم بن عمر' جہم بن زحر' ذکوان بن علوان' بنانہ بن حنظلہ اور صارم بن صارم کھڑے ہوئے تھے۔ ایسے میں سندر داس محمد بن قاسم کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے امیر کیا آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔

محمد بن قاسم نے فوراً حجاج بن یوسف کا خط اپنے لباس میں محفوظ کر لیا پھر وہ سندر داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سندر داس میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم واپس نیرون چلے جاؤ دیکھو راجہ داہر کے ساتھ ہماری جنگ طول بھی پکڑ سکتی ہے اور جنگ کے دوران ہمیں رسد اور کمک کی بھی ضرورت پیش آ سکتی ہے' لہٰذا تم نیرون جاؤ وہاں کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لو' میں تمہارے ساتھ قاصدوں کے ذریعے رابطہ رکھوں گا اور جس چیز کی بھی مجھے ضرورت ہوئی میں تمہیں اطلاع دیا کروں گا میرے خیال میں تم میری تجویز سے اتفاق کرو گے۔

سندر داس گردن جھکا کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

یا امیر مجھے آپ کے فیصلے کے خلاف کوئی احتجاج نہیں۔ آپ کا ہر فیصلہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ میں یہاں سے کوچ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ نیرون میں جا کر آپ کیلئے رسد اور کمک کے سامان بھی جمع کروں گا لیکن یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میری گزارش ہے وہ یہ کہ میری روانگی سے پہلے میری بیٹی سانکرہ اور خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور گودیری کی شادی کا اہتمام کیا جائے تاکہ نیرون پہنچ کر میں مطمئن رہوں کہ میری بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ مطمئن اور پرسکون زندگی گزارنے لگی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس خواہش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔

سندر داس کے ان الفاظ پر محمد بن قاسم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے پہلو میں کھڑے خریم بن عمر کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

اے ابن عمر جو کچھ سندر داس نے کہا ہے تم نے بھی سنا میں بھی سن چکا

ہوں۔ تمہارے قریب ہی کھڑا بنانہ بن حنظلہ بھی یہ الفاظ سن چکا ہے۔ تم دونوں کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہو تو بولو۔

اس موقع پر خریم بن عمر نے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں دونوں نے کچھ فیصلہ کیا پھر خریم بن عمر نے محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یا امیر آپ جو فیصلہ کریں گے وہ ہم دونوں کیلئے آخری ہو گا۔

اس پر محمد بن قاسم کے چہرے پر گہرا تبسم نمودار ہوا اور پھر کہنے لگا اگر یہ بات ہے تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ آج شام تمہارا اور بنانہ بن حنظلہ کا نکاح سانکرہ اور گودری سے ہو گا۔ اس کے بعد سندر داس یہاں سے کوچ کرے گا۔ آؤ خیمہ گاہ کی طرف چلیں اور تم دونوں کی شادی کا اہتمام کریں اس کے ساتھ ہی سب وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

○

سندر داس بڑی تیزی سے اس خیمے میں داخل ہوا جس میں سانکرہ اور گودیری تھیں۔ اس کو اس طرح تیزی اور خوشی سے پھولا نہ سمائے ہوئے دیکھ کر سانکرہ اور گودیری دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر سانکرہ چند قدم آگے بڑھی پھر سندر داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے میرے باپ میں دیکھتی ہوں کہ آپ آج حد سے زیادہ خوش اور مطمئن نظر آ رہے ہیں۔ کیا اس کی کوئی وجہ ہے۔

سندر داس چند قدم آگے بڑھا اپنے لباس کے اندر سے اس نے ایک چابی نکالی اور سانکرہ کو تھماتے ہوئے کہنے لگا میری بیٹی نیرون سے جو میں لکڑی کا صندوق اپنے ساتھ لایا تھا جو وہ سامنے کونے میں پڑا ہے اسے کھولو اس لئے کہ آج اس صندوق کے کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔

سانکرہ کچھ نہ سمجھ سکی کہ سندر داس کیا کہنا چاہتا ہے۔ چابی بہرحال اس نے لے لی پھر دوبارہ اس نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

میں کچھ نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ کھل کر کہیں کیا معاملہ ہے اس پر سندر داس پھر بول پڑا۔

سنو میری دونوں بچیوں شام تک تم دونوں کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ فیصلہ محمد بن قاسم نے کیا ہے۔ جس صندوق کی چابی میں نے تمہیں دی ہے اس صندوق کے اندر میں نیرون سے تم دونوں کے لئے عروسی جوڑے، قیمتی زیورات اور نادر اشیاء لے کر آیا ہوں جو میں نے تم دونوں کی شادی کے سلسلے میں جمع کر رکھی تھیں۔ محمد بن قاسم نے اپنے فیصلے سے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کو بھی آگاہ کر دیا ہے اور وہ دونوں بھی آج شام تم دونوں کے ساتھ شادی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ میری بچیو! صندوق کھولو اور اس میں جس قدر سامان ہے وہ نکالو اس کے اندر زرتب عروسی کے لباس ہیں انہیں زیب تن کر لو اس لئے کہ تم دونوں کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

سندر داس کے ان الفاظ سے سانکرہ اور گودیری دونوں کی خوشیوں کی کوئی انتہا کوئی حد نہ تھی۔ دونوں آگے بڑھیں لکڑی کا وہ صندوق انہوں نے کھولا۔ سندر داس بھی آگے بڑھا ان دونوں کو ان کی چیزیں دکھانے لگا تھا پھر شام تک خریم بن عمر اور سانکرہ، بنانہ بن حنظلہ اور گودیری کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا۔ اس کے بعد سندر داس وہاں سے نیرون کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

راجہ داہر کو جب معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور کسی بھی وقت وہ دریا کو عبور کر کے مشرقی کنارے کا رخ کر سکتا ہے تب محمد بن قاسم کے لئے مسائل کھڑے کرنے کیلئے اس نے یہ ترکیب کی کہ چند تیز رفتار مسلح دستے اس نے سیون کی طرف روانہ کئے سیون کے اندر اس نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرا دی۔ سیون کا سابق حکمران چندرام ہالہ نے سیون پر قبضہ کر لیا اور جس قدر وہاں مسلمان لشکری تھے انہیں نکال باہر کیا۔

محمد بن قاسم کو جب اس بغاوت کی اطلاع کی گئی تو اس نے اپنے چھوٹے سالار محمد بن مصعب کو چھوٹے سے لشکر کے ساتھ سیون کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن مصعب جب وہاں پہنچا تو چندرام نے قلعے سے باہر نکل کر زبردست مقابلہ کیا۔ سیون کے باہر ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں چندرام کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ چند رام واپس قلعے میں داخل ہو کر محصور ہو جانا چاہتا تھا لیکن قلعے میں جو لوگ تھے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے قلعے کے دروازے بند کر لئے اور اسے اندر نہ آنے دیا۔ آخر چند رام مجبور ہو کر نامعلوم منزل کی طرف بھاگ گیا۔

اس طرح محمد بن مصعب دوسرے دن شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے معززین اور دوسرے لوگوں نے معذرت کی کہ ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں بلکہ یہ زبردستی قلعے پر قابض ہو گیا تھا۔ پھر انہوں نے قلعہ محمد بن مصعب کے حوالے کر دیا۔ اس کامیابی کی خبر سن کر محمد بن قاسم بے حد خوش ہوا اور پیغام بھیجا کہ تمہیں قلعے کی

حفاظت کیلئے قابل اعتماد لوگ مقرر کرنے چاہئیں اور وہاں کے تاجروں اور دوسرے سرکردہ لوگوں سے مناسب ضمانتیں لے کر چار ہزار جنگجو اپنے ساتھ لانے چاہئیں' چنانچہ محمد بن مصعب قلعے کے محافظ اور افسر مقرر کر کے چار ہزار مسلح سپاہیوں کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے موکو بن رسالو کو کشتیاں مہیا کرنے کا حکم دیا تاکہ کسی طرح دریائے سندھ کو عبور کیا جا سکے۔

اس دوران ایک اور قاصد محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ حجاج بن یوسف کا خط لے کر آیا تھا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ مجھے اندازہ ہوا ہے کہ تمہارے دشمن کے سر میں غرور کی ہوا بھری ہوئی ہے اس سے خوف نہ کرنا اگر وہ صلح کرے اور خراج دارالخلافہ پہنچائے تو ٹھیک ہے' تم نے جو داہر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی ہے تو تمہیں دریا کو ایسے مقام سے عبور کرنا چاہیے کہ جہاں کیچڑ یا دلدل نہ ہو لشکر کو دریا عبور کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ بالکل تم مجھے اوپر سے نیچے بارہ میل تک دریا کی لمبائی اور چوڑائی کا نقشہ بنا کر بھیجو اس میں گھاٹ اور کناروں کی نشاندہی کرو اس کے بعد جس مقام کو میں پسند کروں گا وہاں سے تمہیں دریا عبور کرنے کیلئے کہوں گا۔ اس خط کا جواب محمد بن قاسم نے فی الفور دیا تاکہ حجاج بن یوسف کا جواب آئے اور وہ جلد دریا کو عبور کر کے راجہ داہر سے ٹکرا سکے۔

راجہ داہر کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے سیون کی بغاوت کو فرو کر دیا ہے اور وہاں کے لوگوں نے محمد بن قاسم کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا ہے تو اس سے اسے بڑا صدمہ ہوا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے جے سینہ کو ایک لشکر کے ساتھ دریا کے شرقی کنارے پر مقرر کیا تاکہ مسلمانوں کے لشکر پر گہری نگاہ رکھے اور مسلمانوں کو دریا عبور نہ کرنے دے تاکہ مسلمان دریا کے مغربی کنارے پر بیٹھے بیٹھے تنگ آ کر واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔

محمد بن قاسم بھی بیکار نہ بیٹھا اس نے اپنے لشکر کے مختلف حصے مختلف جگہوں پر مقرر کئے تاکہ راجہ داہر کو اس کے دوسرے بیٹے گوپی اور دیگر سالاروں سے کسی قسم کی امداد نہ پہنچ سکے۔ اس طرح دریا کے مغربی کنارے لگ بھگ محمد بن قاسم کو پچاس

دن پڑاؤ کرنا پڑا۔ اس کی وجہ سے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ جانوروں کو خلاف مزاج چارہ ملنے کی وجہ سے گھوڑوں میں بیماری پھیلنے لگی۔ دوسری طرف دشمن ہر طرح کی تیاری میں مصروف تھا۔ جب یہ خبر داہر کو پہنچی تو وہ بے حد خوش ہوا تاہم اس نے ایک قاصد کے ذریعے ایک طنزیہ پیغام محمد بن قاسم کی طرف بجھوایا۔

راجہ داہر نے جو طنزیہ پیغام محمد بن قاسم کی طرف بجھوایا اس کا لب لباب کچھ اس طرح تھا کہ:

مسلمانوں کے سالار کسی کام کی انتہا کے پیچھے پڑنا نہایت بدبختی اور ذلالت ہے تم نے ہمارے لئے اور اپنے لئے تنگی پیدا کی ہے اگر صلح کر کے واپس چلے جاؤ تو میں تمہارے لئے رسد کا سامان بھیجوں گا تاکہ تمہارے ساتھی بھوک اور بے سروسامانی میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جائیں۔ تمہیں خود بھی سوچنا چاہیے کہ تمہارے پاس کون سا بہادر مرد ہے جو ہمارے مقابل ہو کر جنگ کرے گا اگر تم اس کے لئے تیار نہیں تو پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

جو قاصد راجہ داہر کا پیغام لے کر آیا تھا اسی کے ہاتھ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو اپنا پیغام بجھوا دیا۔ اس نے راجہ کو پیغام بھیجا کہ میں ان سپہ سالاروں میں سے نہیں ہوں جو اتنی سی بات سے گھبرا کر واپس چلے جائیں۔ تم نے جو اتنے دن سرکشی کی ہے اگر تم اس زمانے کا سارا خراج دارالخلافہ کے خزانے میں جمع کراؤ گے تو ہمارے درمیان صلح ہو سکتی ہے ورنہ خدائے تعالٰی کی مدد سے مجھے توقع ہے کہ میں تمہارا سر کاٹ کر عراق لے کر جاؤں گا۔

اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے تیز رفتار قاصد حجاج بن یوسف کی طرف بجھوائے اسے پورے حالات سے آگاہ کیا۔ گھوڑوں کے مرنے کی اطلاع بھی دی۔ دوسری جانب حجاج بھی اس جنگ کی خبریں حاصل کرنے کیلئے بے چین تھا۔ انہی دنوں اس نے بھی ایک قاصد محمد بن قاسم کی طرف روانہ کیا تھا۔ دونوں قاصد مکران میں ایک دوسرے سے ملے حالات سے آگاہی ہوئی پھر دونوں قاصدوں نے عراق کا رخ کیا اور محمد بن قاسم کے لشکر میں غلے کی کمی اور چارے کی کمیابی کے حالات بتائے اور گھوڑوں میں بیماری پھیلنے کی تفصیلات بیان کیں۔

حجاج بن یوسف نے ان حالات سے واقف ہوتے ہی دو ہزار گھوڑے محمد بن قاسم کو بجھوائے اور خط میں اسے لکھا کہ مجھے قاصد کے ذریعے گھوڑوں کے مرنے کا حال معلوم ہوا ہے اس لئے دو ہزار گھوڑے بھیجے جاتے ہیں تاکہ فوج کے کام آ سکیں۔ لشکر کو ہمیشہ منظم اور لیس رکھو تاکہ دشمن کے لشکر کو دفع کر سکو۔ آخر میں اس نے لکھا کہ تمہیں کسی طرح کشتیاں حاصل کر کے ان کا پل بنا کر دریا کو عبور کرنا چاہیے خواہ دشمن کو کتنا ہی برا معلوم ہو۔ میں جانتا ہوں کہ خلاف مزاج غذاؤں اور بے وقت کھانے پینے کی وجہ سے رطوبت اور طبیعت میں خرابی پیدا ہوئی ہے لہٰذا میں دھنکی ہوئی روئی کو سرکے میں تر کر کے خشک کر کے تمہاری طرف بجھوا رہا ہوں تم سرکے کی ضرورت محسوس کرو تو اس روئی کو پانی میں تر کر کے سرکہ حاصل کر سکتے ہو۔

حجاج بن یوسف کی طرف سے یہ پیغام ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو عبور کرنے کی تدبیریں شروع کر دیں کیونکہ داہر کا سارا لشکر دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر تھا اور اس سے مقابلہ کیلئے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ بہت غور کے بعد محمد بن قاسم نے موکو بن سیالو کو کشتیاں فراہم کرنے کا حکم دیا تھا تو اس کے جواب میں اس نے کافی کشتیاں فراہم کر دیں۔ جب محمد بن قاسم کے پاس کشتیاں وافر تعداد میں ہو گئیں تو یہ تدبیر عمل میں لائی گئی کہ دریا کے مغربی کنارے کے متصل پانی میں کشتیوں کو ایک اور دوسرے سے باندھ کر ایک قطار بنائی گئی۔

کشتیوں کی قطار اس قدر طویل تھی جس قدر اس مقام پر دریا کی چوڑائی تھی۔ یہ مقام وہ تھا جہاں دریا کا پاٹ بہت کم اور پانی کی روانی بہت تیز تھی۔ پھر اس کا ایک سرا مغربی کنارے پر مضبوط باندھ دیا گیا۔ دوسرا سرا دریا میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ سرا خود بخود مشرقی کنارے پر جا لگا۔ اگلی کشتیوں کے سپاہیوں نے کنارے پر رسوں اور کھونٹیوں کے ذریعے اس کو ساحل سے باندھ دیا۔ اس طرح کشتیوں کا ایک پل قائم ہو گیا۔ اس پل پر سے محمد بن قاسم کا پورا لشکر باخیریت مشرقی کنارے پر اتر گیا۔ اس ساری کارروائی کے دوران صرف ایک لشکری جس کا نام تراب تھا اور جس کا تعلق بنو حنظلہ سے تھا وہ پل سے گذرتے ہوئے دریا میں گرا اور شہید ہوا۔

دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے سارے لشکر کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجاہدو ! دریائے سندھ تمہارے پیچھے ہے اسے ہم عبور کر چکے ہیں۔ دشمن کا لشکر تمہارے سامنے ہے جس سے عنقریب ہمارا مقابلہ ہو گا۔ اس لئے تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے ابھی چلا جائے کیونکہ دشمن سے مقابلے کے دوران بھاگنے والا ہمارے بہادروں کو بددل بنا دے گا۔

اس تقریر کے بعد پورے لشکر میں صرف تین آدمیوں نے واپس جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان تینوں میں سے ایک نے محمد بن قاسم سے کہا میری ایک لڑکی ہے اس کی پرورش کرنے والا میرے سوا کوئی نہیں ہے اس لئے میں واپس جانا چاہتا ہوں تاکہ اس لڑکی کی حفاظت کر سکوں۔ محمد بن قاسم نے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ دوسرے نے کہا میری ماں بوڑھی ہے اور میرا کوئی ایسا قریبی عزیز نہیں جو اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ محمد بن قاسم نے اسے بھی جانے کی اجازت دے دی۔ تیسرے نے کہا کہ مجھ پر بے حد قرض ہے اور میرا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں جو اس کو ادا کر سکے۔ محمد بن قاسم نے اسے بھی واپسی کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور راوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ راوڑ کے قریب جیور نامی ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ راجہ داہر کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے دریائے سندھ کو عبور کر لیا ہے تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کے سامنے پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ دونوں لشکروں کے درمیان ایک جھیل حائل تھی۔ داہر نے اپنے لشکر کے ایک مسلح دستے کو جھیل کے کنارے مقرر کیا تاکہ وہ دشمن کی حرکات کی نگہداشت کرے۔ محمد بن قاسم نے داہر کی جارحانہ کارروائیوں کو دیکھ کر خود بھی چند دستے مقرر کئے جنہیں حکم دیا گیا کہ راجہ داہر کے ان دستوں پر گہری نظر رکھی جائے' اگر وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف آنا چاہیں تو انہیں تیروں سے چھلنی کر دیا جائے۔

راجہ داہر محمد بن قاسم سے ٹکراتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ خوفزدہ بھی تھا۔ جس وقت اس نے محمد بن قاسم کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر رکھا تھا اس نے حارث علافی کو

طلب کیا۔ حارث علافی جب راجہ داہر کے سامنے آیا تو راجہ داہر نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن حارث آج ہم پر جو مشکل وقت پڑا ہے اسے تم جانتے ہو۔ آج ہی کے دن کیلئے میں نے تمہیں پناہ دی تھی۔ تم عربوں کی لڑائی کے طور طریقوں سے خوب واقف ہو میں تمہیں اپنے لشکر کے ایک حصے کی کمانداری سونپتا ہوں اور یہ چاہوں گا کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کرو۔

حارث علافی کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر راجہ داہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اگرچہ آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے اس کا شکریہ مجھ پر لازم ہے لیکن میں مسلمان ہوں اور اسلامی لشکر سے جنگ میرے مذہب میں حرام ہے' اگر میں ان میں سے کسی کو ماروں تو میرا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور اگر میں ان میں سے کسی کے ہاتھوں مارا جاؤں تو حرام موت مارا جاؤں گا پھر بھی میرا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

علافی کے اس جواب سے داہر نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔ میں نے آج کے دن کیلئے تمہیں پناہ دی تھی اگر تم ہماری مدد نہیں کر سکتے تو کیا یہ ایک طرح سے میرے خلاف بے وفائی نہیں ہے۔ اس کے بعد راجہ داہر نے مختلف طریقوں سے علافی کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ ایک لشکر کی کمانداری قبول کرے اور مسلمانوں پر حملہ کرے لیکن علافی نے جب ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو ہار مان کر راجہ نے اسے کہا ٹھیک ہے تم مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں کرنا چاہتے تو میرے لشکر میں رہ کر تم مجھے مشوروں سے تو نواز سکتے ہو تاہم علافی نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔

راجہ داہر اب بڑی تیزی اور بڑی سرگرمی سے محمد بن قاسم کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ اس نے ایک اجلاس طلب کیا۔ اس میں اس نے اپنے بیٹوں کے علاوہ بڑے بڑے سالاروں کو طلب کیا۔ پھر اس اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ پہلے ہلکی پھلکی ایک جنگ کر کے مسلمانوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگایا جائے یہ بھی فیصلہ کیا کہ راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ ایک لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں جائے۔

اگر جے سینہ محمد بن قاسم کو شکست دے دیتا ہے تو معاملہ صاف اور پاک ہو جائے گا۔ اگر اس کو پسپائی ہوتی ہے تب بھی محمد بن قاسم کی طاقت اور قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد داہر خود لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے گا۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ اگلے روز مسلمانوں پر ضرب لگانے کیلئے اپنی تیاریوں میں لگ گیا تھا۔

ادھر محمد بن قاسم کے مخبر بھی بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہے تھے۔ جس روز راجہ داہر نے مجلس طلب کی تھی اور جے سینہ کو جنگ کرنے کیلئے منتخب کیا تھا محمد بن قاسم بھی اپنے خیمے سے باہر اپنے سارے سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور انہیں مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

عزیزو ! دریائے مہران کو تو ہم نے عبور کر لیا ہے۔ اب تک جس قدر ہماری جنگیں ہوئیں وہ ہلکی پھلکی تھیں جن میں ہم نے خداوند قدوس کی مدد سے کامیابی حاصل کی۔ اب براہ راست ہمارا ٹکراؤ راجہ داہر سے ہو گا۔ مجھے قوی امید ہے کہ اس کام میں بھی خدا کے حکم سے اور اس کی توفیق سے ہمیں کامیابی حاصل ہو گی۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم بڑے بڑے کاموں میں پانچ وقت کی نمازوں کو مقدم رکھو اور خدا کے سامنے رو رو کر دعائیں مانگو اور ہروقت اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ خوب یاد رکھو کہ خدا کی عنایت کے بغیر کسی کو طاقت اور شوکت حاصل نہیں ہو سکتی' جب تمہارا پورا بھروسہ اللہ پر ہو گا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں فتح اور کامرانی تم ہی حاصل کرو گے۔

محمد بن قاسم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رک گیا کیونکہ ایک مخبر آیا اور اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ اسے دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم کہتے کہتے رک گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب آنے کو کہا۔ زمین پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا جب وہ بیٹھ گیا تو محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔ کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔

قاصد نے ایک نگاہ محمد بن قاسم پر ڈالی بعد میں اس کے سامنے بیٹھے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

تھوڑی دیر پہلے راجہ داہر نے اپنا ایک اجلاس طلب کیا تھا جس میں اس کے سارے عمائدین کے علاوہ اس کے بیٹوں اور سالاروں نے بھی شرکت کی۔ کل کسی وقت راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ ایک لشکر لے کر ہمارے مقابل آئے گا۔ راجہ داہر نے اسے ایسا کرنے کیلئے کہا ہے۔ ایسا کر کے راجہ داہر ہماری قوت اور طاقت کا اندازہ لگانا چاہتا ہے۔

راجہ داہر کا خیال ہے کہ اگر اس کے بیٹے جے سینہ نے اس لشکر کے ساتھ جو اسے مہیا کیا گیا ہے ہمیں پسپا کر دیا تو معاملہ ختم ہو جائے گا اور اگر جے سینہ کو کامیابی نہ ہوئی تب بھی مسلمانوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد راجہ داہر خود لشکر لے کر ہمارے مقابل آئے گا بس میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ کل راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ ہمارے ساتھ جنگ کی ابتدا کرے گا۔

قاصد جب خاموش ہو گیا تو بڑی ممنونیت سے محمد بن قاسم نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

میرے عزیز تیرا بے حد شکریہ کہ تو اتنی اہم خبر لے کر آیا۔ اب جا پھر اپنے کام پر لگ جا۔ قاصد جب وہاں سے ہٹ گیا تب محمد بن قاسم کچھ دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر اس نے گردن سیدھی کی اور اس کی نگاہیں خریم بن عمر پر جم گئیں تھیں۔ محمد بن قاسم کے دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر اچانک منزل سامنے آنے کے بعد منزل کو بڑے شوق اور بڑی شیفتگی سے دیکھتا ہے۔ خریم بن عمر نے بھی محمد بن قاسم کی نگاہوں کا اندازہ لگا لیا تھا۔ قبل اس کے کہ محمد بن قاسم کچھ کہتا خریم بن عمر محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم ! میں آپ کی نگاہوں کا اندازہ لگا چکا ہوں۔ اگر آپ جے سینہ کا مقابلہ کرنے کیلئے میرا انتخاب کرنا چاہتے ہیں تو قسم خدا واحد لاشریک کی یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہو گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جے سینہ کے مقابلے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔

محمد بن قاسم کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تو میفی سے انداز میں تھوڑی دیر تک وہ خریم بن عمر کی طرف دیکھتا رہا پھر محمد بن قاسم کی آواز سنائی دی۔

ابن عمر تمہارا اندازہ درست ہے۔ جے سینہ کا مقابلہ کرنے کیلئے میں نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے ذہن میں اہمیت دی سب کا جائزہ لیا پر قسم خدائے مہربان کی میری نظر انتخاب تمہارے علاوہ کہیں بھی نہ گری۔ میں چاہتا ہوں کہ جب کل جے سینہ ہمارے مقابل آئے تو تم اس کا مقابلہ کرو۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے شکست دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اس لئے فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم کسے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے۔

خریم بن عمر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

امیر محترم! جو لشکر میرے زیر کمان جنگ کرتا ہے فی الحال وہی لشکر میرے ساتھ رہے گا۔ نائب کی حیثیت سے پہلے کی طرح ذکوان بن علوان میرے ہمراہ ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ ہم دونوں مل کر راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ فیصلہ ہو جانے کے بعد محمد بن قاسم نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور خریم بن عمر سے کہا تھا کہ وہ کل کی جنگ کیلئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے۔

وہاں سے اٹھ کر خریم بن عمر اپنے خیمے میں آیا۔ خیمے کے اندر سانکرہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ خریم بن عمر جونہی خیمے میں داخل ہوا آگے بڑھ کر سانکرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اپنے ساتھ ہی ایک نشست پر بٹھا لیا اور انتہائی میٹھی اور شیریں آواز میں خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

امیر محترم نے جو مجلس طلب کی تھی اس میں کیا فیصلے ہوئے اس پر ایک نگاہ خریم بن عمر نے سانکرہ پر ڈالی پھر وہ کہنے لگا۔

پہلے تو اس موضوع پر گفتگو ہوئی کہ دریائے مہران کو عبور کرنے کے بعد اب براہ راست ہمارا ٹکراؤ راجہ داہر کے ساتھ ہو گا لہٰذا ہمیں ہر وقت خداوند قدوس سے اپنی فتح اور نصرت کی دعا مانگی چاہیے۔ پھر اس وقت ہمارا ایک مخبر آ گیا اور اس نے یہ انکشاف کیا کہ کل ہماری طاقت اور قوت کا اندازہ لگانے کے لئے راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ میدان میں اترے گا اور ہم سے جنگ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے میرا انتخاب کیا گیا ہے۔ میرے ساتھ پہلے کی طرح ذکوان بن علوان بحیثیت نائب ہو گا۔ تھوڑی دیر تک میں اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے آگے خیمہ

زن ہوں گا۔ میرے خیال میں تم اس خیمے میں رہو یہاں تمہارے رہنے سے میں بھی مطمئن رہوں گا۔ اس پر سانکرہ نے تیز نگاہوں سے خریم بن عمر کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ یہ کیسے ممکن ہے میں آپ کی بیوی ہوں آپ کے جسم کا ایک حصہ ہوں آپ کی خوشی میری خوشی۔ آپ کا دکھ میرا دکھ ہے میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اور پڑاؤ میں رہ کر کچھ نہ کر سکوں گی تو لشکر میں شامل دیگر عورتوں کے ساتھ مل کر زخمیوں کی مرہم پٹی کروں گی۔ پیاسوں کو پانی پلاؤں گی جنگ کی کارگزاری بھی دیکھوں گی۔

خریم بن عمر ہنس دیا اور کہنے لگا اچھا جیسے تمہاری مرضی۔ ایسا ہی کرنا اب اٹھو تیاری کریں اس لئے کہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر مجھے اپنے اس پڑاؤ سے تھوڑا سا آگے جانا ہے۔ اس پر سانکرہ اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر جنگ کی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد عشاء کی نماز کے بعد خریم بن عمر ذکوان بن علوان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اپنے پڑاؤ سے تھوڑا آگے جا کر خیمہ زن ہو گئے تھے تاکہ پڑاؤ سے آگے وہ راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ سے ٹکرائیں۔

○

اگلے روز راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ خریم بن عمر کے لشکر کے سامنے آ کے خیمہ زن ہوا۔ خریم بن عمر اور سانکرہ دونوں اپنے خیمے کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر جے سینہ کے لشکر کے پڑاؤ کرنے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر سانکرہ تھوڑی دیر تک دشمن کے لشکر کو دیکھتی رہی پھر خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میرا دل کہتا ہے آج کا دن راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے لئے بڑا بھاری اور ذلت اور خواری کا ہو گا۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ماضی میں آپ بڑے بڑے سورماؤں' بڑے بڑے لشکروں کو بدترین شکست دیتے رہے ہیں آج کے دن بھی آپ کے ہاتھوں جے سینہ کی قسمت میں نامرادی اور شکست کے علاوہ کچھ نہ ہو گا۔

خریم بن عمر سانکرہ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف سے ذکوان بن علوان آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ ایک اور جوان تھا۔ سانکرہ خیمے کے پردے کے پیچھے چلی گئی۔ ذکوان بن علوان خریم بن عمر کے پاس آیا اور جو جوان اس

کے ساتھ تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ ہمارا مخبر ہے۔ ابھی ابھی لشکر گاہ میں داخل ہوا ہے اور ایک انتہائی اہم خبر کہنا چاہتا ہے۔ خریم بن عمر نے مخبر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا میرے عزیز کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس پر مخبر بول پڑا۔

امیر جے سینہ نے اپنے باپ راجہ داہر کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف ایک سازش تیار کی ہے۔ آپ کا نام شجاعت اور مردانگی میں پہلے ہی راجہ داہر کے ایوانوں میں گونجتا ہے۔ راجہ داہر اور جے سینہ کے جاسوسوں نے خبر دے دی ہے کہ جے سینہ کے مقابلے میں خریم بن عمر آئے گا۔ خریم بن عمر کا نام پہلے ہی دشمنوں کے دلوں میں وحشت کا باعث بنا ہوا ہے۔ اب آپ سے نپٹنے کیلئے انہوں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔

جے سینہ سے جنگ شروع ہونے سے پہلے انفرادی مقابلے کو ترجیح دی جائے گی۔ اس مقصد کیلئے راجہ داہر اور اس کے بیٹے جے سینہ نے اروڑھ کے ایک سورما کا انتخاب کیا ہے جو جنگی اور حربی مہارت میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوں گے تو وہ سورما میدان میں اترے گا اور آپ کا نام لے کر آپ کو انفرادی مقابلے کیلئے پکارے گا۔ آپ کو انفرادی مقابلے میں زیر کر کے جے سینہ دو مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ جنگ میں کام آ گئے تو اس کے حوصلے بلند اور مسلمان لشکریوں میں بددلی پھیل جائے گی۔

اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کے باپ راجہ داہر نے اسے مسلمانوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانے کیلئے بھی روانہ کیا ہے۔ آپ کے کام آ جانے کے بعد جے سینہ کو یقین ہے کہ وہ اپنے مقابل آنے والے لشکر کو شکست دے گا۔ اس شکست سے وہ مقصد پورا ہو جائے گا جس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اس کے باپ نے اسے بھیجا ہے۔ اس طرح جے سینہ اپنے باپ کی نگاہوں میں بھی قدر اور عزت و احترام سے دیکھا جائے گا اور راجہ داہر کی مملکت میں یہ بات بھی پھیل جائے گی کہ مسلمانوں کو زیر کرنا کوئی بڑی بات نہیں اس لئے کہ جے سینہ جب مسلمانوں کو شکست

دے سکتا ہے تو اگر وہ اتحاد کریں تو وہ مسلمانوں کو اپنی سرزمینوں سے باہر نکال سکتے ہیں بس یہی وہ خبر ہے جو میں آپ سے کہنے آیا ہوں۔

مخبر جب خاموش ہوا تو ذکوان بن علوان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز اب تو جا کر اپنے کام میں لگ جا۔ میں امیر سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مخبر جب وہاں سے چلا گیا تب ذکوان بن علوان نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر میرے بھائی اس موقع پر میں آپ سے انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے جب جنگ کی ابتداء ہو گی تو راجہ داہر اور جے سینہ کا منتخب سورما میدان میں اترے گا اور آپ کا نام لے کر آپ کو مقابلے کی دعوت دے گا۔ دشمن کو یقین ہے کہ جب آپ کا نام لے کر مقابلے کی دعوت دی جائے گی تو آپ ضرور میدان میں اتریں گے اور انفرادی مقابلہ کریں گے‘ لیکن میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ آپ کا انفرادی مقابلے میں میدان میں اترنا مسلمانوں کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ میں آپ پر پہلے ہی واضح کر رہا ہوں جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوں گے تو دشمن کے لشکر سے انفرادی مقابلے کیلئے نکلنے والے سے پہلے ہی میں میدان میں اتروں گا اور جے سینہ کا نام لے کر اسے مقابلے کی دعوت دوں گا۔ ظاہر ہے جے سینہ کبھی بھی مقابلے میں اترنے کی ہمت اور جسارت نہیں کرے گا۔ میدان میں وہی سورما اترے گا۔ جس کا انتخاب آپ کے ساتھ انفرادی مقابلے کیلئے کیا ہے۔ میں اس سے ٹکراؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اس پر قابو پا لوں گا۔ امیر محترم اگر میں ذکوان بن علوان اس مقابلے میں کام بھی آ گیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میری موت کے بعد آپ دشمن کے ساتھ اجتماعی جنگ کی ابتدا کر دینا۔ مجھے امید ہے ایسا کر کے آپ لمحوں کے اندر جے سینہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں گے۔ میں جانتا ہوں آپ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ دلیر ہیں‘ شجاع ہیں اور دشمن کے اندر گھس کر جنگ کرنے کی ہمت اور جسارت رکھتے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہ کیجئے گا۔ اگر آپ نے اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہی تو میں اپنا

بوریا بسترا سمیٹ کر اس لشکر سے نکل جاؤں گا اور محمد بن قاسم سے جا کر کہوں گا کہ خریم بن عمر کی نیابت کرنے کیلئے کسی اور کا چناؤ کیا جائے میں ابن عمر کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔

خریم بن عمر نے تیز انداز میں گھورتے ہوئے ذکوان بن علوان کی طرف دیکھا پھر شفقت آمیز انداز میں اسے مخاطب کیا۔

ابن علوان یہ تو کیسی گفتگو کر رہا ہے اگر مقابلے پر نکلنے والا مجھے میرا نام لے کر پکارتا ہے تو کیا تم مجھے بزدلی کا سبق دیتے ہو کہ میدان میں نہ اتروں۔ خریم بن عمر اپنی بات مکمل نہ کر پایا تھا کہ ذکوان بن علوان پھر بول پڑا۔

جب میں پکارنے والے کو آپ کا نام ہی نہیں پکارنے دوں گا تو پھر آپ کو میدان میں اترنے کی کیا ضرورت ہے۔ خریم بن عمر جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جو قاصد گیا تھا وہ پھر لوٹ آیا اور ذکوان بن علوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ جو اصل خبر تھی وہ تو میں نے ابن عمر سے کہی نہیں۔ آپ نے مجھے پہلے ہی جانے کیلئے کہہ دیا۔

ذکوان بن علوان نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا میں خود ہی بات کر لوں گا قاصد چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خریم بن عمر نے ذکوان بن علوان کو مخاطب کر کے کہا یہ قاصد کون سی خبر کہنا چاہتا تھا۔

دراصل میں نے آپ کے ساتھ گفتگو کا دوسرا موضوع چھوڑ دیا۔ اصل بات یہ تھی کہ جے سینہ ہمارے بائیں جانب ذرا ہٹ کر ایک لشکر گھات میں بھی بٹھائے گا۔ جس وقت انفرادی مقابلہ ختم ہو گا تو سامنے کی طرف سے جے سینہ حملہ آور ہو گا۔ بائیں جانب گھات میں بیٹھا لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

خریم بن عمر ذکوان بن علوان کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ذکوان بن علوان پہلے ہی بول پڑا۔

ابن عمر میرے بھائی اگر دوسرے موضوع پر آپ گفتگو کرنا چاہیں تو میں سننے کیلئے تیار ہوں اگر انفرادی مقابلے کیلئے آپ گفتگو کرنا چاہیں تو میں کچھ نہیں سنوں گا۔ خواہ آپ اس کیلئے میری کوئی سزا بھی تجویز کر دیں۔ مقابلے پر میں ہی اتروں گا۔ جے

سینہ کو مقابلے کی دعوت دوں گا جواب میں خریم بن عمر ہنس دیا اور کہنے لگا اچھا جو تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو گا۔ اب پیچھے پڑاؤ کی طرف جا اور ابن قاسم کو جا کر خبر دے کہ دشمن ایک لشکر گھات میں رکھے گا۔ اس سے نبٹنے کیلئے بنانہ بن حنظلہ کو مقرر کیا جائے اس پر ذکوان بن علوان خریم بن عمر کے کہنے کے بعد وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

ذکوان بن علوان کے جانے کے بعد جب خریم بن عمر خیمے میں داخل ہوا تو پردے کے پیچھے سے سانکرہ بھی نکل آئی۔ آگے بڑھ کر اس نے خریم بن عمر کا ہاتھ اپنے نرم ہاتھوں میں لیا اور کہنے لگی اگر ذکوان بن علوان ضد کر رہا تھا تو آپ اس کی بات کیوں نہیں مان رہے تھے۔ خریم بن عمر جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ان دونوں میاں بیوی کے لئے کھانا آ گیا لہٰذا دونوں میاں بیوی خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

○

اگلے روز جے سینہ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں۔ خریم بن عمر اور ذکوان بن علوان بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ دونوں طرف بڑے بڑے طبل اور نفیریاں بجنے لگی تھیں۔ ایسے میں ایک دم ذکوان بن علوان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا دونوں لشکر کے وسط میں آیا اور اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کا نام لیتے ہوئے اسے انفرادی مقابلے کی دعوت دی۔ ذکوان بن علوان کی پکار پر جے سینہ تو نہ اترا وہی سورما اترا جسے جے سینہ اور اس کے باپ راجہ داہر نے خریم بن عمر کا خاتمہ کرنے کیلئے منتخب کیا تھا۔ وہ اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوں ذکوان بن علوان کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو بڑا ظالم انسان نکلا انفرادی مقابلے کیلئے پکار تو میں نے پہلے کرنی تھی لیکن تو نے مجھے پکارنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ پہلے میدان میں اتر آیا ورنہ میں نے ٹھان رکھی تھی کہ میدان میں اتر کر لشکر کے سالار اعلیٰ خریم بن عمر کو مقابلے کی دعوت دوں گا اور قسم کھا رکھی تھی کہ اس کا سر کاٹ کر اپنے راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے

قدموں میں رکھ دوں گا۔

آنے والا جوان جب خاموش ہوا تو ذکوان بن علوان نے اپنی تلوار اپنے سامنے لہراتے ہوئے اور ڈھال کو بھی سامنے کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

سن بدبخت انسان! تیرے راجہ داہر کا بیٹا کیسا بزدل اور بے غیرت ہے کہ مقابلے کی دعوت تو میں نے اسے دی اور اپنی جان بچانے کیلئے اس نے تمہیں قربانی کا بکرا بنانے کیلئے میدان میں اتار دیا۔ اگر اس میں تھوڑی سی بھی غیرت ہوتی تو وہ خود خم ٹھونک کر میرے سامنے آتا اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا۔ ذکوان بن علوان کی اس بات کا اس سورما نے بڑا برا منایا۔ اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا پھر اس نے ذکوان بن علوان کو مخاطب کیا۔

میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہے اور دشمن کے لشکر میں تمہاری کیا حیثیت ہے پر یاد رکھنا اس میدان کے اندر میں تمہارے لئے وحشی اور خونخوار لمحوں کا سماں باندھ دوں گا۔ اس میدان میں تیرے لئے افلاس کے راستے استوار کروں گا تمہارے ذہن کو افسردہ تمہارے دل کو سنسان کروں گا۔ تمہاری عمر کی ڈھلتی دہلیز پر من کو بھسم کر دینے والی چتا روشن کروں گا۔

ان الفاظ کے جواب میں ذکوان بن علوان نے اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سن ابلیس زادے! تو نے اپنے وہم اور ظن اپنے گمان اور خیال اپنے شبے اور اندازے میں جو سرکشی' بغاوت اور بغض و عداوت ٹھان رکھی ہے قسم خدائے واحد کی میں اسے اس میدان میں بے آبرو اور سرنگوں کر کے رکھوں گا۔ تیری ساری شجاعت اور بہادری کو میں اس میدان میں گمان اور شبے میں بدل ہوں گا۔ سن گناہ گار انسان ذرا میرے ہاتھ ٹکرا پھر دیکھ تجھے میرے ساتھ ٹکرانا کیسا مشکل اور دشوار گزرتا ہے میں تیری رگ رگ سے سارا گھمنڈ اور تکبر نچوڑ کر تیری عاقبت تیرا انجام سیاہ بخت اور بدانجام کروں گا۔ اس کے علاوہ مزید کوئی گفتگو نہ کرنا اپنی تلوار اور ڈھال کو حرکت میں لا پھر دیکھ برا اور بدانجام کس کا ہوتا ہے تیرا یا میرا۔

جے سینہ کی طرف سے آنے والا وہ سورما بپھر گیا اور بڑے خونخوار انداز میں دا

ذکوان بن علوان پر حملہ آور ہوا۔ ذکوان بن علوان نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے اس پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر خطرناک وار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ایک موقع پر جب جے سینہ کے سورما نے ذکوان بن علوان پر وار کیا تو ذکوان بن علوان نے ڈھال کے بجائے اپنی تلوار پر اس کی تلوار کو روکا پھر زور دار انداز میں اپنی ڈھال اس نے اس سورما کے گھوڑے کے منہ پر دے ماری تھی۔

ڈھال لگنے سے گھوڑا بدکا تھا۔ تھوڑا سا پیچھے ہٹا تھا۔ ذکوان بن علوان پھر آگے بڑھا۔ اس سورما کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے زور دار جھٹکا دیا۔ یہ سب کچھ اس طرح اچانک اور تیزی سے ہوا تھا کہ وہ سورما زمین پر گر گیا تھا۔ اس کا زمین پر گرنا تھا کہ ذکوان بن علوان نے شاہین کی طرح اپنے گھوڑے سے جست لگائی اور نیچے آتے ہی تلوار بلند کرتے ہوئے جو گرائی تو اس سورما کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ ذکوان بن علوان نے اس کی لاش گھوڑے پر رکھی اور اس کے گھوڑے کو اس کے لشکر کی طرف بھگا دیا تھا۔ انفرادی مقابلہ ہارنے کے بعد جے سینہ کے لشکر میں بددلی پھیلی تھی۔ وہ اس بددلی کو زیادہ دیر نہ رہنے دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا اور خریم بن عمر پر حملہ آور ہوا۔ خریم بن عمر اور ذکوان بن علوان پہلے ہی اس حملے کو روکنے کیلئے تیار تھے۔ لہٰذا انہوں نے بھی جوابی کارروائی کی۔ اور وہ بھی جے سینہ کے لشکر پر آندھی اور طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے یوں لگا کہ دریائے مہران کے کنارے نیلے آسمان تلے زندگی اور موت مثبت اور منفی اکائیاں فتح اور شکست تعمیر اور تخریب تقدیر اور تدبیر منزل اور راستے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے ہوں۔ بڑے بڑے تیغ زن بڑے بڑے سورما زیر اور خون آلود ہو کر مٹی میں سمانے لگے تھے۔ ہر کوئی اپنے دشمن پر آندھی اور طوفان کی طرح چھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوئی آخر بابل کی قوت مصر کی اساطیری تہذیب یونان کی عظمت روما کی سطوت کو اپنے پاؤں تلے روندنے والے عرب ان طوفانوں سے زیادہ شدید ہو کر برھما کے فلسفے کو کہر آلود کرتے ہوئے جے سینہ کے لشکر پر بڑی تیزی سے سحاب کی طرح چھانے لگے تھے۔

راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ جو اپنے لشکر کے وسط میں ہاتھی پر بیٹھا اپنے لشکریوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا اس نے دیکھا کہ مسلمانوں نے اس کے آدھے سے زیادہ لشکر کا قتل عام کر دیا تھا۔ اس نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اگر اس نے مزید جنگ جاری رکھی تو اس کا مکمل طور پر صفایا کر کے رکھ دیا جائے گا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے ہاتھی کو موڑنے کا حکم دیا اور اپنے لشکریوں کے اندر احکامات جاری کر دیئے کہ جنگ سے منہ پھیر کر واپسی کا نقارہ بجا دیا جائے۔ ابھی یہ احکامات جاری ہی ہو رہے تھے کہ عربوں کے اندر بھی یہ خبر پھیل گئی کہ دشمن پسپا ہونے والا ہے لہٰذا انہوں نے ایسے زور دار حملے کئے کہ اس کے لشکر کے ایک اور حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب حملہ آور عرب جے سینہ کے لشکر میں گھس کر اس تک پہنچ گئے تھے اور اس کے اردگرد جنگ ہونے لگی تھی۔ جے سینہ کے محافظوں اور اسلحہ برداروں نے جے سینہ کو گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے حملہ آوروں کو روکا ورنہ بہت سے مسلمان لشکری اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے ہاتھی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جے سینہ کی خوش قسمتی کہ گھوڑے بدکتے ہوئے ہاتھی کے قریب نہیں جا رہے تھے اور پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ اس صورتحال سے جے سینہ نے فائدہ اٹھایا اور فیل بان کو حکم دیا کہ وہ بھاگ جائے۔ فیل بان نے ہاتھی کو موڑا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اس طرح جے سینہ کے لئے بھاگنے کا راستہ ہموار ہو گیا اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے باپ داہر کے پاس پہنچا۔ داہر اور جے سینہ نے دیکھا کہ مسلمانوں نے جے سینہ کے لشکر کی اکثریت کا صفایا کر دیا تھا۔

○

اس جنگ کے بعد حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے خط ملا جس میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو ہدایات کی تھیں کہ جہاں راجہ داہر ہو وہاں جا کر اس کا مقابلہ کرو فتح خداوند نے چاہا تو تمہاری ہو گی

دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔

یہ حکم ملنے کے بعد یکم رمضان ہجری ترانوے کو محمد بن قاسم راجہ داہر کے قلعے راوڑھ کے قریب پہنچا۔ یہیں راجہ داہر نے قیام کر رکھا تھا۔ کہتے ہیں راوڑھ میں راجہ داہر کے پاس لگ بھگ دس ہزار اعلیٰ تربیت یافتہ سوار' تیس ہزار پیدل اور ایک سو سدھائے ہوئے جنگی ہاتھی تھے۔ اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ جنگی سازوسامان کی بھی کمی نہ تھی۔ کہتے ہیں راجہ داہر خود بھی بڑا بہادر سپہ سالار تھا۔ اس کی کمان اتنی سخت تھی کہ بڑے سے بڑا بہادر اس کو کھینچ نہ سکتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی کمند میں لوہے کا ایک چکر لگا ہوا تھا جس کی دھار بہت تیز تھی۔ جب راجہ داہر اس کمند کو پھینک کر کھینچتا تو دشمن کی گردن اڑ جاتی تھی۔

مقابلے میں سترہ سال کا نو عمر لڑکا محمد بن قاسم تھا جس کے ساتھ صرف بارہ ہزار مجاہدین نے جو صرف اپنے اللہ' اپنے رب کے بھروسہ پر میدان جنگ میں آئے تھے جو میدان جنگ میں آگ اور خون کا کھیل کھیلنا جانتے تھے پیش قدمی کرنے پر فخر اور پسپائی پر شرمندگی محسوس کرتے تھے۔

محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ اروڑھ کے قریب پہنچا تو راجہ داہر بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکل کر خیمہ زن ہوا۔ یکم رمضان سے آٹھ رمضان تک چھوٹی موٹی جھڑپیں دونوں لشکریوں میں ہوتی رہیں اور راجہ داہر کا مقصد شاید ان جھڑپوں سے محمد بن قاسم کے لشکر کی قوت کا اندازہ لگانا تھا۔ تاہم لگاتار آٹھ دن تک یہ جھڑپیں ہوتی رہیں۔ صبح دونوں لشکر آپس میں ٹکراتے شام کو اپنے پڑاؤ میں لوٹ جاتے۔ ان جھڑپوں کے دوران جہاں راجہ داہر نے مسلمانوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگایا وہاں محمد بن قاسم اور اس کے جرنیلوں نے بھی دیکھ لیا کہ راجہ داہر کی طاقت کس قدر ہے اور اسے کس طرح روندا اور زیر کیا جا سکتا ہے۔

نو رمضان کو پھر دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوا۔ راجہ داہر ابھی تک اپنی ساری قوت کو میدان میں نہیں لایا تھا۔ اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ راوڑھ کے قلعے میں محفوظ تھا۔ نو رمضان کو جو جنگ ہوئی وہ پہلی جھڑپوں سے زیادہ خوفناک تھی۔ اس جنگ میں راجہ داہر کا کافی نقصان ہوا۔ چند چھوٹے مسلمان سالار بھی شہید ہوئے تاہم

نو رمضان کی اس جنگ میں راجہ داہر کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اس کے لشکر کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے اس طرح نویں دن بھی جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔

اسی رات محمد بن قاسم نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس کھلے میدان کے اندر طلب کیا۔ جب سارے سالار اس کے گرد جمع ہو گئے تب خریم بن عمر کو اپنے دائیں پہلو میں بنانہ بن حنظلہ کو بائیں پہلو میں ذکوان بن علوان کو ایک طرف اس طرح دوسرے سالاروں کو یکے بعد دیگرے اپنے قریب بٹھایا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بھائیوں میرے عزیزو! راجہ داہر کے ساتھ نو دن کی لگاتار رزم آرائی نے جہاں راجہ داہر پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ہماری طاقت اور قوت کتنی ہے وہاں ہم نے بھی اندازہ لگا لیا ہے کہ راجہ داہر کی طاقت اور عسکری حیثیت کی نوعیت کیا ہے۔ آج جس وقت جنگ کا خاتمہ ہوا لشکر اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف پلٹا تو دشمن سے نمٹنے کیلئے میں نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ کل کا دن راجہ داہر کے ساتھ جنگ کا ہمارا آخری دن ہو گا اور ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

میرے بھائیوں! میرے ذہن میں ایک عسکری ترتیب ہے جس سے کل جنگ میں کام لیا جائے گا۔ اس کے بعد مجھے امید ہے راجہ داہر ہمارے سامنے ٹک نہ سکے گا۔ اس ترتیب پر اگر کسی کو اعتراض ہو وہ بلا جھجک بول سکتا ہے۔

حسب سابق قلب لشکر میرے ماتحت ہو گا۔ میں ایک نیا لشکر ترتیب دے ہوں۔ یہ لشکر تعداد میں اتنا ہی ہو گا جتنا میرے پاس اب ہے۔ یہ لشکر خریم بن عمر کی سرکردگی میں ہو گا اور یہ مقدمہ الجیش کے طور پر کام کرے گا۔ لشکر کے دائیں پہلو کی کمانداری بنانہ بن حنظلہ کرے گا بائیں بازو پر ذکوان بن علوان ہو گا۔ اس کے لشکر میں سے عمدہ قسم کے بے خطا نشانے والے نو سو تیر انداز علیحدہ کیے جائیں گے ان کے پاس روغن نفت میں ڈوبے ہوئے تیر ہوں گے جو چلتے ہی دشمن کی ہر چ آگ لگاتے چلے جائیں گے۔ نو سو ان تیر اندازوں کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا جا

ایک ٹکڑی وسط میں دوسری دو دائیں بائیں رہ کر دشمن پر بھی تیر اندازی کریں گی اور اپنے لشکر کو ہاتھیوں سے بھی بچائیں گی۔ ہاتھیوں پر یہ تیر اندازی کریں گے مجھے امید ہے ایسا کرنے سے ہاتھی لشکر میں گھس کر ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ میرے ذہن میں لشکر کی یہی ترتیب ہے اس میں کوئی کماندار اضافہ یا کمی کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔

محمد بن قاسم جب خاموش ہو گیا تو کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر خریم بن عمر نے ابن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے محترم یہ بڑی عمدہ جنگی ترتیب ہے میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ لشکر کے اندر جس قدر ہمارے سقے موجود ہیں انہیں حکم دیا جائے کہ کل جب جنگ شروع ہو تو اپنی اپنی مشکیں پانی سے بھر لیں اور لشکر کے اندر گھوم پھر کر لشکریوں کو پانی مہیا کرتے رہیں تاکہ لشکریوں کو پانی پینے کیلئے ادھر ادھر نہ ہونا پڑے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ پورا لشکر جم کر دشمن کا مقابلہ کرے گا۔ اس طرح دشمن کو ہم پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

محمد بن قاسم کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اپنا ہاتھ اس نے خریم بن عمر کی پیٹھ پر پھیرا پھر کہنے لگا۔

ابن عمر میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ابھی اس مجلس کے خاتمے پر لشکر میں جس قدر سقے ہیں انہیں حکم دے دیا جائے گا کہ کل صبح ہی صبح جب لشکر جنگ کیلئے تیار ہو تو وہ اپنے مشکیزے پانی سے بھر لیں اور جنگ کے دوران لشکر کے اندر گھوم پھر کر ہر لشکری کو پانی مہیا کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ کوئی کچھ کہنا چاہتا ہو تو کہے جب کوئی نہ بولا تو اس مجلس کو برخاست کر دیا گیا۔ رات کو محمد بن قاسم اور اس کے لشکری جنگ کی تیاریاں کرتے رہے۔

○

رات اپنے انجام کے قریب تھی۔ سانکرہ کی اچانک آنکھ کھلی۔ اس نے دیکھا خریم بن عمر اس کے پاس نہیں تھا وہ چونک کر اٹھ بیٹھی پھر سنبھل گئی کہ خیمے کے ایک کونے میں خریم بن عمر جائے نماز پر دو زانوں بیٹھے دعا مانگ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی اس کی آواز بھی ابھر رہی تھی۔ اپنے بستر پر بیٹھ کر ہی سانکرہ اس کی دعا کے الفاظ سننے لگی وہ کہہ رہا تھا۔

میرے اللہ تو ہی موجودات عالم کی تقدیر کا فیصلہ کرتا ہے تو ہی طاقت کا مظہر ہے۔ تیری ہی قوت کے جلال سے بادلوں میں نمی کھیتوں اور مرغزاروں میں ہریالی آتی ہے۔

میرے مولا سمندر کے ٹھنڈے سانسوں' آسمان سے برستے پانیوں' سبزہ زاروں کے تبسم' شاعروں کے الہام' مصوروں کی نقاشی اور ادیبوں کے ہراکھر میں تو ہے۔ میرے اللہ تو چاہے تو پھول سے زیادہ لطیف جھونکوں کو طوفانوں سے زیادہ شدید بنا کر رکھ دے۔

میرے مالک ہم فرزندان کعبہ تیری خوشنودی' تیری رضا جوئی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم عزم کی چٹان بن کر طوفان برق و باراں کی طرح دشمن پر ضرب لگائیں اور اسے پسپا کریں۔ میرے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم درس صداقت جیسی ضرب قوی' زلزلوں جیسی برق شکنی کی طرح دشمن کے سامنے آئیں جس طرح حق باطل کو جھٹک دیتا ہے اسی طرح ہم بھی دشمن کو پسپا کر کے رکھ دیں۔ الٰہی تو ہی پردیسیوں کا رفیق ہے تو ہی عظمت اور سربلندی کی معراج ہے۔ ہمیں ایسی بصارت شجاعت عطا فرما کہ ہم عظیم سیلاب کی طرح دشمن کو بہا لے جائیں۔

ہمیں ایسی ہمت اور عظمت عطا فرما کہ ہم کارکنان قضا و قدر کی طرح دشمن کے غرور ان کی عداوت اور سرکشی کو ندامت و انفعال میں تبدیل کرتے چلے جائیں۔ الٰہی رسول عربی کی تقدیس کے طفیل ہمیں ان میدانوں میں فتح اور نصرت اور فوز مندی عطا فرما۔

خریم بن عمر دعا مانگ رہا تھا۔ اس کے الفاظ بستر پر بیٹھی سانکرہ کے دل میں چبھے جا رہے تھے۔ وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے کوئی دکھ کا مارا ہجر کا ستایا انسان انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے رب کے حضور رو رو کر دعا کر رہا ہو۔ خریم بن عمر کے یہ الفاظ سانکرہ برداشت نہ کر سکی۔ پہلے بے چاری دبی دبی ہچکیوں میں روتی رہی اس کے آنسو اس کے دامن کو بھگوتے رہے۔ جب معاملہ اس کے ضبط سے باہر ہو گیا تو اس کی ہچکیاں بلند ہوگئیں۔ اس کی ہچکیاں سنتے ہوئے خریم بن عمر نے دعا ختم کر دی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی جسے اس نے اپنے کندھے پر رکھے انگوچھے سے صاف کر لیا۔ اٹھ کھڑا ہوا جائے نماز تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا سانکرہ کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں نے تمہاری طرف دھیان نہیں دیا دیکھ سانکرہ ایک مجاہد کی زندگی میں ایسے لمحے آتے ہیں۔ ہم مسلمان ایسے ہر معاملے میں اپنے اللہ ہی کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرتے ہیں۔ میں تہجد ادا کرنے کے بعد اپنے رب سے دعا مانگ رہا تھا۔ مجھے امید ہے ہمارا اللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ خریم بن عمر کے ان الفاظ کے جواب میں سانکرہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ لشکر میں فجر کی ازان کی آواز سنائی دی تھی۔ سانکرہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی میں بھی وضو کر کے نماز پڑھتی ہوں۔ آپ لشکرگاہ میں جا کر نماز ادا کریں۔ اس کے ساتھ ہی سانکرہ نماز کی تیاریاں کرنے لگی تھی۔ خریم بن عمر بھی اپنے کندھے پر رکھے اپنے سفید رنگ کے انگوچھے کو درست کرتا ہوا فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کیلئے خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

O

اگلے روز دس رمضان جمعرات کے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے

صف آراء ہوئے۔ راجہ داہر بڑی شان و شوکت سے خود میدان جنگ میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا جے سینہ بھی تھا جو فوج کے درمیان تھا اور دس ہزار جوان ان دونوں باپ بیٹے کے گرد ایک طرح کا حصار سا بنائے ہوئے تھے۔

پھر جب صفیں درست کی جانے لگیں تو راجہ داہر کے لشکر کے سامنے جنگی ہاتھی تھے۔ ان کے بعد دس ہزار سوار زرہ پوش تھے۔ ان کے پیچھے لگ بھگ تیس ہزار پیادے بہترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ لشکر کے وسط میں خود راجہ داہر سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا جے سینہ تھا۔ راجہ کے ہاتھی کو بڑے بڑے سرداروں اور امیروں نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ راجہ داہر ہاتھی کے ہودے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دو نہایت خوبصورت اور نازک اندام کنیزیں بیٹھی ہوئی تھیں ان میں ایک راجہ داہر کو شراب کے جام دیتی جاتی تھی اور دوسری تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پان کے بیڑے کھلاتی جاتی تھی۔

دوسری جانب محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کی۔ قلب لشکر میں وہ خود تھا۔ دائیں طرف کے حصے پر بنانہ بن حنظلہ' بائیں حصے پر ذکوان بن علوان تھا قلب سے بھی آگے مقد الجیش کھڑا تھا جس کی کمانداری خریم بن عمر کر رہا تھا۔ خریم بن عمر اور دیگر سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کی پانچ صفیں درست کیں۔ ایک صف قبیلہ عالیہ کے لوگوں کی تھی دوسری صف میں بنو... تھے' تیسری صف میں بکروائل کے لوگ چوتھی صف میں زیادہ تر قبیلہ عبدل قیس... لوگ تھے۔ پانچویں اور آخری صف میں ازدی قبیلے سے تعلق رکھنے والے مجاہد... بے چینی اور بڑی بے تابی سے جنگ شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

جب لشکر کی صفیں درست ہو گئیں تب محمد بن قاسم نے اپنے گھوڑے کا موڑا۔ اپنا چہرہ اپنے لشکر کی طرف کیا اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے اہل عرب دشمن نے جنگ کرنے کیلئے ہماری طرف رخ کیا ہے۔ تم... سے کام لینا کیونکہ وہ اپنے اہل و عیال گھر اور زمین کیلئے خطرناک جنگ کریں گے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرو ہم سب اپنی خونخوار تلواروں سے ان کو ذلیل خوار کریں گے اور ان کے مال و عیال پر قبضہ کر کے مال غنیمت حاصل کرنے

کوشش کریں گے۔

تمہیں چاہیے کہ جمے رہو اور متردد نہ ہو اور خاموشی کو اپنا طریقہ بناؤ۔ ہر ایک جہاں مقرر کیا گیا ہے اسے اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہیے۔ کوئی بھی آدمی قلب سے میمنہ اور میمنہ سے میسرہ کی طرف جا کر کسی کی مدد کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہر کوئی اپنی جگہ اور مرکز پر ڈٹا رہے۔ خوب یاد رکھو خدا کی فتح اور نصرت نیکوں اور پرہیز گاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے رہو۔

سنو لشکر کے کسی حصے کی طرف دشمن کا دباؤ زیادہ پڑے تو فکر مند ہونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں خریم بن عمر کو میں نے مقدمتہ الجیش کا سالار بنا دیا ہے اسے یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ نگاہ رکھے ہمارے جس لشکر پر دباؤ بڑھے اور وہ پسپا ہونے کی کوشش کرے وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچے' مجھے امید ہے کہ تم میں سے جس پر بھی جنگ میں دباؤ زیادہ پڑا خریم بن عمر تمہاری مدد کو پہنچے گا۔ اس طرح ہم دشمن پر دباؤ بڑھانے میں کامیاب رہیں گے۔ میرا دل کہتا ہے آج کی جنگ فیصلہ کن ہو گی اور دشمن کو ہم مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

عین اس موقع پر راجہ داہر کے ٹھاکروں' سرداروں نے کچھ ہاتھیوں کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہا۔ شاید جنگ کی ابتداء سے وہ ایسا کر کے مسلمانوں میں بددلی پھیلانا چاہتے تھے۔ محمد بن قاسم کے کہنے پر خریم بن عمر نے ایک چھوٹے سالار سلیمان بن نبھاہ اور ربی ابو فضہ کو جو کندی کا آزاد کردہ غلام تھا چالیس منتخب جوانوں کے ساتھ حکم دیا کہ وہ راجہ داہر کے بڑھنے والے ان ٹھاکروں کا مقابلہ کریں اور انہیں اور ان کے ہاتھیوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں۔

ابو فضہ ان سواروں کو لے کر آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ وہ داہر اور اس کے ٹھاکروں اور اس کے جنگجو لشکر کے مقابل ہوا۔ ابو فضہ کو دیکھتے ہی داہر کی فوج کا دستہ اس کے مقابلے کیلئے نکلا۔ ابو فضہ نے نہایت بہادری سے ان کی بڑی تعداد کو ختم کر دیا۔ ان میں سے جو بچے وہ جان بچا کر داہر کی طرف بھاگ گئے۔ داہر نے یہ دیکھ کر دوسرا دستہ آگے بڑھایا۔ اس موقع پر ابو فضہ پھر حرکت میں آیا اور زور دار انداز میں

اپنے ساتھیوں کے ساتھ تکبیریں بلند کر کے دستے پر زور و شور سے حملہ کیا۔ دستے کے بچے کھچے لوگ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ داہر نے تیسری دفعہ اپنے ٹھاکروں کو مقرر کیا۔ ابو فضہ نے ان پر بھی جان لیوا حملے کرتے ہوئے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ راجہ داہر نے یہ جو صورتحال دیکھی تو اپنے لشکر کے نقصان کا جائزہ لیا۔ تب وہ اپنے سفید ہاتھی پر سوار ہو کر چار سو لوہے میں غرق سواروں کو لے کر جو تلواریں ڈھالیں اور نیزے لئے ہوئے تھے میدان جنگ کے اگلے حصے میں آیا۔ اس سے پہلے وہ وسطی میں کھڑا تھا۔ ہاتھی کی عماری میں حسب سابق دو خوبصورت کنیزیں بیٹھی ہوئی تھیں جو اسے پان اور شراب پیش کر رہی تھیں۔ راجہ داہر کے ہاتھ میں چکر تھا جس میں تیز چاقو لگے ہوئے تھے جسے گھما کر وہ پھینکتا تھا جو بھی اس کی زد میں آتا تھا فوراً سر اس کے دھڑ سے جدا ہو جاتا تھا۔ راجہ داہر شاید اسے اپنی زندگی کی آخری جنگ سمجھ کر لڑنا چاہتا تھا۔

راجہ داہر جب چار سو سواروں کے ساتھ سامنے آیا تو محمد بن قاسم کا ایک زند دل سپاہی جس کا نام شجاع حبشی تھا جو انتہائی دلیر اور شجاع گنا جاتا تھا محمد بن قاسم کے پاس آیا اور قسم کھائی میں اس وقت تک پیٹھ نہ پھیروں گا اور اس وقت تک کھاؤں پیوں گا نہیں جب تک داہر کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کے ہاتھی کو زخمی نہ کروں گا۔ میں اس وقت تک لڑتا رہوں یہاں تک کہ اس کا سر کاٹ کر لاؤں یا پھر خود شہید ہو جاؤں یہ کہہ کر شجاع ایک سیاہ گھوڑے پر سوار ہوا بجلی کی طرح دشمن کی فوج میں گھس کر داہر کے ہاتھی کے قریب پہنچ گیا۔

داہر نے شجاع کو آتا دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ شجاع کو روندنے کیلئے اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا۔ شجاع نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ہاتھی کے سامنے لایا گھوڑا۔ ہاتھی کو دیکھ کر ایک طرف مڑنے لگا۔ شجاع نے فوراً اپنے سر سے پگڑی اتار کر گھوڑے کی آنکھوں میں باندھ دی تاکہ وہ ہاتھی کی دہشت سے نہ بھاگے پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ہاتھی کی طرف بڑھایا۔ ایک تلوار کا وار اس نے ہاتھی کی سونڈ پر کیا جس سے ہاتھی زخمی ہو گیا۔ داہر نے بھی ایک دو شاخہ تیر تاک کر اپنی پوری طاقت اور قوت سے شجاع پر چلایا جو شجاع کی گردن پر لگا اور یوں شجاع شہید

ہوا۔

شجاع کی شہادت سے راجہ داہر کے لشکر کے حوصلے بلند ہوئے پھر وہ راجہ داہر کے اشارے پر صدیوں کے دھواں دھواں سرابوں جبر کی آندھی ظلم و الم کی خونی داستانوں کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

راجہ داہر کے لشکر کے آگے کافی تعداد میں ہاتھی تھے۔ مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کے سامنے آتے ہوئے جھجکتے تھے۔ لہٰذا مسلمان لشکر دشمن کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہتے تھے اس کی تکمیل نہ کر پائے۔ ان کی صفیں ان ہاتھیوں کی وجہ سے درہم برہم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ان ہاتھیوں کی وجہ سے مقدمتہ الجیش کا سالار خریم بن عمر بھی ایک طرف ہٹنے پر مجبور ہوا تھا۔ مسلمانوں کی دیگر صفوں میں بھی ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ داہر اور اس کے لشکر کو گمان ہو گیا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے اور ان میں دہشت پھیل گئی ہے۔

محمد بن قاسم ابھی تک اپنے قلب لشکر میں اپنے منتشر ہونے والے لشکریوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ سترہ سال کا وہ نو عمر جوان دشمن کے بڑھتے ہوئے ہاتھیوں کو دیکھ کر ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوا۔ اپنے قریب ایک سقے سے اس نے پانی مانگا پانی پیا پھر اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اے اہل عرب میں تمہارا سپہ سالار محمد بن قاسم موجود ہوں تو کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ ڈھالیں اٹھاؤ اور حملہ کرو تاکہ دشمن کو شکست ہو اور تمہیں دشمن پر فتح یابی ہو۔ محمد بن قاسم رکا پھر وہ بڑی زہریلی اور تیز آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

یاد رکھو وہ خدا جو آگ میں سمندر اور آتش فشاں میں چشمے پیدا کر سکتا ہے وہ تمہاری اس کارگزاری کو دیکھ رہا ہے۔ سن رکھو جنگوں میں ایک مجاہد کی سرفروشی اور خلوص کے سامنے عابد کی ہر عبادت' زاہد کی ہر ریاضت' درویش کی ہر تڑپ دھوپ کی کرنوں میں نہاں ہو کر محو ثناء رہنے والے ہر راہب کی عاجزی' گل بوئے گل کی متلاشی بلبل کا ہر سوز' عارف کی ہر فغان سحری' صوفی کی ہر روش مہرو وفا اور عاجزی نہ ہونے کے برابر ہے۔

میرے ساتھیو! سن رکھو ظرف بیچ کر جو خوشی ملے وہ حرام ہے ضمیر کشی جرم حق کشی حرام ہے۔ ہے کوئی حق فروشوں میں حق شناس' ہے کوئی کفن فروشوں میں کفن بدوش ہے کوئی آب و خون کے کھیل میں دشمن کی جہالت کے مقابلے میں طلاطم بن کر اپنی تہذیب کو نکھارنے والا' ہے کوئی جو اس قافلہ شمس و قمر میں ایمان کی تازہ صدا وجدان کی نئی ادا بن کر میرے ساتھ روحوں کو ویران دلوں کو بیابان کرتی موت کی طرح دلوں کے دروازوں پر دستک دے۔

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن قاسم رکا۔ اس کے بعد اس نے پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں پکارا میرے بھائی خریم بن عمر کہاں ہے؟ میرا عزیز بنانہ بن حنظلہ کہاں ہے؟ ذکوان بن علوان کہاں ہے؟ اس کے بعد اپنے ایک ایک سالار کا نام لیتے ہوئے محمد بن قاسم نے پکارا تھا جس وقت خریم بن عمر کا نام لیا گیا تھا تو دائیں جانب سے خریم بن عمر نے تکبیریں بلند کی تھیں پھر وہ مقدمتہ الجیش کو لے کر راجہ داہر کے لشکر کے پہلو پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جب بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان کا نام محمد بن قاسم نے لیا تو وہ بھی جواب میں لبیک لبیک اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے خریم بن عمر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ کسی بپھرے ہوئے ہاتھیوں کی کوئی پراہ نہ کی تھی۔

سب سے پہلے چونکہ خریم بن عمر نے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے راجہ داہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کی لہٰذا راجہ داہر اس کی طرف ہی متوجہ ہوا تھا۔ اس نے اپنا چکر جو مقابل کی گردن کاٹ دیتا تھا گھمایا اور خریم بن عمر کی طرف پھینکا۔ خریم بن عمر اس کی اس حرکت کو دیکھ چکا تھا جونہی اس کا چکر قریب آیا خریم بن عمر نے ڈھال مار کر اسے ناکارہ کر دیا پھر چکر کے ساتھ جو رسی بندھی ہوئی تھی اسے پکڑ کر زور سے کھینچا کہ راجہ داہر کے ہاتھ سے رسی چھوٹ گئی اور اس کا لوہے کا چکر زمین پر آ گرا۔ خریم بن عمر کا ایسا کرنا تھا کہ اس کے لشکری طوفان اور سیلاب کی طرح آگے بڑھے اور راجہ داہر کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

عین اسی موقع پر جبکہ خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ ذکوان بن علوان دشمن پر ضرب کاری لگا رہے تھے کہ قلب لشکر کو محمد بن قاسم نے تکبیریں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھایا اور حملے کا حکم دے دیا تھا۔

اس حملے کے جواب میں راجہ داہر کا لشکر بھی تھوڑی دیر تک بڑی مضبوطی سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ تلواروں کی آوازیں آسمانوں کی طرف بلند ہونے لگی تھیں۔ نیزے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ ڈھالیں ڈھالوں سے ٹکراتے ہوئے شور پیدا کرنے لگی تھیں۔

راجہ داہر نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ ہاتھیوں سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کو پسپا کرنے کی کوشش کرے لیکن اب مسلمان لشکری ہاتھیوں کو نگاہوں ہی میں نہ لا رہے تھے وہ ایسے جذبہ جہاد میں سرشار ہوئے تھے کہ انہوں نے راجہ داہر کی صفیں کی صفیں الٹنا شروع کر دیں تھیں۔ ادھر دن ڈھل رہا تھا۔ داہر کا لشکر بھی لڑتے لڑتے چور ہو چکا تھا۔

یکایک راجہ داہر نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے اپنا ہاتھی آگے بڑھایا اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھیوں کو بھی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ محمد بن قاسم' خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' ذکوان بن علوان نے جب یہ دیکھا تو ان کی کمانداری میں جو تیر اندازوں کی تین ٹولیاں تھیں انہیں تیر اندازی کرنے کا حکم دیا۔ ان تیر اندازوں نے روغن نفت میں تیروں کو ڈبو ڈبو کر جب تیر انداز کی تو جہاں بھی یہ تیر گرتے آگ لگاتے چلے جاتے تھے۔

کسی زندہ دل مسلمان تیر انداز نے تاک کر ایسا تیر پھینکا جو راجہ داہر کے ہاتھی کی سونڈ میں لگا اور آگ لگ گئی اور ہاتھی گھبرا کر قریب ہی ایک جوہڑ میں جا گھسا اور بیٹھ گیا۔ فیل بان نے بڑی کوشش کی کہ ہاتھی باہر نکل آئے مگر وہ نہ نکلا۔ اس دوران راجہ داہر کے حفاظتی دستے بھی اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ کچھ برہمن جو لشکر میں برکت کی خاطر جمع تھے وہ بھی راجہ داہر کے اردگرد پھیل گئے۔ کچھ محافظ پانی میں کود گئے تاکہ ہاتھی کو اٹھائیں۔ پانی پینے کے بعد ہاتھی خود بہ خود کھڑا ہو گیا۔ اس موقع پر راجہ داہر نے پسپا ہو کر قلعے کی طرف جانا چاہا لیکن مسلمانوں نے تیروں کی ایسی بارش کی کہ راجہ داہر اور اس کا ہاتھی دونوں ہی زخمی ہوئے۔ راجہ داہر نے بھاگنے کی کوشش کرتے ہوئے جب دیکھا کہ لڑائی تو جاری ہے اس کے بہت سے عزیز اقارب رشتہ دار اور ساتھی لڑائی میں مارے جا چکے ہیں اس منظر کو دیکھ کر اس کے دل میں

ایک جوش پیدا ہوا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے مرنے کا منظر نہ برداشت کر سکا۔ زخمی ہونے کے باوجود بھی اپنے ہاتھی سے کودا اور بڑی بہادری سے میدان میں لڑنے لگا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا۔ راجہ داہر چونکہ ہاتھی سے کود چکا تھا۔ لہٰذا مسلمان لشکری نہ پہچان سکے کہ راجہ داہر کہاں ہے۔ عین اسی وقت ایک من چلا عرب مجاہد راجہ داہر کے سامنے آیا۔ وہ راجہ داہر کو نہیں پہچانتا تھا کہ وہ راجہ داہر ہے۔ راجہ داہر نے جب اس پر وار کیا تو اس نے راجہ داہر کے وار کو روکا اور جواب میں اس نے ایسی مہارت سے راجہ داہر پر تلوار برسائی کہ اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس نے راجہ داہر کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

مورخین کا خیال ہے کہ جس مجاہد نے راجہ داہر کی گردن کاٹی اس کا تعلق بنو کلاب سے تھا۔ مسلمان مورخین کا ایک گروہ جس میں ابن کلبی بھی شامل ہے اس کا کہنا ہے کہ جس مجاہد نے راجہ داہر کا سر قلم کیا اس کا تعلق قبیلہ بنی طے سے تھا۔ بہرحال اس زندہ دل جوان کا تعلق جس قبیلے سے بھی ہو اس نے راجہ داہر کی گردن کاٹ دی تھی۔

راجہ داہر کے قتل کے بعد اس کے لشکر میں جو برہمن تھے انہوں نے جلدی جلدی راجہ داہر کی لاش اور اس کے کٹے ہوئے سر کو تالاب کے کیچڑ میں چھپا دیا تاکہ مسلمان راجہ داہر کی لاش پر قبضہ نہ کر سکیں۔

برہمنوں نے چونکہ جلدی جلدی راجہ داہر کی لاش اور کٹے ہوئے سر کو کیچڑ میں چھپایا تھا لہٰذا راجہ داہر کے لشکری جو ابھی تک میدان میں موجود تھے انہیں خبر نہ ہوئی تھی کہ ان کا راجہ مر چکا ہے۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ راجہ اپنے ہاتھی سے اتر کر جنگ کر رہا ہے لیکن جب مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا زیادہ زور پڑا تو انہوں نے پسپا ہونے کی کوشش کی لیکن یہ پسپائی بھی انہیں مہنگی پڑی۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے محمد بن قاسم اور خریم بن عمر نے ان کا قتل عام شروع کیا۔ دائیں بائیں پہلوؤں پر بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان طوفانوں کی طرح چھا گئے تھے۔ راوڑ قلعے کی طرف پیچھے ہٹتے ہٹتے محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں نے دشمن کے پورے لشکر کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ راوڑ شہر میں داخل ہونے کے بجائے

اپنے بچے کچے لشکر کے ساتھ برہمن آباد کی طرف بھاگ گیا تھا۔

محمد بن قاسم اپنے لشکر کو لے کر راوڑ کی طرف بڑھا۔ راجہ داہر کی بیوی رانی لاڈلی ابھی تک راوڑ کے قلعے میں موجود تھی۔ قلعے میں ایسی کوئی طاقت ایسی کوئی قوت موجود نہ تھی جو محمد بن قاسم اور اس کے لشکر کی راہ روکتی۔ لاڈلی نے جب دیکھا کہ مسلمان قلعے میں داخل ہو رہے ہیں اور کوئی قوت ان کی راہ روکنے والی نہیں تو داہر کی بیوی رانی لاڈلی گرفتاری کے خوف سے اپنی لونڈیوں سمیت جل مری تھی۔

رانی لاڈلی کے متعلق بہت سی روایات ہیں جو قصے کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے راجہ داہر کے قتل کے بعد رانی لاڈلی برہمن آباد میں مقیم ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ آخری وقت تک مسلمانوں کا مقابلہ کرے گی اور وہ ناکام ہوئی تو آخر میں ستی ہو جائے گی۔

چنانچہ اس نے برہمن آباد میں قیام کے زمانے میں اپنے خرچ سے ایک چھوٹا سا لشکر تیار کر لیا جو قلعے کے دروازے پر متعین تھا۔ جب مسلمان فوجیں اچانک قلعے میں داخل ہوئیں تو لاڈلی کو خبر بھی نہ ہونے پائی اور وہ دوسرے قیدیوں کی طرح گرفتار ہو کر محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوئی۔ محمد بن قاسم کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ داہر کی بیوی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اس کو پردے میں نہایت عزت و احترام سے دوسرے قیدیوں سے الگ رکھا جائے۔

رانی لاڈلی کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ راجہ داہر کے مرنے کے بعد رانی لاڈلی راوڑ سے برہمن آباد کی طرف چلی گئی تھی۔ برہمن آباد کے فتح ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ راجہ داہر کے رشتہ داروں کو تلاش کیا جائے مگر ان کا کچھ پتا نہ چلا۔ وہ اسی فکر میں تھا تو دوسرے دن برہمنوں کا ایک وفد جو ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد بن قاسم نے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا تم کس فوج سے تعلق رکھتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا امیر ہمارا تعلق کسی فوج سے نہیں ہے۔ ہم برہمن ہیں ہم جس راجہ کے ملازم تھے وہ مارا جا چکا ہے اور یہ مملکت اب آپ کی تحویل میں ہے۔ ہم میں کچھ لوگوں نے اپنے طور پر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا ہے ہم جو باقی

بچے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ اب آپ اس ملک کے حاکم ہوئے ہیں آپ کو سلام کریں اور ہم یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی ہمارے متعلق کیا رائے ہے؟

محمد بن قاسم نے کہا میں تم لوگوں کو ایک شرط پر امان دیتا ہوں تم داہر کے رشتہ داروں کو جہاں کہیں بھی ہوں لا کر حاضر کرو۔ اس وعدہ معافی کے بعد ان برہمنوں نے رانی لاڈلی کو لا کر محمد بن قاسم کے سامنے حاضر کر دیا۔ محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت کے بعد رانی لاڈلی کو آزاد کر کے شادی کر لی لیکن یہ دونوں روایتیں محض قصے کہانیاں ہیں اور محمد بن قاسم اور رانی لاڈلی کی شادی افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ عرب مورخین نے کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ مورخ بلاذری نے بصراحت اس بات کا ذکر کیا ہے کہ محمد بن قاسم نے راوڑھ قلعے کو بزور بازو فتح کیا وہیں رانی لاڈلی موجود تھی۔ گرفتاری کے خوف سے جل مری تھی۔ راوڑھ قلعے میں داخل ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے جب اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تو اس نے جو سب سے پہلے حکم دیا وہ یہ تھا کہ راجہ داہر کا پتا چلایا جائے کہ وہ کہاں ہے؟ چنانچہ راجہ داہر کی تلاش ہر جگہ شروع ہوئی یہاں تک کہ کسی کو پتا نہ چلا کہ راجہ داہر کہاں ہے زندہ ہے یا مارا گیا؟

اس دوران ایک برہمن محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے انصاف پسند حاکم اگر مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ راجہ داہر کا انجام کیا ہوا؟ اور اس کی لاش اس وقت کہاں ہے؟

محمد بن قاسم نے اس کو اور اس کے خاندان والوں کو امان دے دی جس پر برہمن بے حد خوش ہوا اور محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا آپ کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجیں جس تالاب کے کنارے جنگ ہوئی تھی میں اور میرے کچھ برہمن ساتھیوں نے راجہ داہر کی لاش کو وہیں دبا دیا تھا۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ایک مسلمان لشکری نے اس پر تلوار گرائی تھی اور اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ اسی وقت ہم نے کیچڑ میں اس کی لاش کو دبا دیا تھا تاکہ کسی کو پتا نہ چلے کہ راجہ داہر کہاں گیا ہے؟

برہمن کے کہنے پر محمد بن قاسم نے اپنے کچھ ساتھی اس برہمن کے ساتھ بھیجے

کیچڑ کے اندر سے اس برہمن کی سرکردگی میں راجہ داہر کا کٹا ہوا سر لایا گیا اور محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا۔

جو لوگ اس وقت محمد بن قاسم کے سامنے تھے انہیں مخاطب کر کے اس نے پوچھا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو داہر کو پہنچانتا ہو۔ اس پر کوئی بھی نہ بولا پھر محمد بن قاسم نے حکم دیا ان دو کنیزوں کو پیش کیا جائے جو جنگ کے دوران راجہ داہر کے ساتھ ہاتھی کی عماری میں موجود تھیں جن میں سے ایک راجہ داہر کو شراب پلاتی تھی دوسری پان کے بیڑے پیش کرتی تھی۔ محمد بن قاسم کے حکم پر دونوں کو لا کر محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا۔ راجہ داہر کا کٹا ہوا سر دونوں کنیزوں کے سامنے پیش کیا گیا تو محمد بن قاسم نے پوچھا کیا یہ راجہ داہر کا سر ہے۔ دونوں نے سر کو بڑے غور سے دیکھا پھر گھبرا کر ایک بول پڑی یقیناً یہ راجہ داہر ہی کا سر ہے۔ اس پر محمد بن قاسم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور راجہ داہر کا سر صارم بن صارم کے ہاتھ عراق بھجوا دیا تھا۔

راوڑھ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک بہترین سیاست دان کی حیثیت سے تمام باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پرامن شہریوں، تاجروں اور دوسرے پیشہ وروں سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی بلکہ نہایت عمدگی سے ان سب کو شہر میں آباد کیا۔

راوڑھ کی جنگ میں محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا تھا۔ بہت سے قیدی بھی تھے جو گرفتار ہوئے تھے۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی ایک بھانجی بھی تھی جس کا نام حسنہ تھا۔ جس وقت صارم بن صارم کے ہاتھ راجہ داہر کا سر عراق بھجوایا گیا تھا تو اس کی سرکردگی اور کمانداری میں مال غنیمت کے علاوہ قیدیوں کو بھی عراق کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان جنگی قیدیوں میں راجہ داہر کی بھانجی حسنہ بھی شامل تھی۔

سارے قیدیوں اور جنگ میں ملنے والا مال غنیمت حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کیا گیا۔ حجاج نے خدا کا شکر ادا کیا پھر کوفے کی جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے راوڑھ کی فتح کی خوشخبری سنائی اور لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔

اس کے بعد حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کا کٹا ہوا سر قیدی اور دوسری چیزیں

پایہ تخت دمشق میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف روانہ کی۔ ولید نے حجاج کا خط پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ داہر کی بھانجی کو بھی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت حضر عبداللہ بن عباسؓ بھی وہیں تھے انہوں نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے راجہ داہر کی بھانجی حسنہ کو اپنے لئے مانگ لیا۔ ولید بن عبدالملک نے حسنہ کو ان کے حوالے کر دیا اور انہوں نے حسنہ کے ساتھ نکاح کر لیا تاہم عبداللہ بن عباس کے ہاں حسنہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔

○

ادھر راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ راوڑھ کے نواح میں شکست اٹھانے کے بعد برہمن آباد کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ برہمن آباد پہنچ کر اس نے آس پاس کے تمام مددگاروں سے امداد طلب کی اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ چاروں طرف خطوط لکھے۔ اس نے اپنے بھائی گوپی کو جو اس وقت راوڑھ میں تھا خط لکھا اور مدد طلب کی۔ دوسرا خط بھاٹیہ کے قلعے میں اپنے بھتیجے دھرسینہ کو بھیجا۔ تیسرا خط اپنے چچا چندر کے بیٹے ڈھول کو لکھا جو بدھیہ کا حاکم تھا اور اس نے ان تمام خطوں میں راوڑھ کے باہر مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے تمام حالات تفصیل کے ساتھ لکھے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سارے حاکموں سے مدد بھی طلب کی تھی۔

○

رمضان میں راوڑھ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کئے رکھا۔ یہاں تک کہ پوری تیاریاں کرنے کے بعد شوال کے مہینے میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ راوڑھ سے کوچ کیا۔ اب وہ سندھ کے بڑے شہر برہمن آباد کا رخ کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن قاسم کے جاسوسوں نے خبر دے دی تھی کہ برہمن آباد کے راستے میں دو بڑے قلعے آتے ہیں۔ ایک کا نام بہرور اور دوسرے کا نام دہلیلہ ہے اور دونوں قلعوں میں ہزاروں کی تعداد میں مسلح جوان موجود ہیں جو محمد بن قاسم کی راہ روکیں گے۔

یہ خبر سننے کے بعد محمد بن قاسم نے راوڑھ سے کوچ کرتے ہوئے پہلے بہرور نام کے قلعے کا رخ کیا جو جاسوس پہلے ہی بتا چکے تھے کہ اس قلعے میں لگ بھگ سولہ ہزار مسلح جوان ہیں جو راجہ داہر کے وفادار ہیں اور جونہی مسلمان بہرور کے قریب پہنچیں گے تو وہ سولہ ہزار مسلح جوان اچانک قلعے سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

محمد بن قاسم اور اس کے سارے سالار اور لشکری دشمن کے اچانک حملے کیلئے بالکل تیار تھے۔ لشکر کی ترتیب پہلے ہی درست کر لی گئی تھی۔ صفیں درست کرتے ہوئے لشکری آگے بڑھ رہے تھے۔ جب محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ بہرور کے قریب پہنچا تو جاسوسوں کی اطلاع درست ثابت ہوئی۔ قلعے کے اندر جو سولہ ہزار مسلح جوان تھے وہ قلعے سے نکلے اور بے لگام وحشیوں کی طرح محمد بن قاسم کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ محمد بن قاسم اور اس کے لشکری پہلے ہی حملے کیلئے تیار تھے اور جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوہستانوں کا جگر شق کرتے ہوئے مجاہدوں' موسموں کے احوال

درست کرنے والے سرفروشوں اور عقوبت کے چیختے بگولوں کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ قلعے سے باہر کچھ دیر تک ہولناک جنگ رہی۔ یہاں تک کہ قلعے سے نکل کر حملہ کرنے والے سولہ ہزار مسلح سورماؤں کو بدترین شکست ہوئی۔ وہ پسپا ہو کر قلعے کی طرف اس طرح پلٹے جیسے پیاسی بھیڑیں ندی کی طرف بھاگتی ہیں یا زندگی کی تلاطم خیزی سے گھبرا کر حرص و ہوس کا کوئی بندہ پناہ گاہ کی تلاش میں ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے۔ بہرحال محمد بن قاسم کے ہاتھوں شکست اٹھا کر دشمن بہرور کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔

دشمن کے محصور ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی منجنیقوں کو استوار کیا۔ قلعے کے اردگرد انہیں نصب کیا گیا پھر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کی گئی اور روغن نفت سے جلتے ہوئے تیر قلعے پر برسائے گئے جن کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ کئی جگہ سے قلعے کی دیواروں کو توڑ دیا گیا۔ مسلمان دندناتے ہوئے قلعے میں داخل ہوئے۔ قلعے کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اس نے مقابلہ کیا لیکن مسلمان غالب رہے اور سارے محافظوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اس قلعے کے فتح ہونے سے محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا۔

قلعہ بہرور کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے دوسرے بڑے قلعے دہلیلہ کا رخ کیا۔ اس شہر اور قلعے کے اندر جس قدر تاجر اور دوسرے شہری تھے وہ مسلمانوں کے لشکر کی آنے کی خبر سن کر پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ قلعے میں صرف مسلح شہری ٹھہرے ہوئے تھے۔ محمد بن قاسم کا لشکر جب وہاں پہنچا تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بلی چوہے کا کھیل شروع کیا۔ شہر سے نکل کر وہ حملہ آور ہوتے کچھ دیر جنگ کرتے اور پھر دوبارہ قلعے میں چلے جاتے۔ آخر محمد بن قاسم نے دشمن پر دباؤ بڑھانا شروع کیا۔ قلعے کے اندر جس قدر مسلح جوان تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے تو وہ ایک رات اچانک مخالف سمت کے دروازے سے نکلے اور اپنی جانیں بچا کر برہمن آباد کی طرف چلے گئے تھے۔ یوں دہلیلہ نام کے قلعے پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ یہاں محمد بن قاسم نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

دہلیلہ میں پڑاؤ کے دوران محمد بن قاسم نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں اور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے۔ ان پر اسلام کی خوبی واضح کر کے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

راجہ داہر جنگ میں مارا جا چکا تھا لیکن اس کا وزیر سیاکر ابھی تک زندہ تھا اور اپنی جان بچاتے ہوئے ادھر ادھر بھٹک رہا تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ محمد بن قاسم نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں اور حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے ہیں تو اسے بھی حوصلہ ہوا کہ اگر وہ بھی محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے بھی پناہ مل سکتی ہے۔

اس نے اپنے کچھ خفیہ آدمی محمد بن قاسم کی طرف بھیجے اور ان کے ذریعے اپنی غلطی پر شرمندگی کا اظہار کر کے معافی کا خواستگار ہوا۔ جو آدمی سیاکر کی طرف سے محمد بن قاسم کی خدمت میں پیش ہوئے ان کے ذریعے سے محمد بن قاسم نے سیاکر کو معاف کر دیا۔ سیاکر کے آدمی جب یہ خبر لے کر سیاکر کے پاس پہنچے اور اسے محمد بن قاسم کی طرف سے معافی نامہ پیش کیا تب وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اپنے ساتھ ان مسلمان عورتوں کو بھی لایا تھا جنہیں گرفتار کر کے بطور یرغمال رکھا گیا تھا اور یہ وہی عورتیں تھیں جنہوں نے اپنی گرفتاری کے وقت اپنے اللہ کے ساتھ ساتھ حجاج بن یوسف کو بھی اپنی مدد کیلئے پکارا تھا۔ محمد بن قاسم ان مظلوم عورتوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور انہیں واپس عراق بھیج دیا۔

سیاکر جب محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوا تو محمد بن قاسم اس کے ساتھ بڑی عزت اور احترام سے پیش آیا اور اسے خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازا۔ یہاں تک کہ اسے اپنا وزیر بنایا۔ سیاکر نہایت ہی عقلمند، مدبر اور دور اندیش انسان تھا۔ وہ چند ہی دنوں میں محمد بن قاسم کا اس قدر قابل اعتماد ہو گیا کہ تمام معاملات میں محمد بن قاسم اس سے مشورہ کرنے لگا۔ سیاکر بھی اس کا اس قدر ممنون تھا کہ وہ اکثر محمد بن قاسم کی تعریف کرتا اور اس کے گن گاتا۔

جس وقت سیاکر محمد بن قاسم کے پاس آیا اور محمد بن قاسم نے اسے نوازا تب محمد بن قاسم نے سیاکر کو خریم بن عمر کے حوالے کیا تاکہ اس کی رہائش کا عمدہ انتظام

کیا جائے۔ خریم بن عمر کے ساتھ اٹھ کر سیاکر جب محمد بن قاسم کے خیمے سے باہر آیا تب سیاکر نے خریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز نہ تو پہلے تو مجھے جانتا ہے نہ میں تیری شکل سے واقف ہوں۔ پر میں نے تیرا نام ضرور سنا ہے اس لئے کہ تو نے بڑے بڑے معرکوں میں بڑے بڑے ناقابل تسخیر سورماؤں کو اپنے سامنے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ ذرا مجھے اپنے ذاتی خیمے میں لے چل میں تیری بیوی سانکرہ سے ملنا پسند کروں گا اگر ہو سکے تو نکامرہ قبیلے کے سردار کی بیٹی اور تمہارے نائب بنانہ بن حنظلہ کی بیوی گودیری کو بھی مجھ سے ملا دو تو مجھ پر تمہارا احسان ہو گا۔

خریم بن عمر سیاکر کی اس گفتگو سے چونکا اور اسے کہنے لگا سیاکر تم ان دونوں کو کیسے جانتے ہو۔

سیاکر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور پھر وہ خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے ابن عمر اپنی بیٹی کو کون نہیں جانتا۔ شاید آپ کو خبر ہو گی کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ میں تمہاری بیوی سانکرہ اور بنانہ بن حنظلہ کی بیوی گودیری کو جانتا ہوں ذرا تم مجھے ان کے پاس تو لے کر چلو وہ خود ہی مجھے پہچان جائیں گی اس لئے کہ مذہبا" میں بھی بدھ مت کا ماننے والا ہوں۔ سانکرہ کے باپ سندر داس کے ساتھ میرے بہترین تعلقات رہے ہیں۔ گودیری کا باپ وانگہ بھی اکثر و بیشتر سندر داس کے پاس آتا رہتا تھا۔ وہیں اس سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ وانگہ کی بیٹی گودیری کو بھی جانتا ہوں مجھے ذرا ان دونوں بیٹیوں کے پاس لے کر چلو میرے پاس ان کی کچھ امانتیں بھی ہیں۔

اتنے میں ایک طرف سے بنانہ بن حنظلہ بھی آ گیا۔ خریم بن عمر نے اسے سیاکر کی ساری گفتگو سے آگاہ کیا۔ پھر بنانہ بن حنظلہ کہنے لگا گودیری اس وقت سانکرہ کے پاس ہی ہے۔ چلو سیاکر کو لے کر وہیں چلتے ہیں اس پر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں سیاکر کو لے کر خریم بن عمر کے خیمے کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

اپنے خیمے کے دروازے کے پاس جانے کے بعد ہاتھ کے اشارے سے خریم بن

عمر نے سیاکر کو رکنے کیلئے کہا خود وہ اور بنانہ بن حنظلہ خیمے میں داخل ہوئے۔ اندر سانکرہ اور گودیری بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں۔ خریم بن عمر آگے بڑھا اور دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دروازے پر تم دونوں کا ایک مشترکہ مہمان ہے۔ مجھے امید ہے تم دونوں اسے پہچان لو گی۔ خریم بن عمر کے ان الفاظ پر سانکرہ اور گودیری دونوں نے چونکنے کے سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں پھر خریم بن عمر دروازے پر گیا اور سیاکر کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لایا۔ سیاکر کو دیکھتے ہی سانکرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر کے کہنے لگی۔

یہ تو محترم سیاکر ہیں انہیں آپ کہاں سے لے کر آئے۔ اس پر سیاکر خود ہی بول پڑا۔

بیٹی پہلے مجھے بیٹھنے کیلئے تو کہو پھر میں تمہیں اور گودیری کو اپنے پورے حالات سناتا ہوں۔ سانکرہ نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا۔ سیاکر آگے بڑھ کر اس پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے محمد بن قاسم کے پاس پہنچنے کے سارے حالات سنا ڈالے تھے۔

اس کے بعد اس نے اپنے لباس سے دو چھوٹی چھوٹی تھیلیاں نکالیں۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے سانکرہ اور گودیری کو اپنے قریب آنے کے لئے کہا۔ وہ سیاکر کے سامنے جا کر بیٹھ گئیں پھر سیاکر نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میری دونوں بیٹیو میری بچیو جس وقت تم دونوں کی شادی ہوئی تھی اس وقت میں کچھ بے بس اور مجبور تھا۔ تمہاری شادی کی خوشی میں تمہیں کچھ دے نہ سکتا تھا لیکن جو کچھ میں دینا چاہتا تھا اس کا میں نے اہتمام ضرور کر لیا تھا اور اس موقع کی تاک میں تھا کہ مجھے کوئی وقت ملے۔ میری تم سے ملاقات ہو تو تمہیں شادی کی خوشی کے وہ تحائف پیش کروں جو میں نے جمع کر رکھے تھے۔

پھر دونوں کو ایک ایک تھیلی تھماتے ہوئے سیاکر دوبارہ بول پڑا۔

میری بیٹیو ان دونوں تھیلیوں میں تمہاری شادی کی خوشی میں تحائف ہیں۔ انہوں نے جب تھیلیاں کھول کر دیکھیں تو ان میں جواہرات کے علاوہ قیمتی زیورات تھے۔ دونوں کچھ دیر تک بڑی ممنونیت سے سیاکر کی طرف دیکھتی رہیں پھر سانکرہ

نے اسے مخاطب کیا۔

اے عم آپ نے خواہ مخواہ میں اتنی زحمت کی۔ آپ ہمیں کچھ بھی نہ دیتے صرف شادی کی مبارکباد دے دیتے تب بھی آپ کی طرف سے ہمارے لئے بہت بڑا انعام ہوتا۔ سیاکر نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے باری باری دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر کہنے لگا۔

تم دونوں جانتی ہو میری کوئی اولاد نہیں ہے لہٰذا تم دونوں کیلئے بیٹیوں کی حیثیت سے اہتمام کرنا میری دلی خوشی اور روحانی مسرت تھی۔ اب اس معاملے میں کوئی لفظ نہ کہنا۔

اتنی دیر تک خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ بھی سیاکر کے قریب ہو بیٹھے تھے۔ پھر خریم بن عمر نے سیاکر کو مخاطب کیا۔

میں اپنے حصے کے لشکر ہی میں آپ کی رہائش کا انتظام کروں گا۔ آپ کیلئے ایک عمدہ خیمے کا اہتمام کیا جائے گا اور آپ کے آرام کا ہر طرح سے خیال کیا جائے گا جبکہ ہم دونوں قلعوں کو فتح کر چکے ہیں اور لشکر یہاں پر ستا بھی چکا ہے تو لشکر اب چند روز تک برہمن آباد کی طرف کوچ کرے گا۔ آپ نے تو یہ سارے علاقے دیکھے ہیں کیا آپ ہمیں برہمن آباد کے بارے میں کچھ تفصیل نہ بتائیں گے کہ کیسا شہر ہے۔ مضبوطی کے لحاظ سے کس قدر ہے۔ یہاں سے کتنا دور ہے اور کتنی بڑی قوت وہاں جمع ہو گی۔ اس پر سیاکر تھوڑی دیر کے لئے کچھ سوچتا رہا پھر شاید اس نے اپنے خیالات کو مجتمع کیا۔ اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

عزیزو! برہمن آباد اصل میں ایرانی نام ہے ایران کے بادشاہ بہمن اردشیر کے حکم سے یہ شہر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے اس کا اصل نام بہمن آباد تھا۔ بہمن اردشیر نے اپنی وسیع مملکت میں سے تین شہر اپنے نام سے آباد کئے تھے۔ ایک بہمن آباد خراسان میں تھا جو رے اور نیشاپور کے درمیان تھا۔ دوسرا عراق میں تھا جس کو شروع شروع میں اینداردشیر کا نام دیا گیا مگر بعد میں وہ بھی بہمنا کہلانے لگا۔

چونکہ سندھ کو بھی بہمن اردشیر نے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا اور اس کے دور حکومت میں سندھ میں یکے بعد دیگرے اس کے والی مقرر ہوتے

رہے اس لئے سندھ میں بھی اس کے نام سے یہ شہر آباد ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ سندھ میں بھی بہمن اردشیر نے تین شہر آباد کئے۔ ایک قندابیل جو ترکوں اور ہندوؤں کی سلطنت کو جدا کرتا ہے۔ دوسرا اور تیسرا بہمن آباد غالباً اس شہر کے آباد ہونے کے کچھ عرصے کے بعد جب سندھ میں برہمن برسر اقتدار آئے تو انہوں نے بہمن آباد کا نام بدل کر برہمن آباد کر لیا ورنہ شہر کا اصل نام بہمن آباد ہی تھا۔

اس شہر کے نام کی تبدیلی کی مختلف وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ بہمن آباد کو برہمن آباد میں تبدیل کرنے میں وہاں کے برہمنوں کا تعصب حائل تھا۔ جس کی بنا پر انہوں نے بہمن آباد کو برہمن آباد کہنا شروع کر دیا اور برہمن آباد میں جو ایرانی آتش کدے تھے وہ مٹا کر ہندوستانی بت کدے تعمیر کر دیئے۔ بہمن آباد کو برہمن آباد میں تبدیل کرنے کی دوسری وجہ یہ خیال کی جاتی ہے کہ سندھی زبان کے مقامی تلفظ کی وجہ سے بہمن آباد برہمن آباد ہو گیا۔

یہ برہمن آباد کبھی رائے گھرانے کی حکومت کے زمانے میں لوہانی پرگنے کا مرکزی شہر ہوا کرتا تھا اور وہاں کے حاکم اگھم کا دارالحکومت تھا۔ اب بھی اس شہر کی بڑی اہمیت ہے اور اس علاقے کا یہ خاص شہر اور قلعہ خیال کیا جاتا ہے اور شہر ایک مضبوط قلعے کے اندر ہے جس کے چار دروازے ہیں۔ شہر کے مشرقی جانب جلوالی نام کی ایک چھوٹی سی نہر بھی بہتی ہے۔

(محمد بن قاسم کے بیٹے نے سندھ کے گورنر کی حیثیت سے اپنی شاندار فتوحات کی یادگار کے طور پر ایک نیا شہر منصورہ آباد کیا کیونکہ یہ نیا شہر برہمن آباد اور سارے سندھ کا پایہ تخت بنا اس لئے سندھ کے لوگ اس شہر کو بھی برہمن آباد کہنے لگے۔ لیکن منصورہ اور برہمن آباد میں فرق تھا۔ سندھی منصورہ کو بھی برہمن آباد کے نام سے یاد کرنے لگے۔ جبکہ عرب مورخین دونوں شہروں میں فرق کرنے کیلئے پہلے برہمن آباد کو قدیم برہمن آباد کہنے لگے جو منصورہ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔

قدیم برہمن آباد موجودہ جھول شہر سے مغرب کی طرف کھنڈرات کے آس پاس خیال کیا جاتا ہے جبکہ محمد بن قاسم کے بیٹے نے جو منصورہ شہر آباد کیا وہ موجودہ شہر

شہداد پور سے تقریباً آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف ہند جمڑاو کے قریب دلور کے مشہور ٹیلے کے آس پاس خیال کیا جاتا ہے۔)

سیاکر جب برہمن آباد کے متعلق تفصیل سنا چکا تب خریم بن عمر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سیاکر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سیاکر سب سے پہلے میں اپنی بنانہ بن حنظلہ' سانکرہ اور گودیری کی طرف سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے سانکرہ اور گودیری کو ان کی شادی پر تحائف پیش کئے۔ میرے خیال میں تم اٹھو میں تمہارے قیام کا بندوبست کروں پھر تم آرام کرو۔ سیاکر نے خریم بن عمر کی ہاں سے ہاں ملائی پھر خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ سیاکر کو اس خیمے سے لے گئے تھے۔

○

اپنے لشکر کو کچھ دن ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اب اس نے برہمن آباد کا رخ کیا۔ برہمن آباد پہنچ کر محمد بن قاسم نے جلوالی ہند کے کنارے برہمن آباد کے مشرق کی جانب اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا۔ وہیں سے اس نے ایک خط اپنے قاصد کے ذریعے برہمن آباد روانہ کیا جس میں لکھا تھا اسلام قبول کرو یا ہماری اطاعت قبول کر کے جزیہ دو اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

دوسری جانب راوڑھ میں بدترین شکست اٹھانے اور راجہ داہر کی موت کے بعد اس کے بیٹے جے سینہ نے برہمن آباد کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنا لیا تھا اور یہیں اس نے مسلمانوں کی راہ روکنے کا عزم کیا تھا۔ پہلے وہ برہمن آباد میں جنگی تیاریوں میں مصروف رہا۔ برہمن آباد کے قلعے میں اس نے چالیس ہزار کا ایک تربیت یافتہ لشکر رکھا۔ اس لشکر کی کمانداری اس نے منجھے ہوئے جرنیلوں کے حوالے کی۔ اتنا ہی ایک اور لشکر لے کر وہ چنیسر کی طرف چلا گیا۔ دراصل برہمن آباد کے نواح میں محمد بن قاسم کے ساتھ جے سینہ ایک جنگی کھیل کھیلنا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ محمد بن قاسم جب برہمن آباد کے نواح میں پڑاؤ کرے گا تو برہمن آباد کے قلعے کے اندر جو چالیس ہزار لشکر ہو گا وہ باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے گا جبکہ دوسرے اتنے ہی بڑے لشکر کے ساتھ وہ مسلمانوں پر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کرے گا اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح جے سینہ کو امید تھی کہ وہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دے گا اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کرے گا۔

جے سینہ چونکہ برہمن آباد چھوڑ چکا تھا اور جو جرنیل اس نے چالیس ہزار کے لشکر پر مقرر کیے تھے انہیں چونکہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دے دیا تھا اس لئے محمد بن قاسم نے جو قاصد تین شرائط دے کر برہمن آباد روانہ کیا تھا وہ قاصد ناکام لوٹا۔ قاصد کے ناکام لوٹنے کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ اپنے سامنے خندقیں کھودی جائیں جب خندقیں تیار ہو گئیں تو پیر کے روز رجب کے مہینے کی پہلی تاریخ کو برہمن آباد پر حملے کی ابتداء کی گئی۔

محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے دائیں بائیں حصے میں جو خندقیں کھودی تھیں ان سے اس نے خوب کام لیا۔ ان کے اندر اس نے منجھے ہوئے تیر انداز بٹھا دیئے تھے۔ سامنے والا حصہ خالی رکھا تاکہ دشمن کے ساتھ ٹکرانے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ محمد بن قاسم کے مخبر اسے یہ بھی خبر دے چکے تھے کہ جے سینہ مسلمانوں کے ساتھ شب خون کا کھیل کھیلے گا اس لئے محمد بن قاسم نے دور دور تک اپنے مخبر بھیج دیئے تھے کہ اگر ان علاقوں میں جے سینہ نمودار ہو تو ہر وقت اس کی آمد کی اطلاع دی جائے۔

جس روز برہمن آباد والوں سے جنگ کی ابتدا ہوئی اس وقت برہمن آباد میں جو چالیس ہزار لشکر تھا وہ ڈھول باجے بجاتے ہوئے قلعہ سے نکلے اور آغوش سکوت میں برہم صداؤں کی تخم ریزی اور سانسوں میں بڑی تیزی کے ساتھ تحلیل ہو جانے والی تلخیوں بھرے زہر کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

ان کے حملے کے بعد لال منہ سورج نے دیکھا۔ مسلمانوں کے لشکر میں کڑکڑاتے بادلوں کی طرح تکبیریں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان سنگریزوں کے بے مروت طوفانوں کی طرح حرکت میں آتے ہوئے اپنے کام کی ابتداء کر گئے تھے۔ شنگرفی سورج کی چشم رسدگاہ نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان بھنور بھنور طوفان کھڑے کرتے سمندر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ برہمن آباد سے باہر میدان جنگ زندہ دل مسلمان مجاہد اپنی روح میں غیر مرئی نشہ اور اپنے دل میں وجدانی کیفیت لئے قضا کی پرچھائیوں کی طرح دشمن کی طرف چھانے لگے تھے۔ وہ جس سمت بھی رخ کرتے لمحوں کی علاوہ سانسوں کا سکون چھینتے چلے جاتے لمحوں کے اندر انہوں نے تیز و تند ہنگامہ خیز

طوفانوں کی طرح دشمن کے لشکریوں کو غم انگیز اور اشک بار کرنا شروع کر دیا تھا۔

قلعے سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا لشکر گو محمد بن قاسم کے لشکر سے لگ بھگ چار گناہ بڑا تھا پھر بھی وہ مسلمانوں کے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ پیٹھ دکھا کر یہ لشکر بھاگا اور قلعے میں محصور ہو گیا۔

ابھی یہ لشکر قلعے میں داخل ہی ہوا تھا کہ محمد بن قاسم کے مخبروں نے اطلاع دی کہ ان کی پشت کی طرف سے راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس کے حملے سے بچنے کیلئے محمد بن قاسم نے پہلے ہی تدبیر اختیار کر رکھی تھی۔ جونہی یہ خبر ملی اس سے مقابلہ کرنے کے لئے خریم بن عمرؓ ذکوان بن علوان بنانہ بن حنظلہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہوئے اور واپس لڑتے ہوئے وہ جے سینہ کے قریب بڑھے۔ اتنی دیر تک جے سینہ قریب آگیا تھا۔ خریم بن عمر ذکوان بن علوان اور بنانہ بن حنظلہ نے جے سینہ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تھی۔ جے سینہ یہ امید بھی نہ رکھتا تھا کہ مسلمان اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دیں گے۔ وہ تو یہ سوچ کے آیا تھا کہ مسلمان قلعے سے نکل کر حملہ آور ہونے والے لشکر کے ساتھ برسرپیکار ہوں گے۔ وہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا لیکن وہ دیر سے پہنچا تھا۔ اس کی توقعات سے کہیں پہلے مسلمانوں نے قلعے سے نکل کر حملہ آور ہونے والے لشکر کو پسپا کر دیا تھا۔

قلعے میں محصور ہو جانے والے لشکر کو جب خبر ہوئی کہ جے سینہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا ہے تو وہ ایک بار پھر قلعے سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ اب ان کے سامنے محمد بن قاسم اور اس کے ساتھی سالار تھے۔ ذکوان بن علوان خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ جے سینہ سے ٹکرا چکے تھے۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے کمال ذہانت اور تدبر سے کام لیا۔ شہر سے نکلنے والا لشکر جونہی قریب آیا محمد بن قاسم نے دائیں بائیں جو خندقیں کھود رکھی تھیں اور جس کے اندر اس نے پہلے سے تیر انداز بٹھائے ہوئے تھے انہیں اس نے مخصوص اشارہ کیا۔ شہر سے نکلنے والا لشکر جونہی قریب آیا دونوں طرف سے اس پر ایسی تیر اندازی کی گئی کہ صفیں کی صفیں الٹ گئیں۔ گھوڑے زخمی ہو کر سواروں سمیت زمین پر گرنے لگے تھے۔ زخمی ہونے

والے انسانوں کی چیخوں کا ایک کہرام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

قلعے سے نکلنے والے لشکر نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک دم وہ پلٹا اور دوبارہ قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔ ادھر جے سینہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہ پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی جنگی حالت کو ابتر کر دے گا لیکن اس کے سارے خواب منتشر ہو گئے تھے۔ اس پر سامنے کی طرف سے خریم بن عمر ضرب لگا رہا تھا۔ دائیں جانب بنانہ بن حنظلہ اور بائیں جانب سے ذکوان بن علوان نے اس کے لشکریوں کو بڑی تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ یوں اس سہہ طرفہ حملے سے جے سینہ کے سارے عزائم خاک میں مل گئے اور وہ اپنے لشکر کو لے کر پسپا ہوا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو واپس ہونے کا حکم دیا۔ اس نے جے سینہ کا تعاقب نہیں کیا۔ اس سلسلے میں وہ محمد بن قاسم سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔

قلعے سے نکل کر حملہ آور ہونے والے محصور ہو گئے تھے۔ جے سینہ بھاگ چکا تھا لہٰذا محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو دائیں طرف کی خندق کی طرف جمع کیا۔ سارے سالار اس کے پاس آ گئے تب محمد بن قاسم نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

عزیزو! یہاں جنگ کی صورتحال دوسرے شہروں کی نسبت کچھ مختلف ہے۔ جے سینہ نے ہمارا مقابلہ کرنے کیلئے پہلے سے منظم تیاریاں شروع کر رکھی ہیں۔ اس کا لائحہ عمل یہی ہے کہ جب شہر والوں سے ہماری جنگ عروج پر ہو تو پشت کی طرف سے وہ حملہ آور ہو۔ اس پہلی جنگ میں ہم نے چونکہ اس کی توقعات کے خلاف شہر والوں کو جلدی پسپا ہو کر محصور ہونے پر مجبور کر دیا لہٰذا جے سینہ نے ہماری پشت پر دیر سے حملہ کیا ہے لیکن آئندہ ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔

خریم بن عمر میں تمہارے ذمے ایک کام لگا رہا ہوں جے سینہ کو ہمیں یوں کھلا نہیں چھوڑنا چاہئے جس قدر لشکر تمہارے پاس ہے وہ بھی بنانہ بن حنظلہ، ذکوان بن علوان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ تم تینوں مل کر جے سینہ کا تعاقب کرو۔ اس کے پیچھے لگ جاؤ جہاں کہیں بھی جاتا ہے اس کے تعاقب میں سائے کی طرح لگے رہو اور اس کا خاتمہ کر کے رہو۔ شہر سے نکل کر جو لشکر حملہ آور ہوا

ہے اس کی طاقت اور قوت کا بھی میں نے اندازہ لگا لیا ہے جس وقت تم جے سینہ سے ٹکرا رہے تھے وہ ایک بار پھر شہر سے نکل کر حملہ آور ہوئے لیکن دائیں بائیں جو ہم نے خندقیں کھودی ہیں ان میں جو تیر انداز بٹھائے ہوئے ہیں انہوں نے خوب کام کیا ہے اور ان گنت حملہ آوروں کو انہوں نے چھلنی کر کے رکھ دیا۔ اگر تم تینوں جے سینہ کے ساتھ ٹکراتے ہو تو میں جو لشکر میرے پاس بچے گا اس کے ساتھ تیر اندازی کی مدد سے شہر سے نکلنے والوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جے سینہ کا خاتمہ کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے تاکہ وہ ہمارے خلاف شب خون مارنے کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔

محمد بن قاسم کی اس تجویز سے خریم بن عمر، ذکوان بن علوان، بنانہ بن حنظلہ تینوں نے اتفاق کیا۔ چند روز تک لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس دوران شہر کے اندر جو محصور لشکر تھا وہ کبھی کبھی ڈھول تاشے بجاتے ہوئے نکلتا۔ مسلمانوں سے ٹکرا کر دوبارہ شہر میں محصور ہو جاتا۔ کوئی بڑی لڑائی نہ ہوئی تھی۔ چند روز کا وقفہ ڈالنے کے بعد خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر جے سینہ کی طرف کوچ کر گئے۔ وہ مخبر جو جے سینہ کے محل وقوع سے واقف تھے وہ ان تینوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔

○

ایک روز رات کے وقت خریم بن عمر ذکوان بن علوان اور بنانہ بن حنظلہ نے جے سینہ کو جا لیا۔ اس وقت جے سینہ کے ساتھ حارث علافی کا بیٹا محمد بھی تھا۔ جے سینہ پر تین اطراف سے حملہ کیا گیا۔ ایک طرف سے خریم بن عمر، دوسری طرف سے بنانہ بن حنظلہ اور تیسری طرف سے ذکوان بن علوان جے سینہ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ رات کی تاریکی میں ہولناک جنگ ہوئی اور اس جنگ میں جے سینہ کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جے سینہ بدترین شکست اٹھانے کے بعد بھاگ کھڑا ہوا۔ اس بھاگ دوڑ میں جے سینہ اور محمد علافی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔

جے سینہ کو شکست دینے کے بعد خریم بن عمر، ذکوان بن علوان اور بنانہ بن

حنظلہ تو واپس برہمن آباد کی طرف چلے گئے حارث علافی کا بیٹا محمد اور جے سینہ چونکہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے لہٰذا ان کی منزلیں بھی علیحدہ ہو گئیں۔

محمد علافی نے جے سینہ سے علیحدہ ہونے کے بعد شمالی علاقوں کا رخ کیا۔ وہاں سے وہ سیدھا کشمیر پہنچا اور اس نے کشمیر کے راجہ کو خط لکھا میں آپ کی مہربانی اور کرم کا متوقع ہو کر آیا ہوں۔ راجہ نے اس کے خط کو پڑھ کر دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی اور وہ پایۂ تخت کشمیر پہنچ گیا۔

جب وہ دربار میں پہنچا تو راجہ کشمیر نے پچاس گھوڑے سازوسامان اور دو سو قیمتی خلعتیں اس کو اور اس کے ساتھیوں کو دیں اور موضع شاکلھار جاگیر کے طور پر اسے دے دیا۔

محمد علافی نے ایک طویل عرصہ تک وہاں زندگی کے دن گزارے اور قصبہ شاکلھار ہی میں اس نے وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔

جہاں تک راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کا تعلق ہے اس شکست کے بعد وہ بڑا بدظن ہوا۔ اس کے دل میں یہ گرہ بیٹھ گئی تھی کہ مسلمانوں کو شکست دینا اس کے بس کی بات نہیں لہٰذا وہ گمنام ہو گیا اور اسی گمنامی اور روپوشی کے عالم میں اس نے اپنے بھائی گوپی کو ایک قاصد کے ذریعے پیغام بھجوایا اور اسے کہا کہ میں سلطنت سے دستبردار ہوتا ہوں، تم اس وقت ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قلعہ اروڑھ میں موجود ہو لہٰذا اسی قلعے میں رہتے ہوئے مسلمانوں کا مقابلہ کرو اور جہاں تک ممکن ہو اپنی سلطنت کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد جے سینہ روپوش ہو گیا۔

جے سینہ کے روپوش ہونے کے بعد برہمن آباد کے لوگ جو لڑائی سے تنگ آ چکے تھے اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اس لڑائی سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

آخر شہر کے چار معززین جن کا شہر کے لوگوں پر بڑا اثر و رسوخ تھا قلعے کے ایک دروازے کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں قلعہ بند ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ اب نہ ہم میں مقابلے کی قوت ہے نہ بظاہر صلح صفائی کی صورت نظر آتی ہے۔ اگر چند دن یہی حالت رہی تو ہمارا شہر خود بخود فتح ہو جائے گا اور نہ اس کا کوئی امکان ہے کہ کوئی مدد ہمیں باہر سے مل سکے گی لہٰذا مناسب یہی معلوم

ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے معاہدہ کر کے شہر ان کے حوالے کر دیں۔ اس طرح ہماری عزت بھی باقی رہے گی اور ہم اس مصیبت سے نجات بھی حاصل کر لیں گے۔

سب نے اس رائے سے متفق ہو کر محمد بن قاسم کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ یہ پیغام دیا کہ ہم لڑائی سے تنگ آ چکے ہیں ہم آپ کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ آپ کی اطاعت کے خواہاں ہیں۔ بشرطیکہ آپ ہمیں امن دیں لیکن اس کی صورت یہ ہو گی کہ ہم آپ کی اطاعت بھی قبول کر لیں اور ہماری عزت بھی رہ جائے۔

وہ کچھ اس طرح کہ کل ہم شہر کے دروازے سے آپ پر حملہ آور ہونے کیلئے نکلیں گے جوابی کارروائی کیجئے گا۔ آپ کے پہلے ہی حملے میں ہم بھاگ کھڑے ہوں گے اور شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ شہر کا دروازہ ہم اپنے پیچھے کھلا چھوڑ جائیں گے آپ شہر میں داخل ہو جایئے گا۔ اس طرح لوگ ہمیں طعنہ نہیں ماریں گے کہ ہم نے آپ کے سامنے بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہماری عزت بھی رہ جائے گی اور آپ اس شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل بھی ہو جائیں گے۔

یہ درخواست چونکہ شہر کے باشندوں کی طرف سے تھی شہر کے اندر جو لشکر تھا وہ اس میں شامل نہیں تھا لہٰذا محمد بن قاسم نے شہر کے لوگوں کی یہ درخواست قبول کر لی اور جو قاصد آیا تھا اسے یہ جواب دیا کہ جن لوگوں نے تمہیں بھیجا ہے انہیں جا کر کہنا کہ میں ان کی اس درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ ساتھ ہی اسے محمد بن قاسم نے یہ بھی یقین دلایا کہ تمام غیر فوجی شہریوں کو امان دی جاتی ہے لیکن یہ ساری کارروائی تمہیں کب کرنی چاہیے اس کا دن اور تاریخ میں خود مقرر کروں گا۔

برہمن آباد کا یہ قاصد جواب لے کر واپس چلا گیا۔ محمد بن قاسم نے تمام صورتحال لکھ کر حجاج بن یوسف سے مشورہ کیا۔ حجاج نے لکھا تم ہی لوگوں سے معاہدہ کرو اور جو عہد کرو اسے پورا کرو۔ حجاج کا جواب آنے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک تاریخ مقرر کر کے برہمن آباد کے لوگوں کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ اپنے وعدے کے مطابق انہوں نے قلعے سے نکل کر لڑائی شروع کر دی اور مسلمانوں کے پہلے ہی حملے میں قلعے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر قلعے میں گھس گئے۔

مسلمان لشکری اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے برہمن آباد کے قلعے میں

داخل ہو گئے۔ قلعے کے اندر جو دشمن کا لشکر تھا وہ اس اچانک اور غیر متوقع صورتحال سے گھبرا کر قلعے کے دوسرے دروازے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے بڑی سختی سے حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو لڑائی پر آمادہ ہیں کسی امن پسند شہری سے جھگڑا فساد نہ کیا جائے۔ محمد بن قاسم کے اس حکم کی تعمیل بڑی سختی اور پابندی سے کی گئی تھی۔

برہمن آباد کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ جو لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے ہیں ان کے حقوق عرب مسلمانوں کے مساوی ہوں گے۔ وہ غلامی اور جزیے سے مستثنٰی ہوں گے جو لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے ان پر ان کے مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہ کی جائے گی لیکن ان کو جزیہ دینا پڑے گا اس کی شرح کچھ اس طرح ہو گی۔

اول امیر اور دولت مندوں سے فی کس اڑتالیس درہم یعنی تیرہ روپے سالانہ درمیانے اور متوسط لوگوں سے فی کس چوبیس درہم یعنی چھ روپے سالانہ' غریب لوگوں سے فی کس بارہ درہم یعنی فی کس صرف تین روپے سالانہ کے حساب سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد کچھ لوگوں نے بخوشی اور رضا مندی سے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جو لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے ان کے ساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کیا گیا اور ان کے مال و اسباب میں سے کوئی بھی چیز زبردستی چھینی نہ گئی۔

اس کے علاوہ یہ بھی رعایت دی گئی کہ برہمنوں کو سابقہ حکومت کی طرف سے جو حقوق حاصل تھے ان کو اسی طرح باقی رکھا جائے گا۔ برہمنوں کو جو سابقہ حکومت کی طرف سے جائیدادیں ملی ہوئی تھیں ان پر بھی کوئی دخل نہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ سرکاری مال گزاری سے برہمنوں کے وظیفے مقرر کئے گئے۔

شہر کے ان تاجروں' کسانوں' پیشہ وروں اور شہریوں میں سے جن کا مال جنگ میں لٹ گیا تھا اور جن کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی ایک لاکھ بیس ہزار درہم تقسیم کئے گئے تاکہ وہ اپنی حالت درست کر کے اچھے شہریوں کی طرح اپنی زندگی بسر کریں۔ سابقہ حکومت کے زمانے میں جو لوگ جن عہدوں پر تھے ان کو برقرار رکھا گیا اور

بڑے بڑے برہمنوں کو بلا کر محمد بن قاسم نے کہا کہ راجہ داہر کے زمانے میں تم معقول عہدوں پر فائز تھے اس لئے تم شہر کے ہر اچھے اور برے آدمی کو جانتے ہو اگر کچھ شریف لوگ تمہاری نظر میں ایسے ہوں اور ہماری امداد کے مستحق ہوں تو ہمیں بتاؤ تاکہ ان کی مدد کی جا سکے۔

برہمن آباد کا قلعہ اور شہر فتح کرنے کے بعد کچھ انتظام اس طرح کیا گیا کہ قلعے کے چاروں دروازوں پر جو محافظ دستے مقرر کئے گئے ان میں سے ہر دستے کا کماندار برہمن تھا۔ ان برہمنوں کو یہ عزت بخشی گئی کہ ایک گھوڑا اور خلعت ان کو دیا گیا اور سندھ کے رواج کے مطابق ان کے ہاتھوں اور پیروں میں سونے کے کڑے پہنائے گئے اور ہر ایک کو دربار میں کرسی دی گئی۔

ایسے لوگوں کو عہدہ دار بنانے کے بعد محمد بن قاسم نے انہیں حکم دیا کہ تمہارا سب سے بڑا فرض یہ ہو گا کہ رعایا اور حکومت کے درمیان اچھے تعلقات پیدا کرو اور اگر ان تعلقات کو خوشگوار بنانے میں کوئی حائل ہو تو حکومت ان سرکشوں کے مقابلے میں تمہاری پوری مدد کرے گی۔

اس کے علاوہ مال گزاری وصول کرنے پر جو برہمن مقرر کئے گئے انہیں نصیحت کی گئی کہ مال گزاری وصول کرنے پر رعایا پر ہرگز ظلم اور زیادتی نہیں کرنا۔ اتنا جزیہ کسی پر نہ لگانا جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ رعایا کی بھلائی کیلئے جو کچھ تم سوچو اس کی اطلاع آ کر حکومت کو دو تاکہ اس پر عمل کیا جا سکے۔

محمد بن قاسم کے اس سلوک اور برتاؤ سے سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر ایک برہمن کی زبان پر اسلامی حکومت کی تعریف تھی۔ کل تک جو برہمن اسلامی حکومت کے دشمن تھے وہ گاؤں گاؤں بستی بستی پہنچ کر لوگوں سے کہتے تھے۔

اے معزز اور عظیم لوگو! تم سب جانتے ہو کہ داہر مارا گیا ہے اور اس کی سلطنت کا دور بھی ختم ہو گیا ہے۔ اب تمام ملک عربوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے نزدیک بڑا چھوٹا شہری اور دیہاتی سب برابر ہیں۔

اب جو کچھ بھی ہم کریں گے اسے نئے حکمران کی طرف سے جاننا چاہئے۔ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ہم سے شاندار وعدے کئے گئے ہیں۔ اگر ہم عربوں کی

اطاعت نہ کریں گے تو ہم سخت نقصان میں رہیں گے۔ ہم اپنی سابقہ حالت اور عزت ان کی اطاعت سے حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر یہ جزیہ جو تم پر عائد کیا گیا ہے اسے بھاری سمجھتے ہو تو پھر کسی ایسے علاقے میں چلے جاؤ جہاں تمہارے دل کو اطمینان حاصل ہو کیونکہ انسان کیلئے سلامتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ جزیہ ادا کرنے سے ہی ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

برہمنوں کی یہ باتیں سن کر لوگ دیہات سے برہمن آباد آتے اور ضروری باتیں معلوم کر کے چلے جاتے۔ جو معزز لوگ اطراف سے محمد بن قاسم کے پاس آتے وہ ان کو اسلامی حکومت کی خوبیاں سمجھاتے اور ان سے کہتے کہ تم ہر طرح سے مطمئن ہو ہمارے متعلق کسی قسم کا برا خیال دل میں نہ لاؤ اور تمہاری بات سنی جائے گی اور تمہارا مشورہ قبول کیا جائے گا۔ اس طرح لوگ جوں جوں مسلمانوں سے ملتے اسلام کی طرف راغب ہوتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے جن برہمن افسروں کو محصول کی وصولی کیلئے مقرر کیا تھا انہیں ہدایات دیں کہ محصول لگانے اور وصول کرتے وقت حکومت اور خالق کے درمیان سچائی کا خیال رکھا جائے۔ اگر کوئی شے تقسیم کرنا ہو تو برابر بانٹنا۔ ہر ایک پر اس کی برداشت کے مطابق مالیہ مقرر کرنا باہم متفق ہو کر کام کرنا اور منتشر نہ ہونا تاکہ ملک ویران نہ ہو۔

○

برہمن آباد میں قیام کے دوران ایک روز برہمن آباد کے مندر کے پجاری محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

اے امیر ہم مندر کے پجاری ہیں ہمارا گزارا پوجا پاٹ پر ہوتا ہے لیکن جب سے شہر پر آپ کا قبضہ ہوا ہے لوگ اس طرح خوف زدہ ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خوف سے مندر میں پوجا کیلئے آنا چھوڑ دیا ہے۔ اب ہم بھوکے مر رہے ہیں۔

اب چونکہ ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا ہے تو انہیں مندر میں پوجا کی

اجازت دی جائے۔ محمد بن قاسم پجاریوں کی یہ بات سن کر خاموش رہا اس لئے کہ اسلام میں بتوں کی پرستش حرام ہے۔ کافی دیر سوچ بچار کے بعد آنے والے پجاریوں کو مخاطب کر کے محمد بن قاسم کہنے لگا۔

جو کچھ تم نے کہا میں نے غور سے سنا اس معاملے میں میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ میرے مذہب میں بتوں کی پوجا پاٹ حرام ہے۔ تمہارا معاملہ خراسان اور ان علاقوں کے والی حجاج بن یوسف کی طرف بھجواتا ہوں۔ اس کا جواب آنے کے بعد میں تمہیں کوئی جواب دوں گا۔ پجاری مطمئن ہو گئے اور محمد بن قاسم نے معاملہ حجاج بن یوسف کو لکھ بھیجا۔

دوسری جانب حجاج بن یوسف نے بھی محمد بن قاسم کے خط کا فی الفور جواب دیا اس نے لکھا۔

اے عزیز تمہارا خط ملا۔ برہمن آباد کے پجاریوں نے جو تم سے مندر آباد کرنے اور مذہبی معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی استدعا کی ہے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب وہ لوگ اپنے مذہب پر قائم رہ کر جزیہ دیتے ہیں تو ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

تم انہیں اجازت دو کہ وہ اپنے طریقے سے اپنے مذہبی مراسم ادا کریں اور کسی کو ان کے طریقہ عبادت سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ان کا خیال رکھو ان کی جان و مال کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے تاکہ وہ اپنے گھروں میں مطمئن اور خوش حال زندگی بسر کریں۔

محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کا یہ خط ملا تو اس نے برہمن آباد کے سارے برہمنوں اور معززین کو طلب کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا تم اپنے مندروں میں آزادی سے اپنے طریقہ کار سے پوجا پاٹ کر سکتے ہو حکومت کی طرف سے کسی کو اس کی عبادت سے نہیں روکا جاتا۔ تم لوگ جو اپنے مندر کی خدمت کرتے ہو پجاریوں کو جو نذر نیاز دیتے ہو حسب دستور اب بھی دیتے رہو۔ آپس میں میل ملاپ رکھو اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہو۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ان عہدے داروں کو جو سرکاری خراج وصول

کرنے پر مقرر کئے تھے کہا کہ خراج میں سے تین فیصد الگ کر کے ان برہمنوں کو دیں جو امداد کے مستحق ہیں۔ ساتھ ہی اس نے افسروں اور سرداروں کے وظائف مقرر کئے۔ محمد بن قاسم نے یہ تمام انتظامات مقامی لوگوں کے مشورے، ان کی خواہشات کے مطابق کئے۔ یہ بھی طے کیا کہ برہمن آزادی سے لوگوں کے گھروں میں جا کر کشکول کے ساتھ خیرات مانگ سکتے ہیں اور اس اناج کو جو وہ اس طرح حاصل کریں جس مقصد میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد محمد بن قاسم کی خدمت میں لوہانا کے جاٹوں کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ جو لوگ سمہ اور لاکھا قبیلوں پر مشتمل تھے انہوں نے بھی محمد بن قاسم کے سامنے اپنی شکایات پیش کیں۔ ان کی شکایات سننے کے بعد محمد بن قاسم نے وزیر سیاکر کو بلا کر پوچھا کہ لوہانہ کے جاٹوں کے ساتھ پہلے حکمرانوں کا سلوک کیسا تھا اور اب ان کا کیا حال ہے۔

جس پر وزیر سیاکر کہنے لگا کہ پہلی حکومت کے زمانے میں لوہانہ کے جاٹوں یعنی سمہ اور لاکھا قبیلوں کو ریشم یا مخمل کے کپڑے پہننے کی اجازت نہ تھی بلکہ وہ ایک موٹی سیاہ کمبل لیتے تھے اور ایک موٹی چادر اپنے کاندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ ننگے سر اور ننگے پاؤں رہتے تھے اگر ان میں سے کوئی نرم لباس پہنتا تو اس پر جرمانہ کیا جاتا تھا۔

جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلتے تو ان کے ساتھ ایک کتا بھی ضرور ہوتا تاکہ دوسری قوموں سے ان کو تمیز کیا جا سکے۔ ان کے سرداروں میں سے کسی کو بھی گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی ان سے راہبری کا کام لیا جاتا تھا۔ اگر ان کا کوئی مقدم یا رانا گھوڑے پر بیٹھتا تو بغیر زین کے گھوڑے کی پشت پر کمبل ڈال کر بیٹھتا تھا راستوں کی حفاظت بھی ان سے متعلق تھی۔ اگر کوئی حادثہ پیش آتا تو ان سے جواب طلب کیا جاتا تھا اور قصور ثابت ہونے پر ان کو اور ان کے اہل و عیال کو آگ میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔

ان کیلئے یہ اصول اس لئے مقرر کئے گئے تھے یہ قومیں وحشی ہیں۔ ہمیشہ حکومت کی سرکش رہی ہیں اور ڈاکے مارتے رہے ہیں۔ دیبل میں بھی یہ لوگ وہاں کے لوگوں کے ساتھ لوٹ مار میں شریک رہا کرتے تھے۔ ان کا یہ بھی فرض تھا کہ شاہی

باورچی خانے کیلئے لکڑیاں کاٹ کر لائیں اور بادشاہ کیلئے رسد جمع کریں۔ چنانچہ آج بھی یہ ان اصولوں کے پابند ہیں۔

وزیر سیاکر سے مشورہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے دیگر لوگوں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ پھر سارے حالات معلوم کرنے کے بعد مصالح کے تحت ان قبیلوں کیلئے پرانے اصولوں کو برقرار رکھا اور جس طرح فاروق اعظم کے طریقے کے مطابق جو شام میں اختیار کیا گیا تھا محمد بن قاسم نے بھی جاٹوں کیلئے پرانا رائج طریقہ ہی جاری رکھا۔

ان سارے امور کے علاوہ برہمن آباد کے اندرونی نظم و ضبط کو بہتر بنانے کیلئے محمد بن قاسم نے چار معزز تاجروں کی ایک کمیٹی بنائی اور دیوانی عدالت ان کے سپرد کر دی کہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق فیصلے کریں۔

ان تمام انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے تین محرم جمعرات کے دن برہمن آباد سے سندھ کے مرکزی شہر اروڑھ کی طرف جانے کیلئے کوچ کیا۔ برہمن آباد سے جس راستے پر محمد بن قاسم نے کوچ کیا اس راستے اور اس کے نواح میں بدھ مت کے ماننے والے اور تاجر آباد تھے۔ جیسے ہی ان لوگوں کو محمد بن قاسم کے آنے کی خبر ہوئی یہ لوگ محمد بن قاسم کے پاس آئے اور اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ محمد بن قاسم نے بھی ان کو معافی دے دی اور تسلی دیتے ہوئے کہا کہ تم پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو اور وقت مقررہ پر جزیہ ادا کرتے رہو۔ انتظامی امور کی انجام دہی کیلئے انہوں نے ان میں دو آدمیوں کو ان کا سردار مقرر کیا۔ ان میں سے ایک کا نام بواد اور دوسرے کا نام بدیہی تھا۔ یہاں زیادہ تر جاٹ قوم آباد تھی۔ اس قوم نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو کر دی گئی۔

برہمن آباد سے نکل کر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد محمد بن قاسم سمہ قوم کے علاقے میں اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا۔ اس قوم کے سرداروں کو معلوم ہوا تو وہ لوگ ناچتے گاتے ڈھول بجاتے استقبال کیلئے نکلے۔ محمد بن قاسم نے حیران ہو کر لوگوں سے پوچھا یہ شور کیسا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا ان لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی حاکم آتا ہے تو یہ خوش ہو کر ناچتے گاتے ہوئے اس کے استقبال کیلئے آتے ہیں۔

محمد بن قاسم اور اس کے سردار ناچنے والوں کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش

ہوئے۔ اس موقع پر خریم بن عمر محمد بن قاسم کے قریب آیا اور راز داری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہم پر واجب ہے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں کہ جس نے ان لوگوں کو ہمارا مطیع اور فرمابردار کر دیا ہے۔ محمد بن قاسم کو اس بات پر ہنسی آ گئی اور کہا کہ میں تمہیں ہی ان کا حاکم بناتا ہوں اور ناچنے والوں کو حکم دیا کہ وہ خریم بن عمر کے سامنے ناچیں جب یہ رقص ہوا تو مورخین کا کہنا ہے کہ رقص کے اختتام پر خریم بن عمر نے رقص کرنے والوں کو بیس ہزار دینار انعام کے طور پر دیئے۔

سمہ قوم کا مرکزی مقام لوہانہ تھا۔ یہاں چند روز محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا۔ لوہانا کے انتظامات میں مصروف رہا۔ انتظامات سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم نے پھر کوچ کیا اور سہتہ قوم کے علاقے میں داخل ہوا۔

یہ لوگ محمد بن قاسم کے آنے کی خبر سن کر ننگے پاؤں اور ننگے سر دوڑے چلے آئے اور امن کے خواستگار ہوئے۔ محمد بن قاسم نے ان کو بھی معاف کر دیا اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ان سے ضمانت لی کہ فرمابردار رہیں گے اور جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔

پھر محمد بن قاسم نے ان لوگوں سے اروڑھ یعنی الور کے راستے تمام مندروں اور قیام گاہوں کا نقشہ طلب کیا۔ مقامی رہنماؤں نے یہ نقشہ پیش کیا اور کہا کہ الور ایک طرح سے ہند کا دارالحکومت ہے اور سندھ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس شہر کے رہنے والے زیادہ تر پیشہ ور تاجر اور کاشتکار ہیں۔ داہر کے بیٹے گوپی نے اس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنا رکھا ہے۔ اس کے سامنے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ داہر مر گیا ہے بلکہ وہ لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ داہر ابھی زندہ ہے اور ہند سے فوج لینے گیا ہے تاکہ ان کی مدد سے مسلمان لشکر کو پسپا کرے۔

○

محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ الور شہر سے باہر پڑاؤ کر لیا تھا۔ راجہ داہر کے بیٹے گوپی نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا اور محمد بن قاسم کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ یوں دونوں لشکر ٹکرانے کیلئے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے۔ کوئی بھی جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ کچھ دن تک ایسا ہی سماں رہا۔

○

ایک روز ایک لڑکی جو اپنی جسمانی ساخت اپنے چہرے کے لحاظ سے انتہا درجہ کی خوبصورت اور پرکشش تھی وہ خریم بن عمر اور سانکرہ کے خیمے کے قریب آئی پھر اس نے خیموں کے سامنے ٹہلتے لشکری کو مخاطب کر کے پوچھا۔

کیا تو بتائے گا کہ تمہارے سالار خریم بن عمر اور اس کی بیوی سانکرہ کا کون سا خیمہ ہے۔ میں نیرون سے آئی ہوں رشتے میں خریم بن عمر کی بیوی سانکرہ کی رشتہ دار ہوں اور مجھے سانکرہ کے باپ سندر داس نے سانکرہ سے ملنے کیلئے بھیجا ہے۔

اس لشکری نے ہاتھ کے اشارے سے خریم بن عمر کے خیمے کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ لڑکی نے دل موہ لینے والے انداز میں اس لشکری کا شکریہ ادا کیا۔ لشکری آگے بڑھ گیا۔ وہ حسین اور پرجمال لڑکی خیمے کی طرف بڑھی۔

خیمے کے دروازے کے پاس آ کر وہ رکی اندر جھانکا اندر اس وقت سانکرہ اکیلی تھی اور ایک نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی اندر داخل ہوئی خیمے کا پردہ اس نے گرا دیا پھر وہ سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں بڑی مشکل سے پوچھتے ہوئے تمہارے خیمے تک پہنچی ہوں۔ مجھے تمہارے باپ سندر داس نے بھیجا ہے۔ میرے پاس اس کی طرف سے تمہارے لئے ایک انتہائی اہم پیغام ہے۔

اس لڑکی کے آنے پر سانکرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے سامنے والی نشست پر اسے بیٹھنے کیلئے کہا۔ وہ لڑکی بیٹھی نہیں بلکہ سانکرہ کے قریب آئی پھر ایک دم اس نے اپنے لباس کے اندر سے خنجر نکال لیا۔ یہ صورت حال سانکرہ کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ پھر سانکرہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ لڑکی بول پڑی۔

میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے تمہارے خیمے میں داخل ہونے کا موقع مل گیا ہے۔ یاد رکھو اب تمہاری زندگی چند لمحوں کی مہمان ہے۔ میں تمہارا خاتمہ کر کے جس طرح یہاں آئی ہوں اسی طرح واپس جانے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

اس لڑکی کی ان باتوں سے سانکرہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ تھوڑا پیچھے ہٹی اور کہنے لگی پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور مجھ سے تمہاری کیا عداوت اور دشمنی ہے۔ اس پر لڑکی غراتی ہوئی آواز میں بول پڑی۔

سن میرا تعلق چترور شہر سے ہے۔ راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے ہمارے خاندان پر کچھ احسانات تھے انہیں احسانات کا بدلہ چکانے میں آئی ہوں۔ تو جانتی ہے راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ تجھے دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا تھا۔ تجھ سے شادی کرنے کا خواہاں تھا لیکن تو نے اس کی محبت اس کی چاہت کو ٹھکرایا اور ایک کم درجہ کے مسلمان سالار خریم بن عمر سے شادی کر لی۔ راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد بددل ہو کر چترور میں روپوشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی ہے۔ اس نے ہمیں جب یہ حالات بتائے تو میں اور میرے بھائی نے تم سے اور تمہارے شوہر خریم بن عمر سے انتقام لینے کی ٹھانی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ میں تمہارا خاتمہ کروں گی اور میرا بھائی اروڑھ کے باہر لڑی جانے والی جنگ میں انفرادی مقابلے کیلئے تمہارے شوہر کو للکارے گا اور اس کی گردن کاٹے گا۔ ہم دونوں بہن بھائیوں نے قسم کھائی تھی کہ تم دونوں کے سر کاٹیں گے جس طرح میں تمہارے خیمے

میں داخل ہو کر اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرا بھائی بھی تیرے شوہر کی گردن کاٹنے میں ضرور کامیاب ہو گا۔

اس لڑکی کی اس گفتگو سے سانکرہ غصے میں غضبناک ہو گئی تھی۔ انتہائی برہم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

تو بکتی ہے اس سے پہلے بڑے بڑے سورما بڑے بڑے دلیر شمشیر بازوں نے میرے شوہر کا مقابلہ کرنا چاہا پر میرے شیر دل شوہر نے ہر ایک کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا۔ اگر تیرے بھائی نے میرے شوہر سے ٹکرانے کا عزم کر ہی لیا ہے تو اگر اس خیمے سے زندہ نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو تو ضرور اپنی آنکھوں سے دیکھے گی کہ تیرے کم بخت بھائی کو میرا شوہر کیسے انفرادی مقابلے میں میدان جنگ میں رگیدتا ہے اور اس کی گردن کاٹتا ہے۔

اس لڑکی نے ایک ہولناک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

سن بدبخت سانکرہ میں تو تمہارے خیمے سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں گی اور میں انفرادی مقابلے میں تمہارے شوہر کو زیر ہوتا ہوا بھی دیکھوں گی پر تو بدقسمتی سے اپنے شوہر کی ناکامی کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ پائے گی اس لئے کہ میں تیرا خاتمہ کیے بغیر اس خیمے سے نہ نکلوں گی۔

سانکرہ بڑی مستعد چاک و چوبند دکھائی دے رہی تھی۔ ادھر ادھر نگاہیں بھی دوڑا رہی تھی پھر وہ لڑکی اپنا خنجر لہراتے ہوئے آگے بڑھی اور کہنے لگی سن تیری موت میرے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ لڑکی خنجر لہراتے ہوئے چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ اپنے دفاع کے لئے سانکرہ نے ایک دم نشست اٹھا لی تھی تاکہ وہ خنجر کا وار اس پر کرے تو نشست سے اس کے خنجر کے وار کو روکے پر وہ لڑکی اپنا خنجر ابھی بلند نہ کر پائی تھی کہ خیمے میں ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور وہ لڑکی لہراتی ہوئی فرش پر گر گئی تھی۔

سانکرہ دنگ رہ گئی کہ اچانک اسے کیا ہوا۔ وہ کس تکلیف میں مبتلا ہوئی کہ ایک دم چکراتی ہوئی زمین پر گر گئی۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی نشست اس نے زمین پر رکھی جب اس کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا اس لڑکی کی پشت پر ایک کافی چوڑے اور

لمبے پھل کا خنجر پیوست ہو چکا تھا۔ اس خنجر کے لگنے سے وہ لڑکی زمین پر گری تھی۔

سانکرہ ابھی تک دنگ اور پریشان تھی کہ یہ اچانک کیسے رونما ہو گیا کون اس کی مدد کو آیا۔ کس نے اچانک اس لڑکی کو خنجر مارا اور اسے اس کے حملے سے بچایا۔ سانکرہ ابھی اسی کشمکش و پیچ میں تھی کہ خیمے کے دروازے کے پردے کے پیچھے سے خریم بن عمر مسکراتے ہوئے نمودار ہوا پھر سانکرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سانکرہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا شوہر ابھی زندہ ہے اور ایسی لڑکیوں سے تمہاری حفاظت کر سکتا ہے۔

خریم بن عمر کو خیمے میں دیکھتے ہوئے سانکرہ بھاگی اور خریم بن عمر سے لپٹ گئی تھی۔ پھر کہنے لگی یہ لڑکی نہ جانے کیسے خیمے میں داخل ہوئی اور میری جان کے درپے ہو گئی۔

خریم بن عمر نے سانکرہ کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جس مقصد کے تحت یہ آئی تھی وہ مقصد اس نے تمہارے سامنے بیان کر دیا۔ میں نے بھی سن لیا اس پر سانکرہ پریشانی سے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ پردے کے پیچھے کب آ کر چھپ گئے تھے اس پر مسکراتے ہوئے خریم بن عمر بول پڑا۔

یہ لڑکی لشکر میں داخل ہونے کے بعد میرے اور تمہارے خیمے کا پتا پوچھ رہی تھی۔ جس لشکری سے اس نے لشکر میں داخل ہونے کے بعد پوچھا اس وقت میں بھی موجود تھا۔ اس کو میں نے اشارہ کر دیا کہ میرے متعلق نہ بتائے خیمے کی نشاندہی کر دے لہٰذا اس نے اسے ہمارے خیمے کا محل وقوع بتا دیا۔ اس نے اس لشکری کو کہا تھا کہ وہ تمہارے باپ کی طرف سے آئی اور اس کے پاس تمہارے نام کوئی اہم پیغام ہے۔ مجھے شروع سے ہی یہ مشکوک لگی تھی جس وقت یہ لشکر میں داخل ہونے کے بعد اس طرف آئی میں خیموں میں سے ہوتا ہوا پہلے ہی خیمے میں پہنچ گیا۔ تم اس وقت خیمے کے دوسرے حصے میں تھیں لہٰذا میں پردے کے پیچھے آ کر چھپ گیا۔ جونہی اس نے تم پر وار کرنا چاہا تم نے دیکھا میں نے اسے خنجر مار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

سانکرہ تھوڑی دیر تک بڑی ممنونیت اور شکرگزاری کے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتی رہی پھر علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی۔

یہ کوئی انتہائی خطرناک لوگ لگتے ہیں۔ اس طرح خیمے کے اندر گھس آنا ہمارے لیے کسی بھی وقت خطرے کا باعث بن سکتا ہے اور پھر اس نے جو اپنے بھائی کی دھمکی دی ہے کہ وہ جنگ شروع ہونے پر آپ سے انفرادی مقابلہ کرے گا تو اس کا کیا بنے گا۔ اس پر خریم بن عمر نے سانکرہ کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

تمہیں فکر مند اور خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جس بھائی کی بہن کا خاتمہ ہم نے خیمے میں کر دیا ہے اس بھائی کا خاتمہ بھی میرے خداوند نے چاہا تو میدان جنگ میں ہم بڑی آسانی کے ساتھ کریں گے۔ تم اپنا یہ خوف و ہراس مٹاؤ میں چند سپاہیوں کو بلاتا ہوں وہ اس کی لاش کو لے جاتے ہیں۔ میں اپنے خیمے ہی کا نہیں ہر سالار کے خیمے کی حفاظت کا کچھ بندوبست کروں گا تاکہ آئندہ ایسی لڑکیاں یا مخبر ہماری لشکر گاہ میں داخل نہ ہو سکیں جو لشکر گاہ میں نیا آدمی داخل ہو گا اس کی سختی کے ساتھ پڑتال اور تلاشی لی جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر باہر نکلا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو جوانوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا جو مرنے والی لڑکی کی لاش کو اٹھا کر باہر لے گئے تھے۔

○

اگلے روز حجاج بن یوسف کی طرف سے تیز رفتار قاصد آیا جس نے محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کا یہ پیغام دیا کہ محمد بن قاسم اپنے ساتھی جہم بن زحر کو چند عراقی دستوں کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کر دے تاکہ وہ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لے کیونکہ قتیبہ بن مسلم کے پاس کوئی قابل ذکر نائب نہیں تھا جس روز یہ قاصد آیا محمد بن قاسم نے اسی روز جہم بن زحر کو چند عراقی دستوں کے ساتھ سندھ سے خراسان کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

دو روز تک مزید دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ تیسرے روز محمد بن قاسم نے دیکھا کہ دشمن جنگ کی ابتدا کرنے کیلئے حرکت میں نہیں آتا تو

اس نے خود ہی اپنے لشکر کے اندر صبح ہی صبح جنگ کے طبل بجوا دیئے تھے جو دشمن کیلئے نشاندہی تھی کہ مسلمان جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں طرف کے لشکر اپنی اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

جب لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب راجہ داہر کے بیٹے گوپی کے لشکر سے ایک سوار اپنے سیاہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان کے وسط میں آیا اور خریم بن عمر کا نام لے کر مقابلے کیلئے للکارا۔ خریم بن عمر پہلے ہی اس کے لئے تیار تھا۔ سارے واقعے کی اطلاع اس نے پہلے ہی محمد بن قاسم' بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان کو دے دی تھی۔ جونہی اس نے پکارنے والے کی پکار کو سنا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مقابلہ کرنے کیلئے میدان کے وسطی حصے کی طرف لپکا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خریم بن عمر مقابلے کیلئے آنے والے کے سامنے آیا تو اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میرا نام دیوداس ہے کیا تم خریم بن عمر ہو جواب میں اپنی تلوار اپنی ڈھال سامنے لاتے ہوئے خریم بن عمر نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ دیو داس نے خفگی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہا۔

کیا تیرے منہ میں زبان نہیں ہے۔

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر دیو داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس میدان میں میں تیری زبان ایسے ہی بند کروں گا جیسے تیری بہن کی۔

اپنی بہن کے ذکر پر دیوداس چونکا پھر کہنے لگا تو میری بہن کو کیسے جانتا ہے؟ کیا تیری بیوی سانکرہ ابھی تک زندہ ہے۔

اس پر خریم بن عمر نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

دیو داس جس کام کیلئے تو نے اپنی بہن کو ہمارے لشکر میں بھیجا تھا تیرا وہ کام ادھورا رہ گیا ہے۔ میری بیوی سانکرہ نے تیری بہن کا خاتمہ کر دیا ہے اور اب تک تو تیری بہن کی لاش کوے اور گدھ کھا بھی چکے ہوں گے۔

خریم بن عمر کے اس انکشاف پر دیو داس کی حالت زیادہ خراب اور ہولناک ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ ضبط کرتا رہا پھر بڑی قہرمانی میں اس نے خریم بن عمر کو

مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اگر میری بہن کا خاتمہ کر دیا گیا ہے تو تو بھی زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔ یہاں ان سرزمینوں میں تیری حالت پر کوئی نوحہ کرنے والا ہمدم کوئی ہم راز نہ ہو گا۔ میں اس میدان میں تجھے کان اور اون کے کپڑے کی طرح پھاڑوں گا اور چیتھڑوں کی طرح تیری دھجیاں اڑاؤں گا۔ تیری کھوپڑی کا پیالہ تیرے جسم کی ہڈیوں کے چمچے بنا کر اپنے محسن جے سینہ کو پیش کروں گا۔ سن مسلمانوں کے سالار تم لوگ ہماری طلسماتی فضاؤں کے سحر اور نشیلے بکھرتے گیتوں جیسی تہذیب پر قابو نہ پا سکو گے۔

اس پر تھوڑی دیر تک خریم بن عمر نے بڑے غور سے دیو داس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

مورکھ انسان ! ہر تہذیب اپنے تمدن کی پیش رو ہوتی ہے۔ تہذیب کے فروغ کیلئے شہروں' دیہاتوں' کوہستانوں اور دشت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ تہذیب تو معاشرے کی اجتماعی تخلیقات اور رہن سہن کے طریقوں سے ہو کر نکلتی ہے تو کس تہذیب کی بات کر رہا ہے۔ ہم نے تو دیواروں پر پرستش کے سامان اور آسمانی شبیہوں کی پچکاری کرنے والوں اور غیراللہ کیلئے قربان گاہیں سجانے والوں کی تہذیب کو اپنے سامنے مغموم اور الم ناک تصویر بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد خریم بن عمر رکا پھر کسی قدیم زبان کے حرف شناس کی طرح دوبارہ بول پڑا۔

دیو داس کسی دھوکے فریب میں مت رہنا ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے فارس کے آتش کدوں' زرتشت کے زمزموں اور ظلم و جھول پر کھڑی کی گئی ایرانی تہذیب کو اپنے سامنے سرنگوں کیا۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے زرتشت' مانی اور مزدک کے فلسفے آشوری' عکاری' سومیری' بابلی' نینوں' آرامی رومن اور یونانی تہذیب کو اپنے سامنے سرنگوں کیا۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف کوہستان نوروس کوہستان زاگروس جبل اور ارارات بلکہ دریائے دجلہ اور فرات اور نیل کی وسیع وادیوں کے اندر اپنے فتح مند گھوڑوں کو دوڑایا۔

دیو داس ! تمہیں تو ہم موسمی مکوڑوں اور حشرات الارض سمجھ کر اس طرح بھگائیں گے جس طرح آندھیوں اور طوفانوں کے سامنے خشک پتے جس طرح ریت

کے بگولوں کے سامنے خس و خاشاک بے منزل اڑتا پھرتا ہے۔ تو میرے سر کی کھوپڑی کا پیالہ اور جسم کی ہڈیوں کے چمچے بنانے کی بات کرتا ہے ظالم اس میدان میں میرے ساتھ ذرا ٹکرا کر دیکھنا میں تجھے تیری زندگی کے لطف اندوز ہونے کے سلیقے اور جینے کے قرینے تک سے محروم کر دوں گا۔

خریم بن عمر کی یہ باتیں دیو داس کو بڑی کڑوی اور ناپسندیدہ لگیں تھیں لہٰذا ایک دم اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خریم بن عمر پر اس نے وار کر دیا تھا۔

خریم بن عمر نے اس کے وار کو روکا اور جوابی حملے کرنے شروع کئے۔ یوں دونوں اپنے گھوڑوں کو دائیں بائیں ہٹاتے ہوئے خطرناک وار کرنے لگے تھے۔ ایک موقع پر جب دیو داس نے انتہائی منجھا ہوا وار خریم بن عمر پر کیا تو خریم بن عمر نے اس وار کو بڑی آسانی کے ساتھ اپنی ڈھال پر روکا۔ اچانک ڈھال پر سے دیو داس کی تلوار پھسلی اور خریم بن عمر کے شانے کے نچلے حصے پر گری تھی اور چھوٹا سا زخم لگاتی چلی گئی اور خون بہہ نکلا تھا۔

اس پر دیو داس نے ایک ہولناک قہر بھرا قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

سن خریم بن عمر میری تلوار نے تیرے خون کا ذائقہ چکھ لیا ہے اب تجھے کاٹنے سے یہ دریغ نہیں کرے گی۔ خریم بن عمر منہ سے کچھ نہ بولا طنزیہ سے انداز میں اس نے اپنی گردن کو ہلا دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں پھر ٹکراتے رہے۔ اچانک دیو داس پیچھے ہٹ گیا۔ اپنے گھوڑے کو ذرا سا بھگاتا ہوا دور لے گیا پھر پلٹا۔ اب اس نے اپنی ہیئت بدل لی تھی۔ اپنے گھوڑے کو وہ سرپٹ دوڑاتا ہوا خریم بن عمر کی طرف آیا تھا۔ ڈھال اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ تلوار زین سے لٹکا دی تھی۔ اب اس کے ہاتھ میں لمبا وزنی لوہے کا نیزہ تھا جس سے وہ خریم بن عمر پر وار کرنا چاہتا تھا۔

خریم بن عمر بھی اس کے اس طریقے اس چال کو سمجھ چکا تھا۔

اس نے اپنے گھوڑے کو مخصوص ایڑ لگائی گھوڑا اپنے چاروں پاؤں پر کلیلیں کرنے لگا تھا۔ ہنہنانے لگا تھا اور کبھی کبھی دائیں طرف مڑنے کیلئے اپنی گردن کو موڑتا بھی تھا لیکن مڑتا نہیں تھا۔

نیزے کو لہراتا ہوا جب دیو داس قریب آیا تو خریم بن عمر بھی حرکت میں آچکا

تھا۔ جب اس نے نیزے کا وار کرنا چاہا تو اپنی ڈھال مار کر اس نے دیو داس کا نیزہ ایک طرف ہٹا دیا۔ اپنے آپ کو بچا لیا۔ عین اسی موقع پر اس نے اپنے گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دیا۔ بس یہ جھٹکا لگنا تھا کہ گھوڑا طوفانوں کی طرح دائیں طرف مڑا اور دیو داس کے گھوڑے کے پیچھے لگ گیا تھا۔ تھوڑا سا آگے جا کر دیو داس مڑنا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے طوفان اور انقلاب برپا ہو گیا۔ خریم بن عمر نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور پشت کی طرف سے اس کے شانے پر ایسی گرائی کہ ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے تک اس کی تلوار کاٹتی چلی گئی تھی۔

میدان جنگ میں دیو داس کی ایک جگر سوز چیخ بلند ہوئی تھی۔ گھوڑے سے گر کر وہ دم توڑ گیا تھا۔ خریم بن عمر نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔ ابھی وہ اپنے حصے کے لشکر کے سامنے گیا ہی تھا کہ راجہ داہر کے بیٹے گوپی نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کیلئے نعرے لگانے شروع کر دیئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے راجہ داہر کا بیٹا گوپی اپنے لشکر کے ساتھ چہروں کو سلوٹ سلوٹ کر دینے والی زمانے کی کالی سازشوں، نعرے لگاتی ہواؤں کی یلغار اور جذبوں کے اندھے جنگل کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

جواب میں مسلمانوں نے بھی آہنی الفاظ تک کو پگھلا دینے والے اور سماعتوں کو بہرہ کر دینے والی تکبیریں بلند کیں پھر وہ دشمن پر اس طرح حملہ آور ہوئے جس طرح ہولتی خاموشیوں، بلند ٹیلوں، گہری وادیوں، گھن دار درختوں، لہلہاتی گھاس کے اندر اچانک جلال آگیں شعاعیں گھس آتی ہوں۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے اروڑھ شہر سے باہر سیم زدہ رن پٹ ایسی صورت اختیار کر گیا جیسے آندھیاں [illegible] ناروں میں چیختے غول بیابانی کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ ہر چیز کچھ اس طرح سہم گئی تھی جیسے سیاہ سناٹوں میں ہر کوئی تپ کر آوہ اور لوہر ہو گیا ہو۔

راجہ داہر کا بیٹا گوپی زیادہ دیر تک اروڑھ شہر سے باہر مسلمانوں کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکا۔ شہر سے باہر اسے بدترین شکست ہوئی۔ اپنے لشکر کو لے کر

اپنے قلعہ کے اندر محصور ہو گیا۔

محمد بن قاسم سمجھ گیا تھا کہ اروڑھ والے محاصرے کو طول دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں ابھی تک امید ہے کہ راجہ داہر زندہ ہے اور ہندوستان کے راجاؤں کی طرف گیا ہوا ہے اور وہاں سے ایک بہت بڑا لشکر فراہم کر کے ان کی مدد کیلئے آئے گا۔ اسی بنا پر شہر کے اندر محصور لشکری کبھی کبھی قلعے کی فصیل پر چڑھ کر نعرے لگاتے اور مسلمانوں پر آوازیں کستے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری موت تمہیں یہاں لے آئی ہے۔ عنقریب راجہ داہر ہندوستان سے ایک بہت بڑا لشکر لے کے آئے گا۔ ادھر سے وہ اور قلعے سے نکل کر ہم تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہارے سارے لشکریوں کو پیس کر رکھ دیں گے لہٰذا اپنی خیریت چاہتے ہو تو الٹے پاؤں واپس ہو جاؤ اور اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اس قسم کے جملے محصور لشکری قلعے کی فصیل پر چڑھ کر روزانہ کہا کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ محاصرہ طول پکڑ سکتا ہے تو اس نے اروڑھ شہر سے ایک میل کے فاصلے پر اپنا پڑاؤ کر لیا۔ خیمے نصب کر دیئے گئے۔ عارضی طور پر ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی۔ جہاں وہ خود نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس طرح دن میں اس نے اروڑھ کے محاصرے میں سختی پیدا کرنی شروع کر دی تھی۔

اروڑھ شہر میں بھی راجہ داہر کی رانی لاڈلی کے متعلق من گھڑت کہاوت مشہور ہے اور وہ اس طرح کہ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اروڑھ کا محاصرہ طول پکڑ گیا تو اس وقت رانی لاڈلی جو محمد بن قاسم کے لشکر میں موجود تھی قلعے والوں کو زیر کرنے کیلئے محمد بن قاسم نے رانی لاڈلی کو اسی سیاہ اونٹ پر سوار کرایا جس پر وہ راجہ داہر کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھی اور اروڑھ کے قلعے کی طرف روانہ کیا۔

قلعے کے قریب پہنچ کر رانی لاڈلی نے لوگوں کو آواز دے کر کہا کہ اے الور کے باشندو میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں سامنے آؤ تاکہ میں تم سے گفتگو کروں۔

یہ سن کر الور کے بڑے بڑے سردار بالائے حصار پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ رانی لاڈلی نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر کہا دیکھو میں داہر کی بیوی لاڈلی ہوں راجہ داہر مارا جا چکا ہے اور اس کا سر اس کے جھنڈے اور چتر کے ساتھ عراق پہنچ چکا ہے۔ تم اپنے آپ کو ناحق کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو یہ کہہ کر اس نے نقاب ڈال

یا اور زار و زار رونے لگی۔ جو لوگ بالا حصار پر کھڑے تھے انہیں اب بھی یقین نہ یا انہوں نے کہا تم غلط کہتی ہو تم ان چنڈالوں اور گائے کھانے والوں سے مل گئی ہو ہارا راجہ ابھی زندہ ہے وہ عنقریب ایک جرار لشکر کے ساتھ آئے گا۔ تم نے ان ریوں کے ساتھ مل کر اپنے آپ کو منحوس اور نجس بنا لیا ہے اب تم ان کی حکومت کو ہماری حکومت پر ترجیح دیتی ہو۔

پھر وہ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ محمد بن قاسم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے لاڈلی کو بلا لیا اور افسوس کرتے ہوئے کہا کہ جب ان لوگوں کی قسمت میں تباہی لکھی جا چکی ہے تو اسے کون مٹا سکتا ہے۔

یہ واقعہ مسلمانوں کے مشہور مورخ یعقوبی نے بیان کیا ہے۔ اس کے باوجود کچھ مورخین کا خیال ہے کہ راجہ داہر کی رانی لاڈلی راوڑھ قلعے میں لڑتی ہوئی ماری گئی تھی۔

محمد بن قاسم کی طرف سے جب قلعے کا محاصرہ دن بدن تنگ سے تنگ ہوتا چلا گیا تب محاصرے کی سختی سے تنگ آ کر راجہ داہر کے بیٹے گوپی اور سرداروں نے اسی ساحرہ اور جادوگرنی کو بلایا جسے ایک بار راجہ داہر نے بھی اپنے دربار میں بلا کر مسلمانوں کے خلاف اپنی فتح اور شکست کے حالات جاننے کی کوشش کی تھی۔ جادوگرنی جب گوپی کے پاس آئی تو اپنے سرداروں کے سامنے جادوگرنی کو مخاطب کر کے گوپی کہنے لگا۔

محترم خاتون! اس وقت ہم سخت مصیبت اور اذیت میں ہیں تم اپنے سحر کے علم کی مدد سے ہمیں بتاؤ کہ ہمارا راجہ داہر اگر زندہ ہے تو اس وقت کہاں ہے؟

ساحرہ نے کہا میں تمہارے اس سوال کا جواب کل سہہ پہر کے قریب دوں گی۔

گوپی اور اس کے سردار مطمئن ہو گئے۔ دوسرے روز سہہ پہر کے قریب ساحرہ آئی اس وقت گوپی اس کے سارے سردار قصر میں جمع ہو چکے تھے۔ ساحرہ کے آ جانے پر سب نے اپنی جگہ پر اٹھ کر اس کا استقبال کیا جو نشست ساحرہ کو مہیا کی گئی تھی وہ اس پر بیٹھ گئی پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آسیب زدہ آفتیں اور ان کے سفینے ان سرزمینوں پر چھانے لگے ہیں۔ تم لوگوں کا عملی اتحاد عیب دار ہو چکا ہے۔ شجر اقبال بوسیدہ اور قضا زدہ ہو چکا ہے۔ قصر اقتدار کا شیرازہ بھی بکھرنے لگا ہے۔ سادہ بدوں زندگی بسر کرنے والے لحہ بہ لحہ ان سرزمینوں پر چھاتے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے عمود مذہب مدار ملت بن کر اپنے سامنے آنے والی ہر وقت کی عزیمت کو کمزور اس کی ہمت کو پست کرتے چلے جا رہے ہیں یاد رکھو جو کچھ میں نے دیکھا اس کے مطابق یہ حملہ آور نیلے آکاش کی وسعتوں پر زندگی کی معراج بن کر چمکیں گے۔

ساحرہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ بیچ میں راجہ داہر کا بیٹا گوپی بول پڑا۔ وہ بڑا مایوس اور افسردہ تھا تاہم وہ ہمت کر کے بول پڑا۔

ساحرہ جو کچھ تم نے کہا ہے یہ ہمارے لئے حوصلہ افزا تو نہیں پھر بھی یہ بتاؤ میرا باپ اس وقت کہاں ہے اگر زندہ ہے تو کس جگہ ہے؟

گوپی کی اس گفتگو کے جواب میں ساحرہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے ہاتھوں میں جائفل اور سیاہ مرچ کی سبز شاخیں تھی جن میں پھل پھول بھی تھے۔ کچھ دیر وہ ان شاخوں کو دیکھتی رہی پریشانی کا اظہار کرتی رہی پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو لوگوں میں دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک اپنے علم کے زور پر گئی خصوصاً سارے ہند اور سندھ کو میں نے چھان مارا مگر مجھے کہیں راجہ داہر کا پتا نہ چلا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو میں ضرور اس کو پا لیتی۔ میں تمہارے اعتبار کیلئے یہ سرسبز شاخ سراندیپ سے توڑ لائی ہوں یاد رکھو یہ ایک حقیقت ہے کہ تمہارا راجہ مر چکا ہے لہٰذا اب تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔

ساحرہ کے یہ الفاظ سن کر شہر والوں پر مایوسی چھا گئی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم محمد بن قاسم کی دیانت، انصاف، امانت اور سچائی سے متعلق حالات سنتے رہے ہیں۔ کچھ ہم نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا ہے اب ہمیں محمد بن قاسم کے پاس اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیجنا چاہیے اور رحم کی درخواست کر کے قلعہ ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔

شہر والوں کے اس مشورے سے راجہ داہر کا بیٹا گوپی بڑا پریشان اور فکر مند ہوا۔ اس وقت حارث علافی کا بیٹا معاویہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے اس سے بھی مشورہ کیا لیکن وہ اسے کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ گوپی کو جب یقین ہو گیا کہ شہر کے لوگ محمد بن قاسم کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں تو وہ رات کو خاموشی سے اپنے خاندان کے لوگوں اور ملازموں کو لے کر نکلا اور جتور کے علاقے میں چلا گیا۔

اس کے اس طرح جانے سے حارث کے بیٹے معاویہ کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ اس نے جب دیکھا کہ گوپی سب کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگا جا رہا ہے تو اس نے تمام حالات کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھے اور ایک تیر کے ذریعے کاغذ اسلامی لشکر میں پھینک دیا۔

یہ سارے حالات جب محمد بن قاسم کو ملے تو اس نے فوراً اپنے لشکر کو شہر کے قریب کیا۔ منجنیقیں نصب کرنا شروع کر دیں۔ یہ رنگ دیکھ کر شہر کے تاجروں، صناعوں اور پیشہ وروں نے محمد بن قاسم کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ہمیں آج سے پہلے راجہ داہر کے مرنے کا یقین نہ تھا اس کا لڑکا گوپی بھی ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ ہم یہ برا دن نہ دیکھنا چاہتے تھے لیکن یہ دن بھی ہمارے مقدر میں تھا اس لئے ہم اطاعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے قلعہ آپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں امان دیں۔

محمد بن قاسم نے کہلوا بھیجا کہ اگر تم واقعی اپنے عہد میں سچے ہو تو سب سے پہلے لڑائی بند کرو۔ قلعے کی فصیل سے سب لوگ نیچے اتر آؤ ورنہ ہم میں اور تم میں جنگ ہو گی۔ محمد بن قاسم کا یہ پیغام پہنچتے ہی سب قلعے کی فصیل سے اتر آئے اور قلعے کے دروازے کی کنجی لے کر قلعے کا بڑا دروازہ کھول دیا۔ محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ فاتحانہ انداز میں الور شہر میں داخل ہوا۔

محمد بن قاسم جس وقت شہر میں داخل ہوا اس وقت اس کے دائیں جانب خریم بن عمر تھا، بائیں طرف بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان تھے۔ ان سب نے دیکھا شہر کے لوگ ایک بت کدے میں جمع ہو رہے تھے جس کا نام نوبہار تھا اور ایک بت کو سجدہ کر رہے تھے۔ اس پر محمد بن قاسم نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے جہاں یہ لوگ

جمع ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ بت خانہ ہے اس کو نوبہار کہتے ہیں۔ یہ سن کر محمد بن قاسم خریم بن عمر ذکوان بن علوان اور بنانہ بن حنظلہ نوبہار نام کے بت خانے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سنگ رخام سے تراشا ہوا ایک گھوڑا تھا جس پر پتھر کی ایک عورت سوار تھی۔ اس کے بازو میں سنہرے بازو بند تھے جن پر یاقوت اور جواہر جڑے ہوئے تھے۔

محمد بن قاسم تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اس گھوڑے اور بت کو دیکھتا رہا پھر ہاتھ آگے بڑھایا اور اس بت کا ایک بازو بند جس پر یاقوت اور جواہر لگے تھے نکال لیا پھر نوبہار بت کدے کے بڑے پجاری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس بت کا ایک بازو بند کہاں گیا۔ بڑے پجاری کے علاوہ دوسرے پجاری بھی دیکھ چکے تھے کہ محمد بن قاسم نے جواہر بھرا بازو بند بت کے بازو سے نکال لیا ہے لہٰذا ان کی گردنیں جھک گئیں۔ جواب میں وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ ان کی اس خاموشی پر محمد بن قاسم ہنس کر کہنے لگا۔

تمہارے بت کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس کا بازو بند کس نے اتار لیا ہے اور یہ اپنی کسی چیز کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ہی بازو بند محمد بن قاسم نے اس بت کو پہنا دیا تھا۔

اروڑھ میں داخل ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے فیصلہ کیا کہ جو لوگ جنگ میں حصہ لیتے رہے ہیں انہیں قتل کر دینا ہی بہتر صورتحال ہے، کیونکہ آنے والے دور میں وہ پھر مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں، لیکن کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم کو مشورہ دیا گیا کہ یہاں کے لوگ معمار اور بعض تاجر ہیں۔ یہاں کے تمام گھر انہیں کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں کی تمام زمینیں وہی کاشت کرتے ہیں۔ ان کی محنت سے خزانہ معمور ہے اگر ان کو قتل کر دیا گیا تو خزانے کا کافی نقصان ہو گا۔ محمد بن قاسم نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور جن لوگوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا انہیں بھی معاف کر دیا۔

محمد بن قاسم اپنے سالاروں کے ساتھ کھڑا ابھی یہ فیصلے کر ہی رہا تھا کہ ایک لشکری خریم بن عمر کے پاس آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔ خریم بن عمر

نے ہاتھ لہراتے ہوئے اسے رکنے کیلئے کہا پھر اسے مخاطب کیا۔

تم جاؤ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ محمد بن قاسم نے بھی یہ صورتحال دیکھ لی تھی۔ اس نے اس لشکری کو اپنے قریب بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا کیا بات ہے۔

جواب میں اس لشکری نے محمد بن قاسم کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر محمد بن قاسم کے چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھا اور خریم بن عمر کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا لشکری ٹھیک کہتا ہے جاؤ یہاں کوئی اتنا کام نہیں ہے جس میں تمہاری کمی شدت کے ساتھ محسوس کی جائے۔ جب میں ایسا محسوس کروں گا تو تمہیں بلا لوں گا بس تم جاؤ خریم بن عمر نے ایک بار محمد بن قاسم کی طرف احتجاجی سے انداز میں دیکھا اس کے بعد وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

محمد بن قاسم نے اروڑھ کا نظم و ضبط درست کرنے کے احکامات جاری کیے۔ ایک شخص رواح بن اسد کو اس نے اروڑھ کا حاکم مقرر کیا۔ مذہبی امور کیلئے موسیٰ بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور ہدایت دی کہ رعایا کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا اور قرآن مقدس کی اس آیت یعنی نیکی کے احکام دینے اور برائیوں سے بچتے رہنے پر عمل کرنا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم آگے بڑھتے ہوئے اروڑھ شہر کے مختلف لوگوں کی شکایات سنتے ہوئے احکامات جاری کرنے لگا تھا۔

○

خریم بن عمر اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے کے اندر سانکرہ ایک کونے سے دوسرے کونے تک بڑی بے چینی اور پریشانی میں ٹہل رہی تھی۔ بار بار اپنے ہاتھوں کو مل رہی تھی۔ خریم بن عمر جونہی خیمے کے اندر داخل ہوا انتہائی بے تابی سے سانکرہ اس کی طرف لپکی اور شکووں بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ دن بدن انتہائی غیر ذمہ دار ہوتے جا رہے ہیں۔

خریم بن عمر سانکرہ کے ان الفاظ پر چونکا عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

کیا ہو گیا خیریت تو ہے؟

سانکرہ پھر گلہ کرنے کے انداز میں بول پڑی آپ کیا سمجھتے ہیں کچھ نہیں ہوا۔ جنگ سے پہلے جس وقت جے سینہ کے نمک خوار دیو داس سے آپ کا انفرادی مقابلہ ہوا تھا آپ کو زخم آیا تھا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں مجھے اس کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ جنگ کے دوران ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ انفرادی مقابلے میں آپ زخمی ہوئے ہیں۔ آپ کو کم از کم میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ آپ جانتے ہیں آپ کے زخمی ہونے کا سن کر میں بے چین اور بے قرار ہوں گی۔ آپ جنگ کے بعد قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور مجھے یکسر ہی فراموش کر دیا۔ جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد تک میں اپنے خیمے کے اس کونے سے اس کونے تک ٹہلتی رہی ہوں اور یہ جو وقت میں نے گزارا ہے میں ہی جانتی ہوں۔

اس پر خریم بن عمر نے ہاکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا تمہیں کس بیوقوف نے کہہ دیا کہ میں انفرادی مقابلے کے دوران زخمی ہوا ہوں۔ ایک موقع پر جب اس دیو داس نے مجھ پر وار کیا تو اس کی تلوار میری ڈھال سے پھسل کر شانے پر چھوٹی سی خراش دیتی ہوئی نکل گئی تھی۔ اس سے خون ضرور نکلا تھا اور اس خون کو دیکھتے ہوئے دیو داس نے مجھے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اس کی تلوار نے میرے خون کی بو سونگھ لی ہے وہ میرا خاتمہ کرے گی لیکن قدرت کو ایسا منظور نہیں تھا۔ الٹا دیو داس میرے ہاتھوں ختم ہو گیا۔ انفرادی مقابلے کے بعد اصل جنگ شروع ہونے سے پہلے میں نے اپنے طور پر زخم پر پٹی باندھ دی تھی اور جنگ کے بعد طبیب نے میرے زخم کی باقاعدہ مرہم پٹی کر دی ہے۔ کوئی اتنا گہرا زخم نہیں معمولی سی خراش ہے۔ دو دن میں ٹھیک ہو جائے گی۔ تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ ہی جس بازو پر چھوٹا سا زخم لگا تھا خریم بن عمر نے وہ بازو آگے کر دیا۔

سانکرہ نے لباس ہٹا کر دیکھا واقعی زخم پر طبیب کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس پر وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کیا۔

تم نے خواہ مخواہ میں زحمت کی۔ میں قلعے کے اندر محمد بن قاسم کے ساتھ انتظامی امور نبٹانے میں مصروف تھا کہ جس لشکری کو تم نے بھیجا اس نے میرے کان

میں کھسر پھسر کی۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے بھی دیکھ لیا۔ میں ٹھہر کر آنا چاہتا تھا لیکن محمد بن قاسم نے زبردستی مجھے تمہاری طرف بھیج دیا۔ اب میرے خیال میں تم خیمے میں آرام کرو تم مطمئن ہو گئی ہو میں واپس جاتا ہوں۔

سانکرہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ بنانہ بن حنظلہ اور گودیری دونوں خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے پھر بنانہ بن حنظلہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بھائی تمہیں اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انتظامی امور نبٹانے کے بعد محمد بن قاسم قلعے سے باہر اپنے خیمے میں آ چکا ہے۔ اب وہ آرام کرے گا لہٰذا تم بھی اپنے خیمے میں رہو، اس کے ساتھ ہی بنانہ بن حنظلہ اور گودیری بھی خیمے میں داخل ہوئے اور چاروں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

ایک روز اروڑھ سے باہر خیمہ گاہ میں محمد بن قاسم اپنے سالاروں کے ساتھ گزشتہ جنگوں میں زخمی ہونے والے لشکریوں کی تیمارداری میں مصروف تھا کہ کچھ سوار خیمہ گاہ میں داخل ہوئے۔ آنے والے محمد بن قاسم کے لشکر کے مخبر اور ناظر تھے۔ قریب آ کر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے۔ ان کے ساتھ کچھ اجنبی بھی تھے۔

انہیں دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم خریم بن عمر اور دیگر سالار ان کی طرف متوجہ ہوئے پھر ایک آگے بڑھا اور محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم ہمارے ساتھ یہ جو نا آشنا چہرے ہیں یہ نکامرہ قبیلے کے بدھ مت کے پیروکاروں کے سردار وانگہ کے آدمی ہیں۔ یہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ گو یہ پوری داستان ہمیں سنا چکے ہیں لیکن یہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اب ان سے انہی کی زبانی سنیں۔ اس پر سوالیہ سے انداز میں محمد بن قاسم اور خریم بن عمر آنے والوں کی طرف دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک بول پڑا۔

مسلمانوں کے امیر! ہمیں آپ کی طرف سردار وانگہ نے بھیجا ہے۔ ہم ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں۔ ماضی میں آپ کے سالار خریم بن عمر نے مول اور اس کے قبائلیوں پر حملہ کیا تھا اور انہیں تہس نہس کیا تھا لیکن نکامرہ قبیلے کے کچھ جنگجو بچ گئے تھے۔ وہ ان دنوں کاٹھیاواڑ کے ساحل سے دور تجارتی لین دین میں مصروف تھے۔ بچنے والے ان قبائل کا سردار سومل رائے ہے اور یہ مول کا عزیز اور رشتہ دار ہے۔ اس کے پاس کم از کم بیس سے پچیس ہزار مسلح اور جنگجو جوان ہیں۔ اسے جب خبر ہوئی کہ مسلمان مول پر حملہ آور ہوئے اور اس کے قبائیلیوں کو تباہ کر دیا تب یہ سمندر کی طرف آیا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس نے یہ جانا کہ مول کی

تباہی میں وانگہ کا بھی ہاتھ ہے تب وہ اپنے جنگجو ساتھیوں کے ساتھ وانگہ پر حملہ آور ہوا۔ وانگہ کے قبیلے کی اکثریت کو اس نے تہہ تیغ کر دیا۔ وانگہ اپنے چند جانثاروں کے ساتھ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا اور نیرون کے حاکم سندر داس کے پاس آ کر اس نے پناہ لے لی ہے۔ ہم اس کے محافظ دستے کے جانثاروں میں سے ہیں۔ ہمیں اس نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ اس کی مدد کی جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ سومل رائے کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ آنے والے دنوں میں وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہ لے سکے۔

وانگہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر سومل رائے نے آج اسے سمندر کے کنارے نقصان پہنچایا ہے تو کل وہ مسلمانوں کے خلاف کسی بڑی کارروائی کی ابتدا بھی کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کے پاس بیس سے پچیس ہزار تک بہترین تربیت یافتہ جنگجو ہیں۔ وانگہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر سومل رائے کے ساتھ جلدی کوئی کارروائی نہ کی گئی تو سومل رائے راجہ داہر کے بھاگ جانے والے بیٹوں جے سینہ اور گوپی کے ساتھ مل کر بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا ہے اس لئے کہ سومل رائے آج کل ان دونوں ہی کی طرف گیا ہوا ہے۔

آنے والا وہ مخبر جب دم لینے کیلئے رکا تب خریم بن عمر نے محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آنے والے اس قاصد سے کچھ پوچھوں۔ جواب میں جب محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تب خریم بن عمر نے آنے والے وانگہ کے اس قاصد کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز یہ جو تو نے ہمیں اطلاع دی ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ وانگہ پر جو حملہ ہوا اس کا ہمیں بے حد افسوس اور دکھ ہے۔ پہلے یہ بتاؤ سومل رائے کی طاقت کہاں ہے؟ وہ کس جگہ آباد ہے اور راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ اور گوپی کی طرف وہ کیا لینے گیا ہے۔ اس پر آنے والا وہ قاصد پھر بول پڑا۔

کاٹھیاواڑ کی طرف جائیں تو راستے میں سومل رائے کی طاقت دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ کچھ قبائل مغرب میں ہیں اور کچھ پانچ میل آگے مشرق کی طرف ہیں۔ یعنی

دو جگہ اس نے اپنی طاقت کو رکھا ہوا ہے تاکہ اگر ایک جگہ اس پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسری طاقت کو استعمال کیا جا سکے۔

سومل رائے کے پاس چھوٹی بڑی کشتیاں اور جہاز ہیں جن کے ذریعے وہ سمندر کے اندر بھی کارروائیاں کرتا ہے۔ ماضی میں جس قدر بحری قزاقی کا کام کیا گیا ہے اس میں سومل شرائے پیش پیش رہا۔ سومل رائے نے ان مسلمان جہازوں کے خلاف کارروائی بھی کی جو سراندیپ سے عراق کا رخ کر رہے تھے۔

یہ تو سومل رائے کی طاقت ہے جو ان دنوں سمندر کے کنارے ہے اور دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ سومل رائے ان دنوں جتور کی طرف گیا ہوا ہے جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں کہ سومل رائے پہلے جتور میں راجہ داہر کے بیٹے گوپی سے ملے گا۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ جے سینہ بھی آپ لوگوں سے شکست کھانے کے بعد اپنے بھائی گوپی کے پاس آگیا ہے۔ یہ تینوں پہلے صلاح مشورہ کریں گے۔ اس کے بعد یہ تینوں قنوج کے راجہ ہرچندر کی طرف جائیں گے اور اس سے بھی مالی اور عسکری مدد حاصل کرنے کے بعد ایک بار پھر آپ لوگوں کے خلاف قسمت آزمائی کریں گے۔ وانگہ نے مجھے اس لئے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ اس سومل رائے کی طرف کوئی لشکر روانہ کیا جائے اور اس کے خلاف کارروائی کرنے میں دیر نہ کی جائے۔ سومل رائے ان دنوں چونکہ جتور کی طرف گیا ہوا ہے وہاں سے قنوج کی طرف جائے گا لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں اس کی طاقت کے دونوں حصوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ گو اس کی غیر موجودگی میں اس کے کافی سالار ہیں لیکن اس کی غیر موجودگی سے بڑا اثر پڑے گا۔ وانگہ نے یہ بھی کہا تھا کہ اس مہم پر سالار خریم بن عمر کو روانہ کیا جائے جو ماضی میں بھی نکامرہ قبیلے کے خلاف مہم جوئی میں مصروف رہا ہے۔ وانگہ نے یہ بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ جو سومل رائے جے سینہ اور گوپی کی طرف گیا ہے اور وہاں سے یہ قنوج کی طرف جائیں گے تو تین قوتیں آپس میں ملیں گی۔ پہلی گوپی اور جے سینہ کے ساتھ بھاگے ہوئے لشکری۔ دوسری قوت سومل رائے ہو گا جس کے ساتھ بیس پچیس ہزار مسلح جنگجو ہیں جو کسی بھی وقت میدان میں اتر سکتے ہیں اور تیسری قوت قنوج کا راجہ بنے گا جو وانگہ کے خیال کے مطابق جے سینہ اور گوپی کو

ایک بڑا لشکر مہیا کرے گا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ آخری اور بڑی کارروائی کی جا سکے۔

وانگہ نے ان دنوں نیرون میں سندر داس کے ہاں قیام کر رکھا ہے۔ وانگہ نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ سومل رائے پر حملہ آور ہونے کیلئے جو لشکر تیار کیا جائے وہ نیرون سے ہو کر جائے۔ وانگہ چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اس لشکر میں شامل ہو اور سومل رائے کی بستیوں تک اس لشکر کی رہنمائی کرے کیونکہ سومل رائے کی ساری بستیوں سے وہ خوب اچھی طرح واقف اور آگاہ ہے۔

آنے والا قاصد خاموش ہو گیا۔ محمد بن قاسم تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنا رخ سیدھا کیا۔ ایک نگاہ آنے والوں پر ڈالی پھر اپنے پہلو میں کھڑے خریم بن عمر پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ اس لمحہ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر خریم بن عمر کو اس نے مخاطب کیا۔

ابن عمر میرے بھائی اب کہو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ وانگہ' سومل رائے کے خلاف حرکت میں آنے کیلئے تمہارا نام تجویز کر چکا ہے۔ میرے خیال میں تمہارا نام پہلے ہی ان بحری قزاقوں کیلئے خوف اور خطرے کا نشان بنا ہوا ہے اگر تم رضامندی کا اظہار کرو تو اس مہم کیلئے میں بھی تمہارا نام تجویز کروں گا۔

خریم بن عمر نے جواب میں بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم نام تجویز کرنے کے بجائے اس مہم پر جانے کیلئے آپ مجھے حکم بھی دے سکتے ہیں۔ بہرحال میں خود اپنے آپ کو اس مہم کیلئے پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ سومل رائے سے میں خوب نبٹوں گا۔ آنے والے قاصد کا یہ بیان ہے کہ سومل رائے جتور کی طرف گیا ہوا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں ہمیں اس کے قبائل پر ضرب لگانی چاہیے۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ میں اس رفتار سے بحری قزاقوں کا رخ کروں گا کہ سومل رائے اس وقت تک جتور یا قنوج سے لوٹ آئے۔ میں اس کی موجودگی میں اس کے قبائل پر ضرب لگانا چاہتا ہوں۔ اپنے لشکریوں کو سمجھا دوں گا کہ پوری کوشش کی جائے کہ سومل رائے کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ سومل رائے نے

چونکہ وانگہ اور اس کے قبائل کو تباہ و برباد کیا ہے لہٰذا سول رائے کو ایک قیدی بنا کر میں چاہوں گا کہ وانگہ کے سامنے پیش کروں وانگہ جو چاہے اس کی سزا تجویز کرے۔

خریم بن عمر تھوڑی دیر رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر محترم اس موقع پر میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے ساتھ بنانہ بن حنظلہ کو بھی روانہ کیا جائے۔ میں کوشش کروں گا کہ بنانہ بن حنظلہ اور میں یہاں سے نیرون کا رخ کریں۔ میری بیوی سانکرہ اور گودیری دونوں نیرون میں رہیں گی جبکہ میں اور بنانہ لشکر کو لے کر سول رائے کا رخ کریں گے۔ وانگہ کے آدمی اس کے قبائل تک ہماری راہنمائی کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ سول رائے کے قبائل سے میں ایسا نبٹوں گا کہ آنے والے دور میں ہمیں اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا بلکہ مجھے یہ بھی امید ہے کہ میں اس کے قبائل کا نام و نشان مٹا کر رکھ دوں گا۔

خریم بن عمر کی اس تجویز سے محمد بن قاسم نے اتفاق کیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن عمر میرے بھائی میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ بنانہ بن حنظلہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ اب تم لوگ ان آنے والے قاصدوں کے طعام اور قیام کا بندوبست کرو اور اپنے کوچ کی بھی تیاری کرو۔ میں چاہتا ہوں آج شام تک تم دونوں اپنے لشکر کو لے کر کوچ کر جاؤ۔ خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ نے محمد بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اسی روز شام کے وقت خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

○

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نیرون پہنچے تو سندر داس اور وانگہ دونوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ دونوں سے باری باری انہوں نے مصافحہ کیا پھر وانگہ کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کہہ اٹھا۔

میرے محترم مول رائے کے رشتہ دار سول رائے کے ہاتھوں آپ اور آپ کے قبیلے کو جو نقصان پہنچا ہے اس کیلئے مجھے بڑا دکھ اور افسوس ہے۔ مجھے امید ہے کہ

سول رائے کو ہم بڑی کڑی سزا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اروڑھ کے نواح سے نیرون کی طرف آتے ہوئے میں نے بنانہ بن حنظلہ کے ساتھ فیصلہ کیا تھا کہ ہر لشکری کو بتا دیا جائے کہ نکامرہ قبیلے کے اس دوسرے بڑے سردار سول رائے کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو میں ایسا بھی چاہوں گا کہ سول رائے کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے پھر آپ جو چاہیں اس کی سزا تجویز کریں۔ میں یہ بھی پسند کروں گا کہ اس مہم میں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تاہم محترم سندر داس یہاں رہیں۔ سانکرہ اور گودیری بھی ان کے پاس قیام کریں گی۔

اس موقع پر گودیری اپنے باپ کے پاس کھڑی تھی جبکہ سانکرہ نے اپنے باپ سندر داس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ پھر دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ ہوا آخر گودیری نے خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

خریم بن عمر میرے بھائی آپ برا نہ مانئے گا جب میرے باپ آپ کے ساتھ جائیں گے تو میں چاہوں گی کہ میں بھی ان کا ساتھ دوں۔ سول رائے نے ہمارے قبیلے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ جب آپ اسے زندہ گرفتار کر کے میرے باپ کے سامنے پیش کریں گے تو میں پسند کروں گی کہ اس کی سزا کو عبرت خیزی کے طور پر اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ میرے بھائی جب میں اپنے باپ کے ساتھ جاؤں گی تو پھر سانکرہ یہاں اکیلی کیا کرے گی۔ اسے بھی میرے ساتھ جانا چاہیے اور پھر آپ کے لشکر میں دیگر لشکریوں کے بھی اہل خانہ ہیں ہم دونوں بہنیں بھی لشکر میں رہ جائیں گی تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس موقع پر لمحہ بھر کیلئے خریم بن عمر نے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا۔ بنانہ بن حنظلہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر گودیری کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر کہہ اٹھا۔

گودیری میری بہن تم اور سانکرہ نے نگاہوں ہی نگاہوں میں جو اشارہ کیا ہے اسے میں نے پڑھ لیا ہے کہ تم کیا فیصلہ کر چکی ہو۔ بہرحال مطمئن رہو تم دونوں بھی ہمارے ساتھ جاؤ گی۔ خریم بن عمر کے اس فیصلے پر سانکرہ اور گودیری دونوں مسکرا

اٹھی تھیں۔ اس کے بعد خریم بن عمر نے ایک بار پھر وانگہ کو مخاطب کیا۔

وانگہ میرے محترم میں چند روز یہاں نیرون میں قیام کروں گا۔ اس دوران آپ یہ کام کریں کہ اپنے کچھ قابل اعتماد قبیلے والوں کو سومل رائے کی بستیوں کی طرف بھجوائیں جو قاصد ہماری طرف گئے تھے انہوں نے اطلاع دی تھی کہ سومل رائے جتور کی طرف گیا ہوا ہے اور وہاں مسلمانوں کے خلاف کوئی نئی مہم کیلئے صلاح مشورے ہو رہے ہیں۔ جو قاصد یہاں سے سومل رائے کی بستیوں کی طرف جائے گا وہ صرف یہ نگاہ رکھے کہ سومل رائے جونہی اپنی بستیوں میں لوٹتا ہے وہ آکر ہمیں اطلاع دے۔ اس لئے کہ میں سومل رائے کی بستیوں پر اس وقت حملہ آور ہونا چاہتا ہوں جب سومل رائے جتور یا قنوج سے اپنی بستیوں میں واپس آجائے اس لئے کہ میں اسے گرفتار کرنا چاہتا ہوں تاکہ آنے والے دور میں سومل رائے پھر کوئی جمیعت اکٹھی کر کے مسلمانوں کیلئے کسی اندیشے کا باعث نہ بنے۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے وانگہ بڑا خوش اور مطمئن ہوا تھا۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خریم میرے بیٹے فکر مند نہ ہو میں آج ہی اپنے دو قابل اعتماد آدمیوں کو سومل رائے کی بستیوں کی طرف روانہ کروں گا اور جونہی سومل رائے قنوج سے لوٹتا ہے میرے آدمی ہمیں اس کی آمد کی اطلاع دیں گے۔ اس کے بعد تم اس کے خلاف حرکت میں آنا۔ مجھے امید ہے کہ جس طرح ماضی میں تم بڑی بڑی قوتوں کے علاوہ نکامرہ قبیلے کے سردار مول کو اپنے سامنے زیر کرتے رہے ہو اس طرح سومل رائے بھی تمہارے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے گا اور اپنی تباہی اور بربادی کا باعث بنے گا۔

خریم بن عمر نے اس بار وانگہ کو مخاطب کرنے کے بجائے اپنے پہلو میں کھڑے بنانہ بن حنظلہ کو مخاطب کیا۔

بنانہ میرے بھائی لشکر کو یہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دو۔ اس پر بنانہ بن حنظلہ پیچھے ہٹا اور لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے بلند آواز میں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملنا تھا کہ مجاہد بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور خیموں کا شہر آباد کرنے لگے تھے۔ بنانہ بن حنظلہ پھر خریم بن عمر کے پاس آن کھڑا ہوا۔ اس موقع

پر پہلی بار سندر داس نے خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

خریم میرے بیٹے سومل رائے پر حملہ آور ہونے کیلئے تمہارا کیا طریقہ کار ہوگا۔ کیا اس مقصد کیلئے تمہیں کشتیوں کی بھی ضرورت ہوگی۔ اگر ایسا ہے تو میں پہلے ہی تمہارے لئے کشتیوں کا بندوبست کر دوں تاکہ جب تم یہاں سے کوچ کرو تو مطلوبہ تعداد میں کشتیاں موجود ہوں۔ جواب میں خریم بن عمر نے توصیفی انداز میں سندر داس کی طرف دیکھا پھر اس کے بعد کہنے لگا۔

سندر داس میرے محترم سومل رائے پر حملہ آور ہونے کیلئے ہمیں کشتیوں کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی ہم کشتیاں استعمال کریں گے نہ ہی ہمارے لشکر کا کوئی حصہ سمندر کے راستے سومل رائے کی بستیوں کی طرف بڑھے گا۔

خریم بن عمر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں وانگہ بول پڑا تھا۔

میرے بیٹے کشتیاں استعمال نہ کرنے سے قباحت بھی اٹھ کھڑی ہوگی۔ اگر تم اور بنانہ بن حنظلہ دونوں خشکی کے راستے سفر کرتے ہو اور باری باری سومل رائے کی دونوں بستیوں پر حملہ آور ہوتے ہو تو یاد رکھنا سومل رائے وہی طریقہ اختیار کرے گا جو ماضی میں مول کرتا رہا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ تو جنگ ضرور کرے گا جب اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا اور شکست اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے تو یاد رکھنا ساحل پر جو کشتیاں ہوں گی اپنے لوگوں کو وہ کشتیوں میں بٹھا کر کھلے سمندر میں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس طرح تم اس کا تعاقب نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد وانگہ رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابن عمر میرے بیٹے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ کشتیوں کا انتظام یہاں سے کر کے چلو بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ بنانہ بن حنظلہ کے حصے کا جو لشکر ہے وہ یہیں سے کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر کی طرف جائے پھر مشرق کی طرف بڑھے تم اس کے ساتھ ساتھ خشکی پر سفر کرو۔ دونوں پہلے ایک بستی پر حملہ آور ہو۔ تم خشکی کی طرف سے حملہ کرو بنانہ بن حنظلہ سمندر کی طرف سے ضرب لگائے۔ اس طرح اگر تم دونوں باری باری سومل رائے کی بستیوں پر حملہ آور ہو تو یاد رکھنا سومل رائے اور

اس کے آدمیوں کو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔ مجھے خبر نہیں کہ سومل رائے کے ساتھ جنگ کرنے کا تمہارا کیا طریقہ کار ہے لیکن میرے ذہن میں جو اس وقت مناسب طریقہ ہے وہ یہی ہے اب تم کہو تم کیا کرنا چاہتے ہو۔

خریم بن عمر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا عجیب سے انداز میں اس نے کچھ دیر بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا پھر وانگہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

وانگہ میرے محترم میرے ذہن میں سومل رائے اور اس کے مسلح جوانوں سے نبٹنے کا ایک طریقہ ہے اور یہ طریقہ بغیر کشتیوں کے استعمال کیا جائے گا۔ اس کا اظہار میں نے ابھی تک بنانہ بن حنظلہ پر بھی نہیں کیا۔ جب ہم سومل رائے کی بستیوں کی طرف جائیں گے تب میں اس طریقہ کار کا اظہار بنانہ بن حنظلہ پر کروں گا۔ میرے خیال میں اس طریقے سے کام لیتے ہوئے ہم بڑی آسانی سے سومل رائے کو اپنے سامنے زیر کریں گے اور سومل رائے کے کسی آدمی کو بھی جان بچا کر کھلے سمندر کی طرف بھاگنے کا موقع نہ دیں گے۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو سومل رائے کی حالت میں موبل سے بھی بدترین کروں گا۔

خریم بن عمر رکا تو سندر داس نے اسے مخاطب کیا۔

بیٹے جب تک تمہارے لشکری پڑاؤ کرتے ہیں تم بنانہ بن حنظلہ‘ سانکرہ اور گودیری میرے ساتھ چلو تم چاروں کا قیام میرے پاس ہو گا۔ اس پر خریم بن عمر تھوڑی دیر کیلئے مسکرایا پھر نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں سندر داس میرے محترم آپ سانکرہ اور گودیری کو اپنے ساتھ لے جائیے میں اور بنانہ بن حنظلہ اپنے لشکر ہی میں قیام کریں گے۔ یاد رکھئے گا سالار اپنے لشکر ہی میں اچھا لگتا ہے۔ جواب میں مسکرانے کے انداز میں گودیری بول پڑی۔

اور سالاروں کی بیویاں بھی ان کے پاس رہتے ہوئے اچھی لگتی ہیں۔ اس پر سب نے ایک قہقہہ لگایا پھر سندر داس اور وانگہ نیرون شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ خریم بن عمر بنانہ بن حنظلہ سانکرہ اور گودیری نے اپنے پڑاؤ میں قیام کر لیا تھا۔

راجہ داہر کے دونوں بیٹے جے سینہ اور گوپی جتور سے اور نکامرہ قبیلے کا سردار سومل رائے ساحلی علاقے سے تینوں مل کر قنوج پہنچے اور قنوج کے راجہ ہرچندر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ہرچندر نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ قاصدوں کے ذریعے سے پہلے ہرچندر سے معاملہ طے ہو چکا تھا کہ کس موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔ پہلے ہرچندر نے راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ اور گوپی کے پاس جتور جانا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اپنے اس لائحہ عمل میں تبدیلی کی۔ اس تبدیلی کے تحت جے سینہ گوپی اور سومل رائے قنوج جا پہنچے۔

ان کا بہترین سواگت کرنے کے بعد قنوج کے راجہ ہرچندر نے اپنی سلطنت کے عمائدین اور سرداروں کو جمع کیا۔ جب سب لوگ راج محل میں جمع ہو گئے تب کچھ دیر تک بڑے رازدارانہ انداز میں باہم مشورے ہوتے رہے پھر جے سینہ کی طرف دیکھتے ہوئے قنوج کے راجہ ہرچندر نے کہنا شروع کیا۔

جے سینہ کیا بات ہے کیوں مسلمان تمہاری سرزمینوں میں اس طرح گھومتے پھرتے ہیں جس طرح موت کے پچھاڑے جسموں پر گدھ منڈلاتے ہیں۔ تمہارا باپ راجہ داہر تو زندگی کے رموز و اسرار سے خوب واقف تھا۔ بڑے بڑے دشمنوں اور بڑے بڑے رقیبوں کے خلاف وہ بڑی بے جگری کے ساتھ حرکت میں آتا تھا اور اپنے دشمنوں کی حالت وہ درختوں کی ننگی بوچی شاخوں جیسی کر کے رکھ دیتا تھا‘ پھر کیا بات ہے تم دونوں بھائیوں کے علاوہ تمہارے باپ داہر کو بھی ان مسلمانوں نے بے ضرر بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانک کر رکھ دیا ہے۔ میں تمہارے باپ کو خوب جانتا تھا

جب اس کی تیوریاں چڑھ جاتی تھیں تو بدبختیاں اور ہولناکیاں اس کے آگے آگے بھاگتی تھیں۔ جے سینہ تم بھی اپنی دھرتی میں فتح اور جیت کا منبع خیال کیے جاتے رہے ہو' اور اپنی دھرتی کا بے مثل سورما مانے جاتے رہے ہو' پھر کیا بات ہے کہ دونوں بھائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بدترین شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور میں دیکھتا ہوں کہ یکے بعد دیگرے وہ تمہارے شہروں پر غالب اور قابض ہو چکے ہیں۔

قنوج کے راجہ ہرچندر کے ان الفاظ پر جے سینہ اور گوپی دونوں بھائی شرمندہ اور خجل سے ہو گئے تھے۔ کچھ دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتے رہے پھر جے سینہ نے راجہ ہرچندر کو مخاطب کیا۔

راجہ آپ کا کہنا درست ہے پر یہ نووارد حملہ آور مسلمان یہاں کے دشمنوں سے کچھ علیحدہ اور نرالے ہیں۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسے دشمن دیکھے ہیں جو زیر ہونا نہیں جانتے۔ زبر ہی رہنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جنگوں میں ہم موت اور اجل کے آگے بھاگنے والے ہوتے ہیں جبکہ نووار حملہ آور مسلمان موت کے سایوں میں آرام کرنے والے ہیں۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ ہم باطل کے حق میں فیصلہ دینے والے احمق اور نادان ہیں جبکہ حملہ آور مسلمان ہم سے مختلف ہیں۔

وہ جب ہم سے ٹکراتے تھے تو لگتا تھا پردہ عدم سے نکل کر وہ آسمان پر برق کی چمک کے آتشی حروف کی طرح چھا جائیں گے۔ اپنی قوم کی عظمت کی داستانیں تحریر کرنے کیلئے وہ اپنے پیاسے نفس کو تخریبی عناصر اور جسموں کو موت کی قربان گاہوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کے اندر آگے بڑھنے' موت پر چھانے اور اپنی قوم اپنی ملت کی سطوت کا ایک جذبہ ہے۔ راجہ جس طرح آندھیوں کے جھکڑ پھول کو فنا کر سکتے ہیں۔ بیج کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اس طرح ہم حملہ آور مسلمانوں کے جسموں کو تو نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن ان کے اندر جو آگے بڑھنے اور چھا جانے کا جذبہ ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ راجہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ موت ان کے سامنے اپنی کمین گاہوں میں چھپتی ہے۔ زندگی اپنے شبستانوں سے نکل کر ان کا سواگت کرتی ہے۔

ہرچندر تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچا پھر اس نے نکامرہ قبیلے کے سردار سول رائے کو مخاطب کیا۔

سول رائے تمہارا مسلمانوں کے متعلق کیا خیال ہے۔ سول رائے نے جھٹ سے ہرچندر رائے کو مخاطب کیا۔

راجہ میں مسلمانوں سے ٹکرانے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ ماضی میں نہ میرا ان سے کوئی ٹکراؤ ہوا ہے' جب یہ لوگ مول سے ٹکراتے رہے ہیں اس وقت میں یہاں نہیں تھا۔ دور مشرق کی سرزمینوں کی طرف گیا ہوا تھا۔ آپ جانتے ہیں کھلے سمندروں میں مشرق بعید تک ہم بحری قزاقی کا پیشہ کرتے ہیں۔ اگر میں یہاں ہوتا تو مجھے قوی امید ہے کہ میں مسلمانوں کے سامنے مول کو سرنگوں نہ ہونے دیتا۔ مجھے اس بات کا بھی بڑا دکھ اور افسوس ہے کہ وانگہ نے ہمارا آدمی ہو کر ہمیں دھوکا دیا اور مسلمانوں سے مل گیا۔

سول رائے یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ قنوج کا راجہ ہرچندر بول پڑا تھا۔

سول رائے ایک وانگہ کی کیا بات ہے ذرا نیرون کے حاکم سندر داس کی طرف دیکھو اس نے مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی قاصدوں کے ذریعے حجاج بن یوسف سے رابطہ قائم کیا اور اپنے لئے امان حاصل کر لی۔ اس نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا مجھے بتایا گیا ہے اس نے اپنی بیٹی ایک مسلمان سالار کے ساتھ بیاہ دی ہے اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کی بیٹی جس کا نام سانکرہ ہے اسے جے سینہ دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا ہے۔ مول بھی اسے حاصل کرنے کا خواہش مند تھا پر وہ لڑکی ان دونوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں کے سالار کے حرم میں چلی گئی۔ کیا یہ ہمارے لئے رسوائی اور بے عزتی کی بات نہیں ہے۔

پھر تم نے دیکھا کہ مسلمان مغربی افق سے طوفانوں کی طرح نمودار ہوئے۔ ہبکوڈ اور امن بیلا پر بغیر کسی مزاحمت کے چھا گئے۔ دیبل کو فتح کیا نیرون اپنے آپ ان کے سامنے سرنگوں ہو گیا پھر انہوں نے غربی حصے کا رخ کیا۔ سیون تک سارے علاقوں کو پامال کرتے ہوئے وہ راوڑھ کے سامنے نمودار ہوئے۔ راوڑھ کے بعد

ہولناک جنگ ہوئی۔ راجہ داہر نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا لیکن ناکام رہا قتل ہوا۔ اس کے بعد یہ مسلمان برہمن آباد اروڑھ تک پھیلتے چلے گئے۔ میں تمہیں بتا دوں اگر ان مسلمانوں کی راہ نہ روکی گئی تو پھر کوئی بھی ان کی راہ نہ روکے گا۔ اس وقت ان کے راستے میں شمال کی طرف جاتے ہوئے سب سے بڑی قوت ملتان ہے اگر ملتان پر بھی یہ غالب آگئے تو پھر یاد رکھنا پورے ہند میں ان کی کوئی راہ نہیں روک سکے گا۔ شمال کی طرف بڑھنے کے بعد وہ ہمارا رخ کریں گے۔ ان کے حوصلے بڑھے ہوں گے ہماری عوام خوفزدہ ہو گی لہٰذا ان کا مقابلہ کرنا ناممکن نہیں تو ہم لوگوں کیلئے انتہا درجہ کا مشکل ہو جائے گا۔

تم تینوں کی آمد سے پہلے میں نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کی طرف قاصد بھجوائے تھے میں حملہ آور مسلمانوں کے تیور دیکھ رہا تھا۔ میں انہیں چڑھتی ہوئی سرخ آندھیوں جیسا محسوس کر رہا تھا جو لمحوں کے اندر آگے بڑھتے ہوئے چھا جاتی ہیں۔ میں نے راجاؤں کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ اگر مسلمان مشرق کا رخ کرتے ہیں تو سارے متحد ہو کر ان کا مقابلہ کریں گے اور ہر صورت میں انہیں پسپا ہونے پر مجبور کریں گے۔

میرے کہنے پر ہندوستان کے مختلف راجا اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر لے آئے ہیں اور اگر مسلمانوں نے مشرق کی طرف پیش قدمی کرنے کی کوشش کی تو ہم ان کی راہ روکیں گے۔ اس پر جے سینہ فوراً بول پڑا۔

راجا اگر مسلمان ملتان میں آگے شمال کی طرف بڑھ جاتے ہیں اور وہ مشرق کا رخ نہیں کرتے تو پھر آپ لوگوں کا کیا ردعمل ہو گا۔

راجا ہرچندر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے جے سینہ کو مخاطب کیا۔

جے سینہ کبھی بھی جان بوجھ کر گھوڑے کے پیچھے سے اور بدبختیوں کے سامنے نہیں گزرنا چاہیے۔ جان بوجھ کر بیل کو انگیخت نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ سینگوں پر اٹھا کر پٹخ دے۔ اگر مسلمان شمال کی طرف بڑھ جاتے ہیں مشرق کا رخ نہیں کرتے تو ہم ان کے دروازے پر دستک نہیں دیں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو بدبختیاں ہمارا بھی

رخ کر لیں گی اگر وہ ہم سے کوئی تعرض نہیں کرتے تو ہم بھی چپ رہیں گے۔ اگر میں اور ہندوستان کے راجہ ایک لشکر تیار کر کے ان کا پیچھا کرتے ہیں یا ان کا سامنا کرتے ہیں تو یاد رکھئے گا اپنی سرزمینوں سے دور رہتے ہوئے ہماری بھی حالت تمہارے باپ اور تم دونوں سے مختلف نہ ہو گی لہٰذا ہم اپنی سرزمینوں ہی میں ان کا جم کر مقابلہ کریں گے تاکہ رسد اور کمک کا سلسلہ ہمارے لئے منقطع نہ ہو۔ بہرحال وقتی طور پر ہم نے جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنی ہے اس کی تفصیل میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر ہم اس پر کامیابی کے ساتھ کاربند ہو جائیں تو مسلمانوں کو پسپا کرنے اور مکران کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔

اب مسلمانوں کے ساتھ نبٹنے کا طریقہ کار کچھ یوں ہو گا کہ یہاں سے جانے کے بعد سومل رائے اپنے بہترین سورماؤں کو اپنے ساتھ لے گا' جہاں تک تم دونوں بھائیوں کا تعلق ہے تم نے یہاں آکر خود ہی بتایا ہے کہ جتور میں تمہارے پاس خاصا بڑا لشکر ہے۔ کچھ لشکری میں بھی تمہیں مہیا کروں گا۔ اس طرح تمہارے پاس بھی ایک طاقتور لشکر ہو جائے گا۔ ایک لشکر میں خود اپنی کمانداری میں لوں گا۔

اب ہمارے پاس تین لشکر ہوں گے۔ ہم تین مختلف محاذ کھولیں گے۔ مسلمانوں کی طاقت کو بانٹنے کی کوشش کریں گے۔ میرے خیال میں مسلمان اپنی طاقت کو بانٹیں گے نہیں۔ ان پر حملہ آور ہونے کی ابتدا سومل رائے کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ہرچندر رائے رکا پھر سومل رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سومل رائے تمہارے پاس کس قدر جوان ہیں جنہیں تم جنگ کیلئے تیار کر سکتے ہو۔

سومل رائے نے چھاتی تانتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

راجہ ہم خانہ بدوش بھی ہیں اور بحری قزاق بھی۔ ہمارا ہر جوان ہی جنگجو ہوتا ہے۔ اس وقت میرے پاس بیس سے پچیس ہزار میرے قبیلے کے جوان ہیں اور آپ ان سب ہی کو جنگجو خیال کریں۔ میں کچھ جوانوں کو اپنی بستیوں میں حفاظت کیلئے چھوڑوں گا اور باقی کو ساتھ لوں گا میرے خیال میں میں اٹھارہ بیس ہزار مسلح جوانوں

کے ساتھ مسلمانوں پر ضرب لگا سکوں گا۔

سومل رائے کے جواب پر ہرچندر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس کے بعد لمحہ بھر کے لئے اس نے کچھ سوچا پھر کہنا شروع کیا۔

عزیزو اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو۔

سومل رائے اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حرکت میں آئے گا اور نیرون کا رخ کرے گا۔ نیرون پر یہ مناسب موقع یا رات کے وقت شب خون کے انداز میں حملہ آور ہو گا اور ہر صورت میں نیرون پر قابض ہونے کی کوشش کرے گا۔ نیرون میں اس وقت سندر داس ہے اور مسلمانوں کا ایک ناظم ہے۔ نیرون میں مسلمانوں کی کوئی اتنی بڑی قوت نہیں ہے مجھے امید ہے سومل رائے بڑی آسانی سے نیرون پر قابض ہو جائے گا۔

جب سومل رائے نیرون پر قابض ہو جائے پھر ہمیں ذرا رک کر مسلمانوں کے ردعمل کا انتظار کرنا ہو گا۔ اگر مسلمانوں کا سالار اعلیٰ اپنے لشکر کو لے کر نیرون کی طرف جاتا ہے تو ظاہر ہے اس وقت وہ الور میں قیام کئے ہوئے ہے۔ الور کو خالی کر دیا جائے گا۔ یہ صورتحال ہمارے لئے بڑی سودمند ہو گی۔ اس کے جانے کے بعد جے سینہ اور گوپی تم اپنے کام کی ابتدا کرو گے جو لشکر تمہارے پاس ہو گا اسے لے کر بڑی برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کرو گے اور برہمن آباد پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو گے۔ جس وقت تم نکلو گے اسی وقت میرا لشکر بھی ایک سالار کی سرکردگی میں تم لوگوں کے مرکزی شہر الور کی طرف کوچ کرے گا اور الور پر قابض ہونے کی کوشش کرے گا۔

اب یہاں سومل رائے کا کام پھر شروع ہوتا ہے۔ سومل رائے جب نیرون قابض ہو جاتا ہے تو یہ قلعہ بند ہو جائے گا۔ شہر کی فصیل کے اوپر حرب و ضرب کے سامان کو جمع کرے گا تاکہ مسلمان فی الفور فصیل پر چڑھ کر نیرون پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ ظاہر ہے مسلمان اپنی قوت کو تین حصوں میں بانٹ کر بیک وقت نیرون الور اور برہمن آباد کا رخ نہیں کریں گے بلکہ وہ اکٹھے رہ کر یکے بعد دیگرے اپنے فتح کیے ہوئے شہروں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

نہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

جس وقت مسلمان نیرون کو واپس لینے کیلئے نیرون کا محاصرہ کریں تو سومل رائے نیرون کے قلعے کے اندر ڈٹ جائے گا۔ مسلمانوں کو نزدیک نہیں آنے دے گا۔ مزاحمت کرتا رہے گا یعنی محصور رہ کر جنگ کو طول دے گا۔ اتنی دیر میں میں اور تم دونوں بھائی برہمن آباد' الور سے فارغ ہو چکے ہوں گے پھر ہم بھی اپنے لشکروں کے ساتھ نیرون کا رخ کریں گے۔ نیرون پہنچ کر مسلمانوں کی جو حالت ہو گی وہ بڑی قابل دید ہو گی۔ ایک طرف سے میں دوسری طرف سے جے سینہ اور گوپی تم دونوں بھائی اور نیرون کے اندر سے سومل رائے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے' تو یاد رکھنا اس سہہ طرفہ حملے سے مسلمانوں کو نا صرف ہم بدترین شکست دیں گے بلکہ میرا اندازہ ہے کہ ان کے پورے لشکر کو کچل کر رکھ دیں گے۔ بس اس وقت یہی تجویز میرے سامنے ہے۔ تم تینوں کہو اس معاملے میں کیا کہتے ہو۔

لگتا تھا قنوج کے راجہ ہرچندر کی اس تجویز سے جے سینہ اور سومل رائے بے حد خوش ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک تینوں آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے پھر جے سینہ نے راجہ ہرچندر کو مخاطب کیا۔

میرے محترم آپ کی جو تجویز ہے یہ ہمارے دلوں کو بھائی ہے۔ بہت اچھی ہے اس پر عمل کر کے ہم کامیابیوں کے دروازے کھول سکتے ہیں لیکن تھوڑا سا ابہام ہے اس سلسلے میں ہم تینوں نے صلاح مشورہ کیا ہے اور اسی سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد سومل رائے ساحل کا رخ کرے گا۔ اب ہم تینوں گروہوں کے درمیان رابطہ کیسے رہے گا کہ کیسے اور کس طرح ہمیں حملہ آور ہونا چاہئے۔

ہرچندر رائے تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر گہری طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

عزیزو یہاں سے جانے کے بعد سومل رائے پہلے اپنے لشکر کو استوار کرے گا اپنے چھوٹے سالاروں اور اپنے لشکریوں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد جس وقت یہ نیرون پر حملہ آور ہونے کیلئے ساحل کو چھوڑ دے گا ساحل کو چھوڑنے کے ساتھ تیز

رفتار قاصد تمہاری طرف جتور میں روانہ کرے گا۔

سول رائے یہ اطلاع دے گا کہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ نیرون پر حما آور ہونے کے لئے ساحل چھوڑ دیا ہے جونہی سول رائے کی طرف سے قاصد آ۔ اور تمہیں یہ اطلاع دے کہ سول رائے اپنے لشکر کے ساتھ نیرون پر حملہ آور ہو۔ کیلئے ساحل چھوڑ چکا ہے تم دونوں بھائی بھی حرکت میں آؤ گے اور اپنے لشکر ۔ ساتھ جتور سے نکل کر برہمن آباد کا رخ کرو گے۔

تم دونوں برہمن آباد سے ذرا دور رہ کر پڑاؤ کر لینا پر ایک بات یاد رکھنا جتو سے روانگی کے وقت ایک قاصد میری طرف روانہ کرنا ایسے ہی جس طرح سو رائے تمہاری طرف قاصد بھیجے گا۔ ایسے ہی جتور شہر چھوڑتے وقت تم قاصد میر طرف روانہ کرنا جو اس بات کی نشاندہی ہو گی کہ تم جتور چھوڑ چکے ہو۔ اس قاصد ۔ آتے ہی اور تمہارا پیغام ملتے ہی میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ قنوج سے نکلوں گا۔ ال کا رخ کروں گا اور الور سے ذرا فاصلے پر رہ کر میں پڑاؤ کروں گا اور حالات کا جا لوں گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔

ہرچندر رائے کی اس گفتگو سے لگتا تھا جے سینہ' گوپی اور سول رائے کسی ق مطمئن ہو گئے تھے۔ اس بار سول رائے نے ہرچندر رائے کو مخاطب کیا۔

راجہ جو الجھن ہمارے ذہنوں میں تھی وہ رفع ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں ا کام کی ابتدا ہمیں جلد کر دینی چاہئے جوں جوں وقت ضائع ہو گا مسلمان طاقت ا قوت پکڑتے رہیں گے اور ایک علاقے کے بعد دوسرا علاقہ فتح کرتے چلے جائیں گے جو بات میرے ذہن میں آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ۔

میں آج ہی اپنی ساحلی پٹی کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اپنے ساحل پر پہنچنے ۔ بعد میں زیادہ دن نہیں لوں گا۔ ایک دو دن میں اپنے لشکر کو استوار کروں گا اور سا سے روانہ ہوں گا۔ اس کے ساتھ ہی میں قاصد جتور کی طرف روانہ کر دوں گ ساحل سے روانہ ہونے کے بعد میں بڑی تیزی سے نیرون کی طرف بڑھوں گا اور ا امید ہے کہ بغیر کسی مزاحمت کے میں نیرون پر قابض ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد جو ا لائحہ عمل طے ہوا ہے اس کے مطابق عمل ہوتا رہے گا۔ میرے خیال میں اس تج

کو ہم اگر عملی صورت دینے میں کامیاب ہو جائیں تو نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو ہم نکال باہر کر سکتے ہیں بلکہ آنے والے دنوں میں بھی کسی بیرونی قوت کو ہمت اور جرات نہ ہو گی کہ وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو۔

ہرچندر کے ساتھ ساتھ جے سینہ اور گوپی نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اسی روز جے سینہ اور اس کا چھوٹا بھائی گوپی دونوں جتور کی طرف روانہ ہو گئے جبکہ سول رائے اپنی ساحلی پٹی کی طرف چلا گیا تھا۔

○

خریم بن عمراور بنانہ بن حنظلہ نے اس وقت تک اپنے لشکر کے ساتھ نیرون ہی میں قیام کیے رکھا جب تک ان کے قاصدوں نے یہ اطلاع نہ کر دی کہ سومل رائے قنوج سے اپنی ساحلی پٹی پر پہنچ گیا ہے۔ جب یہ خبر ملی تب خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس طرح حرکت میں آیا کہ رات کے وقت وہ سفر کرتا رہا تاکہ دشمن کو اس کی نقل و حرکت کی خبر نہ ہو سکے۔ اپنی روانگی سے پہلے اس نے اپنے کچھ ناظر وانگہ کے قابل اعتماد آدمیوں کے ساتھ اپنے آگے آگے روانہ کیے تاکہ وہ سومل رائے کی بستیوں کے پورے محل وقوع سے اسے وہاں پہنچتے ہی باخبر کریں۔

یوں رازداری کے ساتھ سفر کرتے ہوئے خریم بن عمر ساحل سے کافی ہٹ کر اس جگہ خیمہ زن ہو گیا جہاں ان کے سامنے سومل رائے کی بستیاں تھیں۔ اتنی دیر تک وہ ناظر بھی لوٹ آئے تھے جنہیں اس نے وانگہ کے آدمیوں کے ساتھ بستیوں کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا تھا اور انہوں نے آکر خریم بن عمر کو سارے حالات اور بستیوں کا محل وقوع تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا۔

اپنے ناظروں سے ساری تفصیل جاننے کے بعد خریم بن عمر کسی قدر گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس وقت بنانہ بن حنظلہ اور کچھ دیگر چھوٹے سالار بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر بنانہ بنؒ حنظلہ کی طرف دیکھتے ہوئے خریم بن عمر بول پڑا۔

سومل رائے کی بستیوں کا محل وقوع جو ہمارے ناظروں نے بتایا ہے۔ اس کے مطابق ہمیں اپنے سارے لائحہ عمل کو تبدیل کرنا ہوگا۔ خریم بن عمر یہاں تک کہہ پایا تھا کہ بنانہ بن حنظلہ بول پڑا۔

ابن عمر میرے عزیز بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ دشمن سے نبٹنے کے لیے ہم وہی

طریقہ کار استعمال کریں جو ہم نے مومل کے لیے استعمال کیا تھا یعنی پہلے اس کی ایک بستی پر حملہ آور ہوں۔ اس کا صفایا کرنے کے بعد دوسری بستی کا رخ کریں۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو بڑی آسانی کے ساتھ باری باری ہم دونوں بستیوں پر قابو پالیں گے۔

بنانہ بن حنظلہ کے خاموش ہونے پر خریم بن عمر نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

بنانہ میرے بھائی میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ مومل اور سومل رائے کی بستیوں میں بڑا فرق اور تضاد ہے۔ مومل کی بستیاں کافی دور تھیں جبکہ سومل رائے کی بستیاں قریب قریب ہیں' اس لیے جس طریقے پر ہم نے مومل رائے کی بستیوں پر حملہ کر کے اسے زیر کیا' وہ طریقہ ہم یہاں استعمال نہیں کر سکتے۔ یاد رکھنا جو اطلاعات ناظروں نے مہیا کی ہیں' اس کے مطابق سومل رائے کی بستیاں اس قدر قریب قریب ہیں کہ اگر ہم ایک حصے پر حملہ آور ہوں تو اس کی چیخ و پکار دوسرے حصے تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر ہم بستیوں کے ایک حصے کا سمندری راستہ کاٹ کر ان پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا دوسرے حصے کو اس کی خبر ہو جائے گی اور دوسرے حصے پر قابو پانا ہمارے لیے مشکل ہوگا۔ اگر وہ حصہ ہمارا مقابلہ کرتا ہے تو ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا۔ اگر وہ مقابلہ نہیں کرتا تو اپنی ساحل پر کھڑی کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائے گا اور آنے والے دور میں ہمارے لیے پھر مسائل کا باعث بن جائے گا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ اس دوران بنانہ بن حنظلہ پھر کچھ سوچتا رہا۔ دوبارہ اس نے ابن عمر کو مخاطب کیا۔

میرے بھائی اگر پہلی تجویز پر عمل نہیں کیا جا سکتا تو ایسا کرتے ہیں دونوں بھائی مل کر پہلے سومل رائے کی بستیوں کے ایک حصے پر حملہ آور ہوتے ہیں' پھر دوسرے حصے کا رخ کرتے ہیں۔

خریم بن عمر نے پھر اس کی بات کاٹی اور بول پڑا۔

بنانہ بن حنظلہ میں تمہاری اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں کرتا۔ اس میں بھی ہمارے لیے بڑی قباحتیں اور خطرات ہیں۔ تمہارے کہنے کے مطابق اگر ہم ایک حصے

پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یاد رکھنا اتنی دیر تک دوسرا حصہ چوکنا ہو جائے گا یعنی ایک بستی پر حملہ آور ہو کر ہم دوسری بستی والوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہتھیار سنبھال کر خوب تیاری کر کے ہم پر حملہ آور ہوں اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ ایسا کرنا اپنے آپ کو بند گلی میں محصور کرنے کے مترادف ہے۔

خریم بن عمر کے اس جواب سے بنانہ بن حنظلہ کسی قدر مایوس سا دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی' اس کے بعد بنانہ نے پھر خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بھائی! اگر یہ دونوں تجاویز قابل عمل نہیں ہیں تو پھر سومل رائے کی بستیوں پر کیسے حملہ آور ہوا جائے گا۔ جواب میں خریم بن عمر نے اپنا جھکا ہوا سر سیدھا کیا۔ بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا' پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

سن بنانہ میرے بھائی! ایک تیسرا راستہ بھی میرے ذہن میں ہے۔ اگر ہم اسے استعمال کریں تو سومل رائے کو ہم تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ وہ طریقہ کچھ اس طرح ہے۔ میں اور تم دشمن پر ایک ساتھ حملہ آور ہوں گے' اکٹھے نہیں علیحدہ علیحدہ۔ تم مشرقی حصے کی بستیوں کی طرف چلے جانا' میں مغرب کی طرف رہوں گا کیونکہ سومل رائے کی رہائش مغربی بستیوں ہی کی طرف ہے اور پھر وانگہ کے آدمیوں کا بھی کہنا ہے کہ مغربی بستیوں میں سومل رائے کی لشکری طاقت زیادہ ہے' لہذا میں مغربی بستیوں پر ضرب لگاؤں گا' تم مشرق والوں پر حملہ آور ہونا۔ تھوڑی دیر تک تم میرے لشکر سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ مشرق کی بستیوں کی طرف جانا' میں سومل رائے کی مغربی بستیوں کی طرف ہو جاؤں گا۔ دونوں حصوں کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ اپنے ہدف پر پہنچ کر تم جلتے ہوئے پروں کا تیر چلانا' اس کے ساتھ ہی دشمن پر حملہ آور ہو جانا۔ جلتے پروں کا تیر میرے لیے اشارہ ہوگا کہ تم دشمن پر ضرب لگا رہے ہو۔ جونہی جلتے ہوئے پروں کا تیر فضا میں بلند ہوگا' اس کے ساتھ ہی میں بھی دشمن پر ٹوٹ پڑوں گا۔ اس طرح ہم دشمن کو میرے خیال میں فنا کر کے رکھ دیں گے۔

خریم بن عمر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ بنانہ بن حنظلہ بول پڑا۔

میرے بھائی تمہاری یہ تجویز دل کو لگتی ہے' بہت اچھی ہے۔ پھر اس میں ایک قباحت ہے' اسے رفع کر دیا جائے یا اس سلسلے میں مجھے مطمئن کر دیا جائے تو پھر ہم

اپنے کام کی ابتداء کریں۔

خریم بن عمر نے جب سوالیہ انداز میں بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا تو بنانہ بن حنظلہ پھر بول پڑا۔

میرے بھائی قباحت یہ ہے کہ جب میں مشرقی حصے پر اور آپ مغربی حصے پر حملہ آور ہوں گے تو میرا خیال ہے پہلے تو دشمن ہم سے ٹکرائے گا۔ کوشش کرے گا کہ ہم پسپا ہوں' اگر وہ ہمیں پسپا نہ کر سکا تو پھر لازمی امر ہے' بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ سمندر کے کنارے ان کی کشتیاں کھڑی ہوں گی اور وہ کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح سومل رائے کی قوت مکمل طور پر تباہ و برباد نہیں ہو سکے گی۔ اگر وہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ بھاگ گیا تو یاد رکھنا اس کی حالت زخمی سانپ کی سی ہوگی' کسی بھی وقت ہمیں ڈسنے کی کوشش کرے گا۔

جب تک بنانہ بن حنظلہ بولتا رہا' خریم بن عمر مسکراتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تو اس نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

بنانہ تمہارا کہنا درست ہے' پر دیکھ میں نے ابھی اپنی گفتگو کو انجام نہیں دیا تھا کہ تم بیچ میں بول پڑے ہو۔ پہلے غور سے سنو' میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ تم مشرقی حصے کے مشرق کی طرف جانا۔ اپنے لشکر کو بالکل سمندر کے کنارے لے جانا اور بستیوں اور سمندر کے کنارے کشتیوں کے درمیان جو فاصلہ ہوگا' اسے استعمال کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہونا۔ اس طرح میرے خیال میں کسی کو سمندر کے راستے بھاگ جانے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں بھی مغربی حصے پر حملہ آور ہونے کے لیے ایسا ہی طریقہ کار استعمال کروں گا۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کر گزریں تو یاد رکھنا سومل رائے کا کوئی آدمی سمندر کی طرف تو بھاگنے نہیں پائے گا۔ خشکی کی طرف جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائے تو وہ ہمارے اپنے لیے زیادہ نقصان کا باعث نہیں بن سکتا۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے شاید بنانہ بن حنظلہ پرسکون اور مطمئن ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مسکراتا رہا' پھر بول اٹھا۔

اب مجھے کچھ نہیں کہنا۔ آپ نے جو طریقہ کار وضع کیا ہے' اس پر پوری طرح

عمل کیا جائے گا۔ مجھے امید ہے دشمن کو ہم ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق بنانہ بن حنظلہ سومل رائے کی بستیوں کے مشرقی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ خریم بن عمر مغربی حصے کی طرف جا رہا تھا۔ مشرقی حصے کی طرف جانے اور اپنے لشکر کو درست کرنے کے بعد بنانہ بن حنظلہ نے جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں چلا دیا تھا۔ اس تیر کا فضا کے اندر بلند ہونا تھا کہ خریم بن عمر مغربی حصے پر مقہور اور مجبور کر دینے والے آتش نوا حوصلوں اور ہر رفاہ و آرام کو تلپٹ کر دینے والی خرابی اور خواری کی طرح سومل رائے کی بستیوں کے مغربی حصے پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ عین اس وقت بنانہ بن حنظلہ بھی جسموں کو جھلسا دینے والی آگ کی طرح مشرقی حصے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

رات کے وقت ان دونوں حملوں کے باعث خواہشوں اور آرزوؤں کے تخت پر بیچارگیاں اور کسمپرسیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ ان حملوں کے باعث ایسا لگا تھا جیسے قبرستانوں کی خاموشیوں میں اچانک ان گنت سانپ پھنکار اٹھے ہوں۔

رات کی گہری تاریکی میں کچھ دیر تک بحری قزاقوں کے ساتھ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کی ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ بحری قزاق مطمئن تھے، گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ جب تک وہ اٹھ کر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کا مقابلہ کرتے، اس وقت تک ان کی خاصی بڑی تعداد کو انہوں نے تہہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا۔ جو سنبھلے ان کے ساتھ تھوڑی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوئی، پھر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے صبح کا سورج طلوع ہونے تک ان کا بھی مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا۔ جب سورج مشرق سے طلوع ہوا اور اس نے دھرتی اور سمندر سے تانک جھانک شروع کی، اس وقت تک اپنے سامنے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ میدان کو صاف کر چکے تھے۔

دشمن کا صفایا کرنے کے بعد خریم بن عمر نے تیز رفتار قاصد بنانہ بن حنظلہ کی طرف بھجوایا اور اسے یہ کہلوا بھیجا کہ وہ بستی کی ہر چیز کو سمیٹ کر بستی والوں کے بار برداری کے جانوروں پر لاد کر اس کے پاس پہنچ جائے۔ خود خریم بن عمر مغربی حصے کی بستی کی ہر چیز کو سمیٹنے لگا تھا اور سارا سامان انہیں کے بار برداری کے جانوروں پر

لادنے لگا تھا۔

جس وقت بنانہ بن حنظلہ خریم بن عمر کے پاس پہنچا، اس وقت خریم بن عمر اور سانکرہ سندرداس اس کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ان کے پاس ان کے لشکری بھی بالکل تیاری کی حالت تھے۔ بنانہ بن حنظلہ آگے آگے تھا۔ اس کے ساتھ گودیری اور وانگہ تھے۔ سب آکر خریم بن عمر کے قریب گھوڑوں سے اترے۔ خریم بن عمر کو انہوں نے فتح کی مبارکباد دی۔ اس موقع پر بنانہ بن حنظلہ نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میرے بھائی سومل رائے کا کچھ پتا چلا۔ کیا وہ زندہ گرفتار نہیں ہو سکا؟

اس پر خریم بن عمر نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سومل رائے کو ہم زندہ گرفتار نہیں کر سکے۔ بہرحال اسے زندہ گرفتار کرنے میں ہمارا کوئی زیادہ فائدہ بھی نہیں تھا۔ وہ جنگ کے دوران مارا جا چکا ہے۔ وانگہ کے جو آدمی میرے ساتھ کام کر رہے تھے، اس کی لاش وہ پہچان چکے ہیں۔ اب میں مطمئن ہوں۔ سومل رائے اور اس کی بستیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ تین قوتوں میں سے ایک کا تو ہم خاتمہ کر چکے ہیں، اب باقی دو قوتیں رہتی ہیں۔

سن بنانہ تمہاری یہاں آمد سے پہلے کچھ ایسے لوگ ہمارے ہاتھوں گرفتار ہوئے ہیں جو سومل رائے کے ساتھ قنوج کی طرف گئے تھے۔ ان سے میں نے بڑی قیمتی معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دشمن تین طرح ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سمت سے سومل رائے نے نیرون پر حملہ آور ہونا تھا۔ جے سینہ اور اس کا چھوٹا بھائی گوپی جتور سے نکل چکے ہیں اور وہ اپنے ایک لشکر کے ساتھ جو انہیں قنوج کے راجہ نے مہیا کیا ہے، برہمن آباد کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے، جبکہ ایک تیسرا لشکر جو قنوج کے راجہ کی سرکردگی میں ہو گا، الور پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا، تمہاری آمد سے پہلے میں نے تیز رفتار قاصد محمد بن قاسم کی طرف روانہ کر دیئے ہیں اور اسے پوری صورتحال سے آگاہ کر دیا ہے اور جو لائحہ عمل اب میں تم سے طے کرنے لگا ہوں، اس سے بھی میں نے اسے باخبر کر دیا ہے۔

بنانہ بن حنظلہ ہمارے ان حملوں کے دوران کئی لوگ بھاگ کر قنوج یا جتور کی

طرف گئے ہوں گے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جے سینہ گوپی یا قنوج کے راجہ ہرچندر کے جاسوس بھی ہمارے ارد گرد منڈلا رہے ہوں۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح جے سینہ گوپی اور قنوج کے راجہ ہرچندر کو خبر ہو جائے گی کہ سومل رائے اور اس کی بستیوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا ہے' لہٰذا وہ محتاط ہو جائیں گے لیکن ہم انہیں زیادہ محتاط بھی نہیں ہونے دیں گے۔ میں ایک مزید فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

ابھی تھوڑی دیر بعد یہاں سے کوچ ہوں گا۔ دن کا پورا حصہ میں تمہارے ساتھ سفر کروں گا۔ جب رات ہوگی' میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ سانکرہ سندرداس بھی تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تم نیرون کا رخ کرنا۔ جس قدر سامان تمہارے پاس ہے' اسے تم سندرداس کے حوالے کرنا یا اپنے مسلح دستوں کے ہمراہ الور کی طرف روانہ کر دینا۔ اس سامان کے ساتھ سانکرہ اور گودیری بھی لشکر کی دوسری عورتوں کے ساتھ روانہ ہو جائیں گی۔ تم سے علیحدہ ہونے کے بعد رات کی گہری تاریکی میں میں برہمن آباد کا رخ کروں گا۔

ایسا میں اس لیے کر رہا ہوں کہ میں اور تم دونوں رات گئے تک اکٹھے سفر کریں گے تو جاسوس یہی خبریں دیں گے کہ سومل رائے کا خاتمہ کرنے کے بعد میں اور تم نیرون کی طرف چلے گئے ہیں۔ رات کی تاریکی میں میں تم سے علیحدہ ہونے کے بعد برہمن آباد کا رخ کرتے ہوئے ایک نئے معرکے کی ابتدا کروں گا۔ اپنے آگے آگے میں اپنے مخبر پھیلا دوں گا جو مجھے جے سینہ اور گوپی کے محل وقوع سے آگاہ کریں گے اور میں ان کی پشت کی طرف جا کر گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔

تم ایسا کرنا' سارا سامان نیرون میں سندرداس کے حوالے کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلنا اور سیدھا برہمن آباد سے ہوتے ہوئے جے سینہ اور گوپی کے لشکر کا رخ کرنا اور وہاں پہنچتے ہی ان پر حملہ آور ہو جانا۔ اپنے لشکر کی صفوں کو پہلے ہی درست کرکے رکھنا۔ ظاہر ہے تمہارے لشکر کی کم تعداد کو دیکھتے ہوئے جے سینہ اور گوپی تمہارے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔ اس ٹکراؤ کے ساتھ پشت کی جانب سے میں بھی حملہ آور ہو جاؤں گا۔ پھر جو ان کا انجام ہوگا' وہ قابل دید ہوگا۔

یہ تو ایک صورتحال ہے۔ اگر میرے جانے تک سومل رائے کی تباہی اور بربادی کا

سن کر جے سینہ اور گوپی واپس جتور کی طرف چلے گئے ہوں تو میں خود نیرون کا رخ کروں گا۔ وہاں سے تمہیں ساتھ لوں گا' پھر اکٹھے الور کا رخ کریں گے۔ اس سلسلے میں تمہیں کوئی شک و شبہ ہو تو کہو۔ اس پر بنانہ بن حنظلہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

تب خریم بن عمر نے وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ شام گئے تک دونوں اکٹھے سفر کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہو کر رات کی تاریکی میں بڑی تیزی سے برہمن آباد کا رخ کر رہا تھا۔

○

ادھر جے سینہ اور گوپی کے جاسوسوں کے علاوہ خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ کے ہاتھوں بچ جانے والے بحری قزاقوں نے بھی آکر جے سینہ اور گوپی کو اطلاع کر دی تھی کہ سمندر کے کنارے سومل رائے کی طاقت کو مسلمانوں کے سالار خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ یہ خبر جے سینہ اور گوپی دونوں بھائیوں کے لیے بڑی حوصلہ شکن تھی۔ تاہم جس جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا ہوا تھا' وہ وہیں رہے اور تیز رفتار قاصد راجہ ہرچندر کی طرف بھجوائے' اسے صورتحال سے آگاہ کیا اور مشورہ طلب کیا کہ اب ان دونوں بھائیوں کو کیا کرنا چاہیے۔

جے سینہ اور گوپی کے مخبروں نے ان دونوں بھائیوں کو یہ تو اطلاع کر دی تھی کہ سمندر کے کنارے سومل رائے کی طاقت کو ختم کر دیا گیا ہے لیکن وہ اسے خریم بن عمر کے متعلق صحیح اطلاعات نہ فراہم کر سکے۔ انہوں نے جے سینہ اور گوپی کو یہی بتایا کہ سومل رائے کی قوت کا خاتمہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے دونوں جرنیل خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ اپنے لشکر کے ساتھ نیرون کی طرف چلے گئے ہیں۔ اس بنا پر جے سینہ اور گوپی اپنے بھیجے ہوئے قاصدوں کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے۔ اس دوران خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ اپنی گھات پکڑ گیا تھا۔

پر جے سینہ اور گوپی کے جاسوس بھی اپنا کام کر رہے تھے۔ جس روز خریم بن عمر نے جے سینہ اور گوپی کی پشت پر گھات لی' اس سے اگلے روز جاسوسوں نے اطلاع کر دی کہ مسلمانوں کا سالار خریم بن عمر جو ان کی موجودگی میں ایک فاتح کی حیثیت سے

نیرون چلا گیا تھا' اچانک ان کی پشت پر نمودار ہو چکا ہے اور گھات لگا چکا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی جے سینہ اور گوپی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس لیے کہ خریم بن عمر کا نام ہی ان کے لیے دہشت اور خوف کا باعث تھا۔ تاہم جاسوسوں نے انہیں جو اطلاعات فراہم کی تھیں' ان کے مطابق وہ کسی قدر حوصلہ مند تھے۔ اس لیے کہ جاسوسوں نے بتایا تھا کہ خریم بن عمر کے ساتھ ایک چھوٹا لشکر ہے۔ جے سینہ اور گوپی اگر چاہیں تو کھلے میدانوں میں اس لشکر کو بدترین شکست دے کر خریم بن عمر سے اپنے ماضی کا انتقام لے سکتے ہیں۔

اپنے جاسوسوں اور مخبروں کی اس انگیخت پر جے سینہ اور گوپی دونوں بھائیوں نے ہمت کی اور انہوں نے خریم بن عمر پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔ اپنے پڑاؤ کو انہوں نے ویسا ہی رہنے دیا۔ ان کا خیال تھا کہ خریم بن عمر سے نبٹنے کے بعد وہ واپس اپنے پڑاؤ میں آ کے قیام کریں گے اور جو قاصد انہوں نے قنوج کے راجہ ہرچندر کی طرف روانہ کیے ہیں' ان کی واپسی کا انتظار کریں گے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد جے سینہ اور گوپی نے اپنے لشکر کو تیار کیا۔ ابھی وہ اپنے پڑاؤ سے نکل کر اپنی پشت کا رخ کرنا ہی چاہتے تھے کہ سامنے کی طرف سے صحرا کے اندر گرد اور دھول اڑاتے طوفانوں کی طرح بنانہ بن حنظلہ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ گوپی اور جے سینہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ لشکر کون سا ہے۔ تاہم وہ اپنی پشت پر خریم بن عمر کو بھول گئے اور سامنے سے آنے والے طوفان کا اندازہ لگانے لگے کہ آنے والا لشکر کس کا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد گرد اڑاتے بادلوں کے اندر سے بنانہ بن حنظلہ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ جے سینہ اور گوپی جان گئے کہ مسلمانوں کا کوئی اور لشکر ان کی طرف بڑھ رہا ہے' لہٰذا ان کی راہ روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ بالکل تیار ہو گئے تھے۔ بنانہ بن حنظلہ قریب آیا' پھر اس کے لشکر نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے ساتھ ہی بنانہ بن حنظلہ انداز زمانہ میں زمزمہ تخلیق بن کر کھیتوں اور مرغزاروں میں بادلوں کی نمی کی طرح چھا جانے والے انداز میں جے سینہ اور گوپی پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

جے سینہ اور گوپی ابھی تک مطمئن تھے۔ اس لیے کہ جو لشکر ان کے پاس تھا'

اس کی تعداد بنانہ بن حنظلہ کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ انہیں امید تھی کہ حملہ آوروں کو وہ مار بھگائیں گے۔ ابھی جنگ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پشت کی جانب سے جے سینہ اور گوپی کے لیے خونی انقلاب نمودار ہوا۔ خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ آیا تھا۔ پھر کائنات کی تاریکیوں کے اندر جس طرح زمین کی زرخیزی موسموں کی تبدیلی اور رسوم و مناسک پر تخریب و موت کی طاقت چھا جاتی ہے' اس طرح خریم بن عمر بھی جے سینہ اور گوپی کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی صفوں کو کاٹتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ ان پر چھانے لگا تھا۔ اس دوطرفہ حملے سے جے سینہ اور گوپی دونوں بھائیوں کے لشکر کی حالت لمبی اندھیری سرد ٹھٹھرتی راتوں' اجڑے ویران گھونسلوں اور کٹھن راہ والے مسافروں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

برہمن آباد کے نواح میں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے ہاتھوں جے سینہ اور گوپی دونوں بھائیوں کو بدترین شکست ہوئی اور اپنے بچے کھچے لشکر کو ایک طرف سے نکالتے ہوئے وہ جتور کی طرف بھاگ گئے۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں نے جے سینہ اور گوپی کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا تھا۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے وہاں زیادہ دیر قیام نہیں کیا۔ جے سینہ اور گوپی کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے لشکریوں کی انہوں نے مرہم پٹی کی۔ اس کے بعد ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے وہ الور کا رخ کر رہے تھے۔

دوسری جانب قنوج کے راجہ ہرچندر کے سالار کو جو اپنے ایک لشکر کے ساتھ الور کے قریب پہنچا تھا' یہ خبر پہنچی کہ سمندر کے کنارے سومل رائے اور برہمن آباد کے قریب جے سینہ اور گوپی کی طاقت کو مسلمانوں نے بری طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا تو وہ لرز کانپ گیا۔ جو لشکر اس کے ساتھ تھا' اسے اس نے فوراً سمیٹا اور قنوج کی طرف چلا گیا تھا۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ فاتح کی حیثیت سے جب اپنے لشکر کے ساتھ الور کے نواح میں پہنچے تو محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کے ساتھ ان دونوں کا شاندار استقبال کیا۔ محمد بن قاسم کے پاس آکر دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے۔ محمد بن قاسم آگے بڑھا اور باری باری دونوں سے بغلگیر ہوا۔ پھر دوسرے سالار اسی انداز میں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ سے ملے۔ پھر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے بھائیو' میرے عزیزو! میں نے تم دونوں سے جو توقع باندھ رکھی تھی' تم دونوں نے اس سے کہیں زیادہ کام کیا ہے۔ میں یہی اندازہ لگا رہا تھا کہ سمندر کے کنارے سومل رائے کو تباہ و برباد کرنے کے بعد تم نیرون کی طرف آؤ گے اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد الور کی طرف لوٹ آؤ گے۔

لیکن نیرون کی طرف جاتے ہوئے جب خریم بن عمر میرے بھائی تم نے مجھے جے سینہ گوپی اور قنوج کے راجہ کے سپہ سالار کے لشکریوں کے متعلق اطلاع دی تو اس وقت میرا ارادہ تھا کہ میں لشکر لے کر نکلوں۔ جے سینہ اور گوپی کی سرکوبی کروں یا قنوج کے راجہ کے سپہ سالار کا تعاقب کروں۔ اگر تم نے مجھے پیغام کے ذریعے منع نہ کیا ہوتا تو میں یقیناً اپنے لشکر کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا۔ تمہاری آمد سے تھوڑی دیر پہلے ناظم اور مخبر تمہاری پوری کارگزاری سے آگاہ کر چکے ہیں۔

میرے بھائیو! میں تم دونوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ سمندر کے کنارے سومل رائے کا خاتمہ کرنے کے بعد تم دونوں نے بڑے طریقے' بڑے ڈھنگ کے ساتھ جے سینہ اور گوپی کا رخ کیا اور بروقت ان کو بدترین شکست دی۔ قنوج کے راجہ کے سپہ

سالار جے سینہ اور گوپی کا عبرت خیز انجام دیکھ کر خود ہی اپنے مرکزی شہر اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ عنقریب ہم قنوج کا رخ کریں گے اور قنوج کے راجہ کو بھی جے سینہ اور گوپی کی طرح مناسب سبق دیں گے۔

میرے عزیز بھائیو! تمہاری غیر موجودگی میں دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ کہ الور میں ہم نے کافی دن قیام کیا ہے۔ لشکریوں نے ستا بھی لیا ہے۔ جو زخمی تھے' وہ بھی ٹھیک ہو چکے ہیں۔ اب مقامی لوگوں سے بھی میں نے مشورہ کیا ہے' یہاں سے قریب باتیہ کا قلعہ پڑتا ہے۔ اس قلعے کا حاکم بجھرا نام کا ایک شخص ہے جو راجہ داہر کا چچازاد بھائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس قلعے پر حملہ آور ہوا جائے اور اس قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد پیش قدمی کرتے ہوئے ملتان کا رخ کیا جائے۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے جب ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تو محمد بن قاسم نے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن قاسم پھر کہہ اٹھا۔

سمندر کے کنارے سومل رائے کی بستیوں سے جو سامان تم نے حاصل کیا تھا' وہ یہاں الور میں پہنچ گیا ہے۔ اس سامان کے ساتھ سانکرہ اور گودیری بھی آ چکی ہیں۔ لشکر کی دیگر عورتیں بھی الور پہنچ چکی ہیں۔ تاہم وانگہ نے نیرون میں سندرداس کے ساتھ قیام کر لیا ہے۔ تم اپنے لشکریوں کو اپنے خیموں کی طرف جانے کا حکم دو۔ خود بھی دونوں اپنے اپنے خیموں میں جا کر آرام کرو۔ آج اور کل کا دن لشکری ستا لیں' پرسوں ہم یہاں سے اس قلعے کا رخ کریں گے جس کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ لشکری فوراً اپنی خیمہ گاہ کی طرف چلے گئے تھے جبکہ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ بھی اپنے خیموں کا رخ کر رہے تھے۔ دو روز بعد لشکر نے الور کے نواح سے کوچ کیا' اب اس کا رخ قلعہ باتیہ کی طرف تھا۔

مورخین کا کہنا ہے کہ یہ قلعہ دریائے بیاس کے کنارے الور اور ملتان کے درمیان تھا لیکن ملتان کی نسبت یہ الور کے زیادہ قریب تھا۔ محمد بن قاسم کے بعد کہتے

ہیں، تقریباً تین سو سال تک یہ قلعہ موجود رہا۔ مورخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ محمود غزنوی کی فتوحات کے سلسلے میں بھی اس قلعے کا ذکر ملتا ہے۔ مورخین اس بات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس قلعے کو تلواڑو کے نام سے بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

بہرحال الور سے روانہ ہو کر محمد بن قاسم نے بیاس کے جنوبی یا مغربی کنارے پر واقع قلعہ باتیہ کا رخ کیا۔ قلعہ کا حاکم ککہ راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا اور داہر کے ساتھ لڑائیوں میں موجود تھا۔ جب محمد بن قاسم کے مقابلے میں راجہ داہر کو شکست ہوئی اور راجہ داہر مارا گیا تو ککہ الور سے بھاگ کر اس قلعے میں آگیا اور یہاں اس نے پناہ لے لی تھی۔

ککہ کو جب مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے امیروں کو محمد بن قاسم کے پاس تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔ ککہ چونکہ اس سے پہلے راجہ داہر کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لے چکا تھا، لہٰذا اسے یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ اگر میں نے قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام راجہ داہر سے بھی بدتر ہوگا۔ اس لیے کہ وہ اپنی آنکھوں سے راجہ داہر کا انجام دیکھ چکا تھا۔

راجہ ککہ نے اپنے جن امراء کو تحائف دے کر محمد بن قاسم کی طرف روانہ کیا تھا اور اطاعت کا اظہار کرنے کے لیے کہا تھا۔ محمد بن قاسم نے ان امراء کے ساتھ انتہائی مہربانی اور شفقت بھرا سلوک کیا۔ تحائف کی قبولیت کے بعد راجہ ککہ کا ایک قاصد محمد بن قاسم کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر ہمارا راجہ ککہ آپ سے انتہاء درجہ کا خوفزدہ ہے۔ وہ تحائف لے کر آنے کی خواہش رکھتا تھا لیکن اس کے دل میں یہ گرہ، یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ آپ اسے ضرور سزا دیں گے۔ اس لیے کہ راجہ داہر کا ساتھ دیتے ہوئے اس نے آپ کے خلاف جنگ کی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ خوف بھی بیٹھ گیا ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے امیر کے سامنے گیا تو مسلمانوں کا امیر ضرور اس سے سوال کرے گا کہ راجہ داہر کی شکست کے بعد وہ کیوں نہ مسلمانوں کے پاس آیا اور امان طلب نہ کی اور کیوں اس نے اروڑھ سے بھاگ کر باتیہ میں آکر پناہ لے لی؟

جب تک راجہ ککہ کا وہ امیر بولتا رہا، محمد بن قاسم غور سے سنتا رہا، مسکراتا رہا۔ کبھی کبھی وہ اپنے دائیں بائیں خریم بن عمر، بنانہ بن حنظلہ، ذکوان بن علوان کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ آنے والا یہ قاصد جب خاموش ہوا تو محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

مجھے اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ککہ اروڑھ یعنی الور کا رہنے والا ہے۔ مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہاں کے لوگ عقلمند، سچائی، دیانتداری، وفاداری اور دلیری میں مشہور ہیں۔ ککہ خوامخواہ ہم سے خوفزدہ اور خدشات کا حامل ہے۔ اگر وہ خود چل کر میرے پاس آئے تو میں نہ صرف اسے نوازوں بلکہ اسے اپنا مشیر بناؤں گا اور اس کی عزت افزائی کروں گا۔

محمد بنؒ قاسم کا یہ پیغام لے کر ککہ کے امراء جب واپس ہوئے اور سارے حالات انہوں نے ککہ کو کہہ سنائے تب ککہ کو معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم اس سے شفقت اور محبت سے ملنا چاہتا ہے، لہٰذا وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد بن قاسم بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ اس کے ساتھ پیش آیا اور اسے اپنے پاس رکھتے ہوئے اپنا مشیر مقرر کر لیا تھا۔ محمد بن قاسم کے پاس ککہ کو وہ عزت اور منزلت نصیب ہوئی جو اس سے پہلے اسے راجہ داہر کے دربار میں بھی حاصل نہ تھی۔

باتیہ کا انتظام درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے پھر پیش قدمی کرنی شروع کی۔ باتیہ کا راجہ ککہ اس کے ساتھ تھا۔ دریائے بیاس کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم اسکلندہ نام کے قلعہ کی طرف بڑھا۔ قلعے کے قریب جانے سے پہلے ہی محمد بن قاسم نے ایک لشکر اپنے ایک سالار عمیر طائی کے حوالے کیا۔ ککہ کو بھی اس کے ساتھ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اسکلندہ نام کے قلعہ پر حملہ آور ہوں۔

مسلمانوں کا یہ مقدمتہ الجیش جب قلعہ کے قریب پہنچا تو قلعے والوں کو خبر ہوگئی کہ مسلمان حملہ آور ہونا چاہتے ہیں، لہٰذا وہ فوراً قلعے سے نکلے اور جنگ پر آمادہ ہوئے۔ دونوں جانب سے لشکروں میں گھمسان کا رن پڑا اور قلعے کے اطراف کی زمین خوب خون آلود ہوئی۔

ظہر کی نماز تک جنگ اپنے زوروں پر رہی۔ ظہر کی نماز کے وقت مسلمانوں نے

زور زور سے اللہ اکبر کے نعرے لگا کر حملہ آور ہونا شروع کیا۔ مسلمانوں کے ان پرجوش حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دشمن کے لشکری بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے اور قلعے کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے ہوئے مسلمانوں کو پیچھے ہٹانا چاہا۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے قلعے کے اوپر **منجنیقیں** نصب کر دیں تاکہ اگر مسلمان قلعے کے قریب آئیں تو ان پر ایسی سنگ باری کی جائے کہ وہ قلعے پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔

اسکلندہ نام کے قلعے کا حاکم جس کا نام **سبھرا** تھا' اس کا خیال تھا کہ وہ قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کے ساتھ طویل جنگ لڑ سکتا ہے اور قلعہ ان کے حوالے نہیں کرے گا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد محمد بن قاسم اپنے پورے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تو صورتحال بڑی تیزی سے بدلنا شروع ہو گئی۔ اس لیے کہ محمد بن قاسم نے جنگی ترتیب کچھ اس طرح اختیار کی کہ قلعے والے بے بس اور مجبور ہونا شروع ہو گئے۔

وہ اس طرح کہ ایک طرف عمیر طائی اور کسکہ پہلے ہی موجود تھے۔ دوسری جانب خریم بن عمر کو رکھا گیا' ذکوان بن علوان اس کی نیابت کر رہا تھا۔ تیسری جانب بنانہ بن حنظلہ تھا۔ چوتھی جانب خود محمد بن قاسم تھا۔ جب چاروں طرف سے اسکلندہ کے قلعے پر حملے شروع ہوئے تو قلعے والوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔

قلعے کا حاکم **سبھرا** نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ چاروں طرف سے اس حملے کو روک نہیں سکے گا۔ وہ قلعے کی فصیل کے اوپر سے کتنے ہی پتھر برسائے' مسلمانوں کی پیش قدمی کو وہ نہ روک سکے گا۔ ان خیالات کے تحت ایک رات قلعے کا حاکم **سبھرا** قلعے سے فرار ہو کر سکہ کی طرف چلا گیا۔ سکہ ملتان سے ملا ہوا شہر تھا۔ ان دونوں شہروں کے درمیان راوی دریا بہتا تھا۔ سکہ دریائے راوی کے جنوب مغربی کنارے پر تھا جبکہ ملتان شہر اس کے دوسری جانب تھا۔ مشہور مورخ بلاذری کے زمانے تک سکہ نام کا یہ شہر بھی ویران ہو چکا تھا۔

اسکلندہ کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کا حاکم فرار ہو گیا ہے اور اب کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی' اس لیے مسلمان جلد یا بدیر ہر صورت میں قلعے کو فتح

کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے' تب انہوں نے ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کی اطاعت کر لی جائے اور ان سے امان طلب کر لی جائے۔

لہٰذا انہوں نے اپنے قاصد محمد بن قاسم کی طرف روانہ کیے اور التجا کی کہ ہمارے قلعے کا حاکم فرار ہو چکا ہے' ہم آپ کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ آپ ہمیں امان دیجیے۔

محمد بن قاسم نے قلعے کے لوگوں کی التجا کو قبول کر لیا اور انہیں امان دے دی۔ امان ملنے کے بعد قلعے والوں نے واقعی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ داخلے کے وقت قلعے کے شہریوں کو کسی قسم کی گزند یا تکلیف نہ پہنچائی گئی البتہ دشمن کے چار ہزار وہ لشکری جو جنگ کے لیے آمادہ ہوئے' انہیں تہہ تیغ کر دیا۔ اسکلندہ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں کا نظام درست کیا اور بنو تمیم کے ایک شخص کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔

اس فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ سکہ شہر کا رخ کیا۔ سکہ میں دشمن کی بہت بڑی قوت جمع ہو چکی تھی۔ یہ شہر دریائے راوی کے مغربی کنارے پر تھا جبکہ ملتان مشرقی کنارے پر تھا۔ دونوں کافی بڑے شہر تھے۔ سکہ شہر کی فصیل بڑی مضبوط اور ناقابل تسخیر خیال کی جاتی تھی۔ اروڑھ کے علاوہ دوسرے چھوٹے بڑے شہروں سے شکست کھانے والے لشکری سکہ میں آکر جمع ہو گئے تھے۔ سکہ کا حاکم جس کا نام بجھرا تھا' بجے رائے کا نواسہ تھا۔ انتہائی جنگجو اور آتش مزاج آدمی تھا۔

بجھرا کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے اسکلندہ شہر فتح کر لیا ہے اور اب وہ اس کے شہر سکہ کا رخ کیے ہوئے ہیں' تب وہ اپنے شہر سے نکلا۔ شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ اس کی ان حرکات سے لگتا تھا کہ وہ کھلے میدانوں میں مسلمانوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے پر تیار ہو گیا ہے۔

محمد بن قاسم جب سکہ شہر کے نواح میں پہنچا تو اس نے دیکھا' بجھرا شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ تاہم اس نے شہر سے باہر اپنا پڑاؤ نہیں کیا تھا۔ شاید وہ شہر سے باہر صرف جنگ کر کے مسلمانوں کو سکہ شہر سے بھگا دینے کا عزم رکھتا تھا۔

محمد بن قاسم جونہی اپنے لشکر کے ساتھ سکہ شہر کے قریب ہوا' سکہ شہر کا حاکم

بجھرا شدید ترین نفرت انگیز جذبے کے ساتھ محمد بن قاسم کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دراصل مسلمانوں پر آتے ہی حملہ آور ہونے سے بجھرا کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کی عسکری تربیت درست نہ ہوگی' لہٰذا وہ انہیں منتشر کرکے شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن جونہی بجھرا حملہ آور ہوا' مسلمانوں نے فوراً اپنے لشکر کی ترتیب محمد بن قاسم اور خریم بن عمر کی سرکردگی میں درست کرلی۔ پھر وہ بھی اندھیری رات کی مہیب فضاؤں میں اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بھی کچھ اس طرح اپنے حملے کی ابتدا کی جیسے سناٹوں کے سمندر میں حد ازل اور حد ابد کو ملانے والے عناصر ستاروں کی پوشاک پہنے اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو روشن و منور وجدان کی طرح بہا کر لے جائیں گے۔

بجھرا کے اچانک حملہ آور ہونے سے شروع میں مسلمانوں کا کچھ نقصان بھی ہوا تھا۔ محمد بن قاسم کے کچھ سرکردہ سالار بھی مارے گئے تھے۔ لشکریوں کا کچھ نقصان ہوا تھا۔ پھر بھی محمد بن قاسم اور خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو سنبھال لیا۔ پھر مسلمان مجاہد حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی ڈھالوں کی صداؤں اور اپنی خون نشاں تلواروں کی برق میں اپنے سامنے اپنے خوابوں کی تعبیر اور مستند تحریروں جیسی اپنی فتح مندی اور فوزمندی دیکھنے لگے تھے۔

مختلف آوازوں سے میدان جنگ یوں بھڑک اٹھا تھا جیسے برق و شعلہ کی لپک اور انجانے ناآشنا سے طلسم کو ہوائیں اپنے شانوں پر چیختے بادلوں کی طرح اٹھائے کسی خونی انقلاب کو برپا کرنے کے درپے ہو گئی ہوں۔ ہر سمت ہر طرف تازہ لہو کی وارداتیں۔ اندیشوں کے اندھیارے اور بیمار خزاں پوش وقت میں الفاظ کے بھڑکتے نشتروں کی جراحی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

شروع میں مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچا کر بجھرا کو یہ امید ہو گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کو سکہ شہر میں داخل نہیں ہونے دے گا بلکہ مار بھگائے گا لیکن جلد ہی مسلمان سنبھل گئے۔ گو یہاں بھی بجھرا کے پاس مسلمانوں کے لشکر سے بڑا لشکر تھا لیکن پھر بھی بجھرا سکہ شہر کے نواح میں زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ مسلمانوں نے جب آہستہ آہستہ اپنے حملوں میں تیزی اور شدت پیدا کرنا شروع کی' تب بجھرا نے اندازہ

لگا لیا کہ جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اسے بدترین شکست ہوگی' لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو موڑا اور سکہ شہر میں فصیل بند ہو گیا تھا۔

محصور ہونے کے بعد سکہ کا حاکم بجھرا چند روز تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ زیادہ دن تک مسلمانوں کے خلاف ٹھہر نہیں سکے گا' لہٰذا ایک رات خاموشی سے اہل شہر کو چھوڑ کر وہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ ملتان کی طرف بھاگ گیا تھا۔

بجھرا کے بھاگنے کے بعد شہر میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو لشکر کی کمانداری کرتا' لہٰذا شہر والوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس جنگ میں لگ بھگ دو سو پندرہ مسلمان اور بیس چھوٹے سالار شہید ہوئے تھے اور ان کا محمد بن قاسم کو بڑا دکھ' بڑا صدمہ تھا' لہٰذا اس نے قسم کھائی تھی کہ سکہ شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کو برباد کر دوں گا اور محمد بن قاسم نے ایسا ہی کیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد غصے اور غضبناکی میں اس نے سکہ شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

○

ملتان کا راجہ گورسنگھ جو راجہ داہر کے بھائی چندر کا بیٹا تھا' ایک روز اپنے راج محل میں اپنے سپہ سالاروں اور عمائدین کے ساتھ بیٹھا مسلمانوں کے سندھ کے اندر بڑھتے ہوئے زور قوت پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا چوبدار اندر آیا اور سکہ شہر کے حاکم بجھرا کے اپنے اہل و عیال کے ساتھ آنے کی خبر دی۔

اس خبر پر راجہ گورسنگھ فکر مند سا ہوا تھا۔ کچھ دیر سوچتا رہا' پھر اپنے سامنے بیٹھے عمائدین سلطنت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بجھرا کا ہمارے پاس آنا کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے۔ یا تو سکہ شہر پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اور بجھرا اپنے اہل خانہ کے ساتھ بھاگ کر ادھر آیا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بجھرا اپنے اہل خانہ کو حفاظت کے لیے ہمارے پاس چھوڑنے آیا ہو۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے خلاف ہم سے مدد بھی مانگنے آیا ہو۔ جو بھی وجہ ہو' بری اور ہولناک ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد گورسنگھ تھوڑی دیر کے لیے رکا' پھر اپنے چوبدار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سکہ کے حاکم بجھرا کو میرے پاس لے کر آؤ۔ اس کے ساتھ اس کے اہل خانہ ہیں' ان کے بہترین قیام کا بندوبست کرو۔ اسی کے ساتھ ہی چوبدار باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سکہ کا حاکم بجھرا داخل ہوا۔ گورسنگھ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کے سارے عمائدین اور سپہ سالار بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ آگے بڑھ کر گورسنگھ نے بجھرا کا سواگت کیا اور اپنے پہلو میں اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب بجھرا بیٹھ گیا تو گورسنگھ نے اسے مخاطب کیا۔

بجھرا میرا چوبدار بتا چکا ہے کہ تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ آئے ہو۔ اپنے چوبدار

کو میں نے حکم دے دیا ہے کہ تمہارے اہل خانہ کے لیے بہترین سواگت کرے اور ان کے لیے عمدہ رہائش کا بندوبست کرے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس سلسلے میں آئے ہو؟

بجھرا تھوڑی دیر چپ چاپ اداس سا بیٹھا رہا' پھر گورسنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑا۔

گورسنگھ یوں جانو میں سکہ شہر کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تمہارے پاس پناہ لینے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے کئی دن تک مسلمانوں کا مقابلہ کیا' حالانکہ میرے پاس ان سے بڑا لشکر تھا لیکن ہائے بدقسمتی' پھر بھی میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔

بجھرا کے ان الفاظ پر گورسنگھ کچھ سوچتا رہا' پھر دوبارہ بجھرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بجھرا کیا بات ہے کہ سندھ کے اندر کوئی بھی قوت مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہی اور اب سندھ سے نکل کر وہ شمالی علاقوں کا رخ کر چکے ہیں۔ کیا ان کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ کوئی قوت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی یا ان کے پاس کوئی سحر ہے جسے کام میں لاتے ہوئے وہ شکست کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے۔ فتح پر فتح کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے گھوڑے بڑی تیزی سے زمین کو ناپتے ہوئے شمال کا رخ کر رہے ہیں۔ آخر کچھ تو کہو۔ بجھرا تھوڑی دیر تک بڑی بے بسی سے گورسنگھ کی طرف دیکھتا رہا' پھر دھیمے سے لہجے میں بول پڑا۔

گورسنگھ جو تم نے کہا ہے' وہ اپنی جگہ درست ہے۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ یہ مسلمان غیر معروف زمینوں' حد نظر تک پھیلی سمندری تاریکیوں اور آسمانی طاقتوں کے مرکز سے نکل کر چڑھتی دھوپ کے سحر اور صدیوں کے غبار کی طرح ہر شے پر چھاتے چلے جا رہے ہیں۔ میں ان سے کئی جنگیں لڑ چکا ہوں۔ رزم گاہ میں اس میں شک نہیں' وہ بے مثال ہیں۔ جنگ کے دوران اس طرح آگے بڑھتے ہیں جس طرح اندھیری رات کی خاموشیوں میں راکھ کو گھربار شعلوں میں تبدیل کرنے والے عناصر یا افق پر چھائے اندھیروں میں نئی مسکراتی سحر پر پھیلائے قضا و قدر کے ارکان پیش قدمی کرتے ہیں۔ جنگ کے دوران یہ لوگ کچھ اس طرح پچھلی صفوں سے اگلی صفوں کی

طرف جاتے ہیں جیسے فضاؤں کے اندر پھیلی سیاہی میں وہ قدرت سے اپنی سعی و عمل کا پھل وصول کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہوں۔

بجھرا کی اس گفتگو سے گورسنگھ مایوس ہوا تھا۔ چہرے پر مردنی اور مایوسی سی چھا گئی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہا' پھر اس نے بجھرا کو مخاطب کیا۔

بجھرا کیا میں تمہاری گفتگو سے یہ سمجھ لوں کہ مسلمان ناقابل تسخیر ہیں اور ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر بجھرا نے سر کو نفی میں ہلایا اور گورسنگھ کو مخاطب کیا۔

گورسنگھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے شک مسلمان ساون بھادوں کے چڑھتے بادلوں کی طرح ہر شے پر چھاتے چلے جا رہے ہیں لیکن اگر ہم یکجا ہو کر اپنی ساری قوتوں کو مجتمع کر کے ان کے سامنے آئیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم انہیں تازہ طفل کے کچے گھروندے کی طرح گرا دیں گے۔ پسے ہوئے کھلیان کی طرح انہیں اڑا دیں گے اور ان کی ساری یکجہتی و تنظیم اور عزم و مستقل مزاجی کو راکھ اور خاک بنا کر رکھ دیں گے۔ پر اس کے لیے ہمیں بھی بڑی تنظیم کی ضرورت ہے۔ لشکر کو ترتیب دینے کے علاوہ ایک بڑے لشکر کی بھی ضرورت ہے۔

گورسنگھ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے بجھرا کو مخاطب کیا۔

بجھرا میں جانتا ہوں کہ تم جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہو۔ دشمن کے سامنے جمنے' صفوں کو درست کرنے کا فن بھی جانتے ہو۔ میں تمہیں اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ یہ بات بھی عیاں ہے کہ سکہ پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان راوی کو پار کر کے ملتان کا رخ کریں گے اور ہر صورت میں ملتان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ میرے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ مسلمانوں کے پاس بھی نہیں۔ میں اس لشکر کا تمہیں سالار بناتا ہوں اور تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جب مسلمان دریائے راوی کو پار کر کے ملتان کا رخ کریں تو تم شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرو۔ تمہاری طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لیے میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میں نے پچھلے چند روز سے اپنے تیز رفتار قاصد قنوج کے راجہ ہرچندر کی طرف بھجوائے تھے۔ بدلتی ہوئی صورتحال سے اسے آگاہ کیا تھا۔ اسے یہ بھی بتایا تھا کہ مسلمان ایک نہ ایک روز ملتان پر حملہ آور ہوں گے اور اگر ملتان ان کے سامنے سرنگوں ہو گیا تو پھر دنیا کی کوئی

طاقت انہیں قنوج کی طرف بڑھنے سے روک نہ سکے گی۔ میں نے ہرچندر کو یہ بھی تنبیہہ کر دی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں کی راہ روکے۔

ہرچندر نے میرے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ اس نے ملتان اور قنوج کے درمیان اپنے مخبر اور ناظم پھیلا رکھے ہیں اور میرے ساتھ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جونہی مسلمانوں کا لشکر راوی کو عبور کر کے ملتان کا رخ کرتا ہے تو مجھے چاہیے کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کروں۔ ملتان کے آس پاس ہرچندر کا لشکر بھی اس کے سپہ سالار کی کمانداری میں منڈلاتا رہے گا اور جونہی مسلمانوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہو گا' ہرچندر کا سپہ سالار پشت کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گا اور اپنی اور ہماری فتح کو یقینی بنا کر رکھے گا۔ اب کہو تم کیا کہتے ہو؟

بجھرا ملتان کے راجہ گورسنگھ کی ساری گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک بار پھر گورسنگھ کا چوبدار اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا قنوج کے راجہ ہرچندر کی طرف سے قاصد آیا ہے۔ وہ آپ کے لیے کوئی اہم پیغام رکھتا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں قاصد کو پیش کروں۔

اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں گورسنگھ نے بجھرا کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا' قاصد کو فوراً میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں جانوں' وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قنوج کے راجہ ہرچندر کے قاصد کو لے کر آیا۔ قاصد نے اندر آ کر گورسنگھ کو تعظیم دی۔ پھر قبل اس کے کہ گورسنگھ اسے مخاطب کر کے کچھ پوچھتا' قاصد خود ہی بول پڑا۔

راجہ میں آپ کے چوبدار سے اپنے آنے کا مدعا بیان کر چکا ہوں۔ مجھے میرے آقا ہرچندر نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ قنوج تک یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ مسلمانوں نے دریائے راوی کے مغربی کنارے پر سکہ شہر کو فتح کر کے قبضہ کر لیا ہے۔ ہمارے راجہ نے یہ بھی خدشات ظاہر کیے ہیں کہ سکہ پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ضرور دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد ملتان کا رخ کریں گے۔ آپ کے نام ہمارے راجہ کا یہ بھی پیغام ہے کہ پہلے آپ کے اور ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ اگر مسلمان

دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد ملتان پر حملہ آور ہوتے ہیں تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ ملتان سے باہر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے جبکہ ہمارا سالار لشکر کے ساتھ جنگ کے عروج پر مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اب حالات مختلف ہو گئے ہیں اور اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔

پہلے پیغام کے آنے کے بعد ہرچندر نے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔ کچھ نے یہ رائے دی کہ جس وقت دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد مسلمان لشکر ملتان کا رخ کرتا ہے تو ہمارے لشکر کو اروڑھ کا رخ کرنا چاہیے تاکہ ملتان پر مسلمان حملہ آور ہوں تو ہم اروڑھ پر قبضہ کرکے مسلمانوں کے لیے دو محاذ کھول دیں۔

لیکن ہمارے سرکردہ سالاروں اور ہمارے راجہ ہرچندر نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ سب کے ساتھ طے شدہ تجویز کے مطابق اب یہ طے پایا ہے کہ ہمارا جو لشکر آپ کی مدد کے لیے مقرر کیا جائے گا' وہ جنگ کے دوران مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہوگا' نہ ہی اروڑھ کا رخ کرے گا کہ مسلمان دو محاذوں میں بٹ جائیں' اس طرح خدشہ ہے کہ ہمیں نقصان ہوگا۔

وہ اس طرح کہ مسلمانوں کے مخبر اور ناظر بھی جگہ جگہ منڈلاتے پھرتے ہیں۔ اگر انہوں نے مسلمانوں کے سالار کو یہ خبر کر دی کہ ہم اروڑھ کا رخ کرنا چاہتے ہیں تو یاد رکھیں' وہ بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں گے۔ ایک حصہ آپ سے نپٹ لے گا' دوسرا ہم پر حملہ آور ہوگا۔ اس طرح ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ماضی میں بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ہم نے تین اطراف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے اس ساری تجویز کو ناکام بنا دیا۔ انہوں نے نہ صرف سمندر کے کنارے سومل رائے کو شکست دی بلکہ برہمن آباد کے نواح میں انہوں نے ہمارے لشکر کو بھی شکست دے کر ہماری ساری تجویز کو خاک میں میلا دیا۔ اب جو طے پایا ہے' وہ یہ کہ ایک دو روز تک ہمارا لشکر یہاں ملتان کے نواح میں پہنچ جائے گا اور آپ کے لشکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے گا۔ اس طرح ہماری طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا اور مسلمان ہمیں یونہی تنکوں کی طرح اڑانے میں کامیاب نہ ہوں گے۔ بس یہی وہ پیغام ہے جو میرے راجہ نے آپ کی طرف بھجوایا ہے۔

گورسنگھ نے قاصد کا شکریہ ادا کیا۔ اسے پیغام دیا کہ وہ واپس جا کر ہرچندر کو پیغام دے کہ جو کچھ اس نے کہا ہے' اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس کے بعد چوبدار قنوج کے راجہ ہرچندر کے قاصد کو باہر لے گیا تھا۔ قاصد کے جانے کے بعد بجھرا نے مسکراتے ہوئے گورسنگھ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اس قاصد کے آنے سے پہلے آپ نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا۔ میں اس سوال کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ قنوج کا یہ قاصد آگیا اور جو کچھ اس نے کہا' یہی میرا جواب ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ قنوج کا لشکر اور ملتان کا لشکر علیحدہ علیحدہ رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ اس طرح اگر مسلمانوں کی قوت بٹتی ہے تو ہماری قوت بھی بٹ جائے گی اور ماضی میں جب کبھی بھی ایسا کرنے کی کوشش کی گئی' مسلمانوں نے اسے روندھ کر رکھ دیا۔ اب جو ہرچندر نے یہ ارادہ ظاہر کیا ہے' کہ اس کا لشکر ایک دو روز تک ملتان پہنچ جائے گا اور متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے گا تو میں اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔

گورسنگھ نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ اس کے بعد گورسنگھ نے بجھرا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

بجھرا میں تمہیں اپنے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ میرے خیال میں مسلمان کچھ دن سکہ میں آرام کرنے کے بعد دریائے راوی کو عبور کرکے ملتان کا رخ کریں گے۔ اتنے دن تم لشکر میں رہ کر اپنی خواہش کے مطابق نہ صرف یہ کہ ان کی بہترین تربیت کر سکتے ہو بلکہ ان کی ترتیب بھی اپنی مرضی کے مطابق استوار کر سکتے ہو۔ میرے خیال میں اگر ہم اور قنوج کے راجہ کا لشکر پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کا سامنا کریں تو ہم انہیں کم از کم ملتان میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اگر ایک بار مسلمان ملتان کے نواح سے پسپا ہو گئے تو یاد رکھنا ہم ان کے تعاقب میں لگ جائیں گے۔ پھر کہیں بھی ان کے قدم نہ جمنے دیں گے۔

بجھرا نے گورسنگھ کی ہاں میں ہاں ملا دی تھی۔ پھر گورسنگھ اٹھ کھڑا ہوا اور بجھرا کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ بجھرا میرے ساتھ آؤ' میں تمہیں لشکر گاہ کی طرف لے جاتا ہوں تاکہ لشکر کے سالاروں سے تمہارا تعارف کراؤں اور تم ان سے آنے والے

دنوں میں اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکو۔ بجھرا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ گورسنگھ کے ساتھ ہو لیا تھا۔

سکہ شہر کے نواح میں ایک روز خریم بن عمر جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے کے اندر سانکہ خیمے کی صفائی ستھرائی اور سامان کی درستگی میں مصروف تھی۔ خریم بن عمر کے داخل ہونے پر وہ سنبھلی۔ مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ خریم بن عمر آگے بڑھتے ہوئے ایک نشست پر بیٹھ گیا تو سانکہ بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اس موقع پر خریم بن عمر کو مخاطب کرکے سانکہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خریم بن عمر نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

سانکہ کیا تمہارے کچھ عزیز و رشتہ دار ملتان شہر میں بھی ہیں؟

خریم بن عمر کے اس استفسار پر سانکہ چونکی تھی۔ کچھ دیر تک وہ جواب طلب اور استفہامیہ سے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر پوچھنے لگی، آپ سے کس نے کہا کہ ہمارے عزیز و اقارب ملتان میں رہتے ہیں۔ اس سے پہلے میں نے آپ سے ذکر کیا، نہ میرے باپ نے اپنے رشتہ داروں کا تذکرہ آپ سے کیا۔ پھر آپ نے کیسے جان لیا کہ ملتان میں ہمارے رشتہ دار ہیں۔

سانکہ کے اس طرح پوچھنے پر خریم بن عمر تھوڑی دیر تک دبی دبی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کی اس مسکراہٹ سے سانکہ کو کچھ شک ہوا، لہٰذا دوبارہ بول پڑی۔

آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھیں میرے ساتھ کوئی شرارت نہ کیجئے گا۔ صحیح بتائیں کیا معاملہ ہے؟ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ملتان میں ہمارے رشتہ دار ہیں؟ خریم بن عمر سنبھلا اور کہنے لگا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ رشتہ دار ہیں کہ نہیں؟ پھر میں بات کو آگے بڑھاتا ہوں۔

سانکہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ کبھی کبھی وہ عجیب سے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

جہاں تک ملتان میں ہمارے رشتہ داروں کا تعلق ہے تو ملتان میں میرے باپ، میری ماں دونوں ہی کے رشتہ دار رہتے ہیں۔ ملتان اکثر میں اپنی ماں اور اپنے باپ کے ساتھ جاتی رہی ہوں اور سارے رشتہ دار میرے جاننے والے ہیں۔ اب بتائیں کیا معاملہ ہے؟

خریم بن عمر تھوڑی دیر رکا، کچھ سوچا۔ اس کے بعد سانکہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دراصل ہمارا لشکر چند روز تک دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد ملتان کا رخ کرے گا اور ملتان پر حملہ آور ہوگا۔ جو حالات ہمارے مخبر اور ناظر لے کر آئے ہیں، ان کے مطابق ملتان کے باہر گھمسان کا رن پڑے گا۔ اس لیے کہ اس بار ہمارا مقابلہ صرف ملتان کے لشکر سے ہی نہیں بلکہ قنوج کے راجہ ہرچندر نے بھی اپنا ایک لشکر ملتان والوں کی مدد کے لیے بھیج دیا ہے۔ اس لیے ملتان کے باہر راجہ داہر سے لڑی جانے والی جنگ سے بھی بڑی لڑائی لڑی جائے گی۔ اس لیے میں چاہتا تھا کہ جنگ سے پہلے ملتان میں تمہارے جو رشتہ دار ہیں، انہیں نکال لینا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ ملتان کا جب ہم محاصرہ کریں تو محاصرہ طول پکڑ جائے۔ شہریوں کو ایک لمبی زحمت اٹھانی پڑے اور اس زحمت میں تمہارے رشتہ دار بھی آجائیں۔

خریم بن عمر کی گفتگو سے سانکہ کچھ متفکر ہو گئی۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔

ملتان میں جو رشتہ دار ہیں، انہیں میں جانتی ہوں۔ کوئی ایسا دوسرا میرے قریب نہیں جسے بھیج کر انہیں شہر سے نکال لیا جائے۔ اس پر خریم بن عمر نے دوبارہ مسکراتے ہوئے عجیب سے انداز میں سانکہ کی طرف دیکھا۔ اس پر سانکہ تڑپ اٹھی اور کہنے لگی۔

آج آپ کی گفتگو کا انداز لب و لہجہ عجیب و غریب اور نیا ہے۔ آپ کی باتوں میں ضرور کوئی شرارت چھپی ہوئی ہے۔ بتائیں کیا معاملہ ہے؟

اس پر خریم بن عمر کہنے لگا۔ دراصل ملتان سے تمہارے عزیز و اقارب کو نکالنے کا سارا انتظام ہو چکا ہے۔ بھیرول کو ملتان روانہ کر دیا گیا ہے اور وہ تمہارے رشتہ داروں کو وہاں سے نکال لائے گا۔

بھیرومل کا نام سن کر سانکرہ چونکی اور کہنے لگی۔

لیکن بھیرومل نیرون میں میرے باپ کے پاس ہے۔ وہ یہاں کیسے پہنچ گیا؟ اس پر خریم بن عمر نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا۔ تمہارا باپ بھی یہاں پہنچ چکا ہے۔ اس کے ساتھ بھیرومل بھی آیا ہے اور تمہارے باپ نے ہی مجھے بتایا ہے کہ تمہارے عزیز و اقارب ملتان میں ہیں' لہٰذا انہیں وہاں سے نکالنا چاہیے۔

اس پر سانکرہ چھلانگ لگانے کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی' کہاں ہیں میرے باپ؟ خریم بن عمر بھی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

ان کے ساتھ وانگہ بھی ہے۔ دونوں پہلے بنانہ بن حنظلہ اور گودیری کے خیمے کی طرف گئے ہیں اور وہاں سے اٹھ کر ہماری طرف آئیں گے۔ جواب میں سانکرہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ دروازے پر سندرداس' وانگہ' بنانہ بن حنظلہ اور گودیری نمودار ہوئے تھے۔ اس پر سانکرہ بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنے باپ سندرداس سے لپٹ گئی تھی۔

سب جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب خریم بن عمر نے سندرداس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ کی آمد سے پہلے میں نے سانکرہ کو سارے حالات سے آگاہ کر دیا ہے کہ بھیرومل کو ملتان کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ وہاں سے آپ کے رشتہ داروں کو نکال لائے۔ تاہم میں ابھی گفتگو مکمل نہیں کرپایا تھا کہ آپ لوگ آگئے ہیں۔ اس کے بعد خریم بن عمر نے پھر سانکرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ سانکرہ جو بات ابھی میں تمہیں بتانے والا تھا' وہ یہ ہے کہ لشکر تو دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد ملتان کی طرف چلا جائے گا۔ لشکر میں جس قدر عورتیں ہیں' وہ یہیں سکہ شہر میں رہیں گی اور ان کی حفاظت کا خوب بندوبست کیا جائے گا۔ تم اور گودیری بھی یہاں رہو گی۔ ملتان سے جو تمہارے عزیز و اقارب نکالے جائیں گے' وہ یہاں تمہارے پاس قیام کریں گے۔ اب بولو' تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟

سانکرہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں پہلے خریم بن عمر کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگی۔

جب آپ لوگ یہ فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو میرے اعتراض کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

سانکرہ تھوڑی دیر رکی' پھر اپنے باپ سندرداس اور وانگہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ کب لشکر میں داخل ہوئے؟ آپ نے کچھ کھایا پیا بھی ہے کہ نہیں اور مجھ سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی آپ نے بھیرومل کو ملتان کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

اس پر سندرداس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹی آتے ہی میں امیر محمد بن قاسم کے علاوہ خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ سے ملا۔ تینوں سے مشورہ کیا۔ یہ طے پایا کہ جو ہمارے عزیز ملتان میں ہیں' انہیں نکال لینا چاہیے۔ بھیرومل میرے ساتھ آیا ہوا تھا' لہٰذا بھیرومل کو میں نے وہیں سے روانہ کر دیا۔ جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے تو میں اور وانگہ پہلے بنانہ کے خیمے کی طرف گئے' وہاں ہم زیادہ دیر نہیں رکے۔ بنانہ نے کچھ لشکریوں کو کھانا اور مشروب لانے کے لیے کہہ دیا ہے۔ میرے خیال میں وہ سب چیزیں یہیں لے آئیں گے۔

گفتگو کرتے ہوئے سندرداس کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ کچھ لشکری کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ سب کے سامنے کھانا چن دیا گیا۔ پھر سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔ دو روز بعد بھیرومل ملتان سے سندرداس کے رشتہ داروں کو لے کر سکہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد لشکر نے سکہ سے کوچ کیا اور دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد ملتان کا رخ کیا۔

محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ جب ملتان پہنچا تو ملتان کے نواح میں راجہ گورسنگھ اور قنوج کا راجہ ہرچندر کا لشکر جنگ کرنے کے لیے تیار تھا۔ محمد بن قاسم نے بھی فوراً اپنی صفیں درست کرنی شروع کر دیں تھیں۔ مسلمانوں کے لشکر نے جب گورسنگھ اور قنوج کے لشکر کے سامنے استوار ہونا شروع کیا تو اس موقع پر ان کے چہروں پر ایک طنز تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے دیکھا تعداد میں مسلمان ان سے کافی کم تھے۔

جس وقت لشکری اپنی صفیں حسب سابق درست کر رہے تھے' محمد بن قاسم' خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' ذکوان بن علوان' صارم بن صارم' عطا بن مالک اور کچھ چھوٹے بڑے سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ پھر محمد بن قاسم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز اپنے سامنے دیکھو' دشمن نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ دائیں جانب قنوج کے راجہ ہرچندر کا لشکر ہے۔ بائیں جانب ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکری ہم سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

میں نے جو ان سے نبٹنے کے لیے لشکر کی ترتیب تجویز کی ہے' وہ میں تم سے کہتا ہوں۔ اس پر اگر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولے تاکہ اس میں بروقت تبدیلی کی جا سکے۔

میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دوں۔ ایک حصہ میرے پاس' دوسرا خریم' تیرا بنانہ' چوتھا ذکوان کے پاس ہوگا۔ عطا بن مالک میرے پاس میرے ساتھ کام کرے گا۔ میرے بائیں جانب بنانہ بن حنظلہ رہے گا۔ میں اور بنانہ بن

حنظلہ دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکر پر ضرب لگائیں گے۔ میں دشمن کے لشکر کے بائیں حصے کو اپنا نشانہ بناؤں گا۔ دائیں حصے کا ہدف بنانہ بن حنظلہ لے گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ میں اور بنانہ گورسنگھ کے لشکر کو ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔

خریم بن عمر میرے بھائی تم بالکل دائیں جانب رہو گے۔ تمہارے بائیں جانب اور میرے دائیں جانب یعنی ہم دونوں کے درمیان ذکوان بن علوان ہوگا۔ تم دونوں کا ہدف قنوج کے راجہ ہرچندر کا لشکر ہوگا۔ اس کے لشکر پر دائیں جانب ذکوان بن علوان حملہ آور ہوگا۔ بائیں جانب کو تم ہدف بنانا۔ مجھے امید ہے کہ خریم بن عمر جس طرح ماضی میں تم نے شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں' ملتان کے نواح میں بھی تم اپنی شجاعت' دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قنوج کے راجہ کے لشکر کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

محمد بن قاسم کے خاموش ہو جانے پر سارے سالار آپس میں مشورہ کرتے رہے۔ پھر سب نے محمد بن قاسم کی تجویز پر اتفاق کیا۔ اس پر محمد بن قاسم کے چہرے پر گہری پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس کی نگاہیں اچانک دشمن کے لشکر پر جم گئیں۔ دشمن کے لشکر میں مختلف رنگوں کے پرچم کچھ اس طرح لہرا رہے تھے جیسے اداس شام کے پردوں پر نامانوس ویران سکوت رقص کرتا ہے۔ جیسے سنسان فضاؤں میں آندھیاں قضا کے ساز بجانے لگتی ہیں۔

محمد بن قاسم تھوڑی دیر تک دشمن کے لشکر کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر شب و روز کے طلسم میں آرائش خیال جیسا سکون تھا۔ پھر اس نے اپنے پہلو میں کھڑے خریم بن عمر کی طرف دیکھا۔ وہ بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ محمد بن قاسم کے پیچھے لشکر کے اندر کبھی کبھی ہتھیار اس طرح صدائیں بلند کرتے تھے جیسے زندان سے رقص زنجیر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم نے اندازہ لگایا کہ اس کی رگ رگ سے عزم و حوصلے کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ پھر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر ذرا اپنے سامنے دشمن کے لشکر پر نظر دوڑاؤ' پھر بتاؤ تمہارے اندازے کیا

کہتے ہیں؟ ملتان کے نواح میں آج کی یہ جنگ کیسی رہے گی؟

چند لمحوں تک خریم بن عمر دشمن کے لشکر کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ پھر محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

اے امیر! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ لشکر تو کچھ بھی نہیں۔ قسم خداوند واحد لاشریک کی۔ لاکھ لات و منات ہمارے سامنے آئیں' ہم نے جو اپنے خداوند قدوس کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے' ہم اس وعدے کی آبرو کی ضرور حفاظت کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمن اگر اس قدر لشکر اور لے آئے' تب بھی ہم اس کے حریم دل میں مرگ کا سکوت کھڑا کر دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمن کیسا بھی خونخوار کیوں نہ ہو' ہم اس کے عہد سیاہ کے تاریک باب میں خاموشیوں میں ڈوبتی چیخوں جیسا سماں برپا کر کے رکھ دیں گے۔

محمد بن قاسم خریم بن عمر کی اس کی گفتگو کے الفاظ سن کر خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا' پھر اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔ ابن عمر قسم خدا کی' تو نے میرا جی خوش کردیا ہے۔ ایسے لمحوں میں تیری باتیں ہمیشہ حوصلہ مندی کا باعث بنتی ہیں۔ اب سب اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے جاؤ۔ دشمن جنگ کی ابتداء کرنے میں دیر نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ملتان کے راجہ گورسنگھ اور قنوج کے لشکریوں کے سالار نے جنگ کی ابتداء کی۔ اپنے لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا۔ پھر وہ محمد بن قاسم کے لشکر پر دھواں دھواں خدوخال میں فخر و تکبر کے الاؤ اور ساعتوں کو فاصلوں میں ڈھالتی خونخوار آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جس وقت دشمن محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس وقت ہر مسلمان لشکری اور سالار کا چہرہ ایسا پرسکون تھا جیسے سوچ کے ستاروں اور شب تنہائی میں ایسا گھر جس میں کوئی آنے جانے والا نہ ہو' ان کی نگاہوں میں درخشاں صبح کے آثار اور بیتے لمحوں کے تحلیل ہوتے نقش و نگار تھے۔ جب دشمن قریب آیا' تب اچانک محمد بن قاسم نے تکبیر بلند کی۔ اس تکبیر کے جواب میں جس قدر بڑے سالار تھے' انہوں نے

بھی تکبیریں بلند کیں۔ پھر لشکر میں کچھ اس طرح زوردار انداز میں تکبیریں بلند ہوئی تھیں جیسے صحرا کے کہکشاں میں اچانک ان گنت مغنیوں نے دفوں پر ہاتھ مار دیئے ہوں یا انمول خزانوں کے تجسس میں حروف خفی اچانک جلی حروف بن کر چیخ چلا اٹھے ہوں۔ پھر اسلامی لشکر بھی بپھرتے سمندر اور موجوں کو طلاطم آشنا کرتے طوفانوں کی طرح راجہ گورسنگھ اور قنوج کے راجہ کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ ملتان کے باہر گھمسان کا رن پڑا تھا۔

ملتان کے نواح میں ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ ملتان کے راجہ گورسنگھ اور قنوج کے لشکریوں کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو پسپا کر کے رکھ دیں گے۔ اس لیے کہ مسلمان تعداد میں ان سے بہت کم تھے لیکن جنگ جب اپنے عروج پر آئی تو انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کو پسپا کرنا یا پیچھے ہٹانا اتنا آسان نہیں' جتنا انہوں نے خیال کر رکھا تھا بلکہ مسلمان لشکری آندھی اور طوفان کی طرح لپک لپک کر ان کی صفوں میں گھستے جا رہے تھے۔ لمحہ بہ لمحہ ان کے لشکریوں کی تعداد کم کرتے جا رہے تھے۔ شام کو جب سورج غروب ہو گیا' تب ملتان کا لشکر پسپا ہو کر شہر میں محصور ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے بھی اپنے لشکر کو پیچھے ہٹایا اور پڑاؤ میں لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اگلے روز دونوں لشکر پھر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے۔ اس روز محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے گھوڑے کا منہ لشکر کی طرف کیا۔ پھر اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

میرے ہم نفسو میرے ہمدمو! میرے ساتھیوں دشمن کل ہمارے ہاتھوں ہزیمت اٹھانے کے بعد آج پھر ہمارے سامنے صف آرا ہے۔ کل کی طرح آج پھر اندھا کر دینے والے عذابوں اور بھڑکتے شعلوں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو۔ ان کے چہروں پر دکھ کی مہریں ان کے ذہنوں میں سوچوں کے شعلے بھرتے چلے جاؤ۔ میرے ایثار صفت اور امین ساتھیو میرے درد آشنا رفیقو! کل کی طرح آج بھی دشمن تمہارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ دشمن کو مرمر کے بتان آزری سمجھ کر ان کے اندر گھستے چلے جانا۔ ان کے اندر تکبیر کی صداؤں کا وہ رقص قضا کرنا کہ آنے والا مورخ تاریخ کے اوراق

میں تمہارا نام سنہری حروف میں لکھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن قاسم رکا تھا۔ اس کے بعد وہ شعلہ آواز مقرر کی طرح دوبارہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے مہربان ساتھیو! تم لوگ ہی اخلاقی گرسنگی میں زندگی کا حسن ہو۔ تم لوگ ہی فطرت کے دامن میں انگڑائیاں لیتا طوفان اور عذاب ہو۔ دشمن پر اپنے رب کو پکارتے ہوئے اس طرح حملہ آور ہونا کہ دشمن کی ساری خوش بختی کو اس کی بدبختی' اس کی ساری خشونت کو گھن لگی آہوں میں تبدیل کرتے چلے جانا۔ اگر تم دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے اللہ کو مدد کے لیے پکارو تو یاد رکھنا دشمن کتنی زیادہ تعداد میں بھی ہو' تمہارے سامنے قدم نہ جما سکے گا۔

محمد بن قاسم کو کہتے کہتے رک جانا پڑا' اس لیے کہ ملتان اور قنوج کا لشکر حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ لشکر کی ترتیب وہی کل والی ہی تھی۔ دشمن کا لشکر دو حصوں میں تقسیم تھا جبکہ محمد بن قاسم نے پہلے کی طرح اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے رکھا۔

دوسرے روز بھی ہولناک جنگ ہوئی۔ دوسرے روز مسلمان لشکریوں کی حالت پہلے دن سے کہیں زیادہ بہتر اور درخشاں تھی۔ اس لیے کہ ملتان اور قنوج کا لشکر شام تک ان کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ سہ پہر کے قریب دشمن شکست اٹھا کر بھاگا اور ملتان کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔

اب صورتحال یہ پیدا ہوئی کہ ملتان اور قنوج کے لشکریوں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنا ختم کر دیا۔ قلعے کے اندر رہ کر ہی وہ فصیل کے اوپر سے منجنیقوں کے ذریعے مسلمانوں پر پتھر برساتے اور انہیں فصیل کے نزدیک نہ آنے دیتے تھے۔ یوں مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔

لیکن اس محاصرے میں سب سے بڑی دقت مسلمانوں کو یہ پیش آئی کہ نیرون' برہمن آباد اور الور جیسے مفتوحہ علاقے ملتان سے دور ہونے کی وجہ سے لشکر میں غلے کی کمی ہو گئی۔ یہاں تک کہ لشکری فاقے کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس پر بھی لشکریوں نے ہمت نہ ہاری اور دشمن کا مقابلہ ڈٹ کر کرتے رہے۔

چند دن کے محاصرے کے بعد ایک شخص جو ملتان کا رہنے والا تھا' جو شاید محاصرے سے تنگ آ گیا تھا' ایک روز قلعے سے اچانک نکل کر محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک نالے کا پتا دیا جس کے ذریعے شہر والے پانی پیتے تھے۔ محمد بن قاسم نے اس نالے کو بند کروا دیا جس کی وجہ سے ملتان شہر کے اندر پانی کی قلت پیدا ہونی شروع ہو گئی لیکن پھر بھی جنگ جاری رہی۔

ملتان کا راجہ گورسنگھ جو راجہ داہر کے بھائی چندر کا بیٹا تھا' اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ گزشتہ کئی روز سے انہوں نے ملتان کا محاصرہ کر رکھا ہے' ان کے لشکر کے اندر غذائی قلت بھی ہے' پھر بھی مسلمان لشکری بھوکے رہ کر بھی بڑے حوصلے اور عزم کے ساتھ جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ ولولہ' مسلمانوں کا یہ جذبہ گورسنگھ کے سارے جذبوں اور ولولوں کو خاکستر کر کے رکھ گیا تھا۔ ساتھ ہی گورسنگھ یہ بھی جانتا تھا کہ ہر روز اس کے لشکری کمزور ہوتے چلے جا رہے تھے اور ان کی تعداد بھی کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ باہر سے کسی امداد کی توقع نہیں۔ یہ سارے عوامل سوچتے ہوئے ایک روز گورسنگھ خفیہ طور پر رات کے وقت ملتان شہر سے نکلا اور پناہ لینے کے لیے کشمیر کے راجہ کی طرف بھاگ گیا۔

گورسنگھ کے جانے کے بعد بجھرا نے مسلمانوں سے جنگ کو جاری رکھا۔ محاصرہ کیونکہ طول پکڑ رہا تھا' لہٰذا مسلمان ہر طرف سے قلعے کا ایک ایک کونہ دیکھتے تھے کہ جہاں کہیں بھی کمزوری نظر آئے' وہیں وہ قلعے پر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کریں اور فصیل کو توڑ کر شہر میں گھس جائیں لیکن کوئی صورت بن نہ پڑتی تھی۔

ایک روز ملتان کے قلعے سے ایک شخص نکلا۔ جب وہ مسلمانوں کے لشکر کے پاس آیا تو لشکریوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ التجا کرنے لگا کہ مجھے امیر محمد بن قاسم کے پاس لے کر چلو۔ لشکری اسے پکڑ کر محمد بن قاسم کے پاس لائے' محمد بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

کیا تمہارا تعلق ملتان سے ہے؟ اس شخص نے اثبات میں سرہلا دیا۔ محمد بن قاسم نے پھر اسے مخاطب کیا۔

تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر آنے والا وہ شخص بول پڑا۔ میں شہر کے محاصر کی طوالت سے تنگ آگیا ہوں۔ میں یہ نہیں جانتا کہ شہر کی کیا حالت ہوگی' تاہم میں یہ جانتا ہوں کہ جلد ہی شہر فتح ہو جائے گا۔ میں اس دن سے ڈرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جب شہر کے اندر قتل عام ہو گا اور کوئی زندہ نہ بچے گا۔ اگر آپ لوگ مجھے امان دیں تو میں آپ کو شہر کے ایک ایسے حصے کی نشاندہی کر سکتا ہوں جس کے ذریعے آپ شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے بڑے شفقت سے اس شخص کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

تمہیں امان دی جاتی ہے۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر وہ شخص بول پڑا۔

جس سمت سے آپ شہر پر حملہ آور ہو رہے ہیں' یہاں سے فصیل کو توڑنا انتہائی مشکل ہے۔ یہاں سے فصیل کافی چوڑی اور مضبوط ہے۔ منجنیقوں سے سنگ باری بھی اس پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ میری بات کا اعتبار کریں' میری بات مانیں تو شہر کے اس حصے سے شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں جس سمت دریا بہتا ہے۔ دریا کی سمت کئی جگہ سے فصیل کمزور ہے۔ اگر وہاں سنگ باری کی جائے تو منجنیقیں یقیناً شہر کی فصیل کے اس حصے کو مسمار کر سکتی ہیں۔

محمد بن قاسم نے اس شخص کو امان دینے کے بعد اپنے پاس ہی رکھا۔ پھر اپنے سالاروں کے ساتھ محمد بن قاسم نے قلعے کے اس حصے کا جائزہ لیا جس سمت دریا بہتا تھا۔ جہاں جہاں فصیل کمزور تھی' پھر منجنیقیں وہاں نصب کر دی گئیں اور فصیل کی دیوار پر سنگ باری ہوئی۔ یہاں تک کہ مسلسل سنگ باری سے قلعے کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی اور مسلمان قلعے میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

قلعے میں داخل ہونے کے بعد قلعے کے اندر جو لشکر تھا' اس کے ساتھ گھسان کارن پڑا۔ لگ بھگ چھ ہزار دشمن کے لشکری ملتان کے اندر قتل ہوئے۔ باقی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ تاجروں' صناعوں اور کاشتکاروں کو معافی دے دی گئی اور ان پر جزیہ عاید کر دیا گیا اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ محاصرے میں مسلمانوں کو تکلیف

اٹھانی پڑی' اس لیے معاوضے میں وہ جزیئے کے علاوہ مزید رقم دیں۔ چنانچہ شہر کے لوگوں نے محمد بن قاسم سے پورا اتفاق اور تعاون کیا اور شہر کے معززین نے لگ بھگ ساٹھ ہزار درہم جمع کر کے محمد بن قاسم کی خدمت میں پیش کیے۔ محمد بن قاسم نے یہ ساری رقم اپنے لشکر میں تقسیم کر دی۔ اس طرح لشکریوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

ملتان کی شاندار فتح کے بعد ایک اور خوش بختی نے محمد بن قاسم کے قدم چومے۔ وہ کچھ اس طرح کہ حجاج بن یوسف نے ولید بن عبدالملک سے اس شرط کے ساتھ سندھ پر حملہ آور ہونے کی اجازت لی تھی کہ جس قدر خزانے سے خرچ ہو گا' وہ اس سے دوگنی رقم خزانے میں جمع کرائے گا لیکن محمد بن قاسم نے جو رقم فتح ملتان تک شاہی خزانے کو بھیجی تھی' وہ بہت تھوڑی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ محمد بن قاسم کی فطری رحمدلی اور فیاضیوں نے جو وہ مفتوحین کے ساتھ روا رکھتا تھا' اتنی رقم جمع ہونے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم اس فکر میں تھا کہ کون سی ایسی صورت اختیار کی جائے کہ شاہی خزانے میں یہ رقم داخل ہو سکے کہ ایک دن خوش قسمتی سے اس کے پاس ایک برہمن آیا اور اس نے محمد بن قاسم سے کہا۔

امیر اب ہماری حکومت ختم ہو چکی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ جدھر بھی جاتے ہیں' جس سمت بھی رخ کرتے ہیں' خدا کی تائید آپ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں۔

میں آپ کو ایک چھپے ہوئے خزانے کا پتہ دینا چاہتا ہوں۔

برہمن کی اس گفتگو سے محمد بن قاسم چونکا تھا۔ وہ پہلے ہی اس کوشش میں تھا کہ شاہی خزانے میں رقم جمع کرا کے حجاج بن یوسف کا وعدہ پورا کیا جائے۔ اس نے ایک دم برہمن کو مخاطب کیا۔

تم کس خزانے کی بات کرتے ہو؟ کون سے خزانے کا ہمیں پتا دینا چاہتے ہو؟ کیا وہ خزانہ ملتان شہر میں ہے یا اس سے باہر؟ اس پر آنے والا برہمن پھر بول پڑا۔

نہیں امیر وہ خزانہ اسی شہر میں ہے۔ بات کچھ اس طرح ہے کہ قدیم زمانے کا ذکر

ہے' ہمارے اس شہر میں ایک راجہ جسوین نامی تھا جو کشمیر کے راجہ کی اولاد میں سے تھا۔ وہ بہت ہی نیک انسان تھا۔ ہر وقت پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا۔ اس کے پاس بڑی دولت جمع تھی۔ روز بروز دولت میں ترقی کرتا چلا جا رہا تھا۔

جب اس کے پاس دولت بے حد اکٹھی ہو گئی تو اس نے شہر کے باہر مشرق کی جانب ایک حوض بنوایا جس کا طول و عرض سو گز تھا۔ اس حوض کے درمیان میں اس نے ایک خوبصورت مندر بنوایا۔ اس میں چالیس مٹکے سونے کی خاک سے بھروا کر اور اس کے ساتھ دو سو تیس من سونا رکھ کر زمین میں دفن کروا دیا اور اس خزانے میں سونے کا ایک بت نصب کروایا اور حوض کے ارد گرد درخت لگا دیئے تاکہ اس خزانے کا لوگوں کو پتا نہ چلے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ وہ خزانہ آپ کو بتا دوں۔ وہ اس لیے کہ وہ مندر ہماری تحویل میں تھا۔

برہمن کی اس گفتگو سے محمد بن قاسم بڑا خوش ہوا۔ اس وقت اس کے سالار بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم بول اٹھا۔

ابن عمر میرے بھائی! اس برہمن نے جو کہا ہے وہ تم نے بھی سنا ہے۔ اس معاملے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ میرے خیال میں ہمیں ابھی اس کے ساتھ چلنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ خریم بن عمر اور دیگر سالار بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر محمد بن قاسم نے برہمن کو مخاطب کر کے کہا۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ برہمن آگے آگے چل دیا۔ محمد بن قاسم اپنے سالاروں کے ساتھ اس کے ساتھ ہو لیا۔

جیسے ہی محمد بن قاسم اپنے سالاروں کے ساتھ مندر میں داخل ہوا' اس نے دیکھا وہاں بالکل تاریکی تھی۔ تاریکی میں محمد بن قاسم کو ایسا لگا جیسے اندر کوئی آدمی ہے۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے فوراً تلوار کھینچ کر وار کرنا چاہا۔ اس کے پیچھے خریم بن عمر کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی تلواریں کھینچ کر بے نیام کر لی تھیں۔ برہمن نے محمد بن قاسم کو مخاطب کیا۔

مسلمانوں کے امیر جسے آپ آدمی سمجھتے ہیں' یہ تو وہ سونے کا بت ہے جس کے

نیچے خزانہ دفن ہے۔ اس بت کی آنکھیں یاقوت کی ہیں جو اندھیرے میں چمکتی ہیں۔

محمد بن قاسم نے اپنی تلوار نیام میں کر لی۔ اس کے پیچھے خریم بن عمر اور دوسرے سالار بھی اپنی تلواریں نیام میں کر چکے تھے۔ پھر محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ بت کو وہاں سے ہٹایا جائے۔

چنانچہ بت ہٹایا گیا۔ اس کے نیچے سے دو سو تیس من سونا خالص اور چالیس مٹکے سونے کے چورے کے نکلے۔ تمام سونے کا وزن کیا گیا جس کا مجموعی وزن ایک ہزار تین سو بیس من تھا۔

اس خزانے سے جس قدر سونا ملا' محمد بن قاسم نے ملتان سے ملنے والے مال غنیمت کے پانچویں حصے کے ساتھ کشتیوں کے ذریعے دیبل بھجوایا اور وہاں سے جہازوں کے ذریعے دمشق روانہ کر دیا گیا۔

یہ خزانہ دمشق روانہ ہونے کے بعد حجاج بن یوسف کا ایک خط محمد بن قاسم کو ملا جس میں لکھا تھا۔

میرے عزیز! تمہاری سندھ کی مہم کو شروع کرنے سے پہلے میں نے خلیفہ سے عہد کیا تھا کہ اس مہم پر جتنا مال خرچ ہو گا' میں اس سے دوگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کرا دوں گا۔ اب دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس مہم پر ساٹھ ہزار نقروی درہم صرف ہوئے ہیں اور جو کچھ تم نے اب تک جنس و نقد کی صورت میں بھیجا ہے' اس کی مجموعی رقم ایک لاکھ بیس ہزار درہم ہے۔ یہ سب رقم شاہی خزانے میں داخل کر دی گئی ہے۔ اب تم ہر قریے' ہر قصبے' ہر بستی میں شاندار مساجد اور منبر بناؤ اور حکم دو کہ خطبے میں خلیفہ کا نام لیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ تم نے نہایت ہی مبارک وقت سندھ پر لشکر کشی کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس سرزمین کفار کا بھی تم رخ کرو گے' فتح تمہارے قدم چومے گی۔

مشہور مورخ بلاذری نے لکھا ہے کہ اس مہم پر چھ کروڑ درہم خرچ ہوئے جبکہ بارہ کروڑ درہم شاہی خزانے میں جمع کرائے گئے تھے۔ اس حساب سے واقف ہونے کے بعد حجاج بڑا خوش ہوا اور اس نے کہا ہم نے اپنے خون کا بدلہ بھی لے لیا ہے۔ ہم نے جو خرچ کیا ہے' اس پر چھ کروڑ درہم مزید ہاتھ آئے اور راجہ داہر کا سر الگ

ملا۔

ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان میں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی جس کا ایک بڑا مینار تھا اور ایک شخص داؤد بن نصر کو ملتان کا حاکم اور ابن عبدالملک تمیمی کو برہم پور کا حاکم مقرر کیا۔ برہم پور دریائے جہلم کے کنارے پر تھا۔

ایک اور چھوٹے سالار عکرمہ بن ریحان کو ملتان کے اطراف کی حکومت دی جبکہ احمد بن عتبہ کو اشھار اور کرور کا حاکم مقرر کیا۔ (کرور نام کا شہر آج بھی کروڑ پکا کے نام سے ضلع ملتان کے تعلقہ لودھراں میں اسٹیشن سے چوبیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔)

ان انتظامات کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ جو آلات حرب سے پوری طرح آراستہ تھا' ملتان میں اقامت اختیار کی۔ جو لوگ ملتان سے بھاگ گئے تھے' ان کا مکان اور حویلیاں خالی ہو گئی تھیں' یہ حویلیاں اور مکان اس نے اپنے سالاروں اور لشکریوں میں تقسیم کرنی شروع کیں۔ سب سے پہلے اس نے خریم بن عمر کو بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز گزشتہ دن جو مکان اور حویلیاں خالی ہوئیں' وہ تم بھی دیکھ چکے ہو۔ جس حویلی کا بھی تم انتخاب کرنا چاہو' کر سکتے ہو۔ میں اپنے لیے ایک چھوٹے سے مکان کا اہتمام کر چکا ہوں اور اس میں میں قیام کروں گا۔ اس پر خریم بن عمر بول پڑا۔

امیر محترم میں کسی حویلی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں میں بنانہ بن حنظلہ سے بھی بات کر چکا ہوں۔ میرے پاس ہی بیٹھا ہوا ہے' اس سے بھی آپ پوچھ لیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں کو کسی حویلی کی ضرورت نہیں۔ جس طرح آپ نے اپنے لیے چھوٹا سا مکان لیا ہے' اسی طرح ہمیں بھی دو دو کمروں پر مشتمل مکان دے دیں۔ میں اور بنانہ بن حنظلہ اپنی بیویوں کے ساتھ اس میں قیام کر لیں گے۔

خریم بن عمر کا جواب سن کر محمد بن قاسم خوش ہو گیا تھا۔ پھر جس جگہ محمد بن قاسم نے خود قیام کیا تھا' اس کے ساتھ ہی دو چھوٹے مکان خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کو مہیا کر دیئے گئے تھے۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک لشکری بھاگا بھاگا آیا اور خریم بن عمر کے پاس آکر رکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر آپ کے اہل خانہ آرہے ہیں۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے دونوں کو مخاطب کیا۔

تم دونوں جاؤ۔ سانکرہ اور گودیری کو ان مکانوں کی طرف لے جاؤ' جو تمہیں مہیا کیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے کی طرف سے سندرداس' وانگہ' سانکرہ' گودیری اور ملتان میں جو ان کے رشتہ دار تھے' وہ سب ان کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ آگے بڑھ کر ان دونوں نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ پھر ان دونوں کو ان کے مکانوں کی طرف لے گئے تھے جو محمد بن قاسم کی طرف سے انہیں مہیا کیے گئے تھے۔

سندرداس کے وہ رشتہ دار جو ملتان کے رہنے والے تھے' انہوں نے بہت کوشش کی کہ سندرداس' وانگہ' گودیری' سانکرہ' خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کو وہ اپنے ساتھ اپنی حویلی میں لے جائیں لیکن خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ انہیں ان کے گھر کی طرف بھجوا دیا اور خود اپنے اپنے مکانوں میں رہنا پسند کیا۔ سندر داس اور وانگہ چند روز تک ملتان میں سانکرہ اور گودیری کے پاس رہے' پھر وہ بھی واپس نیرون چلے گئے تھے۔

چند روز ملتان میں قیام کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے دو قاصد ایسے ہی قنوج کے راجہ کی طرف بھجوائے جیسے اس نے راجہ داہر کی طرف بھجوائے تھے۔ راجہ داہر کی طرف سے اس نے مولانا اسلامی اور شامی نوجوان کو بھجوایا تھا۔ انہیں دونوں کو قنوج کے راجہ کی طرف روانہ کیا گیا۔

جب مولانا اسلامی اور شامی نوجوان کو قنوج کے راجہ ہرچندر کے سامنے پیش کیا گیا تو ہرچندر نے پہلے ان دونوں کا بڑے طنزیہ سے انداز میں جائزہ لیا۔ پھر جب آنے کی وجہ پوچھی تو شامی نوجوان نے قنوج کے راجہ ہرچندر کے سامنے وہی پیغام پیش کیا جو اس سے پہلے وہ راجہ داہر کے سامنے پیش کر چکا تھا۔

جواب میں راجہ ہرچندر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا' طنزیہ سے انداز میں دونوں قاصدوں کی طرف دیکھا' پھر بول پڑا۔

اگر ہم تمہاری کوئی بھی شرط' کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیں تو تم ہمارا کیا بگاڑ لو گے؟

اس موقع پر عجیب سے انداز میں مولانا اسلامی نے اپنے ساتھی شامی نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس پر شامی نوجوان نے راجہ ہرچندر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سن راجہ تو ہماری قوم کی عظمت اور سطوت سے واقف ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کے گھوڑے شمالی ندیوں میں کوہ قفقاز کے برف زاروں سے پگھلی ہوئی چاندی جیسے برف کے پانی اور وسیع جھیل دان کے نیلم پانیوں کو اپنے پاؤں تلے روند چکے ہیں۔ شام کی چراگاہوں کو جنہیں دریائے دجلہ اور فرات سیراب کرتے ہیں' ہم اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے بساط کی طرح سمیٹ چکے ہیں۔ اناطولیہ کے خشک سینوں پر چلنے

والی اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کے سوار ہمارے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ راجہ تیری تو ان کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا جب ہمارے مجاہد پیتل کے بڑے بڑے نقاروں پر چوٹ لگائیں گے' فتح اور نصرت کے طبل بجائیں گے اور ہمارے ہراول کے سبک رفتار اور تیز رفتار گھوڑے تیری سرزمینوں میں نمودار ہوں گے تو میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی قوت ان کا سامنا نہ کر پائے گی۔ راجہ اس سے پہلے داہر نے بھی تم جیسا رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی تھی' وہ طاقت اور قوت میں تم سے بھی زیادہ تھا۔ اس کا جو انجام ہوا' وہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کا سر کٹ کر عراق پہنچ چکا ہے۔ اس کا ہر شہر ہمارے قبضے میں ہے۔ اس کے عزیز و اقارب اور اس کے دونوں بیٹے اپنی جان چھپاتے ہوئے بھاگتے پھرتے ہیں۔ جب داہر ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکا تو راجہ تیری کیا حیثیت ہے؟ میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ جب گھاس پک جاتی ہے تو اس کے کٹنے کا وقت آجاتا ہے۔ تو اپنے آپ کو پکی ہوئی گھاس نہ بننے دینا۔

جب تک شامی نوجوان بولتا رہا' راجہ ہرچندر غور سے سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تو برس پڑا۔

تیری زبان بڑی بدلگام ہے۔ راجہ داہر کو اگر تم نے زیر کر لیا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر تم نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو یاد رکھنا' ہم تو سات سمندروں کے بے ساحل شور' صدیوں کی کالی سازشوں کی بربریت کی طرح تمہارے سامنے آئیں گے۔ تمہارے چاروں طرف ریت کی پیاس بچھا دیں گے اور تمہاری حالت بے آشیانہ مسافر پرندوں سے بھی بدتر کر دیں گے۔ تم ہمارے سامنے جہد بقا کی ہوس کرو گے لیکن ہم تمہاری اس ہوس کو پورا نہ ہونے دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجہ ہرچندر خاموش ہو گیا اور بڑے غور سے شامی نوجوان کی طرف دیکھنے لگا جس کی تنگ نوکیلی ناک کے اوپر بے چین بھوری آنکھوں میں اس وقت آہنی عزم اور استقلال تھا۔ اس کی مونچھیں چھوٹی چھوٹی داڑھی گھٹی ہوئی تھیں۔ چہرے پر گرم ہواؤں سی تمتماہٹ تھی۔ سر پر اس نے ڈھیلا سا کپڑا باندھا ہوا تھا۔ شامی قاصد تھکاماندہ ہونے کے باوجود اپنے کافی بڑے اور موٹے عصا کو تھامے راجہ ہرچندر کے سامنے اس طرح چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا جس طرح

چناروں کے سائے تلے کوئی گڈریا' کوئی پاسبان' کوئی چوپان اپنے ریوڑ پر نگاہ رکھنے کے لیے کھڑا رہتا ہے۔ جب راجہ خاموش ہوا تو اچانک شامی نوجوان کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکنے لگیں' پھر وہ بول اٹھا۔

راجہ خدائے بزرگ کی قسم جس نے سورج کو زندگی کی حفاظت پر مامور کیا۔ قسم مجھے اپنے رب عظیم کی' تم بڑی غلط فہمی اور فریب میں مبتلا ہو۔ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو۔ اپنی رعایا' اپنی عوام کو اپنی ہٹ دھرمی اور اپنی ضد میں تباہی اور بربادی کی طرف مت لے جاؤ۔

قاصد تھوڑی دیر تک رکا' پھر اس کی آواز ہرچندر کے قصر میں کسی نقارچی کے نقارے کی طرح گونج اٹھی تھی۔

راجہ اس وقت تم اپنی سرزمینوں میں شبنم کی آسودگی جیسے مطمئن ہو لیکن جب ہمارے رنگ ڈھنگ سے آشنانہ فرزندان کعبہ اپنی پوری سرفروشی سے تم پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا تمہارے سارے خطے خستہ اور غمگین ہو کر رہ جائیں گے اور تمہارے سامنے خواری اور خرابی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ راجہ وادی یثرب کے نخلستانوں سے اٹھنے والے بے غرض مجاہد انسانی عظمتوں کے پیکر ہیں۔ ان کے سامنے تمہاری کوئی فراست و دانائی' کوئی پیش بندی اور ذہانت کام نہ دے گی۔ جو کچھ میں کہتا ہوں' وہ مان لو۔ شرائط بری نہیں ہیں۔ اگر نہ مانو گے تو عنقریب شرمندگی اٹھاؤ گے۔

قنوج کا راجہ ہرچندر پھر اکڑ گیا اور قاصد کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

سولہ سو سال سے اس ملک پر ہماری حکومت ہے اور کسی کو یہ جرات نہیں کہ وہ ہماری حدود میں قدم رکھے۔ ہم تمہاری اس فضول باتوں کی پروا نہیں کرتے۔ سفیر کو قید کرنا چونکہ ہماری مملکت کے آئین کے خلاف ہے' لہٰذا میں تمہیں کچھ نہیں کہتا ورنہ میں تمہیں اس بے ہودہ بکواس کی وہ سزا دیتا کہ دوسروں کو عبرت ہوتی۔ جاؤ اپنے امیر سے جا کر کہہ دو کہ تلوار ہی ہمارا اور اس کا فیصلہ کرے گی۔

اس پر دونوں قاصد لوٹ گئے۔ محمد بن قاسم کو جب ہرچندر رائے کا پیغام ملا تو محمد بن قاسم نے اپنے امراء' سپہ سالاروں کو بلایا اور ان کی مجلس طلب کی اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تک ہم نے ہندوستان کے راجاؤں پر فتح اور

نصرت حاصل کی ہے۔ ہمیں ہر موقع پر خداوند قدوس کی طرف سے کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ آج جبکہ ہم قنوج کے مغرور راجہ کا سامنا کرنے کو ہیں' اسے اپنے لشکریوں اور ہاتھیوں پر غرور ہے۔ ہم تو آج تک صرف اپنے خدا کے بھروسے پر ہر جنگ میں حصہ لیتے رہے اور اس کی مدد سے ہم نے کامیابیاں حاصل کیں۔ آؤ میرے ساتھ مل کر عہد کرو کہ راجہ ہرچندر کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کریں گے۔ اس پر سارے سالاروں نے محمد بن قاسم کے ساتھ وعدہ کیا کہ ہرچندر کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے میں وہ اپنی ساری توانائیاں صرف کردیں گے۔ اس مجلس کے بعد محمد بن قاسم قنوج پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے تیاریوں میں لگ گیا تھا۔

محمد بن قاسم ابھی قنوج پر حملہ آور ہونے کے لئے پر ہی تول رہا تھا کہ اچانک حجاج بن یوسف کے مرنے کی اطلاع ملی۔ محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کی وفات سے بے حد صدمہ ہوا۔ اس لیے کہ حجاج بن یوسف اس کا عزیز اور رشتہ دار تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ محمد بن قاسم کو اب اس کی بھی فکر تھی کہ دیکھیں اب مشرقی ممالک کا اعلیٰ حاکم کون ہوتا ہے اور اس کی پالیسی کیا ہوتی ہے۔ ان اسباب کی بنا پر محمد بن قاسم نے قنوج پر لشکر کشی ملتوی کردی اور دوسرے اہم علاقوں کی طرف اس نے توجہ دی۔

یہ علاقے بیلمان اور کیرج تھے۔ بیلمان کی طرف اس نے ایک لشکر بنانہ بن حنظلہ کو دے کر روانہ کیا۔ بنانہ بن حنظلہ نے بیلمان کو فتح کیا۔ اس کے بعد اس نے پیش قدمی کی اور سورت کی طرف بڑھا۔ اسے بھی اس نے فتح کرلیا اور وہاں کے مکینوں کو اس نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور کردیا۔

دوسرا علاقہ کیرج کا تھا جس کی طرف خریم بن عمر کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا گیا۔ کیرج کے راجہ کا نام دوہر تھا۔ خریم بن عمر جب اپنے لشکر کے ساتھ کیرج پہنچا تو راجہ دوہر باہر نکلا اور خریم بن عمر کے ساتھ جنگ کی۔ کیرج سے باہر گھمسان کا رن پڑا۔ خریم بن عمر نے راجہ دوہر کو بدترین شکست دی۔ راجہ جنگ کے دوران مارا گیا اور مسلمان شہر پر قابض ہو گئے۔ کیرج کی فتح پر ایک عرب شاعر نے بڑے خوبصورت اشعار کہے جن کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

داہر اور دوہر کو ہم نے قتل کیا۔

سواروں کے بڑے بڑے جتھے تو چکر ہی کاٹتے رہے۔

حجاج کی وفات کو ابھی آٹھ مہینے ہی ہوئے تھے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دمشق میں وفات پائی۔ اپنی وفات سے کچھ پہلے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ممالک شرقیہ کے تمام گورنروں کے نام احکامات جاری کر دیئے کہ وہ تمام فتوحات اور پیش قدمیوں کو روک دیں اور اپنے آپ کو خطرات میں نہ ڈالیں۔

نیا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک حجاج کا دشمن تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ عبدالملک نے اپنے انتقال کے وقت ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک کو اپنا ولی عہد بنایا تھا جو ولید کا حقیقی بھائی تھا لیکن ولید چاہتا تھا کہ سلیمان عبدالملک کو معزول کرکے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنائے۔ اس کام میں حجاج اور اس کے تمام مقرر کردہ سردار ولید کے ساتھ تھے۔

لیکن یہ تجویز ابھی عملی جامہ نہ پہن سکی تھی کہ ولید نے وفات پائی۔ اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا اور اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی وہ ساری سیاست بدل گئی جس پر ولید اور حجاج بن یوسف گامزن تھے۔

سلیمان بن عبدالملک اچھی طرح جانتا تھا کہ حجاج اس کا سب سے بڑا دشمن تھا کیونکہ وہ اسے تخت سے محروم کرنے کے لیے ولید کا سب سے بڑا مددگار تھا' لہٰذا سلیمان نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے حجاج کے مقرر کردہ افسروں کو معزول یا قتل کرکے اپنی رائے میں اپنے راستوں کے کانٹوں کو ہٹا دیا۔ ان کانٹوں میں سب سے بڑے کانٹے قتیبہ بن مسلم' موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم تھے۔

سلیمان بن عبدالملک نے مشرقی ممالک کا حاکم اعلیٰ یزید بن مہلب کو بنایا جس کو حجاج بن یوسف اور اس کے خاندان سے پرانی دشمنی تھی۔ یزید بن مہلب نے محکمہ خراج کا حاکم صالح بن عبدالرحمان کو بنایا جو خارجی تھا اور حجاج اور اس کے خاندان کا سخت دشمن تھا۔

چونکہ حجاج نے خارجیوں کو خوب مارا تھا' صالح کا بھائی بھی خارجی تھا۔ اس کا نام آدم تھا۔ خارجی ہونے کی وجہ سے اسے بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ اس لیے صالح اپنی جماعت اور اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے بے چین تھا۔

ادھر عبدالمالک بن مہلب بھی اس صالح کے ساتھ ہولیا۔ دونوں نے مل کر سلیمان بن عبدالملک کے حکم پر حجاج گھرانے کے ایک ایک فرد کو قید اور قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں محمد بن قاسم کو بھی مجرم قرار دیا گیا۔ اس لیے کہ وہ حجاج بن یوسف کا رشتہ دار تھا۔ سندھ کی حکومت سے اسے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ یزید بن قبشہ کو سندھ کا والی مقرر کیا گیا۔

یزید بن ابی قبشہ کے ساتھ یزید بن مہلب کا بھائی معاویہ بن مہلب بھی محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ یزید بن ابی قبشہ نے سندھ پہنچ کر محمد بن قاسم کو ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر اور زنجیریں ڈال کر معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق بھجوا دیا۔ سندھ کا یہ فاتح اعظم جب سندھ سے رخصت ہونے لگا تو اس نے رخصت کے وقت کچھ اشعار پڑھے۔ وہ کچھ اس طرح ہیں۔

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا۔ جو مرد نبرد آزما اور سرحد کا محافظ تھا۔

محمد بن قاسم جب عراق پہنچا تو صالح بن عبدالرحمان نے اس کو واسط کے زندان میں بھجوا دیا جہاں حجاج بن یوسف کے سب خاندان والے قید تھے۔ واسط کے زندان میں بھی محمد بن قاسم نے اشعار کہے جن کا مطلب کچھ یوں ہے۔

اگر واسط میں مجھے قید کر دیا یا زنجیروں میں باندھ کر بے کار کر دیا تو کیا ہوا۔ میں ہی تو ہوں جس نے شہ سواروں کے دل میں ہیبت بٹھا دی اور بہت سے حریفوں کو قتل کر دیا۔

اس زندان میں محمد بن قاسم کو رات دن سخت سزائیں دی جاتی تھیں جن کو وہ نہایت بہادری اور صبر سے برداشت کرتا تھا۔ اس کے علاوہ قبیلہ عک کے ایک شخص کو محمد بن قاسم کی خاص نگرانی کے لیے ان کے قید خانے میں مقرر کیا گیا تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے سارے مخالفین کے متعلق بھی اشعار کہے جن کا ترجمہ یوں ہے۔

اگر میں ثابت قدمی سے کام نہ لیتا تو وہ عورتیں اور مرد جو لڑائی کے لیے فراہم کیے گئے تھے' روند ڈالے جاتے۔ نہ یزید بن قبشہ کے قبیلے کے گھوڑے ہمارے

علاقے میں داخل ہو سکتے اور نہ عک میں کوئی مجھ پر امیر ہوتا اور نہ میں فروتی غدیر کا تابع ہوتا۔ اے زمانے تجھ پر افسوس ہے۔ تو شرفاء کے حق میں بڑا ہی خائن ہے۔

صالح بن عبدالرحمان نے اپنے بھائی آدم خارجی کا انتقام لینے کے لیے جس کو حجاج نے قتل کر دیا تھا' محمد بن قاسم کو واسط کے قید خانے میں آل عقیل کے حوالے کر دیا جنہوں نے محمد بن قاسم کو اس قدر زدو کوب کیا کہ وہ ان سزاؤں اور تکلیفوں کو بھگتے بھگتے بائیس سال کی عمر میں واسط کے زندان ہی میں انتقال کر گیا۔ محمد بن قاسم کی وفات کے وقت چند عرب شعراء نے بڑے خوبصورت اور پیارے اشعار کہے۔ ایک نے لکھا:۔

مروت دل کی بڑائی اور فیاضی محمد بن قاسم کا حصہ تھیں۔ جس نے سترہ برس کی عمر میں لشکریوں کی سرداری کی۔ یہ سرداری اس کی پیدائش سے کس قدر قریب تھی۔

ایک اور شاعر نے محمد بن قاسم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا:۔

اس نے سترہ برس کی عمر میں میدان کارزار کی سرداری کی۔ حالانکہ اس کے ہم سن لڑکے ابھی کھیلوں ہی میں مشغول تھے۔

سندھ میں محمد بن قاسم کی وفات کی خبر سن کر بڑا ماتم کیا گیا اور لوگ محمد بن قاسم کے اخلاق اور اوصاف کو یاد کر کے روتے تھے شہر کیرج میں محمد بن قاسم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے لوگوں نے محمد بن قاسم کا ایک مجسمہ بنا کر نصب کیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور اس کی وفات سے متعلق ایک بے سروپا روایت اور حکایت بھی مشہور ہے۔ جس کی حیثیت افسانے سے کچھ زیادہ نہیں۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

جن لوگوں نے یہ افسانہ تراشا۔ وہ کہتے ہیں کہ خلیفہ کی جانب سے محمد بن قاسم کو معزولی کا حکم پہنچا۔ اس معزولی کی وجہ یہ تھی کہ جب راجہ داہر مارا گیا تو اس کی دو کنواری لڑکیاں اس کے محل سے گرفتار ہوئیں۔

کہنے والوں کا کہنا ہے کہ محمد بن قاسم نے حبشی غلاموں کے ساتھ ان دونوں کو بغداد روانہ کیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ان کو چند روز محل میں رکھ کر آداب شاہی کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ اس کے حرم میں داخل کرنے کے لیے موزوں ہوں۔

کچھ عرصے کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ وہ دونوں لڑکیاں رات کے وقت اس کے پاس لائی جائیں۔ تو جب وہ آئیں تو ولید بن عبدالملک نے ترجمان سے کہا کہ وہ ان سے پوچھے کہ ان میں سے بڑی کون سی ہے تاکہ اس کو الگ رکھا جائے اور اس کی بہن کی باری ختم ہونے پر اس کو بلا لیا جائے۔

ترجمان نے پہلے ان دونوں کے نام پوچھے۔ بڑی نے کہا کہ میرا نام سورج دیوی اور چھوٹی نے کہا کہ میرا نام پرمل دیوی ہے۔ تب خلیفہ نے بڑی کو اپنے پاس بلوایا اور چھوٹی کے متعلق کہا کہ اسے علیحدہ رکھا جائے۔ جب خلیفہ نے بڑی کے رخ سے نقاب اٹھایا تو وہ اس کے غیر معمولی حسن و جمال کو دیکھ کر اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ اس کے ناز و ادا نے خلیفہ کو بے قرار کر دیا۔ اس نے سورج دیوی کو اپنی طرف کھینچا۔

اس پر سورج دیوی اچھل کر علیحدہ کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے کہا' خلیفہ کی عمر دراز ہو۔ میں خلیفہ کے قابل نہیں ہوں کیونکہ محمد بن قاسم نے ہم دونوں کو تین دن اپنے پاس رکھ کر آپ کے پاس بھجوایا ہے۔ ممکن ہے یہ آپ کے یہاں کی رسم ہو لیکن اس قسم کی ذلت خلیفہ برداشت نہیں کر سکتے۔

بے سروپا حکایت لکھنے والے آگے مزید لکھتے ہیں کہ خلیفہ ان کے عشق و محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ سورج دیوی کی یہ بات سن کر اس نے بغیر کسی تحقیق کے قلم دوات منگوایا اور اپنے قلم سے فرمان جاری کیا کہ محمد بن قاسم جہاں بھی ہو' اسے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دارالسلطنت بھیجا جائے۔

جب یہ فرمان محمد بن قاسم کو ملا تو اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ خلیفہ کے حکم کے مطابق اسے کچے چمڑے میں لپیٹ کر روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور زندہ پارسل ایک صندوق میں روانہ کردیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں محمد بن قاسم صندوق میں مرگیا۔ اس کی وفات کے بعد وہ حاکم جو ملک کے مختلف حصوں میں مقرر تھے' بحال رہے۔ صندوق خلیفہ کے پاس لے جایا گیا۔ جب یہ صندوق لے کر دارالسلطنت پہنچے تو انہوں نے شاہی محل کے بڑے چوبدار سے کہا کہ وہ خلیفہ کو اطلاع دے کہ ہم محمد بن قاسم کو لائے ہیں۔

کہنے والوں کا کہنا ہے کہ خلیفہ نے پوچھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ روانگی کے دو دن بعد اس نے اپنی جان خدا کے سپرد کر دی تھی۔ جو حکام محمد بن قاسم نے مقرر کیے تھے' وہ سب اپنی اپنی جگہ مامور ہیں اور وہ خلیفہ کے نام سے بہترین انتظام کی کوشش کر رہے ہیں اور خلیفہ کو اپنے خطبوں اور تقریروں میں یاد کرتے ہیں۔

ان حالات کو معلوم کرنے کے بعد خلیفہ نے صندوق کا ڈھکنا کھولا' ساتھ ہی اس نے سورج دیوی اور پرمل دیوی دونوں بہنوں کو بلایا۔ اس وقت خلیفہ کے ہاتھ میں سبز یاقوت کی ایک چھڑی تھی۔ اس نے وہ لکڑی محمد بن قاسم کے دانتوں سے لگائی اور ان دونوں بہنوں سے کہا۔ داہر کی لڑکیو! تم نے دیکھا ہمارے سالار ہمارے حکام کی کس طرح فوری طور پر تعمیل کرتے ہیں۔ جیسے ہی میرے اس سالار کو حکم ملا' اس نے ہمارے حکم پر اپنی جان قربان کر دی۔

یہ سن کر سورج دیوی نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا اور زمین پر سر رکھتے ہوئے کہا کہ خدا خلیفہ کو دیر تک سلامت رکھے۔ خلیفہ وقت کمال عقل سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ جو کچھ اس کے کانوں میں پہنچے' اس پر اچھی طرح غور کرے۔ جب اس بات کی صداقت اس پر اچھی طرح واضح ہو جائے تو وہ اس وقت فیصلہ کن احکامات جاری کرے۔

اس میں شک نہیں کہ خلیفہ کے احکامات کی تعمیل بلاچوں و چراں کی جاتی ہے لیکن آپ کے لیے ضروری تھا کہ اس واقعہ کی ابتدائی تحقیقات کر لیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم ہمارے بھائی یا باپ کے مانند تھا۔ اس نے کبھی ہمیں نہ ہاتھ لگایا' نہ اپنے پاس رکھا اور اس کے پاس ہماری عصمت' ہماری عزت اور ہماری جان ہر طرح سے محفوظ تھی لیکن چونکہ اس نے ہندوستان اور سندھ کے بادشاہوں کو قتل کیا۔ ہمارے خاندان کے راج کو اجاڑا۔ ہمیں غلام بنایا' ہم نے محض انتقام کے لیے یہ واقعہ گڑھ کر آپ سے کہا۔ آپ کے لیے ضروری تھا کہ اس کے بارے میں تحقیقات کر کے احکامات جاری کرتے۔

اس طرح اگر محمد بن قاسم میں بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کے لیے ضروری تھا کہ

وہ تمام راستے معمول کے مطابق سفر کرتا اور جب دارالخلافہ بالکل قریب رہ جاتا تو اپنے آپ کو کچے چمڑے میں ڈال کر خلیفہ کے سامنے پیش کرتا۔ خلیفہ سورج دیوی کی یہ بات سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور دانتوں سے اپنا ہاتھ کاٹنے لگا۔

کہتے ہیں اس موقع پر سورج دیوی نے پھر بولنا چاہا لیکن خلیفہ کو غضبناک دیکھ کر اس نے اپنا رخ بدلا اور کہنا شروع کیا۔

خلیفہ نے ایک بھاری غلطی یہ کی ہے کہ دو غلام لڑکیوں کی خاطر ایسے آدمی کو قتل کر دیا جس نے ہم جیسی لاکھوں لڑکیوں کو گرفتار کیا اور ہندوستان کے ستر بادشاہوں کو تخت سے تختہ تابوت تک پہنچایا۔ مندروں اور بت خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس سے کچھ غلطی ہوئی' تب بھی اسے محض ایک مخالف کے الزام پر قتل تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔

کہتے ہیں خلیفہ نے غصے میں آ کر حکم دیا کہ دونوں بہنوں کو دیوار میں زندہ چن دیا جائے۔ تاریخ معصومی کا مصنف لکھتا ہے کہ دونوں بہنوں کو گھوڑے کی دم سے بندھوایا گیا اور انہیں اس قدر گھسیٹا گیا کہ وہ دونوں مر گئیں۔ بعد میں ان کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دیا گیا اور محمد بن قاسم کی لاش کو دمشق کے علاقے میں دفن کیا گیا۔ ایک اور مورخ یہ بھی لکھتا ہے کہ دونوں بہنوں کو ہاتھی کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر مارا گیا۔ بعدازاں ان کو جلا دیا گیا۔

یہ ہے وہ من گھڑت افسانہ جو ہمیں محمد بن قاسم کی معزولی اور قتل کے متعلق بعض مورخین سے ملتا ہے جبکہ مورخین کی اکثریت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر اس افسانے کو رد کرتی ہے۔

جن راویوں سے یہ روایت کی گئی ہے۔ ان میں ایک ایسا گمنام راوی بھی ہے جس کا کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔

اس واقعے کو جھوٹا قرار دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں داہر کے قتل کے بعد راوڑھ کے قلعے سے گرفتار ہوئیں حالانکہ تاریخ میں ہمیں یہی ملتا ہے کہ راوڑھ میں صرف داہر کی بیوی لاڈلی کی گرفتاری ہوئی اور اس موقع پر لڑکیوں کی گرفتاری کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں البتہ برہمن آباد

کی فتح کے موقع پر داہر کی دو لڑکیوں کی گرفتاری کا تذکرہ ملتا ہے۔ خود ان روایتوں کا تضاد اس واقعہ کے غیر معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

اس کے جھوٹا ہونے کی تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم نے داہر کی ان دونوں لڑکیوں کو حبشی غلاموں کے ساتھ بغداد بھجوا دیا۔ حالانکہ محمد بن قاسم کی فتوحات کے موقع پر بغداد موجود ہی نہیں تھا بلکہ اس وقت دارالخلافہ دمشق تھا۔ اس بنیادی غلطی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک من گھڑت افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس واقعے کے جھوٹا ہونے کی چوتھی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عرب مورخین نے اس واقعے کی واضح تردید کی ہے کہ محمد بن قاسم کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر اور صندوق میں بند کر کے روانہ کیا گیا اور اس کی لاش وہاں پہنچی۔

پانچویں وجہ مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ داہر کی لڑکیوں کا خلیفہ کے سامنے جھوٹ بولنا اور فریب دینا' یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر اس میں کچھ صداقت ہوتی تو عرب مورخین اس کا ضرور تذکرہ کرتے لیکن عربی تاریخوں میں ہمیں اس کا اشارہ تک نہیں ملتا۔

ان وجوہ کی بنا پر مذکورہ بالا روایت کو صداقت سے بعید اور من گھڑت افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

محمد بن قاسم صرف سترہ سال کی عمر میں سندھ میں ہوا کے ایک جھونکے کی طرح داخل ہوا۔ اسی جھونکے نے بعد میں تیز رفتار بگولے اور پھر طوفان کی شکل اختیار کر لی اور صرف ساڑھے تین سال سندھ میں رہ کر مختصر عرصے میں اس نے پورے سندھ کو فتح کر کے ایک ایسے عادلانہ نظام سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے دوست اور دشمن دونوں معترف تھے۔ اس کی دانائی' تدبر اور سلامت روی کا سکہ سارے ملک میں بیٹھا ہوا تھا۔

محمد بن قاسم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے ہر منزل' ہر موقع پر اپنے محسن اور مربی حجاج بن یوسف سے مشورہ لیا۔ حجاج بن یوسف اگرچہ تاریخ اسلام کی ایک بدنام شخصیت خیال کیا جاتا ہے لیکن سندھ کے معاملے میں اس کی ہدایات اور

مشوروں کو پڑھ کر اس کے تدبر' اس کی ہوش مندی' عقل مندی اور اس کے اعلیٰ سیاست دان ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس نے ہر موقع پر ہر شہر کی فتح کے وقت خط لکھ کر محمد بن قاسم کی ایسی رہنمائی کی کہ محمد بن قاسم اس کے مشوروں پر عمل کرتا ہوا فتح پر فتح حاصل کرتا چلا گیا۔

تاریخ کے اوراق میں حجاج بن یوسف پر بہت سے الزامات عاید کیے جاتے ہیں۔ اسے خونخوار لکھا جاتا ہے۔ سندھ کے معاملے میں اگر اس کے رویئے کو غور سے دیکھا جائے تو اس کی فراست' اس کی پیش بندی' اس کا تدبر اور اس کی دانشمندی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ سندھ کی فتح کے معاملے میں حجاج بن یوسف جا بجا خطوط لکھ کر محمد بن قاسم کی رہنمائی کرتا رہا۔ حجاج بن یوسف کے ان خطوط کے اقتباسات سے جہاں اس کی خوبیاں ہمارے سامنے آتی ہیں' وہاں یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ سندھ کو فتح کرنے کے بعد وہاں کس قسم کے نظام حکومت کے قائم کرنے کا خواہاں تھا اور اس سرزمین کی رعایا کو خوش حال بنانے کے لیے اس نے کیسی کیسی ہدایات محمد بن قاسم کو دیں تھیں۔

حجاج بن یوسف کے خطوط ہی کی روشنی میں محمد بن قاسم نے جو حکومت سندھ میں قائم کی تھی' وہ امن' رواداری کی بہترین نمونہ تھی۔ اس کی رواداری کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس نے جس طرح مسجدوں کے لیے اوقاف مقرر کیے' ویسے ہی مندروں کے لیے جاگیریں بھی مقرر کیں۔ برہمن آباد کے پجاریوں کی شکایت پر کہ مسلمانوں کی فتح کے بعد لوگ ڈر سے پوجا پاٹ کے لیے نہیں آتے' مندر ویران ہو گئے اور ان کی پوجا پاٹ کی آمدنی محدود ہو گئی ہے' وہ سخت پریشان ہیں۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کی یہ شکایات حجاج بن یوسف کو جب بھجوائیں تو حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی تو انہیں اپنی عبادت میں آزادی ہونی چاہیے اور ان پر کسی قسم کا کوئی جبر نہ ہونا چاہیے۔

اس خط اور ایسے ہی دوسرے خطوں کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے اکابر اور معززین کو بلا کر پجاریوں کے حقوق اور مراسم کے متعلق پوچھا کہ راجہ داہر کے

زمانے میں انہیں کیا حقوق ملے ہوئے تھے؟ ان کے تمام حقوق معلوم کرنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ اپنے مذہب پر قائم ہیں' ان کو اپنے مذہبی مراسم بجا لانے میں حکومت کی طرف سے بالکل آزادی ہے۔

ہماری حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ اپنے مندروں برہمنوں کو دان وغیرہ جیسے پہلے دیتے تھے' اب بھی دیں۔ سرکاری مال گزاروں میں سے تین فیصد برہمنوں کے لیے علیحدہ جمع کیا جائے گا۔ اس روپے سے برہمن اپنے مندروں وغیرہ کی مرمت کے لیے خزانے سے درخواست دے کر رقم وصول کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے ایک بڑے پنڈت کو رانا کا خطاب دے کر مندروں کے انتظام اور اہتمام کے لیے مقرر کیا۔ غیر مسلم جو مسلمانوں کی فوج میں کام کرتے تھے' ان کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی اور ان کا سرکاری لگان معاف کر دیا جاتا تھا۔

محمد بن قاسم نے سندھ میں جو علاقے بھی فتح کیے' حجاج بن یوسف کے خطوط اور اس کی رہنمائی میں اس نے وہاں کے قدیم حاکموں سے اقرار اطاعت لے کر انہی کو حکومت پر بحال رکھا۔ صرف عام انتظام کو بہتر بنانے اور انصاف کے لیے ان کے ساتھ مسلمان سرداروں کو بھی مقرر کیا جاتا تھا مگر پولیس اور فوج میں زیادہ تر سندھ کے نو مسلم ہوتے تھے۔

انتظامی عہدوں میں بھی سندھ کے ہندوؤں کو رکھا گیا۔ اس کے علاوہ رواداری کی حد یہ تھی کہ سندھ میں ہندوؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر دی گئیں۔ اس طرح ملک کا تمام نظم و نسق فتح ہونے کے بعد بھی مقامی ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھا۔ اور ان راجاؤں سے صرف خراج وصول کیا جاتا تھا۔ لگان اور خراج سے جو رقم وصول ہوتی تھی' اس کا بڑا حصہ ملک کی رفاہی ضرورتوں پر صرف کیا جاتا تھا۔

برہمنوں کو حکومت کے معزز عہدوں پر مقرر کیا گیا۔ محمد بن قاسم نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ برہمن ایک معزز قوم ہے اور انتظام سلطنت سے واقف ہے' مال کے تمام محکموں میں بھی ان برہمنوں کو مقرر کیا۔ زر مال گزاری کی وصولی' اس کا حساب' خزانے کا تحفظ سب برہمنوں سے متعلق تھا۔

حکومت اس کا خاص طور پر خیال رکھتی تھی کہ ملک کے کسی طبقے کو تکلیف نہ

ہنچے۔ محمد بن قاسم کی حکومت نے پست افراد کو ابھارا لیکن بلند طبقے کو گرایا نہیں' بتہ پست طبقے کی حالت بہتر بنانے اور ان کی فلاح و بہبود کو بہتر بنانے کے لیے سب ے زیادہ توجہ دی۔

عدل و انصاف مساوات کی بنیاد پر ایسی حکومت رکھی اور اس کا خصوصیت سے یال رکھا کہ ملک کے کسی طبقے کو نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ مفتوحہ علاقوں میں تاجروں' یشہ وروں' دستکاروں اور کاشتکاروں کو جنگ کی وجہ سے جو نقصان پہنچا' محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ ان لوگوں میں ہر ایک کو بارہ درہم وزن چاندی دی جائے اور جس کا ں سے زیادہ نقصان ہوا' اسے تحقیق کے بعد اس سے زیادہ دیا جائے۔

برہمنوں کو زر لگان وصول کرنے میں متعین تھے' تاکید کی گئی کہ کسانوں سے لگان صول کرنے میں کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔ کسانوں کو ہر طرح سے سہولتیں دی ئیں۔ جس کسان کے ہاں پیداوار کم ہو' اس کو سرکاری لگان معاف کر دیا جائے۔ محمد ن قاسم کے اس طرز عمل نے سندھ کے لوگوں کو بے حد متاثر کیا۔ رعایا میں مسرت ر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف اسلامی حکومت کی تعریف اور اس کے گن گائے نے لگے۔

یہاں تک کہ برہمن خود گاؤں گاؤں پھر کر اسلامی حکومت کی تعریف کرتے تھے۔ وں کو حکومت کی وفاداری کا سبق دیتے تھے مگر یہ سارے انتظام محمد بن قاسم نے ج بن یوسف کے کہنے اور اس کی راہنمائی میں کیے تھے۔ اگر حجاج بن یوسف تاریخ ے اوراق میں ایک طرف ظالم اور سفاک کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے تو دوسری ب وہ ایک بہترین منتظم اور عمدہ قسم کے مدبر کی حیثیت سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔

محمد بن قاسم کے بعد اس کے مخالفین بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے۔ سندھ کا نیا ا یزید بن ابی قبشہ صرف اٹھارہ دن کے بعد اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد ر بن عبداللہ سندھ کا گورنر مقرر ہوا۔ وہ بھی چند دن رہ کر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ ں کے بعد حبیب بن مہلب مقرر ہوا۔ اس دوران سلیمان بن عبدالملک بھی اس دنیا ے کوچ کر گیا۔ سلیمان بن عبدالملک کے بعد عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنے تو یزید مہلب پر خیانت کا جرم عاید کیا گیا۔ یہی جرم حجاج بن یوسف نے یزید بن مہلب پر

لگاتے ہوئے اسے قید خانے میں ڈال دیا تھا۔ جب دوبارہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں یزید بن مہلب پر خیانت کا جرم عاید کیا گیا تو عراق اور خراسان کی گورنری سے اسے معزول کرکے عمر بن عبدالعزیز نے زندان میں ڈال دیا۔ عمر بن عبدالعزیز کے بعد جب یزید بن عبدالملک مسلمانوں کا خلیفہ بنا تو یزید بن مہلب اپنے رشتہ داروں' اپنے بیٹوں اور دوسرے لواحقین کے ساتھ کسی نہ کسی طرح زندان سے بھاگ نکلا اور اپنے خاندان اور ساتھیوں کو لے کر سندھ کی طرف بھاگا۔ حکومت کی طرف سے بلال بن اخور تمیمی کو اس کے تعاقب میں لگایا گیا۔ اس نے قندابیل میں ان سب کو آپکڑا اور سب کو باری باری قتل کرکے رکھ دیا۔ قتل کیے جانے والوں میں معاویہ بن یزید بھی شامل تھا جس نے واسط کے جیل خانے میں محمد بن قاسم کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی تھیں۔

جن دنوں محمد بن قاسم کو یزید بن ابی قبشہ نے گرفتار کرکے عراق کی طرف بھجوایا تھا' اس وقت محمد بن قاسم ملتان سے باہر تھا۔ باہر ہی باہر اسے گرفتار کرکے عراق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس وقت خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' ذکوان بن علوان اور دیگر سالاروں نے ملتان میں قیام کر رکھا تھا۔ محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے اور عراق کی طرف روانہ کرنے کے بعد یزید بن ابی قبشہ نے ملتان کا رخ کیا۔

ملتان پہنچ کر اس نے اس مکان میں قیام کیا جس میں محمد بن قاسم قیام کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کو اپنے پاس طلب کیا۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں کو محمد بن قاسم کی گرفتاری اور اس کے عراق کی طرف روانگی کی خبر ہو چکی تھی۔ یزید بن ابی قبشہ کے قاصد نے پہلے خریم بن عمر کے دروازے پر دستک دی۔ خریم بن عمر دروازے پر آیا۔ سانکرہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ خریم بن عمر آنے والے قاصد کو مخاطب کرکے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاصد خود ہی بڑی ارادت مندی سے خریم بن عمر کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

امیر آپ کو سندھ کے نئے حاکم یزید بن ابی قبشہ نے طلب کیا ہے۔

ان الفاظ پر خریم بن عمر چونکا تھا۔ پیچھے کھڑی سانکرہ بھی فکرمند ہو گئی تھی۔ پھر خریم بن عمر نے قاصد کو مخاطب کیا۔ کس کس کو بلایا ہے؟

قاصد نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔ آپ اور بنانہ بن حنظلہ کو فی الحال طلب کیا گیا ہے۔ آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ خریم بن عمر نے قاصد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کیا تم نے بنانہ بن حنظلہ کو بلایا ہے؟ قاصد کہنے لگا' میں پہلے آپ کی طرف آیا ہوں۔ پھر بنانہ بن حنظلہ کو بلاؤں گا۔ اس پر خریم کہنے لگا' جاؤ بنانہ کو یہیں بلا کر لاؤ۔ پھر ہم دونوں اکٹھے یزید بن ابی قبشہ کی طرف جائیں گے۔ قاصد وہاں سے ہٹ گیا تھا اور بنانہ بن حنظلہ کے مکان کی طرف بڑھا تھا۔

قاصد کے جانے کے بعد سانکرہ نے بڑے اداس سے انداز میں خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

یزید بن ابی قبشہ نے آپ کو کیوں طلب کیا ہے؟ اس پر خریم بن عمر نے بڑے پیار سے سانکرہ کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

سانکرہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اور گودیری دونوں گھر پر ہی رہو۔ میں اور بنانہ دونوں ہو آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں یزید بن ابی قبشہ کیا کہتا ہے۔ اس پر سانکرہ فوراً بول پڑی۔ میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گی۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ ناراض نہ ہوئیے گا۔ حالات خطرناک موڑ اختیار کر چکے ہیں۔ ہمیں بتائے بغیر محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے عراق کی طرف بھیجا جا چکا ہے۔ یہی سلوک آپ کے ساتھ بھی کیا جائے گا' لہذا اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت میں میں آپ کے ساتھ شامل حال رہوں گی۔ میں کسی بھی صورت آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اپنے آپ سے اس موقع پر علیحدہ نہیں رکھیں گے۔

خریم بن عمر سانکرہ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر بنانہ بن حنظلہ نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے گودیری بھی تھی اور ان دونوں کے پیچھے قاصد بھی تھا۔ بنانہ بن حنظلہ' گودیری دونوں خریم بن عمر کے مکان میں داخل ہوئے۔ خریم بن عمر کو مخاطب کرکے بنانہ بن حنظلہ کہنے لگا۔

یزید بن ابی قبشہ نے مجھے اور آپ کو طلب کیا ہے۔ آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟ میرے خیال میں وہ ضرور ہمیں کسی دھوکے اور فریب میں ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ بہرحال دیکھتے ہیں' وہ کیا کہتا ہے۔ میں نے گودیری کو بھی ساتھ لے

لیا ہے اور کہا ہے کہ تم سانکرہ کے پاس رہنا۔ اتنی دیر تک میں اور خریم دونوں یزید کے پاس سے ہو آئیں گے۔

جواب میں خریم بن عمر مسکرایا اور کہنے لگا۔ سانکرہ تو میرے ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟ اسے سمجھاؤ کہ یہ اور گودیری یہاں رہیں۔ اس پر سانکرہ مچل جانے کے انداز میں بولی۔

میں ہرگز یہاں نہیں رہوں گی۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اور دیکھوں گی کہ یزید بن ابی قبشہ کیا کہتا ہے۔ میں آپ سے پھر کہوں گی' وہ آپ کو جو بلا رہا ہے تو آپ کے خلاف دھونس دھمکی سے بھی کام لے سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ اس کا ساتھ دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ لشکری یزید بن ابی قبشہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ آپ دونوں کی معاونت سے وہ لشکریوں پر اپنی گرفت چاہتا ہے۔ بہرحال معاملہ جو بھی ہو' میں ساتھ جاؤں گی۔ یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ اس موقع پر سانکرہ کا ساتھ دیتے ہوئے گودیری بول پڑی۔

سانکرہ ٹھیک کہتی ہے۔ ہم دونوں آپ کے ساتھ جائیں گی۔ آخر ہمارے ساتھ جانے میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر آپ دونوں پر کوئی افتاد آتی ہے تو ہم دونوں کا یہاں زندہ رہنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگر کوئی مصیبت آنی ہے تو چاروں پر اکٹھی آئے' علیحدہ علیحدہ رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب زیادہ کوئی بحث اور حجت نہیں ہوگی۔ میں اور سانکرہ دونوں آپ کے ساتھ جائیں گی' یہ ہم دونوں کا آخری فیصلہ ہے۔

خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ مان گئے۔ چاروں یزید بن ابی قبشہ کے قاصد کے ساتھ ہو لیے تھے۔

قاصد کے ساتھ جب خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' سانکرہ اور گودیری اس مکان میں داخل ہوئے جس میں یزید بن ابی قبشہ کی رہائش تھی' اس وقت یزید بن ابی قبشہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے اس نے اٹھ کر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کا شاندار استقبال کیا۔ دونوں سے مصافحہ کیا۔ پھر نشستوں پر بیٹھنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی احتراماً سانکرہ اور گودیری کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو ساتھ آنے والی دونوں خاتون تمہاری اور بنانہ بن حنظلہ

کی بیویاں ہیں۔ جواب میں مسکراتے ہوئے خریم بن عمر نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ جب سب بیٹھ گئے تب خریم بن عمر نے یزید بن ابی قبشہ کو مخاطب کیا۔

کیا میں اور بنانہ بن حنظلہ جان سکتے ہیں کہ تم نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے؟ خریم بن عمر نے جب اسے لفظ تم سے مخاطب کیا تو اس پر یزید بن ابی قبشہ چونکا تھا لیکن اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ خریم بن عمر کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ میں نے تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ ان سرزمینوں میں تم دونوں میرے ساتھ تعاون کرو۔

میں تم دونوں سے کوئی چیز نہیں چھپاؤں گا۔ سلیمان بن عبدالملک کے کہنے پر محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے میں نے عراق کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ حکمران جو چاہے سلوک کریں' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس کی گرفتاری کے بعد لشکر میں بغاوت بھی کھڑی ہو سکتی ہے۔ تم دونوں کی لشکر میں بڑی اہمیت ہے۔ لشکری تمہارے ماتحت کام کرتے رہے ہیں۔ تم ان کے سب سے عمدہ اور بہترین سالار ہو۔ ان سرزمینوں میں تمہاری حیثیت محمد بن قاسم کے نائب سی رہی ہے۔ اس لیے سارے لشکری تم پر اعتماد کرتے ہیں' تم پر بھروسہ کرتے ہیں اور تمہارے ایک اشارے پر وہ میری فرمانبرداری اور اطاعت کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔ اب کہو تم دونوں ان سرزمینوں میں میرے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہو؟

خریم بن عمر نے بغیر کسی تفکر کے کام لیے' بڑے غور سے یزید بن ابی قبشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سن ابن قبشہ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں' نہ میں ان سرزمینوں میں قیام کروں گا۔ میں اب یہاں سے واپس جاؤں گا اور کوفہ کے نواح میں میری جو بستی ہے' وہیں جا کر اپنی باقی زندگی گمنامی میں گزار دوں گا۔ اس کے علاوہ تم سے کہنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

یزید بن ابی قبشہ خریم بن عمر کا یہ جواب سن کر بڑا مایوس ہوا۔ اس موقع پر اس نے بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھا اور بولا۔

ابن حنظلہ تمہارا اس سلسلے میں کیا جواب ہے؟ بنانہ بن حنظلہ کی بھی چھاتی تن

گئی اور یزید بن ابی قبشہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

سن ابن قبشہ جو جواب خریم بن عمر کا ہے' وہی بنانہ بن حنظلہ کا ہے۔

یزید بن ابی قبشہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ کوئی فیصلہ کیا' پھر اس نے خریم بن عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عمر تم میرے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر چکے ہو۔ واپس جانے کا اپنا ارادہ بھی ظاہر کر چکے ہو۔ اگر میں تم دونوں کو واپس نہ جانے دوں اور زبردستی تم سے تمہارا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کروں تو پھر تم کیا کہتے ہو؟

اس موقع پر خریم بن عمر کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا تھا۔ بنانہ بن حنظلہ بھی اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر لے گیا تھا۔ پھر کھولتے ہوئے لہجے میں خریم بن عمر نے یزید بن ابی قبشہ کو مخاطب کیا۔

ابن قبشہ سن اپنی حدود سے بڑھ کر میرے ساتھ گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ کیا تم میں اتنی ہمت اور جرات ہے کہ مجھے اور بنانہ بن حنظلہ کو زبردستی یہاں روک سکو؟ کیا تم میں اتنی جسارت ہے کہ ہماری مرضی' ہماری رضامندی کے بغیر کوئی کام لے سکو؟ اگر تم نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تمہارا انجام انتہائی برا ہوگا۔

ابن قبشہ کسی دھوکے اور فریب میں مت رہنا۔ اگر ہم سے الجھو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔

غصے میں یزید بن ابی قبشہ کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ دوبارہ اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر تم خود دھوکے اور فریب کاری میں پڑے ہوئے ہو۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمد بن قاسم کی جگہ میں سندھ کا والی مقرر ہوا ہوں۔ جس طرح تم محمد بن قاسم کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہو' اسی طرح تمہیں اور بنانہ بن حنظلہ کو میرے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا ایسا نقصان اٹھاؤ گے جس کی تلافی زندگی بھر نہ کر پاؤ گے۔

یزید بن ابی قبشہ کی اس گفتگو سے خریم بن عمر دہکتے ہوئے کوئلوں کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔ اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آدھی تلوار غصے میں نیام سے باہر کھینچ لی'

پھر انتہائی ہولناکی میں اس نے یزید بن ابی قبشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن قبشہ تم بھول رہے ہو' اگر تم نے میرے یا بنانہ بن حنظلہ کے ساتھ زیادہ الجھنے کی کوشش کی تو قسم خدا واحد کی' میں ابھی اور اسی وقت تمہاری گردن کاٹ دوں گا اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ لشکر کے اندر تمہاری گردن کٹنے سے نہ کوئی احتجاج کرے گا' نہ کوئی تمہارا انتقام لینے کے لیے اٹھے گا۔ ان سرزمینوں میں میرے ہاتھ گمنامی کی موت مت مرجانا' اپنی اوقات میں رہو ورنہ........

یہاں تک کہتے کہتے خریم بن عمر کو رک جانا پڑا' اس لیے کہ سانکرہ نے اس کا ہاتھ کھینچا اور اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے یزید بن ابی قبشہ کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ چہرے پر خوف اور وحشت پھیل گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خریم بن عمر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

یزید بن ابی قبشہ اس معاملے پر مزید کچھ کہنے کی جرات اور جسارت مت کرنا۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم مجھے اور بنانہ بن حنظلہ کو زبردستی یہاں اپنے ساتھ رکھ کر کام کرنے پر مجبور کر سکتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے اور اگر تمہاری بھول نہیں جاتی تو ذرا اس کمرے سے نکلو۔ میرے ساتھ دو دو ہاتھ کرو۔ اگر تم تیغ زنی میں مجھے مات کر گئے تو میں تمہارا غلام بن کر ان سرزمینوں میں تمہاری خدمت کروں گا اور اگر تم میرے ہاتھوں ہار گئے تو میں تمہاری گردن کاٹ کر عراق کی طرف چلا جاؤں گا۔ سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اس سے کہوں گا کہ یزید بن ابی قبشہ ایک بزدل انسان تھا۔ میں نے اس کی گردن کاٹ دی ہے۔ اس کی جگہ کسی اور کو سندھ کا والی مقرر کر دیں۔ کہو میری یہ پیشکش منظور ہے؟

یزید بن ابی قبشہ تھوڑی دیر تک کچھ نہ بولا۔ ابھی تک وہ خوفزدہ اور سہما ہوا تھا۔ خریم بن عمر کی جرات اور شجاعت کو وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ کچھ دیر سوچتا رہا' پھر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر تم یہاں محمد بن قاسم کے نائب کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری قدر' تمہاری عزت افزائی کرتا ہوں۔ اگر تم دونوں میرے ساتھ کام کرنا نہیں

چاہتے تو میں تم دونوں کو زبردستی نہیں روکوں گا۔ میں تمہارے ساتھ چند مسلح جوان بھیجتا ہوں۔ تم ان کے ساتھ عراق کے والی یزید بن مہلب کے پاس چلے جاؤ۔ میں اسے خط بھی لکھ دوں گا' وہ جو چاہے تمہارے متعلق فیصلہ کرے۔

خریم بن عمر بغیر کسی توقف کے بول پڑا۔

یزید بن ابی قبشہ میں تمہاری اس پیشکش کو بھی نامنظور کرتا ہوں۔ میں یزید بن مہلب کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور نہ میں اس کے پاس جاؤں گا۔ یہاں سے میں سیدھا دمشق کا رخ کروں گا۔ اگر یہاں اپنی قوم اپنی ملت کے لیے کام کرتے ہوئے میں نے کوئی جرم کیا ہے تو میں سیدھا سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ وہ جو چاہے' مجھے سزا دے۔ میں اسے بخوشی قبول کر لوں گا۔ تمہیں میرے ساتھ مسلح جوان بھی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایسے سازشی لوگوں کو میرے ساتھ کرو گے جو راستے میں میرا اور بنانہ بن حنظلہ کا کام تمام کر دیں گے۔ اگر تم نے ایسی کوئی سازش کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں پلٹوں گا اور تمہاری گردن کاٹ کر پھر دمشق کا رخ کروں گا۔

یزید بن ابی قبشہ پھر کچھ سوچتا رہا' آخر اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

ابن عمر تم واضح طور پر میرے خلاف بغاوت کھڑی کر رہے ہو۔ مجھے یزید بن مہلب نے صاف اور واضح طور پر احکامات جاری کیے تھے کہ سندھ پہنچ کر سارے سالاروں کو اپنی فرمانبرداری کے لیے کہنا۔ جو تمہارا حکم مانے' اس کی عزت کرنا اور جو بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے۔ اول تو اس کا کام تمام کر دینا اور زیادہ حجت کرے' اسے میرے پاس بھیج دینا۔ میں خود اس سے نبٹ لوں گا۔ میں پھر تم دونوں سے کہوں گا' اگر تم دونوں میرے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتے تو پھر عراق چلے جاؤ۔ یزید بن مہلب تمہارے متعلق جو فیصلہ کرے گا' مجھے منظور ہو گا۔ خریم بن عمر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

یزید بن ابی قبشہ میں تم پر واضح کر چکا ہوں کہ میں نہ تمہارے ماتحت کام کروں گا' نہ تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کروں گا۔ میں آج رات کے پچھلے پہر بنانہ بن حنظلہ اپنے اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ یہاں سے دمشق کی طرف کوچ

کر جاؤں گا۔ میں اب جاتا ہوں۔ جاتے ہوئے تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ میرے اور بنانہ بن حنظلہ کے خلاف کوئی سازش کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمہیں عہد دیتا ہوں کہ اگر تم خاموشی اختیار کرو گے تو میں تمہیں نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے کوچ کر جاؤں گا اور اگر تم نے کوئی سازش تیار کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا سندھ میں جس قدر لشکری ہیں' میرے ایک ہی اشارے پر وہ تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مہران ندی میں بہا دیں گے اور کوئی تیری لاش تلاش کرنے والا نہیں ملے گا۔ اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر کمرے کے دروازے کی طرف چل دیا تھا۔ بنانہ بن حنظلہ' گودیری اور سانکرہ اس کے پیچھے ہو لیے تھے۔ اسی روز رات کے پچھلے حصے میں خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' سانکرہ اور گودیری ملتان سے دمشق کے لیے کوچ کر گئے تھے۔

○

ایک روز شام سے کچھ پہلے خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ' سانکرہ اور گودیری ایران کی حدود میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے کچھ گھڑ سوار نمودار ہوئے اور ان چاروں کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے انہیں روک دیا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے دو اونٹوں پر سانکرہ اور گودیری سوار تھیں۔ انہوں نے بھی اونٹوں کی نکیلیں کھینچتے ہوئے اونٹوں کو روک دیا تھا۔ خریم بن عمر نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے شاید خطرہ محسوس کیا تھا' لہٰذا اس نے ڈھال سنبھال لی تھی۔ تلوار بے نیام کر لی تھی' اس کی طرف دیکھتے ہوئے بنانہ بن حنظلہ بھی ایسا کر چکا تھا۔

دونوں اونٹوں کے اوپر بنے ہودوں کے اندر سانکرہ اور گودیری بھی چوکنی ہو گئی تھیں۔ ان دونوں نے بھی اپنی کمانیں سنبھال لی تھیں اور ترکش سے تیر نکال کر کمانوں پر جما لیے تھے۔

خریم بن عمر نے راہ روکنے والوں کو مخاطب کیا۔ تم لوگ کون ہو اور کیوں تم نے ہماری راہ روکی ہے۔ ذرا اپنا تعارف کراؤ۔ پھر میں تمہارے ساتھ بات کروں۔ اس پر

آنے والوں کے آگے جو ان کا سرخیل تھا' اس نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میں اور میرے ساتھی تم دونوں کو پہچان چکے ہیں۔ تم خریم بن عمر اور تمہارے ساتھ بنانہ بن حنظلہ ہے۔ تم دونوں کے پیچھے تم دونوں کی بیویاں ہیں۔ ہم تو ایک عرصہ سے تمہارے متلاشی تھے۔ سو ہم ایران کے مجوسی ہیں جنہیں تمہارے ہاتھوں سخت ذلت اور نقصان اٹھانا پڑا۔ ہم زمیش کے دہ ساتھی ہیں جو تمہارے ہاتھوں بچ کر روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے اور اس تاک میں تھے کہ تم ہمیں ملو تو ہم تمہارا کام تمام کریں۔ ہماری خوش قسمتی کہ آج دمشق کی طرف جاتے ہوئے تم ہمارے ہاتھ آگئے ہو۔ اب تمہیں دمشق پہنچنا نصیب نہیں ہوگا۔ ہمارے کچھ آدمی تمہاری تاک میں تھے جنہوں نے ہمیں اطلاع دی کہ تم سندھ سے کوچ کرتے ہوئے دمشق کا رخ کر رہے ہو۔ اب ان سرزمینوں میں تم چاروں کی لاشیں دفن ہوں گی۔

خریم بن عمر کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے راہ روکنے والوں کے سرخیل کو مخاطب کیا۔

تم بھول رہے ہو۔ اگر ماضی میں میں نے تم لوگوں کے ہاتھوں اور چہروں پر شکست کے داغ لگائے ہیں تو اب بھی میں ایسا کرنے پر قادر ہوں اور ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہوں۔

خریم بن عمر کو خاموش ہو جانا پڑا' اس لیے کہ راہ روکنے والوں کا سرکردہ پھر بول پڑا۔

تم دو میرے ساتھیوں کے سامنے کیا انقلاب کھڑا کر لو گے؟ لمحوں کے اندر میں تمہاری امیدوں کو یاس کی نشانیاں اور تمہارے زرد چہروں پر تشنگی کے عہد کی لکھی کہانیاں نمایاں کرتا چلا جاؤں گا۔ سن رکھو' اس قافلہ شمس و قمر' اس سلسلہ آب و ہوا میں تمہارے دروازہ دل پر موت کے درد کی دستک دوں گا۔ یہاں کوئی تمہارا درمان ورد نہ راہ کا ہم سفر ہوگا جو تمہاری مدد کر سکے۔ جو کم از کم ہمارے ہاتھوں سے تمہاری جان ہی چھڑا سکے۔ جواب میں خریم بن عمر نے پگھلا دینے والا قہقہہ لگایا' پھر اس نے اسے مخاطب کیا۔

لگتا ہے تم لوگوں کی بوسیدہ دانش میں پھر ابال آ گیا ہے۔ لگتا ہے تم ان

سرزمینوں میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے کوئی تازہ جہالت' کوئی دلچسپ حماقت کھڑی کرنا چاہتے ہو۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ تم کسی کاردشوار کے لیے اپنے بھولے بھالے امن خو ساتھیوں کو ظلم و الم' ننگ و ذلت میں ڈالتے ہوئے انہیں حیوانیت اور خباثت کی موت مرنے پر مجبور کرو گے۔ اگر تم مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو تو اپنے ساتھیوں کو وہیں کھڑا رہنے دو جہاں وہ کھڑے ہیں' ذرا اکیلے میری طرف آؤ' میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ پھر دیکھو میں کیسے لڑکھڑاتے بوڑھے اندھیروں کی طرح تمہیں پچھتاوے کی لعنت سے دوچار کرتا ہوں۔ ذرا آگے تو بڑھو' میرے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرات کرو' پھر میں دیکھتا ہوں کہ تم کس قدر بڑے سورما ہو۔

راہ روکنے والے مجوسی نے خریم بن عمر سے انفرادی مقابلے کی کوئی بات نہ کی' اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ میرے ساتھی جنہیں تم بھولے بھالے امن خو کہہ رہے ہو' یہ تمہاری ہڈیوں سے گوشت نوچ لیں گے' چہروں کو مسخ کریں گے اور تمہاری دل کی اندھیری گھپاؤں میں آتش فشاں کھڑے کرتے چلے جائیں گے۔

خریم بن عمر پہلے سے بھی زیادہ غضبناکی میں بولا اور اسے مخاطب کیا۔

میں پھر محسوس کرتا ہوں جیسے یہاں ان سرزمینوں میں تو ہمارے ہاتھوں اپنی تہذیب کی اتہاس کو سیاہ کرنا چاہتا ہے۔ غلطی اور خامیوں کو دہرانا چاہتا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تیرے دھموں کی فصل پک چکی ہے' جس کے کٹنے کا وقت آچکا ہے۔ اگر تو ہم سے مقابلہ ہی کرنا چاہتا ہے تو پھر کر کیا کرتا ہے۔ پھر ہمارا بھی ردعمل دیکھنا کہ ہم کیسے تیرے جذبات کی وسعتوں میں تیرے احساسات کی گہرائیوں میں غم کے گرداب کھڑے کرتے ہیں اور کیسے تیرے لیے لاچارگی کے بگولے بن کر تیری موت کو تیرے لیے دعوت دیتے ہیں۔

خریم بن عمر کی اس ساری گفتگو کے بعد راہ روکنے والے کسی ردعمل کا اظہار ہی کرنا چاہتے تھے کہ اچانک دائیں طرف سے کچھ گھڑ سوار نمودار ہوئے۔ وہ اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے بڑی تیزی سے قریب آتے جا رہے تھے۔ گھڑ سوار برق رفتاری سے آئے' راہ روکنے والوں اور خریم بن عمر کے درمیان وہ حائل ہو گئے۔ پھر

دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے راہ روکنے والوں کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ آنے والے سارے اپنے منہ پر ڈھاٹے چڑھائے ہوئے تھے اپنے چہروں کو انہوں نے چھپایا ہوا تھا۔ جب وہ گھیراؤ کر چکے تو انہوں نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیئے۔ انہیں دیکھتے ہی خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

وہ سندھ میں کام کرنے والے ان کے اپنے لشکری تھے اور ان کی کمانداری ذکوان بن علوان کر رہا تھا۔ راہ روکنے والوں کا گھیراؤ کرنے کے بعد ذکوان بن علوان اپنے گھوڑے کو موڑتا ہوا خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے سامنے آیا۔ پہلے اس نے دونوں کو بڑی عاجزی سے سلام کیا' پھر خریم بن عمر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ راہ روکنے والے کون ہیں تاکہ میں ان کا حساب چکاؤں۔

خریم بن عمر جو ابھی تک مسکرا رہا تھا' ذکوان بن علوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے نمودار ہوئے اور کدھر تھے؟ ذکوان بن علوان کہنے لگا۔ امیر یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا' پہلے یہ بتائیں کہ راہ روکنے والے کون ہیں؟

ذکوان بن علوان کو دیکھتے بڑے اونٹوں پر بیٹھی سانکرہ اور گودیری بھی خوش اور مطمئن ہو گئیں تھیں۔ اپنی کمانیں انہوں نے رکھ دی تھیں۔ اس موقع پر خریم بن عمر نے ذکوان بن علوان کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بھائی کرمان میں جو میں کارروائی مجوسیوں کے سردار زرمیش کے خلاف کرتا رہا ہوں تو یہ زرمیش کے بھگوڑے ساتھی ہیں۔ راہ روکتے ہوئے انہوں نے مجھ پر اور بنانہ بن حنظلہ پر انکشاف کیا ہے کہ انہیں عرصے سے میری تلاش تھی۔ اپنے ان ساتھیوں کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے تھے جو کرمان میں میرے ہاتھوں مارے گئے۔

میرے عزیز بھائی تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ یہ سب ہم چاروں پر حملہ آور ہونے والے تھے۔ میں اور بنانہ ان کا حملہ روکنے کے لیے مستعد ہو گئے تھے۔ خداوند قدوس کا شکر ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں پہنچ گئے ہو۔ لگتا ہے ان ویرانوں میں بھی قدرت کو ہماری حفاظت مقصود تھی۔ میں اپنے خداوند قدوس کا انتہا درجہ کا ممنون اور شکرگزار ہوں۔

خریم بن عمر یہیں تک کہہ سکا' اس لیے کہ ذکوان بن علوان بول پڑا۔

امیر ساری بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ذکوان بن علوان پیچھے ہٹا اور اپنے ساتھیوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ساتھی راہ روکنے والوں پر حملہ آور ہوئے اور آن کی آن میں ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

راہ روکنے والوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو ریت کے اندر چھپا دیا گیا۔ ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان کے گھوڑے اور دیگر سامان بھی اپنی تحویل میں لے لیا گیا۔ پھر ذکوان بن علوان خریم بن عمر کے قریب آیا۔ خریم بن عمر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میں ملتان میں تمہیں تلاش کرتا رہا۔ بنانہ بھی تمہیں ڈھونڈتا رہا لیکن تم ہمیں کہیں نہیں ملے۔ دراصل ملتان سے کوچ کرنے سے پہلے میں تمہارے ساتھ صلاح مشورہ کرنا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ ادھر کا رخ کرنا چاہتے ہو کہ نہیں لیکن نہ جانے تم کہاں چلے گئے تھے۔ ذکوان بن علوان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا' پھر بول پڑا۔

امیر' میری داستان بھی عجیب ہے۔ آپ کو طلب کرنے سے پہلے یزید بن ابی قبشہ نے مجھے بلایا تھا اور کہا تھا کہ سندھ کی سرزمینوں میں میں اس کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں۔ میں نے اسے یہ جواب دیا کہ مجھے طلب کرنے سے پہلے خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کو بلانا چاہیے تھا۔

میں نے یزید بن ابی قبشہ پر صاف طور پر یہ واضح کر دیا تھا کہ پہلے ان دونوں کو بلائے جو جواب تمہیں خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دیں گے' وہی جواب میرا بھی ہو گا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوگی۔ جو فیصلہ وہ کریں گے' وہی فیصلہ میرا سمجھ لینا۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے اٹھ گیا تھا' بہرحال میں محتاط تھا۔ میں جانتا تھا کہ یزید بن ابی قبشہ کچھ نہ کچھ کرے گا۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ یہ میرے خلاف میرے اس جواب کی وجہ سے کوئی کارروائی بھی کر سکتا ہے' لہٰذا میں نے اپنے ان لشکریوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا جو میرے ماتحت کام کرتے رہے تھے اور یہی اس وقت میرے ساتھ ہیں۔ یزید بن ابی قبشہ سے ملنے کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے اندر ہی رہا لیکن

میں نے یزید بن ابی قبشہ کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیئے تھے۔ مجھے یہ بھی خبر ملی کہ یزید بن ابی قبشہ نے آپ اور بنانہ کو طلب کیا ہے۔ مجھے بڑی جستجو ہوئی کہ دیکھیں یزید بن ابی قبشہ آپ سے کیا کہتا ہے۔ میرے کچھ ساتھی آس پاس تھے تاکہ جان سکیں کہ یزید آپ سے کیا کہتا ہے۔ جب مجھے خبر ملی کہ آپ اور بنانہ بن حنظلہ نے اس کے ساتھ تعاون سے انکار کر دیا ہے اور ملتان سے آپ دونوں اپنی بیویوں کے ساتھ دمشق کوچ کرنے والے ہیں' تب میں نے بھی کوچ کا فیصلہ کر لیا۔

ملتان سے کوچ کرتے وقت میرے ذہن میں سو فیصد یہ خدشات تھے کہ یزید بن ابی قبشہ عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لے گا اور آپ کے پیچھے آدمی لگائے گا اور آپ پر حملہ آور ہو کر آپ سب کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے میں نے ان جوانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ میں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ جو قوت بھی راستے میں آپ پر حملہ آور ہوئی' میں اسے تہس نہس کر کے رکھ دوں گا۔ خدا کا شکر ہے یزید بن ابی قبشہ نے ایسا نہیں کیا لیکن میری یہ کارگزاری میری یہ تدبیر کامیاب ہو گئی کہ کم از کم یہ جو مسلح جوان اپنے ساتھ لے کر آیا تھا' ان کی مدد سے میں ان مجوسیوں کا کام تمام کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

ذکوان بن علوان کی اس ساری گفتگو سے تھوڑی دیر تک بنانہ بن حنظلہ اور خریم بن عمر مسکراتے رہے اور اس کے بعد خریم بن عمر نے پھر ذکوان بن علوان کو مخاطب کیا۔

ابن علوان میں اور بنانہ دونوں بھائی تمہارے انتہاء درجہ کے ممنون اور شکرگزار ہیں۔ اس پر فوراً ذکوان بن علوان نے خریم بن عمر کی بات کاٹ دی۔ امیر آپ کو میرا شکرگزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے' یہ میرے فرائض میں شامل ہے۔ اس لیے کہ جنگوں میں کم از کم آپ کا نائب تھا۔ نائب کی حیثیت سے آپ کا احترام' آپ کی عزت' آپ کی حفاظت کرنا ذکوان بن علوان کا فرض بنتا ہے۔

ذکوان بن علوان کے رکنے پر خریم بن عمر پھر مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

دراصل مجھے یزید بن ابی قبشہ کی طرف سے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ جس وقت میری اور بنانہ بن حنظلہ کی اس سے ملاقات ہوئی تھی' ملاقات کے درمیان ہی میں

نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے میرے اور بنانہ بن حنظلہ کے پیچھے اپنے آدمی لگانے کی کوشش کی تو میں لوٹوں گا' تمہارا سر کاٹ کر رکھ دوں گا۔ اس موقع پر یزید ن ابی قبشہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس نے ملتان میں مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں اور انہ بن حنظلہ اس کے ماتحت کام نہیں کرنا چاہتے تو پھر ہم دونوں کو عراق کا رخ کرنا ہیے اور یزید بن مہلب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ وہ جو چاہے ہمارے تعلق فیصلہ کرے' میں نے اس پر یہ بھی واضح کر دیا کہ میں یزید بن مہلب سے نہیں وں گا' نہ عراق کا رخ کروں گا۔ میں سیدھا دمشق خلیفہ سلیمان کی خدمت میں حاضر وں گا۔ جو کچھ پیش آیا' اسے کہوں گا۔ وہ جو سزا دے' میں اسے قبول کر لوں گا۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے ذکوان بن علوان مطمئن ہو گیا۔ پھر کہنے لگا' میرے یال میں ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ اگر آپ تھکے ہوئے ہیں تو یہاں پر پڑاؤ ی کیا جا سکتا ہے۔ اس پر خریم بن عمر کہنے لگا' نہیں ہمیں یہاں سے فوراً کوچ کرنا ہیے۔ کسی مناسب جگہ پڑاؤ کر کے رات بسر کریں گے۔ پھر سفر کو جاری رکھیں گے۔ کوان بن علوان' بنانہ بن حنظلہ اور دیگر سب ساتھیوں نے خریم بن عمر کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر انہوں نے وہاں سے کوچ کر لیا تھا۔

ایک روز سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دمشق شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے سیدھا قصر کا رخ کیا۔ سانکرہ اور گودیری کے اونٹوں کو قصر کے باہر بٹھا دیا گیا۔ مسلح جوانوں کو بھی وہاں روک دیا گیا جبکہ خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان قصر میں داخل ہوئے اور خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے حاجب سے ملاقات کی اور اسے اپنے آنے کی اطلاع کی اور خلیفہ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

خلیفہ اس وقت اپنے ذاتی کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ حاجب نے جب اسے خریم بن عمر' بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان کے آنے کی خبر دی تو سلیمان بن عبدالملک نے اسی وقت تینوں کو اندر بلا لیا۔ تینوں جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو سلیمان بن عبدالملک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تینوں سے مصافحہ کیا۔ تینوں اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ سلیمان بن عبدالملک نے ایک دو بار انہیں بیٹھنے کے لیے اشارہ بھی کیا لیکن ذکوان بن علوان اور بنانہ بن حنظلہ خریم بن عمر کی طرف دیکھتے رہے۔ خریم بن عمر ستون کی طرح کھڑا رہا' پھر اس نے خلیفہ کو مخاطب کیا۔

امیر المومنین میں اور میرے دونوں ساتھی بظاہر مجرم کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ مجرم کی حیثیت سے ہمیں یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں۔ ہم تینوں کھڑے رہنا پسند کریں گے۔ جو جرم ہم سے سرزد ہوا ہے' اس کی تفصیل میں آپ سے کہتا ہوں۔ اس کے بعد جو فیصلہ آپ ہمارے حق میں کریں گے' میں اسے بخوشی قبول کر لوں گا۔

پھر خریم بن عمر نے شروع سے لے کر آخر تک یزید بن ابی قبشہ سے ساری

گفتگو اور ملتان سے دمشق آنے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا ڈالے تھے۔

سارے حالات سننے کے بعد سلیمان بن عبدالملک تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا' پھر کہنے لگا۔ بیٹھ جاؤ۔

میں ابھی اور اسی وقت تم تینوں کا فیصلہ کروں گا۔ خریم بن عمر نے پھر کھڑے کھڑے سلیمان بن عبدالملک کو مخاطب کیا۔

امیر المومنین میرے اور بنانہ کے ساتھ ہم دونوں کی بیویاں بھی ہیں اور کچھ مسلح وان ذکوان بن علوان کے ساتھ آئے ہیں۔ جو سزا آپ ہم سب کے لیے تجویز کرنا پاہتے ہیں' اس پر عمل درآمد کرنے سے پہلے میری آپ سے گزارش ہے کہ مجھے اور نانہ بن حنظلہ کو کم از کم اتنا وقت دیا جائے کہ ہم دونوں اپنی بیویوں کو کسی محفوظ جگہ پہنچا آئیں جہاں وہ زندگی کے باقی دن محفوظ طریقے سے باعزت گزار سکیں۔

خریم بن عمر کی طرف دیکھے بغیر سلیمان بن عبدالملک نے اپنے حاجب کو بلایا۔ ماجب جب اندر آیا تو سلیمان بن عبدالملک نے تحکمانہ انداز میں اسے حکم دیا۔

جاؤ قصر سے باہر خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ دونوں کی بیویاں منتظر ہوں گی' ونوں کو یہاں اس کمرے میں لے آؤ۔ جو مسلح جوان ہیں' ان سے کوئی بازپرس نہیں لی جائے۔ وہ اپنے اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں۔ حاجب باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوٹا' اس کے ساتھ سانکرہ اور گودیری دونوں تھیں۔ سلیمان ن عبدالملک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کے پاس بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب دونوں بیٹھ گئیں تو سلیمان نے خریم بن عمر کو ناطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عمر میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے حالات کی اصلیت سے مجھے آگاہ کیا ہے۔ پر یہ تو کہو کہ تم اور بنانہ بن حنظلہ دونوں یزید بن ابی قبشہ کے تحت کام کرنے کے لیے تیار کیوں نہیں ہوئے؟

سلیمان بن عبدالملک کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لیے خریم بن عمر کے چہرے پر لکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے سلیمان بن عبدالملک کی طرف دیکھتے وئے کہنا شروع کیا۔

امیر المومنین دیار قلب و ضمیر میں وفا کا بڑا مقام ہوتا ہے اور جس مجاہد میں یہ مقام نہ ہو' وہ اپنی قوم' اپنی ملت کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ میں جب وقت کے آئینے میں گزرے لمحوں کے ہجوم میں یزید بن ابی قبشہ کے ماضی اور حال کی پرچھائیاں دیکھتا ہوں تو میرے ذہن میں' میرے دل میں اس کے خلاف نفرت اور بداعتمادی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

امیر المومنین آپ برا نہ مانئے گا۔ میں اس یزید بن ابی قبشہ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ بنانہ بن حنظلہ بھی اس سے خوب آگاہ ہے۔ یہ بصرہ میں ہمارا ہم مکتب بھی رہا ہے اور بصرہ میں جس قدر کند ذہن اور نالائق شاگرد تھے' یزید بن ابی قبشہ ان سب میں سرفہرست تھا۔

امیر المومنین میں اور بنانہ بن حنظلہ دونوں غریب اور سادہ انسان ہیں۔ یاد رکھیے چشم و بینائی آپس میں کٹ سکتے ہیں' ارض و سما مرکز سے ہٹ سکتے ہیں' شمع اپنی جگمگاہٹ سے خون اپنی تمازت سے محروم ہو سکتے ہیں لیکن صاحب ایمان غریب اور سادہ لوگ وفا کا دامن نہیں چھوڑتے۔

میں مزید یہ بھی کہوں گا کہ یہ یزید بن ابی قبشہ جھروکوں' میناروں' چھتوں پر کھڑے ہو کر تاریک دل کی صدیوں پرانی داستانیں تو سنا سکتا ہے۔ سردی میں ہاتھ پھیلا کر آگ تاپ سکتا ہے۔ مگر محرومیوں کی آنچ کے اندر کھڑے ہو کر زندگی کے دشت میں آزادی کا تڑپتا جذبہ نہیں بن سکتا۔

یاد رکھیے مجاہد وہ ہے جو منافقت رشک شبہوں جھوٹی وفا کو کھوکھلی شہرت کو لات مار کر نفرت کے گھپ اندھیروں میں بھی اپنی قوم اپنی ملت کے لیے پیار کا امرت بن جائے۔

مجاہد وہ ہے جو تنگ اور تعصب سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنے مسلمان دیس پردیس' گورے کالے' امیر و غریب دوست و دشمن سب کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی قوم' اپنی ملت کی سطوت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ ایسے ہی جس طرح مٹیالے رنگ کے دریا صحرا کی ریتلی زمینوں میں بغیر کسی جانبداری کے زرخیزی بانٹتے چلے جاتے ہیں۔

امیر المومنین یزید بن ابی قبشہ جیسے لوگ حکمرانوں کے قدموں میں خوشبوئیں تو

ڈھا سکتے ہیں' جوانی اور مسرت کے نغمے الاپ سکتے ہیں' فصل کاٹنے شراب کشید کرنے کے دنوں کے گیت تو گا سکتے ہیں' پر ضرورت کے وقت مسلم قوم کے لیے روشنی کا ہالہ نہیں بن سکتے۔ ملت کے حوالوں کا چہرہ نہیں ثابت ہو سکتے۔ میں نے اس کے چہرے پر صداقت نہیں دیکھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں انقلاب ابن آدم کی لو نہیں پائی۔ وہ نہ صرف یہ کہ اعلیٰ لشکری قیادت کی قابلیت اور سیاسی بصیرت سے محروم ہے بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ گروہ بندی اور انتشار سے کام لیتے ہوئے تعمیر اور تخریب کو آپس میں لڑا تو سکتا ہے' پر اخوت کی قدر و قیمت نہیں جانتا۔ امیر المومنین میں زمانے کی گمنام دھول میں دفن تو ہو سکتا ہوں' پر ایسے بداعتماد شخص کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔

خریم بن عمر خاموش ہو گیا' اس موقع پر سانکرہ' گودیری' بنانہ بن حنظلہ اسے ستائشی انداز میں دیکھ رہے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک بھی تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا' پھر بول پڑا۔

اگر میں تمہیں سندھ کا والی مقرر کر دوں تو تمہارا کیا خیال ہے؟ خریم بن عمر جھٹ سے بول پڑا۔

اگر میں بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان تینوں آپ کی نگاہوں میں مجرم نہیں ہیں تو میں آپ سے گزارش کروں گا' ہمیں جانے دیجیے۔ میں نے اپنے دل میں عہد کر رکھا ہے کہ میں اب کسی بھی جنگ میں شرکت نہیں کروں گا بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ اپنی بستی میں ایک عام اور معمولی گڈریئے کی حیثیت سے گمنام اور سادہ زندگی بسر کروں گا۔ بس اس کے علاوہ میری کوئی خواہش نہیں' نہ مجھے کچھ چاہیے۔ خریم بن عمر کی اس گفتگو کا جواب سلیمان بن عبدالملک دینا ہی چاہتا تھا کہ حاجب اندر آیا اور سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ رازدارانہ سی گفتگو کی۔ پھر باہر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دو مسلح جوان اندر آئے اور انہوں نے چمڑے کی ایک خرجین سے قتیبہ بن مسلم کا کٹا ہوا سر نکال کر سلیمان بن عبدالملک کے سامنے رکھ دیا۔

قتیبہ بن مسلم کا کٹا ہوا سر دیکھ کر خریم بن عمر کی حالت بے مروت برف کے طوفانوں میں شام ہجراں اور سیاہ گوشہ شب میں لاچار بے نوائی جیسی افسردہ ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں اور یوں ... سائی ... نے لگا

تھا جیسے ریگزاروں کے سرابوں میں کوئی مسافر بے وطن یا لاشہ بے وطن پڑا رہ گیا ہو۔ پھر سلیمان بن عبدالملک کی آواز پر خریم بن عمر چونک پڑا۔

جانتے ہو یہ کٹا ہوا سر کس کا ہے؟ خریم بن عمر کسی قدر سنبھلا۔ دوسری طرف بنانہ بن حنظلہ، سانکرہ اور گودیری کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ بڑے اداس لہجے میں خریم بن عمر نے سلیمان بن عبدالمالک کو مخاطب کیا۔ میں جانتا ہوں، یہ کٹا ہوا سر قتیبہ بن مسلم کا ہے۔ میری اس سے پہلے ملاقات ہو چکی ہے۔

دراصل قتیبہ بن مسلم کے قتل میں محمد بن قاسم کے دوست جہم بن زحر کا ہاتھ تھا۔ جہم بن زحر کو چند عراقی دستوں کے ساتھ حجاج بن یوسف نے عراق سے خراسان کی طرف قتیبہ بن مسلم کے تحت کام کرنے کے لیے تبدیل کر دیا تھا۔ جہم بن زحر کی بدقسمتی کہ خراسان پہنچ کر وہ محمد بن قاسم کی طرح قتیبہ بن مسلم کو اپنا گرویدہ نہ بنا سکا۔ جب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے قتیبہ بن مسلم کے خلاف انتقامی کارروائی کی تو جہم بن زحر قتیبہ بن مسلم کے خلاف لڑا۔ یوں قتیبہ بن مسلم موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

لیکن تقدیر کے فیصلے بھی بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے یزید بن مہلب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کیں۔ جہم بن زحر نے بھی قتیبہ بن مسلم کے خلاف یزید بن مہلب کا ساتھ دیا تھا، لہٰذا اسے بھی گرفتار کر لیا گیا اور تکلیفیں دے دے کر مار ڈالا گیا۔

خریم بن عمر بیچارہ عجیب سے جذبے، عجیب سی اداسی اور ویرانی میں قتیبہ بن مسلم کے کٹے ہوئے سر کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر سلیمان بن عبدالملک کے چہرے پر عجیب سی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ کچھ سوچتے ہوئے سلیمان بن عبدالملک نے خریم بن عمر کو مخاطب کیا۔

میں تمہارے خلاف نہ کوئی انتقامی کارروائی رکھتا ہوں، نہ تمہارا مواخذہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ سندھ کے اندر جو تم نے اور بنانہ بن حنظلہ کے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مکران اور کرمان میں جو تم نے اور بنانہ بن حنظلہ نے مل کر اپنی قوم اور ملت کے لیے کامیابیاں حاصل کیں، ان سب کے لیے نہ صرف میں تم دونوں کا شکرگزار اور ممنون ہوں بلکہ میں تمہاری کارگزاریوں پر فخر کرتا ہوں۔ تمہاری شجاعت، تمہاری

مادری کو سلام بھی کرتا ہوں۔ مانگو کیا مانگتے ہو؟

جو بھی چیز تم نے مانگی اور وہ میری دست قدرت میں ہوئی، میں تمہیں دے دوں گا، انکار نہیں کروں گا۔

خریم بن عمر کچھ سوچتا رہا، پھر اس نے بڑے غور سے سلیمان بن عبدالملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا، میں آپ سے صرف یہ گزارش کرتا ہوں کہ قتیبہ بن مسلم کے سر کو عزت اور احترام کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ بس یہی میری آخری خواہش ہے۔ یہی میری آپ سے مانگ اور مطالبہ ہے۔

سلیمان بن عبدالملک نے خریم بن عمر کی اس خواہش کا احترام کیا اور قتیبہ بن مسلم کے کٹے ہوئے سر کو عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (مورخین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خریم بن عمر کے کہنے پر سلیمان بن عبدالملک نے عزت و احترام کے ساتھ قتیبہ بن مسلم کے کٹے ہوئے سر کی تدفین کا کام سرانجام دیا۔)

اچانک کچھ سوچتے ہوئے خریم بن عمر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سلیمان بن عبدالملک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو پھر مجھے اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔ سلیمان بن عبدالملک اٹھ کھڑا ہوا۔ باری باری اس نے خریم بن عمر، بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن علوان سے مصافحہ کیا۔ پھر ان تینوں کو اس نے جانے کی اجازت دے دی۔

تینوں باہر نکلے۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ سے ملنے کے بعد ذکوان بن علوان نے دمشق میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے سانکرہ اور گودیری دونوں کو اونٹوں پر سوار کروایا۔ اونٹوں کو اٹھایا، پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ دمشق سے وہ کوفہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ کوفہ کے نواح میں ایک چوراہے پر خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ بنانہ بن حنظلہ بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک چکا تھا۔ پھر خریم بن عمر نے اداسی اور ویرانی میں بنانہ بن حنظلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بنانہ میرے بھائی! یہاں سے میری اور تمہاری راہیں جدا ہوتی ہیں۔ اس چوراہے سے تم اپنی بستی کی طرف چلے جاؤ، میں اپنی بستی کی طرف جاتا ہوں۔ میری تم سے

التماس ہے کہ گاہے بگاہے میرے ہاں آتے رہنا' مجھ سے ملاقات رکھنا۔ میں بھی تمہارے ہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ آؤ اونٹوں کو بٹھائیں' جدا ہونے سے پہلے گودیری اور سانکرہ ایک دوسرے سے مل لیں۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے بنانہ بن حنظلہ اداس اور ویران ہو گیا تھا۔ دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے۔ اونٹوں کو بٹھایا۔ سانکرہ اور گودیری کو انہوں نے باہر آنے کے لیے کہا۔ پھر خریم بن عمر نے گودیری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

گودیری میری بہن جس چوراہے پر ہم کھڑے ہیں' اس چوراہے کے بائیں جانب جو راستہ جاتا ہے' یہ بنانہ بن حنظلہ کی بستی کو جاتا ہے۔ جو راستہ سیدھا آگے جا رہا ہے' اس پر تھوڑا سا آگے میری بستی پڑتی ہے۔ یہاں سے تم اور بنانہ بن حنظلہ اپنی بستی کی طرف جاؤ گے' میں اور سانکرہ آگے بڑھ جائیں گے۔

میں نے بنانہ بن حنظلہ سے کہا ہے کہ کچھ دن اپنی بستی میں رہنے کے بعد ہمارے ہاں آئے۔ اس طرح ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ میں اور سانکرہ بھی کوشش کرتے رہیں گے' تم دونوں سے ملتے رہیں گے۔ اب دونوں ایک دوسرے سے گلے ملو تاکہ ہم اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوں۔

خریم بن عمر کی اس گفتگو سے سانکرہ اور گودیری بھی کچھ پریشان ہو گئیں تھیں۔ دونوں گلے ملیں' پھر گودیری کا منہ چومتے ہوئے سانکرہ کہنے لگی۔

گودیری فکرمند نہ ہونا' میں تمہارے پاس آیا کروں گی اور تم سے ملا کروں گی۔ بنانہ بھائی اور تمہیں اپنی بستی میں لے جایا کروں گی۔ سانکرہ کی اس گفتگو سے گودیری خوش ہو گئی تھی۔ پھر خریم بن عمر کے کہنے پر دونوں اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہوئیں۔ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ نے اونٹوں کو اٹھا دیا۔ اس کے بعد بنانہ بن حنظلہ گودیری کو لے کر اس راستے پر مڑ گیا تھا جو اس چوراہے سے بائیں طرف جاتا تھا جبکہ خریم بن عمر اور سانکرہ دونوں اس چوراہے سے سیدھا آگے اپنی بستی کی طرف جا رہے تھے۔

ختم شد